سُلطان محمود غزنوی

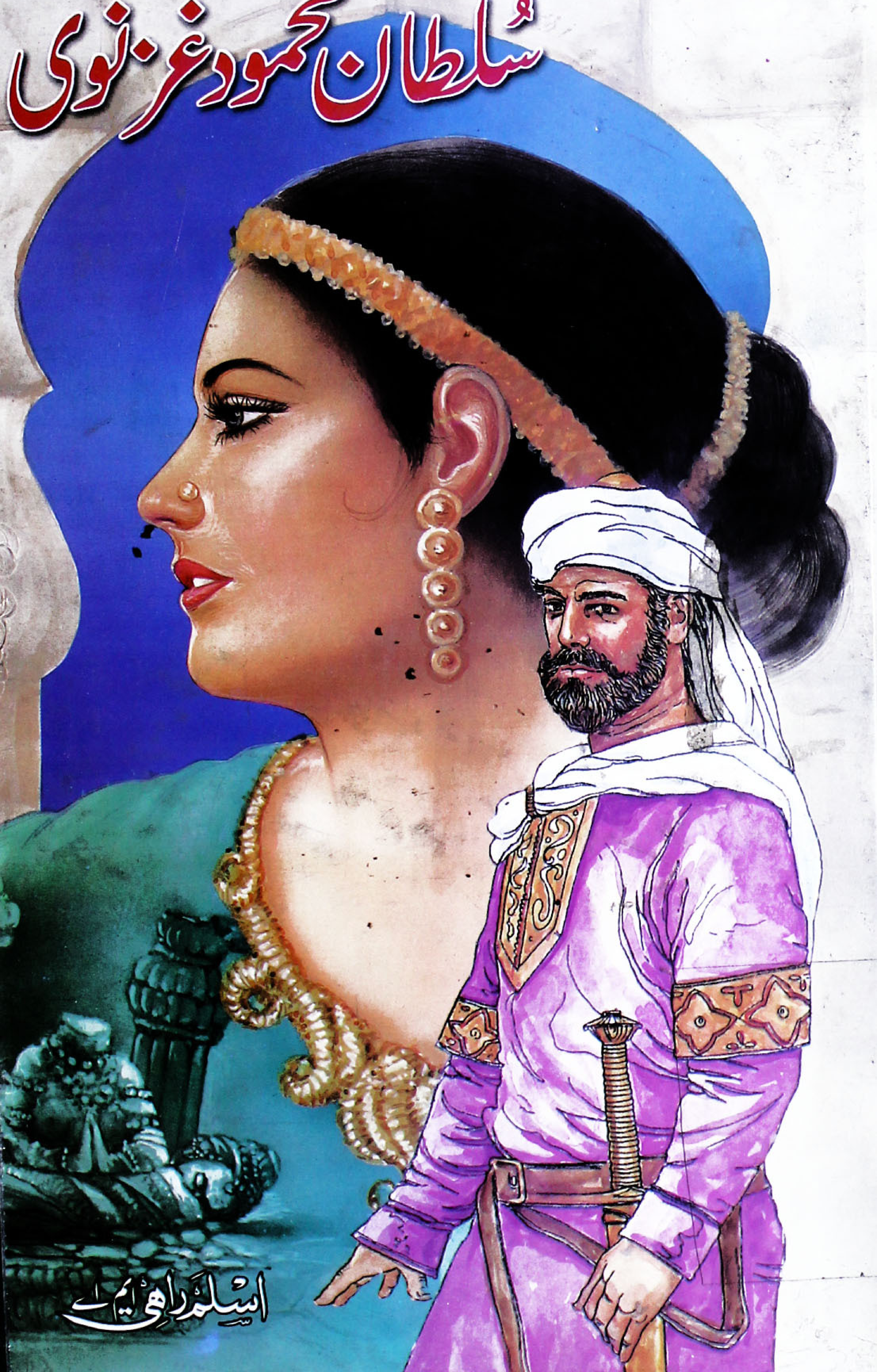

اسلم راہی ایم اے

Marfat.com

ولولہ انگیز اسلامی تاریخی ناول

سلطان محمود غزنوی

اسلم راہی۔ ایم اے

مکتبہ القریش

قذافی مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔

فون: 042-37231595۔042-37352835

Marfat.com

98272

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر : عبدالحفیظ قریشی

مطبع : نیر اسد پرنٹرز لاہور

سن اشاعت : 2010ء

تعداد : 600

کمپوزنگ : کلاسکس کمپیوٹرز

قیمت : -/600 روپے

فون: 042-37231595۔ 042-37352835

مکتبہ القریش اُردو بازار لاہور۔

Marfat.com

انتساب

ان راستوں کے نام
جن پر دُھول اُڑاتے ہوئے
سلطان محمود غزنوی ہمیشہ
عالمِ اسلام اور مسلم اُمہ
کی سرفرازی وفوزمندی
کے لئے کوشاں رہا

Marfat.com

تعارف

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم کرنے کا سہرہ سلطان محمود غزنوی کے سر جاتا ہے۔ اس نے اوپر تلے ایسے معرکے انجام دیئے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دھاک بٹھا کر رکھ دی۔ اس کا شمار دنیا کے عظیم فاتحین میں ہوتا ہے۔ وہ ایک بے مثل و نایاب سالار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عادل و انصاف پسند فرمانروا تھا۔ اس نے سوداگروں اور دکانداروں پر نگران مقرر کر رکھے تھے اور کم تولنے اور مول تول میں گاہک کو دھوکا دینے والوں کو سخت سزا دیا کرتا تھا۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ بڑی سختی سے اسلام کا پابند تھا۔ اس کے علاوہ پانچوں وقت کی نماز پڑھتا اور روزانہ قرآنِ مقدس کی تلاوت کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑا شجاع اور بہادر تھا۔ خطرات میں ذرا بھی گھبراتا نہ تھا۔ میدانِ جنگ میں ہمیشہ اپنے لشکر کے آگے آگے ہوتا۔ وہ علماء اور شعراء کی بہترین سرپرستی کرنے والا تھا۔ تعصب اور مذہبی تنگ نظری سے اس کا دامن ہمیشہ پاک رہا۔ تکبیریں بلند کرتا ہوا جب وہ کسی دشمن قوت کے خلاف حرکت میں آتا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لیتا تھا۔

اس نے عالمِ اسلام کو بے مذہب قرامطیون کی دست برد سے پاک کیا۔ وہ عالمِ اسلام کا ایک رجلِ عظیم اور ملتِ مسلمہ کا بے مثال و ناقابلِ تسخیر سپہ سالار تھا۔

Marfat.com

پیش لفظ

سلطان محمود غزنوی اسکندرِ اعظم کی طرح ایک خوش نصیب نوجوان تھا، جسے اپنے باپ کی طرف سے ایک جرار اور آزمودہ کار لشکر ملا۔ اس کا بچپن بھی سپہ گری میں گزرا۔ سات برس ہی کی عمر میں اس نے اپنے باپ کے ساتھ خراسان کی مہم میں شرکت کی۔

یہاں تک کہ پندرہ برس کی عمر میں وہ غور اور طغان کی جنگوں میں حصہ لے چکا تھا۔ ان ہی جنگوں میں تیغ زنی کے جوہر دکھا کر اس نے اپنا مستقبل تابناک بنا لیا تھا۔ اس کا شمار دنیا کے عظیم فاتحین میں کیا جاتا ہے۔

اس کا سب سے بڑا کارنامہ سومنات کی فتح ہے۔ یوں تو اس نے ان گنت فتوحات حاصل کیں لیکن سومنات کی فتح اس کے عظیم ترین کارناموں میں سے ایک ہے۔ اس کے لئے اسے لق و دق صحرا عبور کرنا پڑے، جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔

اسکندرِ اعظم نے دریائے ستلج تک ساڑھے تین ہزار میل سفر کیا۔ نپولین نے اپنی تمام جنگوں میں پندرہ ہزار میل سفر کیا۔ چنگیز خان کو ان پر فوقیت تھی لیکن اس نے بھی سلطان کے مقابلے میں کم سفر کیا۔

مغربی مؤرخین نے تعصب کی بنا پر اس عظیم فاتح کی عسکری قابلیت کو کبھی اُجاگر نہیں کیا۔ سلطان محمود کو یقیناً اپنی عسکری فتوحات کی بنا پر خالدؓ بن ولید، عمروؓ بن عاص، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد، قتیبہ بن مسلم،، محمد بن قاسم، اسکندرِ اعظم، صلاح الدین ایوبی، چنگیز خان، تیمور، نپولین اور اٹیلا کی صف میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ وہ دنیا کا ایک عظیم اور بے مثال فاتح تھا۔

اسلم راہی۔ ایم اے

Marfat.com

Marfat.com

کہتے ہیں اُسے بھیس بدل کر اپنی رعایا کا حال جاننے کا بڑا شوق تھا۔

ایک تاریک اور گہری رات جب وہ اپنے قصر سے نکلا تو اس کے آگے آگے اس کا فراش تھا، جس کے ہاتھ میں سونے کا ایک چراغ تھا۔

جب وہ ایک مکتب کے پاس سے گزرا تو اس نے دیکھا، مکتب کے اندر ایک لڑکا بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ میں کتاب ہے۔ وہ کوئی سبق یاد کر رہا ہے۔ مکتب میں کوئی روشنی نہیں تھی، مکتب کی پوری عمارت گہری تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ سبق یاد کرتے کرتے وہ بچہ اگر بھولتا تھا تو بھاگا بھاگا قریب ہی ایک بزاز کی دکان پر آتا تھا۔ دکان میں ایک دیا جل رہا تھا اور اس دیے کی روشنی میں ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب کھول کر اپنا بھولا ہوا سبق دیکھتا اور دوبارہ تاریکی میں ڈوبی ہوئی مکتب کی اس عمارت میں جا کر سبق یاد کرنے لگتا۔

اُس بچے کی اس حالت پر اسے فکرمندی اور جستجو ہوئی چنانچہ اپنے فراش کو بھیجا اور اس سے کہا۔

''جا دیکھ وہ بچہ رات کے اس وقت مکتب کی اس تاریک عمارت میں کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ اور جب سبق یاد کرتے کرتے بھولتا ہے تو اس بزاز کی دکان پر آ کر دیے کے پاس کتاب کھول کر یاد کرتا ہے، پھر واپس چلا جاتا ہے، کیا معاملہ ہے؟''

فراش اس بچے کے پاس گیا۔ پوچھا کہ تُو اس تاریکی میں ڈوبی عمارت میں بیٹھ کے کیوں پڑھتا ہے؟

اس پر بچہ فکرمند اور پریشان ہو گیا۔ کہنے لگا۔

Marfat.com

''میں ایک غریب بیوہ ماں کا بیٹا ہوں۔ ہمارے گھر میں دیا نہیں جلتا۔ غربت ایسی گہری ہے کہ اس کا ہم خرچہ ہی نہیں برداشت کر سکتے۔ چنانچہ رات کو میں یہاں مکتب کی عمارت میں بیٹھ کر سبق یاد کرتا ہوں اور جب بھولتا ہوں تو یہ قریب ہی بزاز کی دکان ہے، یہاں جو دیا جلتا ہے اس کی روشنی میں کتاب کھول کر بھولا ہوا سبق دہرا کے پھر اسے یاد کرنا شروع کر دیتا ہوں۔''

چنانچہ فراش نے یہی بات آ کر جب اس سے کہی تو اس نے اپنے فراش سے کہا۔

''سونے کا یہ چراغ اس بچے کو دے دو اور اس کے اور اس کے اہلِ خانہ کے اخراجات آج سے میرے ذمہ ہوں گے۔''

بچہ وہ چراغ لے کر خوش خوش چلا گیا۔ وہ اپنے فراش کے ساتھ بزاز کی دکان پر آیا اور بزاز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! رات اتنی جا چکی ہے۔ اس وقت تیرے پاس گاہک کہاں سے آتا ہوگا؟ اور یہ تُو اس وقت دکان کھولے کیوں بیٹھا ہوا ہے؟''

اس پر بزاز کہنے لگا۔

''صاحب! اس وقت گاہک کے لئے کون بیٹھتا ہے؟ ہم تو روز اس بچے کے لئے بیٹھتے ہیں۔''

ایک روز وہ اپنے محل کی چھت پر بیٹھا میدان کا نظارہ کر رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک عجیب وغریب بازاری آدمی پر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ وہ آوارہ گرد اپنے ہاتھ میں تین پرندے لئے کھڑا تھا۔ جب اس شخص سے اس کی آنکھیں چار ہوئیں تو اس بازاری آدمی نے اپنے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ مگر اپنے دل میں یہ سوچنے لگا کہ اس اشارے سے اس شخص کا کیا مطلب ہے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے جب پھر اس کوچہ گرد کی طرف دیکھا تو اس نے پھر حسبِ سابق ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

اس پر اس سے نہ رہا گیا اور اس نے اس شخص کو بلوایا اور پوچھا۔

Marfat.com

''تیرے ہاتھ میں یہ پرندے کیوں ہیں؟ اور تیرے ان اشاروں کا کیا مطلب ہے؟''

اس کوچہ گرد نے جواب دیا۔

''میں ایک جواری ہوں اور میں نے آپ کو غائبانہ طور پر اپنا شریک کر کے پانسہ پھینکا اور اس وجہ سے یہ تینوں پرندے جیتے ہیں۔''

چنانچہ اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس جواری سے یہ پرندے لے لئے جائیں۔

دوسرے روز وہ جواری اپنے ہاتھوں میں دو پرندے لئے اسی طرح اس کے سامنے آیا۔ دوسرے روز بھی وہ یہ سوچتا رہا کہ آخر اس شخص کا کیا مطلب ہے؟ تیسرے دن وہ جواری پھر تین پرندے لے کر آیا اور انہیں اس کی خدمت میں پیش کر کے چلا گیا۔

چوتھے روز وہ جواری پھر اس کو نظر آیا لیکن اس روز وہ خالی ہاتھ تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ وہ جواری بڑا غمگین، ملول اور پریشان حال محل کے نیچے کھڑا تھا۔ اس کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے وہ خود سے کہنے لگا۔

''معلوم نہیں، آج اس جواری پر کیا بیتی ہے، جو اس طرح غمگین اور ملول کھڑا ہے۔''

چنانچہ اس نے اس کوچہ گرد جواری کو اپنے پاس بلایا، اس کا حال پوچھا۔ اس پر جواری کہنے لگا۔

''آج میں نے بادشاہ کی شراکت بالی ایک ہزار دینار کی بازی لگائی لیکن بدقسمتی سے پانسہ میرے خلاف پڑا اور میں یہ رقم ہار گیا۔''

اس پر وہ نیک دل حکمران مسکرایا اور اپنے دربان کو یہ حکم دیا کہ اس جواری کو پانچ سو دینار دے کر رخصت کر دو اور جواری سے کہا جب تک میں خود موجود نہ ہوں، اب تم میری غائبانہ شراکت میں کبھی جوا نہ کھیلنا۔

جوئے سے منع کرنے والا یہ عالمِ اسلام کا عظیم حکمران سلطان محمود غزنوی تھا اور اسی سلطان محمود غزنوی کے خلاف انہی دنوں لاہور میں ایک بہت بڑی سازش تیار کی

Marfat.com

جا رہی تھی، جس کے تحت سلطان کو اس کی حکومت سے محروم کرنے اور اس کے علاقوں پر قبضہ کرنے کی تیاری ہو رہی تھی۔

یہ تیاری راجہ جے پال کے ہاں ہو رہی تھی، جو پنجاب کا حاکم تھا اور لاہور اس کا مرکزی شہر تھا۔ اس لئے کہ ان دنوں راجہ جے پال کی ایک بیٹی کی سگائی طے ہو رہی تھی اور اس سگائی میں حصہ لینے کے لئے دور و نزدیک کے سارے ہی راجہ لاہور میں جمع ہو رہے تھے۔ ان راجاؤں میں تندنہ کا راجہ اندر بھیم، انہل واڑہ کا راجہ پرم دیو، دیرہ دون کا راجہ رام دیو، سونی پت کا راجہ دیپال ہری، بھٹنڈہ کا راجہ پریم دیو، ہردت کا راجہ برن، متھرا کا راجہ گل چندر، اسونی کا راجہ چنڈیل بھور، بندیل کھنڈ کا راجہ چندر رائے، سرسوا گڑھ کا راجہ بھیم پال، قنوج کا راجہ کنور رائے، کالنجر کا راجہ نندا، سب اپنے اپنے اہلِ خانہ، سالاروں اور محافظ دستوں کے ساتھ جمع تھے۔

پنجاب کے راجہ جے پال کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک کوشل دیوی، دوسری کاشی کماری۔ کاشی کماری بڑی، کوشل دیوی چھوٹی تھی۔ مگر دونوں ہی ابھی نوعمر اور نابالغ تھیں۔ بڑی بیٹی کاشی کماری کی سگائی بھٹنڈہ کے راجہ پرم دیو کے بیٹے راج کنور سے لاہور میں طے پا گئی۔ جب اس تقریب سے فراغت ہو گئی تب سب راجہ رخصتی سے پہلے راجہ جے پال اور اس کے بیٹے انند پال کے ہاں جمع ہوئے۔ اس موقع پر سب سے پہلے گفتگو کا آغاز بھٹنڈہ کے راجہ پرم دیو نے کیا اور جے پال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں نے سنا ہے کہ تم غزنی کے نئے حکمران محمود کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہو اور اس کے باپ کے ہاتھوں جو تمہیں دو بار شکست کا سامنا کرنا پڑا، اس کا بدلہ اور انتقام لینا چاہتے ہو؟''

بھٹنڈہ کے راجہ پرم دیو کے ان الفاظ کے جواب میں جے پال نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، مسکرایا اور کہنے لگا۔

''پرم دیو! تمہارا کہنا درست ہے۔ میں ہر صورت میں اپنی گزشتہ شکستوں اور ناکامیوں کا انتقام لوں گا اور اب حالات نے ایسا پلٹا کھایا ہے کہ غزنی کے نئے حکمران محمود سے انتقام لینا میرے لئے آسان ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ ابھی جنگ کا

Marfat.com

اتنا وسیع تجربہ نہیں رکھتا۔ لہٰذا اسے اپنے سامنے زیر کرنا میرے لئے آسان اور سہل ہو جائے گا۔"

جے پالا جب خاموش ہوا، تب بھٹنڈہ کا راجہ پرم دیو پھر بول اٹھا۔

"اگر ضرورت ہو تو میں اپنے بیٹے راج کنور کی کمانداری میں ایک لشکر بھٹنڈہ سے تمہاری طرف بھیج دوں، جو غزنی کے نئے حکمران محمود کے خلاف تمہاری مدد کرے؟"

اس پر راجہ جے پال نے نفی میں گردن ہلائی، کہنے لگا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں غزنی کے نئے حکمران محمود کے مقابلے میں ایسا لشکر لے کر جاؤں گا کہ ایسا بڑا لشکر اس نے کیا، اس کے باپ نے بھی اپنی زندگی میں نہ دیکھا ہوگا اور اس لشکر کے ذریعے میں غزنی کے نئے حکمران محمود کو اپنے سامنے ہر صورت میں جھکنے پر مجبور کر دوں گا۔"

اس موقع پر وہاں جمع ہونے والے دوسرے راجاؤں نے بھی سلطان محمود غزنوی کے خلاف راجہ جے پال کو اپنی مدد کی پیشکش کی، لیکن جے پال نے سب کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا۔

"میں اب اس قابل ہوں کہ غزنوی کے حکمرانوں سے اکیلا نمٹ سکوں۔"

بہرحال، راجہ جے پال کی بڑی بیٹی کاشی کماری کی سگائی کی اس تقریب سے فارغ ہونے کے بعد سب راجہ لاہور سے رخصت ہو کر اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے، جبکہ راجہ جے پال اور اس کا بیٹا انند پال اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر سلطان محمود غزنوی پر ضرب لگانے کے لئے بڑے زور و شور سے اپنی عسکری تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

ایک روز راجہ جے پال، اس کا بیٹا انند پال، دوسرے بیٹوں دیو پال اور روپ پال کے علاوہ اس کے سالاروں میں سے بھیم چندر، پدم گپت اور کوی راج بیٹھے اپنی جنگی تیاریوں سے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

یہ گفتگو کافی دیر تک جاری رہی، یہاں تک کہ جب یہ گفتگو ختم ہوئی اور سب راجہ جے پال کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے، تب راجہ جے پال اکیلا رہ گیا تو جس

Marfat.com

کمرے میں یہ مشاورت ہو رہی تھی، اس کمرے کے دروازے پر راجہ جے پال کی بڑی بیٹی کاشی کماری نمودار ہوئی۔ یہی کاشی کماری تھی، جس کی سگائی چند دن پہلے بٹھنڈہ کے راج کمار راج کنور کے ساتھ طے پائی تھی۔

کمرے کے دروازے پر اسے دیکھتے ہی راجہ جے پال بڑی محبت اور اُلفت سے اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بچی! تُو دروازے پر کیوں کھڑی ہو گئی؟ اندر آ۔ کیا تجھے مجھ سے کوئی اہم کام ہے؟''

اس پر کاشی کماری مسکراتی ہوئی آگے بڑھی، اپنے باپ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ جے پال نے اس کے سر اور شانوں پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا بات ہے بچی؟ تیری حالت بتاتی ہے کہ تُو مجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہے۔''

راجہ جے پال کے ان الفاظ پر کاشی کماری نے پہلے ایک گہری نگاہ راجہ جے پال پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

''پتا جی! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ پر ڈرتی بھی ہوں کہ آپ کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔''

کاشی کماری یہیں تک کہنے پائی تھی کہ اسی لمحہ جے پال کی بیوی اور رانی پدماوتی بھی اس کمرے میں داخل ہوئی۔ آگے بڑھ کر جب وہ راجہ جے پال کے پہلو میں بیٹھ گئی، تب راجہ جے پال اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابھی ابھی میری بیٹی کاشی کماری آئی ہے اور کہہ رہی تھی کہ یہ کسی اہم موضوع پر مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی ہے۔''

اس پر پدماوتی مسکرائی اور کہنے لگی۔

''جس موضوع پر یہ گفتگو کرنا چاہتی ہے، اس موضوع پر پہلے یہ مجھ سے بات کر کے آئی ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ یہ معاملہ اپنے پتا جی کے سامنے پیش کرو۔ پھر وہ جو فیصلہ کریں گے، ہمیں منظور ہو گا۔''

Marfat.com

پدماوتی کے ان الفاظ پر جے پال مسکرایا اور اپنی بیٹی کاشی کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! اب بول کیا معاملہ ہے؟"

کاشی کماری نے پہلے ایک گہری نگاہ اپنی ماں پر ڈالی، پھر جے پال کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ "پتا جی! اب جبکہ ماتا جی بھی یہاں آ گئی ہیں تو سارا معاملہ یہی پیش کریں گی۔"

چنانچہ جے پال نے پدماوتی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"اب معاملہ تم پر آن پڑا ہے۔ تم ہی بولو۔"

اس پر پدماوتی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگی۔

"ان دونوں بہنوں کے درمیان کوئی خفیہ اور رازدارانہ بات ہوئی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ کوشل دیوی اپنے سالار کوی راج کو پسند کرتی ہے۔ کوشل دیوی یہ بھی سمجھتی ہے کہ ہمارے پورے راج میں کوئی اس جیسا اچھا، عمدہ اور بہترین تیغ زن نہیں ہے۔ میرے خیال میں اس کی اسی تیغ زنی اور اس کی جنگی امور میں مہارت کی وجہ سے کوشل دیوی اس کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ اب کوشل دیوی کی خواہش یہ ہے کہ آنے والے دنوں میں جب مسلمانوں کے ساتھ ہماری جنگوں کا سلسلہ شروع ہو تو کوی راج کو موقع فراہم کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف انفرادی مقابلے میں حصہ لے کر نام پیدا کرے۔ اس سلسلے میں، میں نے کوشل دیوی سے بھی بات کی کہ وہ ایسا کیوں چاہتی ہے۔ چنانچہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہنے لگی کہ وہ دو وجوہات کی بنا پر ایسا کرنا چاہتی ہے۔

پہلی وجہ وہ یہ بیان کرتی ہے کہ اس طرح کوی راج کو اپنا آپ دکھانے کا موقع مل جائے گا۔ اور راج کے اندر اس کی ایک اہمیت، ایک مقام بن جائے گا۔

دوسری وجہ کوشل دیوی یہ بتاتی ہے کہ کوی راج ایسا تیغ زن ہے کہ تیغ زنی میں اسے مات نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا جب بھی مسلمانوں کے ساتھ ہماری جنگوں کا سلسلہ شروع ہو تو وہ میدان میں اُترے اور انفرادی مقابلے کے لئے للکارے۔ ظاہر ہے، مسلمانوں کی طرف سے بھی مسلمانوں کا کوئی سالار ہی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے

Marfat.com

اُترے گا۔ جب کوی راج اس پر غالب رہے گا، اس طرح کئی انفرادی مقابلوں کے بعد کوی راج کے ہاتھوں مسلمانوں کے بہت سے سالار مارے جائیں گے، اس طرح ان کے اندر کمزوری اور عسکری ضعف پیدا ہو جائے گا اور آنے والے دور میں وہ ہم سے ٹکرانے کی جرأت اور جسارت نہیں کریں گے۔"

پدماوتی جب خاموش ہوئی، تب جے پال کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر کہنے لگا۔

"کوشل دیوی میری سب سے چھوٹی بیٹی ہے۔ وہ ابھی نابالغ ہے۔ وہ ابھی سے محبت کے ان چکروں میں کیوں پڑ گئی ہے؟ اگر وہ کوی راج کو پسند کرتی ہے تو یہ بری بات نہیں ہے۔ کوی راج ایک نایاب اور عمدہ تیغ زن ہے۔ اگر کوشل دیوی نے اسے اپنی محبت کا محور اور اپنی چاہت کا مرکز بنا لیا ہے تو ہم اس کے آڑے نہیں آئیں گے۔ جب مناسب وقت آئے گا اور کوشل دیوی بالغ ہو جائے گی تو کوی راج کے ساتھ اس کی سگائی کر دیں گے۔ ہم اس کی خوشی، اس کا اطمینان چاہتے ہیں۔ لیکن ذرا اسے میرے پاس تو بلاؤ۔"

اس پر پدماوتی نے کسی خاتون کا نام لے کر آواز دی تو دروازے پر راج محل کی ایک خادمہ نمودار ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی پدماوتی نے اپنی چھوٹی بیٹی کوشل دیوی کو بلانے کے لئے کہا۔ اس پر وہ خادمہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ راجہ جے پال کی چھوٹی بیٹی کوشل دیوی اس کمرے میں داخل ہوئی۔ کوشل دیوی عجیب و غریب شخصیت کی مالک تھی۔ خوب دراز قد اور انتہا درجہ کی اعلیٰ شخصیت کی مالک تھی۔ وہ انوکھے پُراسرار صحرا میں رقص کرتی کہکشاں کی پرچھائیوں میں آہنگ کے جادو اور روح کی جگمگاہٹ جیسی حسین، دودھیا چاندنی میں محبتوں کے آنگنوں میں پھولوں کی پیاس بجھاتی شبنم کی سی خوب صورت، سپنوں کے شہروں کی دلکشی میں شاداب شگوفوں کی اُڑان جیسی دلکش تھی۔ اس کی بڑی بڑی موٹی موٹی نیلی آنکھیں ایسے تھیں جیسے کسی کی چشم نوشیں سے نکلتی خوشبو بھری کرنوں نے مشام ذہن اور شعور کے ہر خانے کو عنبر اور مشک سے بھر دیا ہو۔ اس کی شخصیت خوابوں کی طرب گاہوں میں سیال خوشبو، خیالات کی تجسیم میں شاداب و فرحاں

Marfat.com

رقصاں و جولاں امید و رجا کی متاع جیسی جاذبِ نگاہ تھی۔

آہستہ آہستہ چلتی، نگاہوں کو جھکائے زمین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ آگے بڑھی، اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھنا چاہا، اس موقع پر راجہ جے پال بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا، فوراً بول اُٹھا۔

''وہاں نہیں میری بچی! یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔''

اسی طرح گردن جھکائے اور زمین کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل دیوی اپنے باپ راجہ جے پال کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ جے پال نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، پھر کہنے لگا۔

''تیرے متعلق ساری تفصیل تیری ماتا نے مجھے بتا دی ہے۔ اگر تُو واقعی کوی راج کو پسند کرتی ہے تو تجھے پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری بچی! میں جانتا ہوں، تُو خود بہت اچھی تیغ زن، عمدہ قسم کی شہسوار اور حرب و ضرب کے امور میں مہارت رکھتی ہے، اس لئے تُو نے اپنی پسند کا مرکز بھی ایسے ہی سالار کو بنایا ہے جو تیغ زنی میں لاجواب ہے۔ میں تیرے انتخاب کی داد دیتا ہوں اور تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تُو بالغ ہو جائے گی تو میں تجھے کوی راج کے ساتھ بیاہ دوں گا۔ اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ وعدہ میں تجھے تیری ماں اور تیری بڑی بہن کاشی کماری کی موجودگی میں دے رہا ہوں اور اس وعدے سے کوئی پھرنے والا نہیں ہے۔ جہاں تک تمہارا یہ خیال ہے کہ آنے والی مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں کوی راج کو انفرادی مقابلے میں استعمال کیا جانا چاہئے تو تیری اس تجویز کو بھی میں نے خوب پسند کیا ہے۔ کوی راج یقیناً تیغ زنی کے انفرادی مقابلوں میں کسی سے مات نہیں کھائے گا اور اس طرح ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے مسلمان سالار کو اگر کوی راج اپنے سامنے زیر کر کے ان کی گردن کاٹتا رہے تو یقیناً مسلمانوں کی عسکری طاقت میں ضعف اور کمزوری آ جائے گی اور وہ ہمارے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد راجہ جے پال جب خاموش ہوا، تب آہستہ آہستہ اپنا سر اُٹھاتے ہوئے حسین اور خوب صورت کوشل دیوی نے اطمینان بھری مسکراتی ہوئی

Marfat.com

ایک نگاہ اپنے باپ پر ڈالی، دھیمے لہجے میں اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد راجہ جے پال اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''اب تم تینوں ماں بیٹی جاؤ۔ میں مستقر کی طرف جانے لگا ہوں تا کہ اپنی عسکری تیاریوں کا جائزہ لوں۔''

اس کے ساتھ ہی وہ تینوں ماں بیٹی نکل گئی تھیں جبکہ تھوڑی دیر بعد راجہ جے پال بھی اپنے قصر سے نکل کر اپنے مُستقر کا رخ کر رہا تھا۔

Marfat.com

راجہ جے پال سے ٹکرانے یا ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی ابتدا سلطان محمود غزنوی نے نہیں کی تھی، بلکہ سلطان محمود غزنوی کے تخت نشین ہونے سے پہلے ہی پنجاب اور غزنی کی سلطنتوں میں لڑائی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ تفصیل اس کی کچھ اس طرح ہے کہ راجہ جے پال جس کے باپ کا نام ست پال تھا، اس کے بزرگوں میں پہلا شخص تھا جس نے حکومت اور سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اس کا نام دریمان تھا اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کا تعلق منگولوں سے تھا اور مذہبی لحاظ سے وہ بدھ مت کا پیروکار تھا۔ اس نے غالباً ہارون رشید کی تخت نشینی سے پہلے اور خلافتِ بنو اُمیہ کی بربادی کے بعد یعنی دوسری صدی ہجری کے درمیانی زمانے میں پنجاب اور کشمیر کے راجہ چندر پیدیا کی اولاد میں سے کسی راجہ سے پنجاب کا علاقہ چھین کر اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور چندر پیدیا کی اولاد صرف کشمیر ہی پر قابض رہ گئی تھی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جے پال بڑا اُولوالعزم اور چالاک شخص تھا۔ اس کی دور بینی اور مآل اندیشی کا ثبوت اِس کے اس کارنامے سے ملتا ہے کہ اس نے ایک سردار حمید خان لودھی کو ملتان پر قابض ہونے اور وہاں سے قریشی خاندان کی حکومت کا خاتمہ کرنے میں مدد فراہم کی اور اس طرح اس نے محمود غزنوی کے باپ سبکتگین کے لئے قرامطہ کی مسلم کش طاقت کی ہمت افزائی کر کے خود سبکتگین کی رعایا میں سے مضبوط سرحدی قبائل کو حریف بنا کر کھڑا کر دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ جے پال، غزنی کی نوزائیدہ سلطنت کو کچل ڈالنے اور اپنی اولوالعزمی کے سبب مملکت غزنی پر جو سلطنت سامانیاں اسلامیہ کا حصہ تھی، خود قابض ہونے کا خواہاں تھا۔

جہاں تک سلطنت سامانیاں کا تعلق ہے تو سامان بلخ کا ایک شریف زادہ تھا۔

Marfat.com

اس کا تعلق پہلے زرتشتی یعنی آتش پرستوں سے تھا۔ یہ سامان خراسان کے حاکم اسد بن عبداللہ کے ہاں پہنچا اور وہاں قیام کے دوران زرتشتی مذہب کو خیر باد کہہ کر سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کا لڑکا جس کا نام اسد تھا، وہ بھی خراسان کی ملازمت میں شامل ہو گیا۔

اس سامان کے بیٹے اسد بن سامان کے چار لڑکے تھے۔ ایک کا نام نوح، دوسرے کا نام احمد، تیسرے کا نام یحییٰ اور چوتھے کا نام الیاس تھا۔ ان چاروں کو عباسی خلیفہ مامون الرشید بہت پسند کرتا تھا۔ چنانچہ 204ھ یعنی 819ء میں خلیفہ مامون الرشید نے چاروں بھائیوں کو کہیں نہ کہیں حاکم بنا دیا۔

نوح کو سمرقند کا حاکم بنایا، احمد کو فرغانہ کا، یحییٰ کو چاچ کا اور الیاس کو ہرات کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔

ان چاروں بھائیوں میں سے عقل و تدبر اور فہم و فراست میں احمد سب کا سردار تھا۔ اس نے جلد ہی نوح سے سمرقند چھین لیا اور کاشغر کو بھی اپنی قلم رو میں شامل کر لیا۔ احمد کے دو بیٹے نصر اور اسمٰعیل تھے۔ چنانچہ اسمٰعیل نے ہجری 290ء یعنی 903ء میں صفاریوں سے خراسان چھین لیا۔ طبرستان کے علوی امیر محمد بن زید کو شکست دی اور تمام ممالک پر قبضہ کر لیا، جو ایک طرف صحرائے عظیم اور خلیج فارس کے درمیان واقع تھے، دوسری طرف ہندوستان اور بغداد کے درمیان واقع تھے۔

اسمٰعیل کا زیادہ اقتدار ماوراء النہر میں تھا۔ اس کے عہد میں بخارا اور سمرقند نے وہ ترقی کی کہ ایک دنیا تہذیب اور تمدن اور علوم و فنون کا درس لینے کے لئے یہاں آیا کرتی تھی۔

اسمٰعیل کے بعد خراسان اور سیستان میں کچھ ایسے انقلابات آئے کہ سامانیوں کی طاقت گھٹنے لگی۔ ان کے زوال کی سب سے بڑی وجہ دیلمیوں کا عروج تھا۔ اسمٰعیل کی وفات کے بعد صرف پچاس برس کے عرصے میں سامانیوں کی سلطنت گھٹتے گھٹتے صرف خراسان اور ماوراء النہر تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ ان کے دربار میں ترک غلاموں کی ایک خاصی بڑی تعداد رہا کرتی تھی، جو رفتہ رفتہ حکومت کے مالک بن گئے۔ انہی میں سے ایک کا نام الپتگین تھا جس نے 384ھ یعنی 994ء میں غزنوی سلطنت کی

Marfat.com

بنیاد ڈالی اور تمام علاقے پر قبضہ کر لیا، جو دریائے جیحوں کے جنوب میں واقع تھا اور جس پر سامانی قابض تھے۔ چنانچہ یہی الپتگین جو پہلے غزنی کا صوبے دار تھا، موقع پا کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے اپنی جدا خود مختار سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

365ھ میں یہی الپتگین فوت ہوا تو اس کا بیٹا ابو اسحٰق غزنی کا فرمانروا ہوا۔ وہ بھی چند مہینے کے بعد فوت ہوا تو ترک امراء نے اپنے ایک سردار بلکاتگین کو اپنا حاکم مقرر کر لیا۔

چند روز کے بعد وہ بھی فوت ہوا تو 367ھ میں غزنی کے امراء نے غزنی کے لشکریوں کے سپہ سالار سبکتگین کو اپنا حاکم بنا لیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سبکتگین نے بست اور خضدار کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یہ علاقے مسلمان حاکموں کے قبضے میں تھے اور ہندوستان کے راجہ جے پال کی حدودِ مملکت میں اس کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔

بعض مؤرخین نے جے پال کی سلطنت کی مغربی سرحدوں کو دریائے سندھ کے مغربی کنارے سے بھی آگے جلال آباد اور لمغان تک بڑھا دیا ہے مگر یہ سراسر غلط اور حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ یہ دھوکا محض اس لئے لگا ہے کہ جے پال کے دوسرے حملے کو سبکتگین کا جوابی حملہ تصور کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ جے پال دوسری مرتبہ بھی لشکر لے کر سبکتگین کے ملک میں دور تک داخل ہو گیا تھا اور لڑائی لمغان کے قریب یعنی سلطنت غزنی کے وسطی علاقے میں ہوئی تھی۔

اس میدان کو غلطی سے پنجاب اور غزنی کی حدِ فاصل سمجھ لیا گیا۔ کابل کی ریاست کو جس کے حاکموں کا لقب رتبیل تھا، مسلمان پہلے ہی فتح کر چکے تھے۔ رتبیل کی حکومت دریائے سندھ کے مغربی کنارے تک وسیع تھی۔

یہ کسی طرح ممکن ہی نہ تھا کہ کابل اور غزنی کا علاقہ سامانی سلطنت میں شامل ہو اور سامانی سلطنت جلال آباد تک کا علاقہ پنجاب کے راجہ کو فتح کر لینے دے۔ یہ بات بھی کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتی کہ دریائے سندھ یا زیادہ سے زیادہ درہ خیبر یا اس کے پہاڑی سلسلوں کی قدرتی حدود کو چھوڑ کر پنجاب کی ریاست اور اسلامی

Marfat.com

سلطنت کی غیر قدرتی حد لمغان کے میدان میں قائم ہوتی ہو۔

درہ خیبر اور کابل کے لوگ سب مسلمان ہو چکے تھے۔ حالانکہ جے پال کی رعایا میں کسی مسلمان گروہ یا آبادی کا نام ونشان نہ تھا، لہٰذا کسی طرح فرض نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ سرحدی علاقے جے پال کے پاس تھے۔ غرض اس بے دلیل اور بے دروغ کے حق میں کہ جے پال کی مغربی حد مغربی دروں کے اندر تک پھیلی ہوئی تھی، یہ اس کے لئے کوئی پکی پختہ دلیل نہیں ہے۔

بہرحال، امیر سبکتگین نے غزنی کے فرماں روا بننے کے بعد سب سے پہلے بست اور خضدار کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد وہ سلطنت بخارا کے جھگڑوں میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے لئے کبھی یہ موقع نہ آیا کہ وہ پنجاب کو فتح کرنے کا ارادہ کرتا۔

مؤرخین سبکتگین کی ان مصروفیات سے متعلق لکھتے ہیں کہ 250ھ میں ابوالفوارس عبدالملک بن نوح سامانی شہنشاہ بخارا چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر فوت ہوا۔ دارالسلطنت بخارا میں جو اس وقت امیر موجود تھے انہوں نے ان بڑے بڑے سرداروں کے پاس جو مختلف صوبوں کی حکومت پر مامور تھے اور مختلف علاقوں کے حاکم تھے، ان کی طرف خطوط بھیجے اور یہ رائے طلب کی کہ سامانی خاندان سے کسی شہزادے کو مرنے والے کے تخت وتاج کا مالک بنایا جائے۔

اسی مضمون کا ایک خط غزنی کے حاکم الپتگین کے نام بھی آیا۔ اس وقت سبکتگین، الپتگین کا سپہ سالار تھا۔ الپتگین نے اپنی رائے لکھ کر بخارا کی جانب روانہ کر دی الپتگین کا خط پہنچنے سے پہلے وہاں ابوصالح منصور بن نوح سامانی تخت نشین ہو چکا تھا۔ الپتگین کا خط اس کے ہاتھ میں پہنچا، جس میں ابوصالح منصور کے خلاف رائے ظاہر کی گئی تھی۔

اب الپتگین کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اس نے اپنی حفاظت اسی میں دیکھی کہ غزنی اور کابل کے علاقوں پر قابض رہ کر خود مختاری کا اعلان کر دے۔ چنانچہ ابوصالح منصور الپتگین کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور ملک کا یہ صوبہ سلطنت سامانی سے جدا ہو گیا۔ ابوصالح منصور کے بعد اس کا بیٹا ابوالقاسم نوح بن منصور تخت نشین ہوا چند روز کے بعد اسی سال الپتگین بھی فوت ہو گیا۔

Marfat.com

دو سال تک غزنی کا انتظام ابو اسحٰق اور بلکاتگین کے جلد از جلد فوت ہونے کے سبب کمزور رہا۔ اسی زمانے میں نوح بن منصور سامانی غزنی کو ضرور فتح کر لیتا۔ لیکن سلطنت بخارا کے دو امیر یعنی نیشاپور اور ہرات کے عامل باغی ہو گئے۔ ان کے نام علی اور فائق تھے۔

ان بغاوتوں کی وجہ سے بخارا کا حکمران غزنی پر چڑھائی نہ کر سکا اور نہ ہی اس کی طرف متوجہ ہو سکا۔ سبکتگین کو اس بات کا سخت اندیشہ تھا کہ بخارا کا سلطان غزنی پر ضرور چڑھائی کرے گا۔ اس اندیشے اور خطرے کے پیشِ نظر وہ کسی بڑی سلطنت سے لڑائی چھیڑنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا تھا۔ نیشاپور کے عامل ابوعلی نے ہرات کے عامل فائق کو شکست دے کر بھگا دیا اور تمام خراسان پر قبضہ کر کے اپنی ایک جداگانہ سلطنت قائم کر لی۔

فائق ابوعلی سے شکست پا کر دیلمیوں کے پاس بغداد پہنچا۔ فخرالدولہ دیلمی نے اپنا لشکر اس کے ساتھ بخارا پر چڑھائی کرنے کے لئے بھیج دیا۔ ادھر دوسری طرف حاکم ترکستان غرا خان نے بخارا پر چڑھائی کر دی۔ اس طرح نوح بن منصور تین زبردست دشمنوں میں گھر گیا۔ اس نے اس پریشانی اور مجبوری کے عالم میں سبکتگین کو خط لکھا کہ میری مدد کو پہنچو۔ سبکتگین نے اس بلاوے کو تائید غیبی سمجھا اور اپنے مرکزی شہر غزنی سے ایک لشکر لے کر وہ بخارا کی طرف کوچ کر گیا۔

اسی دوران ترکستان کا بادشاہ بغرا خان یا غرا خان بیمار ہو کر مر گیا اور اس کا لشکر واپس اپنے علاقوں کی طرف چلا گیا۔

اب دو دشمن باقی رہ گئے تھے جو آپس میں نوح بن منصور کے خلاف متحد ہو چکے تھے۔ چنانچہ ہرات سے متصل نوح بن منصور اور سبکتگین نے مل کر اپنے ان دونوں متحدہ دشمنوں یعنی ابوعلی اور فائق اور فخرالدولہ کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دی۔ اس جنگ میں سبکتگین کے ہمراہ اس کا بیٹا محمود بھی شامل تھا۔

ابوعلی اس لڑائی میں مارا گیا اور فائق ترکستان کے نئے بادشاہ ایلک خان کے پاس چلا گیا۔ نوح بن منصور نے اس عظیم اور شاندار فتح کے بعد سبکتگین کو ناصرالدین اور اس کے بیٹے محمود غزنوی کو سیف الدولہ کا خطاب دیا اور غزنی کی مسندِ حکومت کے

Marfat.com

علاوہ خراسان کا تمام علاقہ بھی ناصرالدین سبکتگین کے سپرد کر دیا۔ فائق نے ترکستان پہنچ کر بغرا خان کے جانشین ایلک خان کو بخارا پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ ایلک خان حملہ آور ہوا۔ اس کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے ایک بار پھر بخارا کے مسلمان حکمران نوح بن منصور نے سبکتگین کو اپنی مدد کے لئے طلب کر لیا۔

چنانچہ ایک بار پھر سبکتگین اپنا لشکر لے کر روانہ ہوا اور سبکتگین کے پہنچنے پر دونوں حکمرانوں میں صلح ہو گئی۔

اب سبکتگین کے لئے ایک اور مصیبت اُٹھ کھڑی ہوئی اس لئے کہ ان ایام میں قرامطہ کا بہت زور تھا اور سبکتگین ان کے استیصال کو نہایت ضروری سمجھتا تھا۔ ایک طرف قرامطہ کی خفیہ سازشوں کا اندیشہ دوسری طرف دیلمیوں کی مخالفت، تیسرے فائق کی سازشیں۔ اس کے علاوہ خود ہی اپنے خاندان کی سلطنت کا بانی اور نیا بادشاہ ہونے کی وجہ سے اندرونی بغاوتوں کا خوف۔ ان حالات میں اس کی توجہ ہندوستان کی طرف صرف اس قدر مبذول ہوئی کہ وہ اپنی مشرقی اور جنوبی سرحدوں کی طرف جہاں قرامطہ کا چرچا تھا، متوجہ ہو کر ہر قسم کی احتیاط اور مضبوطی سے کام لے کر اس مسلم کش بلکہ انسانیت سوز تحریک کا استیصال کرے۔

چنانچہ اس نے کوہ سلیمان کے پہاڑی قبائل میں قرامطہ کو چن چن کر پکڑا، لوگوں کو نماز روزے کی تائید کر کے، مسجدیں بنوا کر انہیں آباد رکھنے کا انتظام کیا۔ اسی سال کے اواخر میں حمید خان لودھی نے جو قرامطی ہو گیا تھا، امیر سبکتگین کو اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلا کر اطمینان حاصل کیا۔

اس موضوع پر مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت تک سبکتگین نے بجز اس کے کہ اپنی سرحد کے قرامطہ کا قلع قمع کیا اور لوگوں کو نماز روزے کا پابند بنایا اور راجہ جے پال یا اس کے علاقوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ مگر راجہ جے پال نے یا تو اپنے دوستوں یعنی قرامطہ کے انتقام میں یا اولوالعزمی اور ملک گیری کے شوق میں سبکتگین کی اس نئی اور جدید سلطنت کو ایک تر لقمہ سمجھ کر نہایت عظیم الشان اور جرار لشکر کے ساتھ اس وقت چڑھائی کی جب کہ باغیوں اور دیلمیوں کے لشکر نے مسلمانوں کے ان علاقوں کو خطرات میں ڈال رکھا تھا۔

98272

Marfat.com

جن دنوں راجہ جے پال نے یہ حرکت کی، ان دنوں سبکتگین طوس کے مقام پر دشمن کے ساتھ میدانِ کارزار گرم کیے ہوئے تھا اور اس معرکے میں اس کا بیٹا محمود بھی شامل حال تھا اور یہاں سے راجہ جے پال لاہور سے پشاور اور پشاور سے جمرود ہوتا ہوا سلطنت غزنی میں داخل ہو کر سیلاب کی طرح سینکڑوں میل سفر طے کر چکا تھا۔

چنانچہ سبکتگین نے طوس کے میدان میں فتح پا کر اس غیر متوقع مصیبت کا حال سنا کہ پنجاب کے راجہ نے عظیم الشان لشکر کے ساتھ داخل ہو کر اس کے علاقوں کو روند ڈالا ہے اور عنقریب وہ غزنی شہر پر قابض ہونا چاہتا ہے، سبکتگین بلا تامل اہل و عیال کی محبت اور دارالسلطنت کو بچانے کے خیال میں دیوانہ وار دو منزلہ، سہ منزلہ یلغار کرتا ہوا طوس سے غزنی کی جانب چلا اور شہر غزنی کے متصل جنوب کی جانب راجہ جے پال کے لشکر کے مقابل پہنچا۔

یہاں پہنچتے ہی لڑائی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تمام مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ لڑائی ایک ایسے چشمے کے قریب ہوئی جس میں اگر نجاست ڈال دی جائے تو فوراً برف باری شروع ہو جاتی تھی۔ یہی چشمہ راجہ جے پال کی شکست کا موجب ہوا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس وقت اس چشمے کی پاکی اور برف باری کے اسباب تلاش کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ صرف اس بارے میں غور کرنا ہے کہ ایک عجیب الاثر چشمہ کا اس نواح میں ہونا تمام ہندو اور مسلمان مؤرخین نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اگر اس چشمے کا محل وقوع معلوم ہو جائے تو اس بات کا فیصلہ بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے کہ اس سب سے پہلی معرکہ آرائی میں جے پال سبکتگین پر حملہ آور ہوا تھا یا سبکتگین بغیر وجہ جے پال پر چڑھ آیا تھا۔

اس چشمے کا محل وقوع معلوم کرنے کے لئے ایک ایسے ہندو کی گواہی ضرور قابلِ قبول ہونی چاہئے جس نے افغانستان کا جغرافیہ بھی لکھا ہے اور جو آج سے ڈھائی سو سال پیشتر ایک ایسی تاریخ کی کتاب لکھ کر چھوڑ گیا جو آج تک مؤرخین کے زیر مطالعہ چلی آتی ہے اور خاص اہتمام کے ساتھ اب چھپ بھی چکی ہے۔

یہ مؤرخ منشی المناشی سجان رائے بھنڈاری بٹالوی ہے۔ 207ھ میں جب کہ کابل اور غزنوی ہندوستان کی سلطنت میں شامل تھے اس چشمے کے محل وقوع کے

Marfat.com

متعلق وہ لکھتا ہے اور اس کے مطابق یہ چشمہ غزنی کے نواح میں تھا اور پھر یہی منشی سجان رائے بٹالوی اپنی تاریخ خلاصہ التواریخ میں راجہ جے پال کے حملہ آور ہونے کا حال بھی تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے:

"جے پال کے لشکر کو فتح اور سلطان کے لشکر کو شکست ہونے والی تھی مگر سلطان نے یہ تدبیر کی کہ اس چشمے میں پلیدی ڈلوا دی جس سے برف باری شروع ہو گئی اور ہندی لشکر سردی کی شدت کا متحمل نہ ہو سکا۔ بہت سے آدمی اکڑ کر رہ گئے۔ بیسیوں کے ہاتھ بیکار ہو گئے۔ سبکتگین اور اس کے لشکری سردی کے عادی تھے، لہٰذا جے پال نے اپنی شکست کا اعتراف کر کے سلطان سے جان بخشی چاہی۔

غرض راجہ جے پال نے سلطنت غزنی پر حملہ آور ہو کر توقع کے خلاف شکست اور ذلت حاصل کی۔ راجہ نے یہ حملہ پوری تیاری اور قوت کے ساتھ کیا اور تاک کر ایسے اچھے موقع سے کیا تھا۔ اس کی کامیابی اور سلطنت غزنوی پر قابض ہو جانے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ کیونکہ سبکتگین اور اس کا بیٹا محمود دوسری جانب دشمن کے حملہ کرنے میں بری طرح مصروف تھے اور اپنے دارالسلطنت غزنی سے بہت دور تھے۔

مگر راجہ جے پال کا لشکر شدتِ سرما کا مقابلہ نہ کر سکا۔ جب راجہ جے پال نے اپنے آپ کو مجبور دیکھا تو سبکتگین کے پاس درخواست بھیجی کہ مجھ سے بڑی خطا ہوئی ہے۔ آپ اس مرتبہ میرا قصور معاف کر دیں، میں آئندہ ہمیشہ آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں گا اور پنجاب پہنچ کر بہت سا چاندی سونا بطور تاوان آپ کے پاس بھیجوں گا۔ آپ اپنے کچھ مخصوص آدمی میرے ہمراہ بھیج دیجئے، میں ان کے ساتھ خزانہ اور قیمتی تحفے مع پچاس ہاتھیوں کے بھیج دوں گا۔

سبکتگین کے سالاروں نے اس صلح کو ناپسند کیا اور قابو میں آئے دشمن کو رہائی دینا عقل کے خلاف بتایا مگر سبکتگین نے اسلامی تعلیم پر عمل کرنا ضروری سمجھا اور عاجز دشمن کی درخواست صلح کو رد کرنا مردانگی کے خلاف سمجھ کر راجہ کو پنجاب کی طرف مراجعت کرنے کی اجازت دے دی اور اس کی درخواست کے موافق اپنے چند معتمد اس کے ہمراہ بھی کر دیئے۔

راجہ جے پال نے دریائے سندھ کو عبور کرتے ہی ہندوستان کے تمام راجاؤں

Marfat.com

کے پاس ایلچی روانہ کر دیئے کہ سبکتگین پنجاب پر حملہ کرنے والا ہے اگر میں اس کو روک نہ سکا تو پھر پنجاب پر قابض ہو کر وہ تم سب کو زندہ سلامت نہیں چھوڑے گا۔ اس وقت آپس کے تمام جھگڑوں کو طاق میں رکھو، متحد ہو کر غزنی کی سلطنت کا خاتمہ کر دو تاکہ آئندہ کے لئے اس سمت سے سب خطرے سے محفوظ ہو جائیں۔

یہ پیغامات راجہ جے پال نے ایسے الفاظ میں لکھے اور اس طرح سب کو اپنی مدد کے لئے بلایا کہ اجمیر اور قنوج ہی نہیں بلکہ گجرات، کالنجر تک کے راجہ بے تاب ہو گئے اور فوراً اپنے اپنے لشکر جے پال کی مدد کے لئے روانہ کر دیئے۔

جے پال نے لاہور پہنچ کر سبکتگین کے آدمیوں کو گرفتار کر کے اپنے عہد و اقرار کو پورا کرنے سے انکار کر دیا تو اس کے درباریوں نے اس بدعہدی سے اس کو روکنا چاہا مگر راجہ نے کسی کا کہا نہ مانا۔ اس واقعہ کو مؤرخ فرشتہ ان الفاظ میں لکھتا ہے:

اس زمانے میں ہندو راجاؤں کے دربار کا یہ دستور تھا کہ ملک کے عاقل اور فہیم راجہ کی داہنی طرف اور کھتری اور سالار لشکری بائیں جانب بیٹھتے تھے۔ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو یہ درباری راجہ کو اپنے مشورے دیا کرتے تھے۔

چنانچہ اس مسئلے پر غور و فکر کا موقع آیا تو یہ درباری اس نتیجے پر پہنچے کہ راجہ کی رائے بالکل غلط ہے اور اس کا یہ فعل انتہائی نامناسب ہے۔

راجہ کے دائیں بائیں دونوں طرف سے باتفاق ایک ہی آواز بلند ہوئی اور سب نے کہا۔

"ایسے طاقت ور دشمن سے وعدہ خلافی کرنا احتیاط اور عاقبت اندیشی کے بالکل خلاف ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بدعہدی ہمارے لئے تباہی و بربادی کا باعث ہو اور ہم پر وہ مصیبت نازل ہو کہ دنیا میں کہیں بھی ہمارا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔

احتیاط اور مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اس ترک یعنی امیر سبکتگین سے جس کا خوف عوام و خاص سبھی کے دلوں پر بیٹھ چکا ہے، بدعہدی کر کے جنگ نہ کریں اور خدا کے بندوں کے امن و امان کا خیال رکھتے ہوئے بلاحیل و حجت وہ رقم سبکتگین کو ادا کر دیں جس پر صلح ہوئی ہے۔

کیونکہ راجہ جے پال کا برا وقت قریب آ چکا تھا لہٰذا اس نے درباریوں کے

Marfat.com

مشورے اور استدعا کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا اور اپنی ضد پر اڑا رہا۔

چنانچہ ناصرالدین سبکتگین کے پاس جے پال کی بدعہدی کی خبر پہنچی تو اس کو یقین نہ آیا اور سمجھا کہ یہ جھوٹی افواہ ہے۔ لیکن جب اپنے آدمیوں کے واپس پہنچنے کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا تو اس نے اس خبر کی تصدیق کے لئے اپنے مخبر روانہ کئے۔

اس عرصے میں ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کے لشکر میں کالنجر گجرات کے لشکر بھی شامل تھے، لاہور پہنچ چکے تھے چنانچہ مخبروں اور طلایہ گروں نے واپس غزنی پہنچ کر سبکتگین کو اطلاع دی کہ راجہ جے پال تو عنقریب اس پر حملہ آور ہونے والا ہے اور سبکتگین نے جو اپنے معتمد راجہ جے پال کے ساتھ لاہور روانہ کئے تھے ان کو جے پال نے قید کر لیا ہے۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے سبکتگین اب اس تیاری میں مصروف ہوا کہ جے پال پر حملہ کر کے اپنے آدمیوں کو قید سے چھڑائے اور اس کے حملے کو روکے۔ لیکن جے پال کی تیاری بہت زبردست اور سریع تھی۔ سبکتگین ابھی غزنی میں ہی تھا کہ اس کے پاس خبر پہنچی کہ جے پال نے اس کے معتمدوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور دریائے سندھ کو عبور کر لیا ہے اور یہ کہ اس بار وہ بہت بڑا لشکر لے کر سبکتگین کے خلاف پیش قدمی کر رہا ہے اور اس کا خاتمہ کرنے کے درپے ہے۔

یہ خبر سنتے ہی سبکتگین اپنے لشکر کے ساتھ غزنی سے چلا اور لمغان کے میدان میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ اس جگہ یہ امر تحقیق طلب ہے کہ لمغان کس مقام کا نام ہے اور کہاں واقع ہے۔ کوئی تو لمغان کو جلال آباد کے متصل بتاتا ہے تو کسی کا بیان ہے کہ لمغان وادی بامیان کا دوسرا نام ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حضرت نوحؑ کے باپ کا نام ازلام تھا، ان کو المک بھی کہتے تھے۔ ان کا مزار بامیان میں ہے۔ وہاں کے آدمی کاف کو غین بولتے ہیں، اس لئے المک کو المغ کہنے لگے۔ لہٰذا اس علاقے کو المغان کہنے لگے۔ کثرتِ استعمال سے لمغان رہ گیا۔ تزک بابری اور دوسری تاریخوں میں لمغان کی جمع لمغانات استعمال ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نام کئی متصلہ مقامات پر بولا جاتا ہے۔ لمغانات جس علاقے پر بولا گیا ہے وہ ایک وسیع علاقہ ہے جو جلال آباد، کابل اور غزنی کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ بعض مؤرخین نے درۂ خورک

Marfat.com

سے متصل جلال آباد کا نام لمغان بتایا ہے۔

بہرحال اس لڑائی کا مقام جلال آباد کے جنوب اور غزنی کے شمال میں سمجھا جاتا ہے۔ یہ مقام بھی سلطنت غزنی کا وسطی مقام تھا۔ سبکتگین اب بھی اپنی سلطنت کے اندر حملہ آور دشمن کو روکنے اور مدافعت کرنے پر مجبور تھا۔

یہاں یہ بہت بڑی زیادتی ہے کہ اس دوسری لڑائی کو جو جے پال کا دوسرا حملہ تھا، سبکتگین کا دوسرا حملہ بتایا جاتا ہے اور بعض یورپی مؤرخین نے تو اس کو محمود غزنوی کا دوسرا حملہ بتانا شروع کر دیا۔

بقول زینت التواریخ اس مرتبہ لمغان کے میدان میں راجہ جے پال کے ہمراہ تین لاکھ کا جرار لشکر اور بہت سے جنگی ہاتھی تھے جبکہ اس کے مقابلے میں سبکتگین کے لشکر کی کل تعداد ساٹھ ہزار سے زائد نہ تھی۔

سبکتگین جب سامنے پہنچا تو اس نے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر جے پال کے لشکر کا معائنہ کیا اور اس کی کثرت دیکھ کر گھبرایا لیکن پھر اپنے دل کو قوی کر کے یہ تصور کیا کہ کلنگوں کی کثرت سے شاہین کو اور گوسفند کی کثرت سے قصاب کو جس طرح خوف نہیں ہوا کرتا اسی طرح مجھ کو بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔

آخر لڑائی ہوئی اور جے پال کو بدترین شکست ہوئی اور شکست کھا کر جے پال بھاگا۔ سبکتگین نے دریائے سندھ کے کنارے تک راجہ جے پال کا تعاقب کیا اور ہندوستان کے لشکر کو دریا پار بھگا کر دس ہزار لشکر کے ساتھ اپنے ایک سالار کو پشاور میں متعین کیا کہ ہمیشہ سرحد کی حفاظت کرتا رہے۔

اس لڑائی میں جے پال اس قدر سامان، زر و زیورات سراسیمگی کی وجہ سے میدان میں چھوڑ آیا تھا کہ سبکتگین کے تمام مصارف جنگ پورے ہو گئے۔ ہندوستان کی متحدہ افواج کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ پنجاب سے بہار اور بنگال گجرات اور دکن تک حیرت اور حسرت چھا گئی اور تمام علاقوں میں برہموں اور بدھوں کے جو مباحثے اور مناظرے جاری تھے وہ سب یک لخت ملتوی ہو کر غزنی کی اس نئی ریاست کی قوت کو فنا کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔

لمغان کی لڑائی کا تمام ہندوستان پر اس لئے زیادہ اثر پڑا کہ اس لڑائی میں

Marfat.com

ہندوستان کے قریباً ہر حصے اور ہر ریاست کے لشکری شامل تھے۔ اس شکست کو ہر ایک راجہ نے اپنی شکست تصور کیا اور ہزیمت خوردہ لشکریوں نے اپنے اپنے وطن پہنچ کر روداِدِ جنگ سنائی جس سے سبکتگین کی حیرت انگیز قابلیت اور سپہ سالاری کا سکہ بیٹھ گیا۔

سبکتگین کا حق تھا کہ وہ راجہ جے پال کے ملک پر حملہ کرتا اور کم از کم اس کو اپنے وعدے کے ایفا پر مجبور کرتا جو وہ پہلی مرتبہ فرمانبرداری اور خراج گزاری کا کر آیا تھا۔ مگر اس نے اپنی اس فتح ہی کو غنیمت سمجھا اور اپنے معتمدوں کے مظلومانہ خون کا بدلہ جے پال کے لشکر کے ان مقتولوں کو تصور کر لیا جو لمغان کے میدان اور دورانِ فرار غزنوی تلواروں سے ہلاک ہوئے تھے۔ اس کے بعد سبکتگین کو فوراً شمال کی جانب سامانی سلطنت کے جھگڑے سلجھانے کے لئے جانا پڑا اور ابھی اپنے دارالسلطنت غزنی نہیں آنے پایا تھا کہ بلخ کے متصل 387ھ میں وہ فوت ہو گیا۔

سبکتگین ایک نیک دل حکمران تھا۔ جامعہ الحکایات میں لکھا ہے کہ نیشاپور میں جب سبکتگین الپتگین کی ملازمت میں تھا تو اس کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔ وہ تمام دن اسی گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل میں گھوما کرتا تھا اور جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک ہرنی مع اپنے بچے کے جنگل میں چر رہی تھی۔ سبکتگین نے دیکھتے ہی گھوڑے کو دوڑایا اور ہرنی کے بچے کو پکڑ لیا۔

اس بچے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس نے اسے اپنی زین کے ساتھ باندھا اور شہر کی جانب ہو لیا۔ ابھی وہ کچھ ہی دور گیا ہو گا کہ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ہرنی پیچھے پیچھے آ رہی تھی اور اس کی صورت اور حرکات سے پریشانی اور غم کا اظہار ہوتا تھا۔

یہ عالم دیکھ کر سبکتگین کو اس بے زبان جانور پر بہت رحم آیا اور اس نے بچے کو چھوڑ دیا۔ ہرنی اپنے بچے کی رہائی سے بہت خوش ہوئی، بچے کو ہمراہ لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوئی اور تھوڑی دیر چل کر سبکتگین کی طرف مڑ مڑ کر دیکھ لیتی تھی جیسے اپنی خوشی کا اظہار کر رہی ہو۔

جس دن یہ واقعہ پیش آیا اسی رات کو سبکتگین نے خواب میں حضور پاک ﷺ کو

Marfat.com

دیکھا۔ آپؒ نے سبکتگین سے فرمایا۔

"اے ناصرالدین! تُو نے ایک بے زبان جانور پر جو رحم کیا ہے وہ خداوند قدوس کی درگاہ میں بہت مقبول ہوا ہے لہٰذا اس کے صلے میں تجھے چاہئے کہ یہی طریقہ اختیار کر اور کبھی رحم کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دے۔ کیونکہ یہی طریقہ دین و دنیا کا سرمایہ ہے۔

اپنی موت سے چند روز پہلے سبکتگین نے شیخ ابوالفتح سے دورانِ گفتگو کہا۔

"ہم انسان نازل شدہ مصائب کو دور کرنے کی تدابیر اور ابتلاؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے طریقے سوچتے رہتے ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے قصاب کسی بھیڑ کو اس کے بال کترنے کے لئے پہلی مرتبہ پٹختا ہے اور اس کے پاؤں مضبوطی سے باندھ دیتا ہے۔ بھیڑ اپنے اوپر ایک نئی اور عجیب و غریب مصیبت دیکھ کر زندگی سے مایوس ہو جاتی ہے اور مرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ لیکن قصاب اپنے کام سے فارغ ہو کر اسے آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ وہ خوشی سے اُچھلنے کودنے لگتی ہے۔ دوسری مرتبہ قصاب پھر اسے پکڑتا ہے تو ایک شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ خوف اور اُمید دونوں کا اسے خیال رہتا ہے لیکن وہ یہ بھی خیال کرتی ہے کہ اسے ذبح کر دیا جائے گا اور ساتھ ہی یہ امید بھی ہوتی ہے کہ گزشتہ موقع کی طرح اس بار بھی اسے رہا کر دیا جائے گا۔

اور جب قصاب اس کے بال کتر کر اسے آزاد کر دیتا ہے تو وہ پھر خوش ہو جاتی ہے اور خوف کا احساس اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ تیسری مرتبہ جب قصاب اسے ذبح کرنے کے خیال سے زمین پر گراتا ہے تو اس کے دل میں کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا اور وہ یہ خیال کرتی ہے کہ پہلی بار کی طرح اس بار بھی تھوڑی سی دیر کے لئے اس کی آزادی سلب کی گئی ہے اور کچھ لمحوں کے بعد وہ پہلے کی طرح آزاد ہو جائے گی۔ وہ بے خبری اور بے خوفی کے عالم میں رہتی ہے اور اسی عالم میں اس کے گلے پر چھری پھیر دی جاتی ہے اور وہ دنیا سے گزر جاتی ہے۔

ہم انسان بھی چونکہ ہمیشہ طرح طرح کی مصیبتوں اور نت نئے امراض میں آئے دن مبتلا ہوتے رہتے ہیں اس لئے ہر مصیبت اور ہر مرض میں اس سے رہائی کا خیال

Marfat.com

کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخری وقت موت کا پیغام لے کر آتا ہے اور اسی غفلت کے عالم میں ہمارے گلے میں موت کا پھندا ڈال کر ہمیں اس دنیا سے لے جاتا ہے۔"

بہر حال امیر ناصر الدین سبکتگین کا انتقال ہوا تو اس کا چھوٹا بیٹا امیر اسمٰعیل جو الپتگین کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا تھا اس کے ہمراہ موجود تھا اور بڑا بیٹا محمود نیشاپور میں تھا۔ ہمراہی سرداروں نے اسمٰعیل کو بلخ میں لے جا کر تخت نشین کیا۔ محمود نے نیشاپور سے بھائی کو لکھا:

"میں بڑا ہوں، تم چھوٹے ہو مناسب یہ ہے کہ تخت مجھ کو ملے اور تم میری اطاعت کرو تاکہ ملک میں فتنہ برپا نہ ہو سکے۔ تم ناتجربہ کار ہو، امورِ سلطنت کا بار تم سے نہ اُٹھ سکے گا۔ میں تمہارے لئے یہ رعایت روا رکھتا ہوں کہ تم کو بلخ اور خراسان کا مستقل حاکم بنا دوں گا۔ لیکن دارالسلطنت غزنی اور بقیہ تمام علاقے میرے تصرف میں ہوں گے۔"

اسمٰعیل بن سبکتگین نے اس مناسب تجویز اور ملک کی تقسیم کو نامنظور کیا اور لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔ آخر لڑائی ہوئی اور اسمٰعیل گرفتار ہو کر محمود کے سامنے پیش کیا گیا۔ محمود نے اس کو عزت اور آرام کے ساتھ نظر بند کر کے ایک قلعے میں رکھا اور خود باپ کے ملک کا مالک ہوا۔

محمود اور اسمٰعیل کے تنازعے میں چھ مہینے سے زیادہ مدت صرف ہوئی۔ اسمٰعیل کی طرف سے مطمئن ہو کر اور سلطنت غزنی کا فرمانروا بننے کے بعد اگر محمود کو جے پال سے لڑنے کا شوق ہوتا تو سب سے پہلے دریائے سندھ کو عبور کر کے پنجاب پر حملہ آور ہوتا۔ لیکن اس کو تین سال تک جے پال کا خیال بھی نہ آیا جب تک جے پال خود ہی اس کے ملک پر حملہ آور نہ ہوا۔

جے پال جہاں سلطنتِ غزنی پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھا، وہاں محمود نے تخت نشین ہوتے ہی بخارا کے سامانی سلطان منصور سے اس امر کی شکایت کی کہ بلخ اور خراسان کی امیر امرائی میرا حق ہے۔ آپ نے خراسان میں اپنی طرف سے ایک شخص بکتوزن نامی کو امیر امراء مقرر کیا۔

Marfat.com

اس کا جواب منصور سامانی کی طرف سے محمود کے حسب منشا نہ آیا تو محمود نے لشکر فراہم کر کے خراسان کو بزورِ شمشیر اپنے قبضے میں لانا چاہا۔ بکتوزن نے محمود کے مقابلے کی ہمت اپنے اندر نہ دیکھ کر منصور سامانی کو لکھا۔ منصور سامانی خود بخارا سے لشکر لے کر خراسان کی حفاظت اور محمود کے مقابلے کو روانہ ہوا۔

محمود اس خوف سے کہ لوگ مجھ کو نمک حرام کہیں گے، منصور سامانی کے مقابل نہ ہوا اور نیشا پور میں قیام کر لیا۔ بکتوزن نے یہ کورنیکی کی کہ منصور سامانی کو جو اس کی امداد کے لئے آیا تھا، موقع پا کر قتل کر دیا اور اس کی جگہ ایک ناتجربہ کار نوعمر لڑکے عبدالملک کو تخت نشین کر کے خود بخارا کی سلطنت کا مدار المہام بن گیا۔

محمود نے یہ خبر سن کر حملہ کیا۔ بکتوزن شکست کھا کر بھاگا۔ دوسرے سردار عبدالملک کو لے کر بخارا چلے گئے۔ وہاں ترکستان کے بادشاہ ایلک خان نے بخارا پر حملہ کر کے عبدالملک سامانی کو قتل کیا اور اس طرح سامانی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

محمود نے خراسان پر قابض ہو کر ہرات، بلخ وغیرہ کا انتظام کیا۔ ان تمام ہنگاموں میں تین سال کا عرصہ لگ گیا۔

390ھ میں محمود ہرات سے سیستان کی جانب آیا جہاں صفاری خاندان کا آخری بادشاہ خلف بن احمد جو یعقوب بن لیث صفار کا نواسہ تھا، فرماں روائی کر رہا تھا۔ خلف بن احمد کے قبضے میں سیستان اور مکران کے صوبے تھے۔ اس نے اپنے بیٹے کو جو اس کے لشکر کا سپہ سالار اور رعایا میں ہر دل عزیز تھا، بغاوت کے شبہ میں نہایت ظالمانہ طور پر قتل کیا تھا۔ لہٰذا سیستان کی رعایا نے محمود غزنوی کے پاس خلف بن احمد کے مظالم کی شکایت کی اور اس کے قرامطی ہو جانے کا حال لکھ کر درخواست کی کہ آپ اس ملک پر چڑھائی کریں۔

محمود نے سیستان پہنچ کر خلف کو محصور کر لیا۔ اس نے اپنے آپ کو محمود کے حوالے کر دیا اور رحم کی درخواست کرتے ہوئے محمود کو سلطان کہہ کر مخاطب کیا۔

مؤرخین کہتے ہیں محمود کو سلطان کا لفظ بہت پسند آیا اور اسی روز سے اسے سلطان کے لقب سے پکارا جانے لگا۔ خلف چونکہ قرامطی ہو چکا تھا لہٰذا اس کو اپنے ہمراہ غزنی لا کر نظر بند کر گیا۔ وہاں وہ چار سال تک بحالتِ نظر بندی زندہ رہا۔ اس طرح

Marfat.com

سامانی خاندان کے بعد ہی خاندانِ صفاریہ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ بخارا ایلک خان کے قبضے میں آ چکا تھا۔ فارس اور آذر بائیجان اور بغداد کے دربارِ خلافت پر دیلمی قابض تھے اور محمود کو یہ فکر درپیش تھی کہ منگولوں اور دیلمیوں کے خطرے سے محفوظ رہنے کا کوئی انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایلک خان کے پاس ایلچی بھیج کر اس سے مصالحانہ دوستانہ مراسم قائم کر لینا مناسب سمجھا مگر یہ دوستی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

ایلک خان سے دوستی پیدا کرنے کے بعد سلطان محمود نے خلیفہ بغداد قادر باللہ عباسی کی خدمت میں درخواست بھیج کر اقرارِ اطاعت کیا اور خلیفہ سے سندِ حکومت کی استدعا کی۔ خلیفہ نے سلطان کے پاس ایک گراں بہا خلعت بھی بھیجا اور امین الدولہ، یمین الملت کا خطاب عطا کیا۔

جہاں تک سلطان محمود غزنوی کی پیدائش کا تعلق ہے تو کہتے ہیں سلطان محمود غزنوی کی ماں ایک زابلی شریف کی بیٹی تھی۔ اسی وجہ سے اسے سلطان محمود زابلی بھی کہا جاتا ہے۔ سلطان محمود 357ھ میں عاشورہ کی رات پیدا ہوا۔ سلطان محمود کے پیدا ہونے سے ایک گھڑی پہلے اس کے باپ سبکتگین نے خواب میں دیکھا کہ اس کے مکان میں آتش دان کے اندر سے ایک درخت نکلا اور اس قدر بلند ہوا کہ ساری دنیا اس کے سائے میں آ گئی۔

سبکتگین کی جب آنکھ کھلی تو اس خواب کی تعبیر کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آ کر محمود کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی۔ یہ خبر سن کر سبکتگین کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ وہ اپنے خواب سے جس کی ابتدا اور انتہا بہت اچھی تھی، بہت خوش ہوا اور اُمیدیں قائم کیں اور اس لڑکے کا نام سلطان محمود رکھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ لڑکا بڑا ہو کر ایک عظیم الشان حکمران ہوا اور اس کی سلطنت یہاں تک وسیع ہوئی کہ ایک عالم نے اس کے انصاف کے سائے میں آرام اور راحت حاصل کی۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی ابھی اپنے ملک کو محفوظ رکھنے کی تدبیروں سے فارغ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ محرم 391ھ میں اس کے پشاور کے عامل کی طرف سے ایک عرض داشت پہنچی۔ یہ عرض داشت پشاور کے حاکم کی طرف سے ایک قاصد لے کر آیا تھا اور جس میں یہ پیغام سلطان کو پہنچایا گیا کہ پنجاب کا راجہ جے پال ایک عظیم الشان لشکر فراہم کر کے سلطنت غزنوی پر حملہ آور ہونے والا ہے۔

ان دنوں سلطان محمود غزنوی کی تمام تر توجہ بخارا، آذر بائیجان اور فارس کی طرف مبذول تھی۔ وہ جانتا تھا کہ صفاریوں اور دیلمیوں نے کس طرح دربارِ خلافت پر اپنا تسلط قائم کر کے رعب داب قائم کیا۔ اس کو ترکستان کی طرف سے بھی خطرہ تھا۔ وہ اپنی تمام توجہ اور ہمت اس بات میں صرف کرنا چاہتا تھا کہ دیلمیوں کو جن کا آفتابِ اقبال زوال پذیر ہو چکا تھا اور جو مذہب اور عقیدے کے اعتبار سے محمود کے خلاف تھے، ہٹا کر خلیفہ کو جو محمود کا ہم عقیدہ اور ہم مسلک تھا، آزادی دلائے اور دربارِ خلافت میں اپنا رسوخ قائم کر کے تمام عالم اسلام میں شہرت اور عظمت حاصل کرے۔

یہ کام محمود کے لئے کچھ دشوار بھی نہ تھا۔ وہ یقیناً افغانستان، خراسان، ایران، آذر بائیجان، عراق، شام، حجاز، ایشیائے کوچک وغیرہ پر اپنی حکومت اور سطوت قائم کر سکتا تھا جیسا کہ اس کے بعد سلجوقیوں نے کیا لیکن راجہ جے پال نے ان کاموں سے اس کی توجہ زبردستی اپنی جانب مبذول کی اور اسے مجبور کر دیا کہ وہ لشکر لے کر ایک ایسے بدعہدی، باغی اور ضدی مزاج دشمن کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو جو اس سے پہلے

Marfat.com

دو مرتبہ سخت ذلت اٹھانے کے بعد بھی سلطنت غزنی کے رحم و درگزر سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اب تیسری مرتبہ پھر بلاوجہ حملہ آور ہونے کے لئے پَر تول رہا تھا۔

سلطان محمود غزنوی نے راجہ جے پال کی تیاریوں کا حال محرم 391ھ میں سنا لیکن وہ فوراً ہی مقابلے پر روانہ نہ ہوا کیونکہ اس کی خواہش تھی کہ کسی طرح یہ خبر غلط ثابت ہو جائے۔ اس نے اس خبر کو پشاور کے عامل کی بدگمانی اور غیر ضروری احتیاط پر محمول کر کے تحقیق حالات کے لئے اپنے مخبر روانہ کئے۔ وہ اس وقت تک اس خبر کو غلط ہی سمجھتا رہا جب تک کہ ماہ شوال 391ھ میں اس کے پاس یہ خبر پہنچ گئی کہ راجہ جے پال ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کو لے کر لاہور سے دریائے سندھ کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔

اس خبر کی تصدیق کے بعد سلطان محمود چونکا اور اس نے اپنے سارے سالاروں اور امراء کا اجلاس غزنی کے قصر میں طلب کر لیا تھا۔

چنانچہ اس اجلاس میں ابوالنجم امیر ایاز بن اسحٰق، سلطان محمود غزنوی کا وزیر فضیل بن احمد، بڑے سالاروں میں ارسلان، عبداللہ طائی، احمد نیالتگین، عبداللہ قراتگین، التون تاش اور کچھ دوسرے امراء اور سالار شامل تھے۔

جب سب لوگ سلطان کے پاس جمع ہو گئے تب سلطان نے راجہ جے پال کی لشکر کشی سے متعلق تفصیل کے ساتھ سب کو خبر سنائی اور یہ خبر سن کر سب نے اس سے اتفاق کیا کہ راجہ جے پال کی راہ روک کر اسے اس کی ان زیادتیوں کی سزا دینی چاہئے۔ کیونکہ غزنی کی مملکت پر راجہ جے پال کا یہ تیسرا حملہ تھا۔ اس سے پہلے دو حملے وہ سلطان محمود غزنوی کے باپ سبکتگین کے دور میں کر چکا تھا اور ان دونوں حملوں میں اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اب سبکتگین کے انتقال کے بعد راجہ جے پال نے یہ خیال کیا تھا کہ سبکتگین کا بیٹا محمود شاید جنگ کا تجربہ نہ رکھتا ہو، خام کار ہو۔ لہٰذا اس سے ٹکرا کر نہ صرف یہ کہ اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لیا جائے بلکہ غزنی کی سلطنت کے وسیع حصوں پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کی حدود کو مغرب کی طرف خوب پھیلا دیا جائے۔

راجہ جے پال کو اپنی گزشتہ دو شکستوں کا بڑا قلق، بڑا غصہ اور غضب تھا۔ چنانچہ

Marfat.com

سبکتگین کی وفات نے جے پال کی ہمت میں ایک نئی جان ڈال دی تھی۔ اس نے گزشتہ ہزیمتوں کے تجربہ سے فائدہ اٹھانے میں کمی نہیں کی اور اسی لئے وہ کئی سال تک محمود کو غزنی سے باہر بلخ، ہرات اور سیستان کے علاقوں میں مبتلا دیکھ کر اس کے زوال اور انحطاط کا متوقع رہا اور رات دن عسکری تیاریوں میں مصروف رہ کر اپنے آپ کو خوب طاقت ور بناتا رہا۔

جے پال پنجاب جیسے وسیع اور زرخیز علاقے کا راجہ تھا۔ ہندوستان کے راجاؤں میں سب سے بڑا مشہور اور معزز راجہ تھا۔ اس کو دو مرتبہ سبکتگین سے شکست کھانے کی سخت ندامت تھی اور وہ سب سے زیادہ اس بات کا خواہاں تھا کہ کسی طرح کھوئی ہوئی عزت واپس حاصل ہو جائے اور دو مرتبہ کی کھائی ہوئی شکست کی کافی تلافی ہو جائے۔ اس کی ہمت اس لئے بھی ترقی کر گئی تھی کہ سبکتگین جیسا تجربہ کار سپہ سالار مر چکا تھا اور اب اس کا بیٹا محمود تخت نشین ہوا تھا، جسے وہ ناتجربہ کار خیال کرتا تھا۔

غرض جے پال اس بار ہندوستان کے دور دراز کے راجاؤں سے مدد لئے بغیر اپنی ہی زبردست قوت سے سلطان محمود غزنوی کی سلطنت کو فتح کر کے ناموری حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ڈیڑھ لاکھ پیادہ اور تین سو جنگی ہاتھیوں کو لے کر اس نے دریائے سندھ کو عبور کیا۔ ادھر سلطان محمود غزنوی بھی اپنے لشکر کے ساتھ پشاور کی طرف روانہ ہوا۔ پشاور کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب خیمہ زن ہوئے۔

بقول نظام الدین احمد ہروی جے پال کے لشکر کے سواروں کی تعداد دس ہزار تھی مگر پیدلوں کے لئے لفظ بسیار استعمال کیا ہے اور ہاتھیوں کی تعداد تین سو بتائی ہے۔ فرشتہ نے جے پال کے پیدلوں کی تعداد تیس ہزار بتائی ہے اور سوار بارہ ہزار بتائے ہیں۔ سیر المتاخیر نے اپنی کتاب میں یہی باتیں لکھی ہیں جو سجان رائے نے کیں۔ جبکہ روسی مؤرخ جنرل سیولف اپنی کتاب میں جے پال کے پیدلوں کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار بتاتا ہے۔ پشاور کے میدان میں جے پال کے لشکر کی تعداد کس قدر تھی، اس میں اختلاف ہے مگر بیالیس ہزار سپاہی اور تین سو ہاتھیوں سے کم ہرگز نہ تھی۔ محمود کے لشکر کی تعداد سب مؤرخین دس ہزار بتاتے ہیں جن میں سوار اور پیدل سب

Marfat.com

شامل ہیں۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ راجہ جے پال کے لشکر کی تعداد بیان کرنے میں اختلاف کیوں ہوا۔ اس کا جواب رام چندر تاریخ حالاتِ ہند میں کچھ اس طرح لکھتا ہے:

''اس لڑائی کے بعد محمود نے ان سرحدی قبائل کو سزائیں دیں جن کو راجہ جے پال نے سازش کر کے پہلے سے اپنا شریک بنالیا تھا۔''

مؤرخین لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لشکر لاہور سے راجہ جے پال کے ساتھ اٹک کی طرف روانہ ہوا وہ صرف بیالیس ہزار لشکریوں اور تین سو ہاتھیوں پر مشتمل تھا لیکن دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد سرحدی علاقوں کے جنگجو جن کو انواع واقسام کے لالچ دیئے گئے ہوں گے اس لشکر میں شامل ہونے لگے ہوں گے۔ چنانچہ سلطان محمود جب راجہ جے پال کے مقابل پہنچا تو دشمن کے لشکر کی کثرت اور اپنی قلت سے مطلق مرعوب نہ ہوا۔

اس طرح دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر لیا تھا۔ راجہ جے پال جنگ کی ابتدا کرنے میں تاخیر سے کام لے رہا تھا۔ اس لئے کہ اسے اپنی پشت کی جانب سے مختلف راجاؤں سے کمک، رسد اور ضروریات کا دوسرا سامان وافر مل رہا تھا اور ہر روز اس کے لشکر میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اس بنا پر وہ چاہتا تھا کہ جنگ کی ابتدا چند دن بعد کی جائے تاکہ ہندوستان کے مختلف راجاؤں سے اس کو مسلح دستے مل رہے ہیں اس سے اس کے لشکر کو تقویت ہو اور اس کی فتح اور کامیابی یقینی ہو جائے۔

دوسری طرف سلطان محمود بھی اس صورتِ حال پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ چنانچہ اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے چھوٹے چھوٹے لشکر مقرر کئے اور جس جس سمت سے راجہ جے پال کو رسد اور کمک ملتی تھی وہاں سلطان محمود غزنوی کے دستوں نے چھاپے مارنے شروع کر دیئے تھے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ جے پال کو مختلف سمتوں سے کمک رک گئی اور راجہ جے پال جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

Marfat.com

جس وقت راجہ جے پال کے لشکر میں جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے ایک ہلچل سی برپا تھی اس وقت سلطان اپنے لشکر کے آگے دشمن کے لشکر پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

جب راجہ جے پال کے لشکر میں یہ ہلچل برپا ہوئی تب سلطان اپنے گھوڑے سے اُترا، اپنے لشکر کی طرف منہ کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوا، زین پر سجدہ ریز ہونے کے بعد بڑی عاجزی اور انکساری اور رقت آمیز انداز میں وہ دعا مانگ رہا تھا۔

''اے اللہ! تُو ہی کرب کی طویل شب میں اندھی مسافتوں کے بھٹکتے مسافروں کو امیدوں کی کھنک عطا کرتا ہے۔ ریت کی مانند بکھرتی شیرازہ بندی کو تُو ہی پستیوں کے اجاڑ سے اٹھا کر نہ آشنا فوزمندی کے ساحل سے ہمکنار کرتا ہے۔ اے اللہ! قریہ قریہ سسکتی بربادیوں میں تُو ہی غمِ ردا سے نڈھال ضمیر، بے ہنگم خیالات کی آماجگاہ بنتے شعور، اُجڑے چہروں کی کربنا کی کو حیات کی بشارتیں عطا کرتا ہے۔

میرے مالک! تُو ہی ساعتوں کو معطل، بصارتوں کو ناکارہ، آئنوں کو رکرچی رکرچی کر کے سوختہ کڑی داستانیں کھڑی کرنے والوں کے خلاف فطرت کے خواب نگر کی آسودگی فراہم کرتا ہے۔

اے دونوں جہاں کے رب! روز شب کی اس تنگنائے میں تُو ہی مجبوریاں تراشتے قہر، زوال کی ردا پھیلاتے بگولوں کو خود داری اور خود آگاہی سے روشناس کرتا ہے اور انہیں دُھند کی کالی گھٹاؤں کی طرح بکھیر کر رکھ دیتا ہے۔

اے اللہ! آسمان کے سرد آنگن تلے قہر کی اُڑتی دھول اور موت کے اُلجھتے دھاروں میں کوئی تیرے سوا نہ اعانت کرنے والا ہے نہ کوئی مددگار ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود غزنوی رکا، پھر پہلے سے بھی زیادہ کرب خیزی میں وہ دعا مانگتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اے خدائے مہربان! ہمارے دشمن بد اعمالی کا پیغام لئے پانی

Marfat.com

سے اُبھرتی پیاس، سلگتی قیامت، جلتے عذاب کی طرح ہمارے سامنے صف آرا ہونے والے ہیں۔ اے میرے اللہ! دشمن کے مقابلے میں مجھے ہمت عطا کرنا کہ میں اس کے ہست کو نیست کرتے سوز کی طرح عدم کا راستہ دکھاؤں۔ جستجو کے ویران صحرا میں اس کی جدوجہد کے حصول کو مضطرب اور دل سوختہ کروں۔

اے مالکِ کُل! اس جولان گاہِ خیر و شر میں مَیں اور میرے سارے سالار اور لشکری گروہ بندی، طبقاتی تفریق، فرقہ پرستی، قبائلی تقسیم سے بالاتر ہو کر تجھے ہی اپنا آقا، تجھے ہی اپنا مالک، تجھے ہی اپنا مشکل کشا سمجھ کر تجھ سے مدد کی استدعا کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیرے عاجز بندے ہیں، تیرے غلام ہیں۔ تُو اپنی وحدانیت کے صدقے میں ہماری مدد فرما۔

اے اللہ! ہمارے دشمن نیکی اور بدی کے امتیاز کو ختم کر کے بقا کے پیمانے ریزہ ریزہ کرنے، ضمیر کی روشنی سے بغاوت کرنے کے لئے ہمارے سامنے آن کھڑے ہوئے ہیں۔ اے مالک! تیری ہی ذات ہماری اجتماعی موت کا سرچشمہ ہے۔ ہمارے سارے ارادے، ہمارا ہر فکر وعمل صرف تیری رضا کی جستجو کے لئے وقف ہے۔ اے اللہ! تُو ہمیں دشمن کے مقابلے میں صداقتوں کا امین، دیانتوں کا محافظ، شجاعتوں کا پاسبان، ریاضتوں کا نقیب اور عکس نورِ حق کا ناشر بنا اور دشمن کے خلاف ہمیں کامیابی اور کامرانی عطا فرما۔

اے اللہ! تیرے دربار میں ہر ناممکن، ممکن ہو جاتا ہے۔ میرے مالک! تُو چاہے تو گورخر بھیڑیوں کا شکار کریں۔ تُو چاہے تو فاختائیں شاہینوں پر جھپٹیں۔ تُو چاہے تو بلبل خونی عقابوں کے غول کو اپنا شکار کرے۔ میرے اللہ! ان روح فرسا اُلجھنوں، لاوارثی کے اس کرب میں ہم صرف تیرے ہی سامنے دستِ طلب دراز کرتے ہیں۔ اپنے ہست و بود کی اس جنگ میں میرے اللہ! ہم بڑی عاجزی اور انکساری

Marfat.com

سے تیرے حضور دست بستہ ہیں۔ ہماری خستگی اور بے چارگی کو جرأت مندی اور شجاعت میں تبدیل کر دے۔ ہمیں ہمت دے، ہمارا وہ دشمن جو ہمارے اوپر چڑھ دوڑنے کو بے تاب ہے اس کے ارادوں کے ذرّے ذرّے کو ہم لہولہان کریں، آتش زنی اور خون ریزی کی بارش کی طرح اس پر وارد ہوں اور اس کے رگ و پے میں خوف و ہراس اور رنج وغم کے کھلیان کھڑے کرتے چلے جائیں۔ اے اللہ! تُو اپنی واحدانیت و رسولِ عربی ﷺ کی رسالت کے صدقے میں دشمن کے مقابلے میں ہمیں کامرانی اور فوزمندی اور کامیابی عطا فرما۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود غزنوی اپنی نم آلود آنکھیں خشک کرتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ پہلے ایک مسکراتی ہوئی نگاہ اس نے اپنے لشکر پر دوڑائی، پھر ایک غضب ناک انتقام بھری نگاہ اس کی راجہ جے پال کے لشکر پر جم گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنے لشکر کی ترتیب کو درست کرنا شروع کیا تھا۔

سلطان نے اپنے لشکر کو تین بڑے اور ایک چھوٹے حصے میں تقسیم کیا۔ وسطی حصے میں سلطان خود رہا، اپنے دست راست اپنے برادرِ نسبتی ایاز بن اسحٰق کو اور دو بڑے اہم سالاروں یعنی عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین کو اس نے اپنے ساتھ اپنے مرکز میں رکھا تھا۔ لشکر کے دائیں حصے کی کمانداری بڑے سالاروں میں سے ارسلان، بائیں حصے کی کمانداری عبداللہ طائی اور جو چھوٹا حصہ تھا اسے اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کیا گیا تھا اور اپنے سالار التون تاش کو لشکر کے اس حصے کا کماندار مقرر کر دیا تھا۔

یہ ساری ترتیب درست کرنے کے بعد سلطان راجہ جے پال کے ردِعمل کا انتظار کرنے لگا تھا۔

دوسری طرف راجہ جے پال نے بھی اپنے لشکر کو چار ہی حصوں میں تقسیم کیا۔ لشکر کا وسطی حصہ راجہ جے پال نے اپنے پاس رکھا اور اپنے بیٹے انند پال کے علاوہ اپنے بڑے سالار کوی راج کو اس نے اپنے ساتھ مرکزی حصے میں رکھا تھا۔ دائیں حصے کی کمانداری اپنے دوسرے سالار پدم گپت کے سپرد کی اور بائیں حصے کی کمانداری بھیم چندر کو دی گئی تھی جبکہ اس کی مدد کے لئے بھاٹیہ کے راجہ بجے رائے کا

Marfat.com

جو لشکر آیا تھا، اسے بجے رائے کے کماندار رائے ماندیو کے سپرد کیا گیا اور رائے ماندیو کو راجہ جے پال نے اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کر دیا تھا۔ اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے پر ضرب لگانے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہو گئے تھے۔

اس موقع پر راجہ جے پال کی حسین اور خوب صورت بیٹی کوشل دیوی ایک طرف سے اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتی ہوئی اس جگہ آئی جہاں راجہ جے پال اور اس کا بیٹا انند پال کھڑے تھے۔ کوشل دیوی اس وقت زرق برق جنگی لباس میں ملبوس تھی اور بڑے ماہرانہ انداز میں اپنے گھوڑے کو دوڑا رہی تھی۔ اس کی کمر پر نئی سرخ رنگ کی پیٹی تھی جس میں تلوار اور خنجر تھے۔ پشت پر تیروں بھرا ترکش تھا اور گھوڑے کی زین کے ساتھ کمان بھی لٹک رہی تھی۔

کوشل دیوی نے باگیں زوردار انداز میں کھینچتے ہوئے گھوڑے کو روکا جس کے جواب میں گھوڑا بری طرح ہنہناتے ہوئے اور کلیلیں کرتے ہوئے رک گیا تھا۔ اس کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے راجہ جے پال، اس کا بیٹا انند پال خوشی کا اظہار کر رہے تھے، مسکرا رہے تھے۔ حتیٰ کہ کوشل دیوی اپنے باپ راجہ جے پال کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اب جبکہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے بالکل تیار اور مستعد ہیں اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہیں تو آپ انفرادی مقابلے کے لئے کوی راج کو میدان میں اتاریں۔''

اس پر راجہ جے پال سنجیدہ ہو گیا تھا، دھیمے سے لہجے میں کوشل دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کوشل! میری بیٹی! تُو کوی راج سے محبت بھی کرتی ہے، ساتھ ہی اسے انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں بھیجنے کے لئے بے چین بھی ہے؟''

اس موقع پر کوشل دیوی کے چہرے پر خوشگوار اور زہد شکن تبسم نمودار ہوا، پھر ایک گہری نگاہ اس نے اپنے بھائی، اس کے بعد اپنے باپ راجہ جے پال پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

Marfat.com

''پتا جی! شاید میری بڑی بہن کاشی کماری اور میری ماں نے آپ کے سامنے میرے جذبات کی صحیح عکاسی نہیں کی۔ اس وقت میرے بھائی بھی میرے سامنے کھڑے ہیں۔ ان کی موجودگی میں آپ سے کہتی ہوں کہ میں نے کوی راج کی ذات سے محبت نہیں کی، میں نے تو اس کی تیغ زنی اور جنگی امور میں اس کی اعلیٰ پائے کی ہنر مندی سے محبت کی ہے اور اس کی اسی ہنر مندی کو جس سے میں نے محبت کی ہے، جسے میں نے چاہا ہے، آزمانا چاہتی ہوں۔ دیکھنا چاہتی ہوں کہ جنگ کے دوران وہ کیسی ہنر مندی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ پتا جی! کوی راج کے ساتھ میرا کوئی رابطہ اور تعلق نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے اس کی ذات سے محبت کی ہے تو یہ جھوٹ اور فریب ہے۔ میں نے اس کے جنگی ہنر سے محبت کی ہے اور اسی کو میں آزمانا چاہتی ہوں۔''

کوشل دیوی کی اس گفتگو سے راجہ جے پال اور انند پال دونوں باپ بیٹا تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبے رہے جبکہ کوشل دیوی چپ چاپ ان دونوں کے قریب اپنے گھوڑے پر سوار ان کی طرف دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ راجہ جے پال نے اپنے بہترین اور عمدہ سالار کوی راج کو بلایا جو دو تین صفیں پیچھے اپنے لشکریوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ راجہ جے پال کے بلانے پر وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اس کے سامنے آیا۔ راجہ جے پال نے اسے مخصوص اشارہ کیا۔

شاید کوی راج اور راجہ پال کے درمیان پہلے سے انفرادی مقابلے کا معاملہ طے ہو چکا تھا، چنانچہ راجہ جے پال کا مخصوص اشارہ پا کر کوی راج مسکرایا، ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی، ڈھال پر بھی گرفت مضبوط کر لی، اپنے سر پر رکھے خود، پاؤں اور شانوں کے آہنی خولوں کے علاوہ بازوؤں پر چڑھے ہوئے جوشن پر گہری نگاہ ڈالی، اس کے بعد اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا اور وحشیانہ انداز میں عجیب سی آوازیں نکالتا ہوا دونوں لشکروں کے درمیان گیا۔ وہاں اپنے گھوڑے کو روکا، پھر اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے اس نے مسلمانوں کے لشکر کی طرف منہ کر کے انفرادی مقابلے کے لئے اپنا مدِ مقابل طلب کیا تھا۔

جس وقت کوی راج نے اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے انفرادی مقابلے

Marfat.com

کے لئے للکارا۔ اس وقت مسلمانوں کے سالار اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے مستعد ہو چکے تھے۔ دائیں لشکر کے آگے ارسلان تھا، بائیں طرف عبداللہ طائی تھا جبکہ وسطی حصے میں سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ایاز کے علاوہ بڑے سالاروں میں عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین موجود تھے۔ کوی راج کے پکارنے پر عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین دونوں کے چہرے سرخ ہو گئے تھے۔ ایاز اور محمود دونوں ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ عبداللہ قراتگین نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کی، ڈھال پر گرفت مضبوط کی اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! آپ کی اجازت سے میں انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اُترتا ہوں۔''

سلطان نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تب عبداللہ قراتگین نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اس کے بعد وہ لگاتار تکبیریں بلند کرتا ہوا میدان کے وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔

کوی راج کے پاس آنے کے بعد عبداللہ قراتگین نے اپنے گھوڑے کو روکا، پھر بڑے غور سے کوی راج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''انفرادی مقابلے کے لئے للکارنے والے! ذرا اپنا نام تو کہہ۔''

اس پر کوی راج مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہی سوال تو میں تم سے کرنے والا تھا۔ مقابلہ شروع کرنے سے پہلے اپنا نام بتاؤ۔''

عبداللہ قراتگین نے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''دیکھ، پہلے سوال میں نے کیا ہے میرے سوال کا جواب دو۔ میں تمہارا محکوم یا تم میرے محتسب نہیں کہ میں اپنے سوال کو نظرانداز کر کے تیرے سوال کا جواب دوں۔ لہٰذا اپنا نام بولو۔''

اس پر وہ کھا جانے والے انداز میں عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرا نام کوی راج ہے اور میں اپنے راجہ جے پال کے سب سے عمدہ اور اچھے

Marfat.com

سالاروں میں سے ایک ہوں...... اب تُو اپنا نام کہہ۔ اس لئے کہ میں تمہارے سلطان کے کسی چھوٹے موٹے سالار سے مقابلہ نہیں کروں گا۔ میں ایک مقصد اور ایک تجویز کے تحت یا یوں کہہ لو کہ ایک منصوبہ بندی کے تحت انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اُترا ہوں اور جو بھی میرے مقابل آئے گا، واپس اپنے لشکر میں نہیں جانے پائے گا۔''

کوی راج کے ان الفاظ سے عبداللہ قراتگین تاؤ کھا گیا تھا۔ کہنے لگا۔

''تیری منصوبہ بندی کی ایسی تیسی۔ جب تُو مجھ سے مقابلہ کرے گا تو اپنی ساری منصوبہ بندی کو بھول جائے گا۔ اب باتوں کو چھوڑ اور مقابلے کی ابتدا کریں۔''

کوی راج نے ایک قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگا۔

''مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تُو باتیں تو بہت کر رہا ہے لیکن مقابلے کے تھوڑی ہی دیر بعد جب میں تیرے تن میں لاعلاج سیم وتھور بھروں گا تو یاد رکھنا، تیری حالت اُکھڑے بے جان پودوں، پیاس کے مارے خشک چشموں سے بھی بری ہو کر رہ جائے گی۔ یاد رکھنا، جب میں اسیری کی بدترین نفرت بن کر تم پر چھا جاؤں گا تو ٹوٹے خوابوں، پھوٹے نصیبوں کی طرح تم میرے آگے آگے اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگتے پھرو گے۔ یاد رکھنا، میرا نام کوی راج ہے اور میں تو خوابوں تک کے ان گنت سرناموں کو خون میں بھیگے آوارہ ہیولوں میں تبدیل کر دینے والا ہوں۔''

عبداللہ قراتگین نے فضا میں اپنی تلوار لہرائی، پھر کہنے لگا۔

''تیری اس بے وقعت بک بک کا کوئی جواب نہیں۔ پر یاد رکھنا، ہم خود اپنی قوت کی عظمتوں سے اپنی ملت کے وجود کو تاب دار کرنے والے لوگ ہیں۔ تقدیر کے سفر میں چمکتے سورج کی تپش بن کر اپنے دشمنوں کی روحوں کی گہرائی تک میں سراب اور اذیتیں بھر دیتے ہیں۔ تُو جو مجھے مرگ کی خونی دیمک اور قضا کے خونی ہیولوں کی دھمکی دے رہا ہے تو اسے تو میں لمحوں کے اندر جاں سوز سکوت میں بدل دوں گا۔ تیرے سارے اندھے سماجی پھندوں کو میں پلک جھپکتے میں سسکتے جذبوں میں تبدیل نہ کر دوں تو کہنا۔''

عبداللہ قراتگین جب خاموش ہوا تب گھمنڈ بھرے انداز میں قوی راج کہنے لگا۔

Marfat.com

''دیکھ، میں نے تیرے سلطان کے سارے بڑے بڑے سالاروں کو انفرادی مقابلے میں ختم کرنے کی منصوبہ بندی کر رکھی ہے۔ اگر تُو مقابلے پر جما ہی رہنا چاہتا ہے، واپس جانا نہیں چاہتا تو پھر ایک بات اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھنا کہ اس انفرادی مقابلے میں تمہیں زیر کرنے کے بعد میں تمہارے سلطان کے کسی اور بڑے سالار کو بھی انفرادی مقابلے کی دعوت دوں گا۔ اس طرح چند جنگوں کے دوران میں سارے بڑے بڑے سالاروں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دوں گا۔''

کوی راج کی اس گفتگو سے عبداللہ قراتگین کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا، غراتے ہوئے کہنے لگا۔

''کسی اور سالار کو اپنے سامنے زیر کرنے کی منصوبہ بندی کرنے سے پہلے تُو میرے ساتھ تو ٹکرا۔ ہوسکتا ہے تجھے خود کو واپس اپنے لشکر میں جانا نصیب نہ ہو۔ کوی راج! اب تُو اس انفرادی مقابلے سے جان چھڑا کر بھاگنا چاہتا ہے تو تجھے بھاگنے نہ دوں گا۔ اسی مقابلے کے دوران اگر میں تجھے بے شکل غبار ہیولوں، کچی مٹی کے ٹیلوں کی طرح نہ گرا دوں تو کہنا...... تیرے جسم و روح کی یگانگت، تیرے شعور و ذہن کی یکجہتی کو نداموں کے بارِ گراں اور سوکھے ہونٹوں کی سلگتی پیاس میں نہ بدل دوں تو کہنا۔''

کوی راج نے اپنی تلوار لہرائی اور کہنے لگا۔

''اگر تمہارے یہی ارادے ہیں تو پھر مقابلہ شروع کرتے ہیں۔ اور پھر دیکھ میں کیسے تجھے شعلوں کے زندان میں قطرہ قطرہ پگھلانے، ذرّہ ذرّہ سلگانے کے عمل کی ابتداء کرتا ہوں۔ کیسے وقت کی کالی قتل گاہوں میں تجھے وہموں کے ہولناک کرب، بے گیان ہونے کے دکھ میں مبتلا کر کے تیری حالت بنجر کھیت، ویران بستیوں اور بے ہنر اور درماندہ مسافر کی سی کرتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوی راج جب خاموش ہوا تب عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

'میں تیرے ان الفاظ کا جواب نہیں دوں گا۔ آ، اس وقت دونوں لشکروں کی نگاہیں ہم دونوں پر جمی ہوئی ہیں لہٰذا مقابلے کی ابتدا کریں اور پھر وقت کے ان بھاگتے لمحوں کے اندر تیری اور میری تلواریں فیصلہ کریں گی کہ کامیابی کس کے دامن

Marfat.com

میں آتی ہے اور لہو میں بھیگی ہوئی شکست کس کی پیشانی کو بوسہ دیتی ہے۔ آ، مجھ پر حملہ آور ہو۔ میں تجھ کو پہلے وار کرنے کا موقع فراہم کرتا ہوں۔''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ کے جواب میں کوی راج نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً عبداللہ قراتگین پر حملہ آور ہوا۔ عبداللہ نے بڑے شاندار انداز میں اس کے وار کو روکا اور پھر جوابی وار کرنے لگا تھا۔

اس طرح کچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملہ کرتے رہے لیکن کوئی بھی دوسرے سے ہار ماننے والا یا مات قبول کرنے والا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر کوی راج کے وار کو روکنے کے بعد عبداللہ قراتگین نے اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹایا، پھر کھا جانے والے انداز میں کوی راج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کوی راج! تم تو کہتے تھے کہ لمحوں کے اندر میرے تن میں لاعلاج سیم وتھور بھر کر میری حالت اُکھڑے بے جان پودوں کی سی کر دو گے، اسیری کی بدترین نفرت کی طرح مجھ پر وارد ہو کر مجھے ٹوٹے خوابوں، پھوٹے نصیبوں کی طرح اپنے آگے آگے بھاگنے پر مجبور کر دو گے لیکن میں دیکھتا ہوں تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا.......کوی راج! یہ میدان ہے۔ ایسا میدان جو خون مانگتا ہے۔''

اس کے بعد عبداللہ قراتگین نے چوڑے پھل کی اپنی تلوار فضا میں لہرائی اور کوی راج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''قوی راج! میری اس تلوار کی طرف دیکھ۔ شیشے کی طرح چمکتی اس تلوار میں کیا تجھے اپنی موت تانک جھانک کرتی نہیں دکھائی دیتی؟ اب تک یوں مانو، میں تیرے ساتھ ایک کھیل کھیلتا رہا ہوں اور یہ کھیل اب ختم ہوا۔ اب میں موت اور قضا کی طرح تیرا تعاقب کروں گا اور میں دیکھتا ہوں، کتنی دیر تک تُو میرے سامنے ٹکتا ہے اور کتنی دیر تک تُو میری جارحیت کو دفاع میں بدل کر اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ کوی راج! سنبھل۔ میں اب اپنے اصل حملوں کی ابتدا کرنے لگا ہوں۔ اب تک جو تُو میرے ساتھ لاف گزاف کی گفتگو کرتا رہا ہے، میں اسے دھو نچوڑ کر تیرے اوپر ہی ڈالنے کی ابتدا کرتا ہوں۔ اب تک میں تیرے وار روکتا رہا ہوں اور تُو میرے حملوں پر دفاع کرتا رہا ہے، لیکن اب معاملہ کوئی اور ہو گا۔ ذرا سنبھل کر رہنا۔''

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین کی حالت یکسر بدل گئی تھی۔ چہرہ غضب ناک ہو کر سرخ ہو گیا تھا۔ تلوار پر اس کی گرفت پہلے کی طرح زیادہ سخت ہو گئی تھی۔ ڈھال بری طرح لہرانے لگ گئی تھی۔ اس کے بعد وہ بے ضمیر انسانوں کے گروہ میں صداقتوں کے تراشے ستاروں، اندھی ظلمت کی الم ناک کہانیوں، بوجھل خیالات کی میلی چادر کو پھاڑ دینے والے عذابوں کے قصوں اور سزاؤں کی داستانوں کی طرح حرکت میں آیا۔ پھر وہ کوی راج پر اندیشوں کی دھول اڑاتی خوف و ہراس پھیلاتی صداؤں، اپنے نہ ہونے کے غم، اپنے ہونے کے خوف میں مبتلا کرتی کرب خیز شام، پگھلتی پرچھائیوں، طوفانوں کے کسمساتے سمندر اور تہذیب کے کالے زندانوں کو بیک جنبش نظر گرا مارنے والے دستِ اعجاز اور حیات قوت کے رجز خوانوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک کوی راج ان جان لیوا اور تیز حملوں کو روکتا رہا تھا۔ وہ جارحیت بالکل بھول گیا تھا، صرف اپنا دفاع کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ تیز اور پُرخطر حملے کرتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے اُسے تھکا مارا تھا اور اس کی حالت اب صاف بتا رہی تھی کہ وہ اُداسی کی تھکن اور نارسائی کے کرب کا شکار ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ اب وہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہوئے بڑی مشکل سے اپنا صرف دفاع کرتے ہوئے عبداللہ قراتگین کے حملوں کو روک رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک مزید جب ایسی ہی حالت رہی، تب ہر دیکھنے والی آنکھ نے دیکھا، کوی راج کی حالت عبداللہ قراتگین کے تیز حملوں کے سامنے اب زرد پتوں کی کہانیوں، سسکتے جذبوں، غلامی کے بھڑکتے بارود، آنکھوں کے بازار میں بجھی مشعلوں اور سنگساری سے معتوب عصمت دریدہ عورت کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ایک موقع پر کوی راج نے جب عبداللہ قراتگین کے تیز حملوں سے بچ کر ذرا دم لینے اور ستانے کی کوشش کی اور اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹانا چاہا، تب عبداللہ قراتگین نے اپنی ڈھال اس زور سے اس کے شانے پر ماری کہ کوی راج لڑکھڑا کر اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ اس کی تلوار اور ڈھال دونوں ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں۔ اس موقع پر ایک جست لگاتے ہوئے عبداللہ قراتگین بھی اپنے گھوڑے سے

Marfat.com

کود گیا۔ ذرا فاصلے پر کھڑا رہا اور پھر کھولتے لہجے میں وہ کوی راج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تو ابھی گھوڑے سے گرا ہوا ہے اور گری حالت میں تجھ پر حملہ آور ہو کر میں تیرا خاتمہ نہیں کروں گا۔ میں یہیں کھڑا رہتا ہوں۔ بڑے آرام اور سکون کے ساتھ اپنی تلوار اور ڈھال اٹھاؤ اور تازہ دم ہو کر نئے سرے سے میرے ساتھ مقابلے کی ابتدا کرو۔"

اس موقع پر اپنے لشکر کے سامنے کھڑا راجہ جے پال اور اس کا بیٹا انند پال دونوں پریشان اور فکر مند تھے اور ان کے درمیان کھڑی کوشل دیوی کی حالت قابلِ دید تھی۔ چہرہ اس کا سرخ ہو چکا تھا، آنکھوں میں دُور دُور تک مایوسیاں رقص کر رہی تھیں۔ جبکہ دوسرے سالاروں میں سے پدم گپت اور بھیم چندر بھی بڑی افسردگی کی حالت میں گھوڑے سے زمین پر گرے کوی راج کی طرف بڑے غور سے دیکھتے جا رہے تھے۔

اس موقع پر حسین اور خوب صورت کوشل دیوی اپنے باپ راجہ جے پال کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی اُداسی اور افسردگی میں کہنے لگی۔

"پتا جی! میں یہ کیا معاملہ دیکھ رہی ہوں؟ ہمارے ہاں کوی راج جیسا کوئی تیغ زن ہے ہی نہیں اور ہمارے ہاں آج تک کوی راج کو تیغ زنی اور حرب وضرب کے دوسرے امور میں کسی نے زیر ہی نہیں کیا۔ لیکن مسلمانوں کی طرف سے جو تیغ زن انفرادی مقابلے کے لئے اُترا ہے، وہ بری طرح کوی راج پر چھاتا چلا گیا ہے۔ پتا جی! کوی راج نے تیز اور جان لیوا حملے کئے تھے، لیکن بعد میں مسلمانوں کا تیغ زن ایسا چھایا کہ کوی صرف دفاع تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اور اب مسلمانوں کے اس تیغ زن نے انتہائی کرب خیزی کی حالت میں کوی راج کو اس کے گھوڑے سے نیچے گرا دیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں یہ کوی راج کی انتہا درجہ کی بے عزتی ہے کہ وہ اپنے گھوڑے سے گرا ہے، اس کی تلوار اور ڈھال اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے جبکہ مسلمانوں کا سالار اس بے بسی کی حالت میں اس پر حملہ آور نہیں ہوا۔ ذرا فاصلے پر ہٹ کر کھڑا ہے اور اس کے اٹھنے کا انتظار کر رہا ہے۔ حالانکہ اس موقع پر وہ کوی راج پر حملہ آور

Marfat.com

[illegible] کر اس کا کام تمام بھی کر سکتا تھا۔"

[illegible] اپنی بیٹی کوشل دیوی کے ان الفاظ کا جواب راجہ جے پال دینا ہی چاہتا تھا کہ [illegible] کوی راج اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ [illegible] جے پال، اس کی بیٹی کوشل دیوی، بیٹا انند پال اور لشکر کے آگے کھڑے سارے سالار ایک بار پھر بڑے غور اور تجسس بھرے انداز میں انفرادی مقابلہ دیکھنے لگے تھے۔

کوی راج جیسے ہی اپنی [illegible] اٹھ کھڑا ہوا تب جست لگانے کے انداز میں عبداللہ قراتگین پھر آگے بڑھا اور [illegible] سے بھی زیادہ تازہ دم انداز میں وہ کوی راج پر حملہ آور ہوا۔ کوی راج بالکل سست پڑ چکا تھا۔ ایسا لگتا تھا، تھکاوٹ سے چور ہو گیا ہو۔ عبداللہ قراتگین کے اس نے صرف چند ہی وار روکے کہ عبداللہ قراتگین کی تلوار ایسے انداز میں اس پر گری کہ اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

جس وقت عبداللہ قراتگین نے کوی راج کی گردن کاٹی تھی، کوشل دیوی نے ایک دم اپنے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ لئے تھے۔ راجہ جے پال اور اس کے بیٹے انند پال کی گردنیں جھک گئی تھیں۔ اس کے بڑے سالاروں میں سے پدم گپت، بھیم چندر دونوں دکھ بھرے انداز میں اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے عبداللہ قراتگین نے اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کے بعد کوی راج کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور واپس اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

کوشل دیوی نے جب اپنی آنکھوں سے اپنے ہاتھ ہٹائے تب میدان صاف ہو چکا تھا۔ عبداللہ قراتگین مقابلہ ختم کر کے اپنے لشکر میں واپس جا چکا تھا۔

اس موقع پر دکھ بھرے انداز میں کوشل دیوی اپنے باپ راجہ جے پال کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"پتا جی! مسلمانوں کا تیغ زن بڑی آسانی کے ساتھ کوی راج پر غالب آیا ہے۔ میں آپ اور اپنے بھائی انند پال کے سامنے یہ عہد کرتی ہوں بلکہ آپ دونوں کو یہ وچن دیتی ہوں کہ مسلمانوں کا یہ سالار جس نے انفرادی مقابلے میں کوی راج کا کام تمام کیا ہے، اسے ایک نہ ایک روز میں اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتاروں گی

Marfat.com

بعد انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! ہمارے مخبر اور طلایہ گر جو خبریں لے کر آئے ہیں ان کے مطابق کالنجر کے راجہ نندا نے ہم پر حاوی ہونے، ہمارے خلاف فتح مندی اور فوز مندی حاصل کرنے کے لئے دو عساکر تیار کئے ہیں۔ ایک لشکر ہمارے سامنے دریائے جمنا کے بائیں کنارے پر ہے اور دوسرا لشکر دریائے گنگا کے قریب ہے۔ جو لشکر دریائے گنگا کے قریب ہے اس میں کالنجر کا راجہ نندا بذاتِ خود موجود ہے اور ہندوستان کے متحدہ راجاؤں کا جو لشکر اس وقت جمنا کے کنارے ہے اس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ وہ ہمارے لشکر کو دریائے جمنا عبور نہ کرنے دے۔ اور اگر ہم جمنا کو عبور کریں تو ہمارے اوپر تیر اندازی کی جائے اور ہمیں دریا میں غرق کر دیا جائے۔ یہ دشمن کی منصوبہ بندی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم یہیں سے ناکام اور نامراد لوٹ جائیں۔ دریائے جمنا کو پار کر کے گنگا اور جمنا کے درمیان کی وادیوں میں داخل نہ ہوں۔ اس موقع پر اس ساری صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے میرے پاس ایک منصوبہ بندی ہے وہ میں تم لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ کسی کو بھی اس کے خلاف کوئی اعتراض ہو تو میں پہلے سے اسے بولنے کی اجازت دیتا ہوں تاکہ اس منصوبہ بندی میں قابلِ عمل اصلاح کی جا سکے۔

اب جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں غور سے سنو۔ جہاں ہم نے اس وقت پڑاؤ کیا ہوا ہے بالکل ہمارے سامنے دریا کے دوسرے کنارے دشمن کا لشکر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ ایسا انہوں نے اس لئے کیا ہے کہ مغرب سے آنے والی شاہراہ دریائے جمنا کے اسی حصہ میں آ کر دریا کو عبور کرنے کے بعد وہاں جاتی ہے لہٰذا دشمن کا یہ خیال ہے کہ اسی شاہراہ کے کنارے کنارے ہم دریائے جمنا کے کنارے آئیں گے اور یہیں سے دریا کو عبور کر کے اپنی کارروائیوں کی ابتدا کریں گے۔ جبکہ ہمارے مخبر، ہمارے طلایہ گر خبر دے چکے ہیں کہ اس جگہ دریائے جمنا کو عبور کرنا ذرا مشکل ہے۔ ذرا اوپر شمال کی طرف جائیں تو وہاں ایک پاٹ ایسا ہے جہاں سے دریائے جمنا کو با آسانی عبور کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہم وہیں سے اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو عبور کر کے دریا کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ دوسری طرف آئیں گے اور جو دشمن کا لشکر

Marfat.com

اس وقت دریا کے دوسرے کنارے پر ہے، اس کے سامنے آ کر خیمہ زن ہوں گے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہماری نقل و حرکت سے متعلق دشمن یقیناً آگاہ ہو جائے گا اور شمال سے بھی یقیناً ہمیں دریا کو عبور نہیں کرنے دے گا اور اس پر قابو پانے کے لئے ہی ایک تجویز ہے اور اس طرح کہ تھوڑی دیر بعد اپنی رسد گاہ کے سامنے ان گنت الاؤ جلا دیئے جائیں، خیمے نصب نہ کئے جائیں۔ جو تھوڑے بہت خیمے نصب ہو چکے ہیں جن میں زیادہ تر کھانے پینے کی اشیاء رکھنے کے ہیں وہ سب عشاء کی نماز کے بعد لپیٹ سمیٹ دیئے جائیں۔ اس کے بعد لشکر بڑی آہستگی اور رازداری کے ساتھ شمال کی طرف کوچ کرے گا۔ کوچ کرنے سے پہلے آگ کے جو الاؤ ہمارے پڑاؤ کے سامنے روشن ہوں گے ان کے اندر خوب لکڑیاں ڈال دی جائیں تاکہ وہ کافی دیر جلتے رہیں۔ چنانچہ آگ کے وہ الاؤ جب جلتے رہیں گے تو دریا کے اس پار دشمن کا لشکر بیٹھا ہوا ہے، اس کے وہ لشکری جو پہرہ دے رہے ہیں وہ یقیناً یہی خیال کریں گے کہ چونکہ آگ کے الاؤ جل رہے ہیں لہٰذا مسلمانوں نے اپنے لشکر کے ساتھ یہیں قیام کیا ہوا ہے جبکہ ہم خوب شمال کی طرف جا چکے ہوں گے اور وہیں سے دریا کو عبور کر کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ دشمن کے سامنے آ کر اس پر ضرب لگانے کی کوشش کریں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود رکا، کچھ سوچا، پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میں نے جو کہنا تھا، وہ کہہ چکا۔ اب تم لوگوں میں سے اگر کسی کے پاس کوئی اس سے بہتر تجویز ہو یا اس میں کوئی ایسی تبدیلی کرنا چاہے کہ جو ہمارے لئے مفید ہو تو اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟''

کچھ دیر تک گہری خاموشی طاری رہی، یہاں تک کہ امیر ایاز سب کی نمائندگی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! جو کچھ آپ نے کہا ہے، ہمارے لئے یہی حرفِ آخر ہے۔ یہ جو سارے سالار اس وقت خاموش بیٹھے ہیں تو ان کی خاموشی اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ وہ بخوشی آپ کی اس تجویز کو قبول اور منظور کرتے ہیں اور اسی پر ہی

Marfat.com

عملدرآمد کر کے یقیناً ہم دشمن کو اپنے سامنے سرنگوں کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

یہ جواب سن کر سلطان مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر اُٹھو۔ لشکر کے کھانے کا اہتمام کرو۔ اس کے بعد کچھ دیر ستانے کا موقع فراہم کیا جائے گا، پھر ہم اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے۔“

سارے سالاروں نے اس سے بھی اتفاق کیا تھا۔ سب اٹھ کر وہاں سے چل دیئے تھے۔

سلطان اُٹھ کر اپنے خیمے میں آیا۔ جب لشکر گاہ میں عشاء کی نماز ہوئی اس نے عشاء کی نماز پڑھی، دوبارہ اپنے خیمے میں آ کر کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، اس کے بعد خیمے کے اندر وہ سربسجود ہوا اور اس کے بعد انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ خداوند قدوس کے حضور دعا مانگتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”اے اللہ! تُو ہی مشرق و مغرب میں کائنات کا جمال پھیلاتا ہے۔ خلق کو تُو ہی اس کا عروج، آدم کو تُو ہی اس کا شرف عطا کرنے والا ہے۔ اے دونوں جہاں کے مالک! تُو ہی رات کو سحر کا پیکر عطا کرتا ہے اور گل و لالہ کو رنگ و حُسن عطا کرنے والا ہے۔ تُو ہی آفاق کو زبرجد نکھار، صبا کو اس کی لالہ کاری اور ابرِ نیساں کو تجلی آفرین چمک سے ہمکنار کرتا ہے۔

میرے مالک! مجھے توفیق دے کہ میں بُت کدوں کے اندر تکبیریں بلند کروں۔ میرے اللہ! میں اور میرے لشکری لوح و قلم کے فروغ کی خاطر دشمن کے خلاف صناع اور ہنر پیشہ لشکریوں کی طرح حرکت میں آنے کے درپے ہیں۔ میرے اللہ! تیرا ہی نام لے کر ہم نیکی اور خیر سے اجتناب کرتے عناصر کے خلاف شعور کے سنگم پر قضا و قدر کے عناصر کی طرح حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔

میرے اللہ! دریا کے اس پار جہل کا ایک طوفان ہے۔ ایسے لوگ ہیں جو غریب کی کٹیا میں جلتے بجھتے چراغ رات کو تھپیڑے مارتی برفانی آندھیوں کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ میرے اللہ! مجھے اور میرے ساتھیوں کو توفیق دے کہ ہم انجانے سنگِ

Marfat.com

میل کے مسافروں کی طرح اپنے دشمنوں کے دروازوں پر دستک کی دھمک جما کر رکھ دیں۔ صدیوں کی کالی سازشوں کی بربریت پر سات سمندر کے طوفانوں کی طرح چھا جانے کی ہم میں ہمت و استقامت عطا فرما۔

اے اللہ! مجھے اور میرے ساتھیوں کو توفیق دے کہ ہم وقت کی پیاس، فخر و تکبر کے الاؤ جیسے اپنے دشمن کے خلاف اپنی یک جہتی، تنظیم اور عزم و مستقل مزاجی کے ساتھ حاوی ہونے میں کامیاب ہو جائیں۔

اے اللہ! تو بڑا مہربان ہے۔ ہم تیرے عاجز خواستگار بندے ہیں۔ تیرے علاوہ نہ کسی کو معبود مانتے ہیں نہ تیرے علاوہ اور کوئی خالق و مالک ہے۔ نہ ہی تیرے علاوہ ہم کسی کی بندگی اور عبادت کرتے ہیں۔ لہٰذا تیرے ہی حضور میری یہ گزارش ہے کہ میرے اللہ! میرے مولیٰ! دشمن کے مقابلے میں ہمیں کامیابی اور کامرانی عطا فرما۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود غزنوی سجدہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہیں بیٹھ کر وہ خداوند قدوس کی تسبیح اور تحلیل میں مصروف ہو گیا تھا۔

رات کا جب کچھ حصہ گزر گیا تب سلطان کے حکم پر آگ کے جلتے الاؤ کے اندر مزید لکڑیاں ڈال دی گئیں جس کے بعد وہ الاؤ پہلے کی نسبت مزید بھڑک اٹھے اور پھر اس کے بعد چند خیمے جو پڑاؤ میں نصب کیے جا چکے تھے، انہیں سمیٹ اور لپیٹ دیا گیا، پھر بغیر کوئی آواز پیدا کیے سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارے کنارے شمال کی طرف کوچ کیا تھا۔

یہاں تک کہ سلطان اس جگہ پہنچا جہاں اس کے مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ وہاں سے دریا کو عبور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سلطان نے وہاں سے بلا جھجک دریائے جمنا کو اپنے لشکر کے ساتھ عبور کر لیا۔ اس کے بعد سلطان پلٹا اور بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھا تھا اور جس وقت صبح کا سورج طلوع ہونے کے درپے تھا سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارے پہلے سے پڑاؤ کیے دشمن کے سامنے اپنا پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

دوسری طرف مختلف راجاؤں کے متحدہ لشکر نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا

Marfat.com

سلطان تو اچانک دریائے جمنا کو عبور کر کے ان کے سامنے پڑاؤ کر گیا ہے تب ان کے پاؤں تلے سے زمین کھسک کر رہ گئی۔ وہ یہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ راتوں رات سلطان اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو عبور کر لے گا اور انہیں خبر تک نہ ہو گی۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ سلطان کے پڑاؤ کے سامنے دریا کے دوسرے کنارے جو آگ کے الاؤ روشن کئے گئے تھے وہ پہلے کی طرح روشن تھے۔ اور اب جبکہ صبح ہونے والی تھی تو آگ کے وہ الاؤ بھی آہستہ آہستہ ماند پڑنا شروع ہو گئے تھے۔

ہندوستان کے راجاؤں کے اس متحدہ لشکر کو یہ حیرت بھی ہو رہی تھی کہ آخر سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جمنا کو کیسے اور کہاں سے پار کر لیا تھا۔ لیکن اب ایسی باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اب تو سلطان محمود غزنوی دریائے جمنا کو عبور کر کے چونکہ ان کے سامنے پڑاؤ کر گیا تھا لہٰذا راجاؤں کے متحدہ لشکر کو اس موقع پر اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے تھے۔ لیکن جب انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ مسلمانوں کا سلطان محمود جو لشکر لے کر آیا ہے اس کے مقابلے میں ان کے پاس اس سے کئی گنا بڑا لشکر ہے چنانچہ اس عددی فوقیت کی بنا پر انہیں کچھ حوصلہ ہوا لہٰذا ان کے لشکر کے اندر بھاگ دوڑ مچنے کے علاوہ بڑے بڑے طبل بڑی خوف ناک آوازوں کے ساتھ بج اٹھے تھے۔ ایسے میں ایک بار پھر سلطان محمود غزنوی نے دشمن پر ضرب لگانے کے لئے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے سالار سلطان کے خیمے میں جمع ہو گئے تب سلطان نے انہیں کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیز ساتھیو! خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر کہ ہم بڑی عافیت اور بڑے تحفظ کے ساتھ دریائے جمنا کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اب دشمن کا ہم سے ٹکراؤ ہو گا اور اس سے ٹکرانے کے لئے ہمیں کیا طریقۂ کار عمل میں لانا ہے، اس کی تفصیل میں تم سے کہتا ہوں اور سب اسی پر عمل کریں گے۔

پہلی بات یہ کہ دشمن کے لشکر کی تعداد ہم سے کئی گنا زیادہ ہے۔ لہٰذا میں تم لوگوں پر انکشاف کروں کہ راجاؤں کا یہ متحدہ لشکر ہم پر حملہ آور ہونے میں پہل کرے

Marfat.com

گا اس لئے کہ وہ اپنی طاقت و قوت کے نشے میں چُور ہوں گے۔ چنانچہ ان کی یہ کارروائی یقیناً ہمارے لئے سود مند ہو گی۔ جب وہ ہم پر حملہ آور ہوں گے تب ہم انہیں بتائیں گے کہ ایسے حملے کے نتائج کیا برآمد ہوتے ہیں۔

حسب سابق لشکر کے تین بڑے حصے کیے جائیں گے۔ ایک چھوٹا لشکر پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کیا جائے گا۔ وسطی حصہ میں، میں خود رہوں گا۔ باقی حصوں پر سالار تھوڑی دیر بعد تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ اب جو بات کہنے اور سننے کی ہے، کچھ اس طرح ہے کہ دشمن سے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ٹکرایا جائے گا۔ اس کے بعد میں اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کروں گا کہ مجھ پر زیادہ دباؤ پڑا ہے لہٰذا میں شکست اٹھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا ہوں۔ اس موقع پر دائیں بائیں حصے کے کماندار اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے اور وہ نہ صرف یہ کہ دشمن پر حملہ آور ہوتے رہیں گے بلکہ تھوڑا سا آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اندر کی طرف بھی جانا شروع ہو جائیں گے۔ اس طرح دشمن کے خلاف ایک نیم دائرے کی صورت بن جائے گی۔

میں جب پیچھے ہٹتا چلا جاؤں گا تو دائیں بائیں طرف کے ہمارے دونوں عساکر آپس میں ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے چلے جائیں گے۔ پھر مناسب فاصلے پر جا کر میں رک جاؤں گا۔ اتنی دیر تک دشمن کا ایک خاصا بڑا لشکر اس خلا میں آجائے گا جو میرے پسپا ہونے سے پیدا ہو گا۔ چنانچہ اب یہ کارروائی کی ابتدا کی جائے گی۔ سامنے کی طرف سے میں حملہ آور ہوں گا، دایاں اور بایاں پہلو دشمن پر ضرب لگائیں گے اور اگر ہم اپنی اس کارگزاری پر صحیح طور پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں فتح ہماری ہو گی اور جب یہ کارروائی مکمل ہو جائے گی تب میں پسپائی بند کر کے جوابی حملہ کروں گا۔ اتنی دیر تک ہمارے لشکر کے دائیں بائیں پہلو بھی چونکہ اندر کی طرف جھک آئیں گے لہٰذا دشمن کے لشکر کے خلاف ایک نیم دائرے کی صورت اختیار کر لیں گے اور وہ بھی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں ہماری فتح یقینی ہو گی اور دشمن کی ان گنت سپاہ کو کاٹ کر ہم ان کی تعداد اس قدر کم کر دیں گے کہ آنے والے دور میں

Marfat.com

ہمارے لئے خطرے کا باعث نہ بنیں۔"

سلطان کی اس تجویز پر سب نے اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان سمیت سب سالار اٹھ کھڑے ہوئے۔ چونکہ دشمن اپنی صفیں درست کرنے لگا تھا، اس بنا پر سلطان اور اس کے سالاروں نے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے لشکر کا جائزہ لیا، پھر وہ اپنے اپنے حصہ کے لشکر کے سامنے مستعد اور استوار ہو گئے تھے۔

جس وقت راجہ نندا اور اس کے حمایتی راجاؤں کا لشکر مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے اپنی آخری تیاریوں میں مصروف تھا اس وقت سلطان اپنے لشکر کے وسطی حصہ کے سامنے بڑے انہاک اور غائر نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس موقع پر سلطان نے کچھ سوچا، پھر اس کا سر اپنے گھوڑے کے ہنے پر جھک گیا تھا۔ ساتھ ہی اس کی بڑی عاجزی اور انکساری میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ خداوند قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی دعا مانگ رہا تھا۔ اپنی کپکپاتی اور لرزتی آواز میں سلطان کہہ رہا تھا۔

"اے خدائے محترم! اس کائنات میں کھولتے بھنور کی گونجیں، یہ آتش بکف سورج، یہ اُجالوں کے سرور بکھیرتا چاند، یہ انجم و کہکشاں کی روشنی سب تیرے ہی حکم سے رواں دواں ہیں۔ اے کائنات کے مالک! تُو نہ چاہے تو بہتے وقت کے گرداب میں بھاگتا دوڑتا دن رک جائے۔ تُو نہ چاہے تو اے میرے مالک! پرنالوں کی طرح بہتا رات کا اندھیرا منجمد ہو جائے۔ تُو نہ چاہے تو میرے اللہ! انگڑائیاں لیتا یہ کھولتا بحر خشک بنجر زمین کی صورت اختیار کر جائے۔ میرے اللہ! ہم بھی تیرے حکم کے تابع ہیں۔ تیرے فرمانبردار، تیرے عبادت گزار ہیں۔ حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے دشمن کے مقابلے میں میرے مالک! میں تجھ سے ہی مدد اور اعانت کی التماس کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہماری مدد فرما۔ اے اللہ! امتحان کی اس گھڑی میں ہم تیری مدد اور نصرت کے خواہاں ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی سلطان نے اپنا سر اُٹھایا، اُس کی چھاتی تن گئی تھی۔ آنکھوں

Marfat.com

کے اندر ایک قہرمانی انگڑائیاں لینے لگی تھی۔ اس موقع پر راجہ نندا اور اس کے حمایتی اور حلیف راجاؤں نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ چنانچہ اپنے لشکر کو انہوں نے آگے بڑھایا اور اس کے بعد وہ سلطان کے لشکر پر اسم و جسم، نبض و نفس میں ادبار کا انتشار پیدا کرتے مستی میں جھاگ اُڑاتے تند گام طوفانوں، خون پیتی یورشوں اور کرم خوردہ ہنگاموں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سب سے پہلے سلطان نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ پہلے حسب عادت اس نے اور اس کے لشکریوں نے خوف ناک اور ہولناک انداز میں تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ اس طرح اپنے کام کی ابتدا کی جیسے کوئی انمول خزانوں کے تجسس میں اَن گنت مخفی حروف کو جلی الفاظ میں ڈھالنے پر مجبور کرنے کے لئے سمندر کی طرح چیخ چلا اُٹھا ہو۔ ساتھ ہی سلطان نے قرن ہا قرن سے منتظر موجوں کے تلاطم آشنا طوفانوں، امن و آشتی کی ردا اُتار کر بے روک جوالا مکھی کی طرح دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ اس کے لشکر کا دایاں پہلو بھی حرکت میں آیا اور وہ بھی راجاؤں کے متحدہ لشکر کے سر پر موت بن کر کھیل جانے والی جلتی تقدیر، پرت در پرت خون بکھیرتی قضا، شام سے لپٹ کر روتی بربادیوں میں ارادوں کی اتھاہ سنگینیوں اور تکبیروں کی آوازوں کی ہولنا کی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ دائیں پہلو کا یہ حملہ انتہائی ہولناک تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں انہوں نے دشمن کے لشکر کو تھوڑا سا اس طرح پیچھے دھکیلا تھا جیسے وہ زمین کے لعل و مرجان بننے والے نوجوانوں کو لامحدود پیاسے صحرا میں لحوں کی طرح اُڑانے کی کارروائی کی ابتدا کرنا چاہتے ہوں اور اس کے بعد ہر آنے والے کی حالت دھیمے دھیمے سلگتی چوب، شام کی بے نوائیوں اور محدودیت کا شکار ضمیر کی سی کرنا شروع کر دی تھی۔

دائیں حصہ کے ساتھ ہی ساتھ سلطان کے لشکر کا بایاں حصہ بھی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا۔ پھر وہ منہ چڑاتے لہو کو انگارہ کرتے انہاک بھرے قیامت خیز جبر، موسموں کی سختیوں میں گرم ہواؤں تک کو اُدھیڑتی سلگتی خوف ناک دوپہر کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے سامنے آنے والے دشمن کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی

Marfat.com

سے پتھریلی مسافتوں کے مسافروں، کالے قہر میں پھنسے تشنہ جنوں کی سی کرنا شروع کر دی تھی۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا، اس کے بعد سلطان محمود غزنوی اور اس کے سارے سالاروں نے اپنے حملوں میں ٹھہراؤ پیدا کر لیا تھا۔ پہلے جو تیزی تھی، اسے ختم کر دیا۔ اس کے بعد سلطان نے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تھا جبکہ اس کے لشکر کے دائیں بائیں کے دونوں پہلوؤں نے تھوڑا سا آگے بڑھتے ہوئے ایک طرح کا نیم دائرہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

راجہ نندا اور اس کے حمایتیوں نے جب دیکھا کہ سلطان پسپا ہونا شروع ہو گیا ہے تو ان کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

اس سے پہلے ان کی جس قدر جنگیں سلطان محمود کے ساتھ ہوئی تھیں ان سب میں سلطان نے انہیں شکستِ فاش دی تھی اور انہیں پسپا ہونا پڑا تھا۔ اب جو انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا سلطان ان کے مقابلے میں پسپا ہو رہا ہے تو انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں چونکہ ان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہے لہٰذا مسلمان اور ان کا سلطان ہمارے حملوں کے دباؤ کو برداشت نہیں کر سکے، لہٰذا پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

راجہ نندا اور اس کے حمایتی راجاؤں نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ شروع میں مسلمان بڑے زوردار انداز میں حملہ آور ہوئے تھے اور ان کے لشکر کو انہوں نے خاصا نقصان بھی پہنچایا تھا لیکن بعد میں ان کے حملوں میں کسی قدر دھیما پن اور کمزوری کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ یہ صورتِ حال شاید ان کی پسپائی کا باعث بن گئی ہے۔

چنانچہ اسی ظن و گمان اور انہی تخمینوں کے تحت وہ آگے بڑھنا شروع ہوئے۔ اب انہوں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ تیزی سے آگے بڑھ کر پہلے مسلمانوں کے وسطی حصے کو تباہ اور برباد کر کے ان کے سلطان کا خاتمہ کریں، اس کے بعد دائیں بائیں کے جو مسلمانوں کے لشکر کے پہلو ہیں ان سے نمٹنا ان کے لئے آسان ہو جائے گا۔

اس بنا پر وہ آگے بڑھے، ہاتھیوں کو اپنے آگے آگے رکھا تا کہ دشمن کے لشکر کے اندر ایک ہلچل، ایک افراتفری برپا کر کے رکھ دیں۔ اور اس کے پیچھے نیزہ بردار، تیر انداز

Marfat.com

اور تیغ زن بے پناہ خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تھے۔ شاید یہ خبر ان کے لئے حوصلہ افزا تھی کہ مسلمان ان کے مقابلے میں پسپا ہوئے ہیں اور اب انہیں شکست دینا اتنا مشکل نہیں ہے۔

چنانچہ اپنے انہی ارادوں اور انہی ظن و گمان کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے پہلے ہاتھیوں کو آگے رکھتے ہوئے مسلمانوں پر ضرب لگانا چاہی لیکن راجہ نندا اور اس کے حلیفوں کی بدقسمتی کہ جونہی یہ ہاتھی آگے بڑھے سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے دائیں بائیں حصوں میں جو تیر انداز تھے انہوں نے ان ہاتھیوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس لئے کہ ان ہاتھیوں سے نمٹنے کے لئے پہلے ہی سے منصوبہ بندی کی جا چکی تھی۔ چنانچہ جب وہ ہاتھی آگے بڑھے، تب ان پر ایسی زوردار اور موسلا دھار بارش قسم کی تیراندازی ہوئی کہ ہاتھی چھد کر رہ گئے۔ آگے بڑھ کر مسلمانوں کے لشکر کو نقصان پہنچانے کے بجائے وہ پلٹ پڑے۔ اس صورتِ حال سے راجہ مستعد ہو گئے لہٰذا انہوں نے پلٹنے والے ہاتھیوں کو راستہ دیا اور مہاوتوں کو حکم دیا کہ وہ ان ہاتھیوں کو پشتی حصہ کی طرف لے جائیں۔ اس کے بعد وہ سلطان کے لشکر کے خلاف مزید کارروائی کرنا چاہتے تھے کہ سلطان نے اپنی طرف سے کارروائی شروع کر دی۔ اس لئے کہ سلطان نے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ جہاں تک پسپا ہونا تھا، ہو چکا تھا اور اب صورتِ حال یہ سامنے آئی تھی کہ ان راجاؤں کے متحدہ لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ کافی آگے بڑھ آیا تھا اور اس حصہ کے سامنے سلطان خود تھا اور دائیں بائیں سے سلطان کے لشکر کے دونوں پہلوؤں نے انہیں گھیر لیا تھا۔ چنانچہ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے سلطان محمود غزنوی اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ سمندر کی بے اتھاہ گہرائیوں سے غیظ و غضب کے نہاں لمحوں، بین کرتی خون آشامیوں اور ہست کو نابود کرتی آندھیوں کی طرح پسپائی ختم کر کے آگے بڑھا۔ اس کے بعد وہ راجاؤں کے متحدہ لشکر پر گردِ ہستی کے خوابوں، سرابوں پر تپتی صدیوں کی خوفناک آوازوں، زمین کو روندتے، ذرّوں کو پامال کرتے تند آندھیوں کے دمساز محرم بگولوں، راستوں کی لہولہان اور جسموں میں خون کی حدت بڑھاتی دہکتی آگ کی چنگاریوں اور تاریخ کی آنکھوں تک کو چندھیا دینے والے برق و شرر کے بے امان رقص کی طرح حملہ آور

Marfat.com

ہوا تھا۔

سلطان محمود غزنوی کا یہ حملہ بڑا خوف ناک اور انتہائی جان لیوا تھا۔ اس کے اس خوف ناک حملے کے باعث دشمن کے لشکر کے اندر دہکتے عزائم کی سسکاریاں، سوچوں کی خونی لکیریں، تپتے ہونٹوں کی تشنگیاں اور خونی لفظوں کے خنجر کی سی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اسی کے ساتھ سلطان کے لشکر کا دایاں پہلو بھی حرکت میں آیا، آگے بڑھا اور وہ بھی دشمن پر سناٹوں کے سمندر میں آندھیوں کی طرح اٹھتی قرنوں کی آوازوں، ہجر و فراق پھیلاتی نالہ و ماتم کھڑا کرتی ہیجان آفرین شدید ترین نفرت اور خوابوں کی تعبیروں تک کو ادھیڑ دیتی خون فشاں تلواروں کے رقص کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دائیں پہلو کے ساتھ ہی بایاں پہلو بھی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا اور اس نے بھی دشمن کے لشکر پر وقت کے ہولناک دشت میں سماعت اور بصارت پر محرومی کی مہریں لگاتے حشر کے رقص، بادلوں کی گرج، آندھیوں کے شور اور جسموں کی چاردیواری میں خوف و نا امیدی اور تلخی بھرتی لہروں اور فطرت کے دامن میں انگڑائیاں لیتے طوفانوں کے عذابوں، قلب و نظر کو خوف زدہ کرتے خدشات کے گرداب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح ایک بار پھر سلطان کا پورا لشکر راجاؤں کے متحدہ لشکر پر حملہ آور ہوا تھا اور اس موقع پر سلطان نے جو اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر اپنے لشکر کا ایک حصہ مقرر کیا تھا وہ بھی اس کے سالار کی سرکردگی میں سلطان کے لشکر کے حصہ سے آن ملا تھا۔ اس طرح سلطان کے لشکر کو مزید تقویت ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد راجہ نندا نے یہ اندازہ لگا لیا کہ اب اُسے اپنے سامنے شکست صاف دکھائی دے رہی ہے۔ لہٰذا اسے خدشہ پیدا ہوا کہ اگر پسپا ہونے، بھاگنے، فرار اختیار کرنے میں زیادہ دیر کی تو ہو سکتا ہے کہ سلطان کا لشکر انہیں چاروں طرف سے گھیر لے۔ اس لئے کہ ان کے لشکر کا جو حصہ کافی آگے بڑھ گیا تھا اسے تو سلطان کے لشکر کے تینوں حصوں نے ایک طرح سے گھیر کر اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور اب سلطان اور اس کے لشکر کے دوسرے حصے آگے بڑھ کر بڑی تیزی سے

Marfat.com

راجاؤں کے متحدہ لشکر کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے راجہ نندا فوراً حرکت میں آیا۔ اپنے حصہ کے لشکر کو اس نے سمیٹا اور دریائے گنگا کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرے راجہ بھی جدھر کسی کا منہ اُٹھا اپنی جان بچانے کو بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اور پھر یہ سارے راجہ چکر لگاتے ہوئے کالنجر کے راجہ نندا کے پیچھے پیچھے دریائے گنگا کے اس پار ہو لئے تھے۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی کو جب خبر ہوئی کہ سارے راجہ اپنے لشکر کو لے کر دریائے گنگا کے اس پار چلے گئے ہیں اور متحد ہو کر ایک بہت بڑی طاقت کی صورت میں اس کے سامنے آنا چاہتے ہیں تو اس نے بڑی برق رفتاری کے ساتھ پیش قدمی کی اور دریائے گنگا کو عبور کرنے کے بعد جن کھلے میدانوں کے اندر دشمن قیام کئے ہوئے تھے، وہاں اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ راجہ نندا اور اس کے حمایتیوں نے بڑی سوچ بچار کے بعد ایک بار سلطان محمود غزنوی کو اپنے سامنے زیر کرنے کے لئے ایک عمدہ منصوبہ بندی کی تھی اور وہ یہ کہ انہوں نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا اور تین مختلف سمتوں میں انہوں نے سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے پڑاؤ کر لیا تھا۔ سامنے کی طرف ہندوستان کے متحدہ لشکروں کا پڑاؤ تھا، بائیں جانب دریائے گنگا سے ذرا دور راجہ نندا اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا اور حیرت کی بات یہ کہ اس موقع پر لاہور کا راجہ بھی اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ راجہ نندا سے آن ملا تھا اور دائیں جانب قنوج کا نیا راجہ ترلوچن پال اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔

چنانچہ سلطان کے آتے ہی دشمن قوتوں نے سلطان سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔ پہلے انہوں نے انفرادی مقابلے کی ابتدا کی اور اپنا ایک عمدہ اور نہایت ہنرمند تیغ زن میدان میں اتارا اور اس نے میدان کے وسطی حصہ میں آنے کے بعد عبداللہ قراتکین کا نام لے کر اسے مقابلہ کی دعوت دی۔

ایسا شاید سارے متحدہ راجہ اس لئے کرنا چاہتے تھے کہ عبداللہ قراتکین نے اس

Marfat.com

سے پہلے مختلف راجاؤں کے راجکماروں کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا لہٰذا وہ لوگ اس کے دشمن ہو چکے تھے اور کسی نہ کسی صورت میں اُسے نقصان پہنچا کر اپنے مرنے والے راجکماروں کا انتقام لینا چاہتے تھے۔

چنانچہ جب آنے والے نے عبداللہ قراتکین کا نام لے کر مقابلے کی دعوت دی، اس موقع پر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا عبداللہ قراتکین سلطان کے پاس آیا، انفرادی مقابلے پر اُترنے کی اجازت لی جس پر سلطان نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دی۔ عبداللہ قراتکین مسکرایا، اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی اور میدان کے وسطی حصہ کی طرف بڑھا تھا۔

ایسے میں مسلمانوں کے پڑاؤ کے اندر بھی بڑی ہلچل موجود تھی اور عورتیں اپنے آپ کو تلواروں سے مسلح کرنے کے بعد پڑاؤ میں اِدھر اُدھر پڑاؤ کی حفاظت کے لئے چکر لگانے لگی تھیں۔

عورتوں کا ایک گروہ جس وقت عبداللہ قراتکین کے خیمے کے باہر سے گزرنے لگا تو انہوں نے دیکھا، کوشل سجدے میں گر کر انتہائی عاجزی و انکساری اور تقریباً روتے ہوئے انفرادی مقابلے میں عبداللہ قراتکین کی کامیابی اور فتح مندی کے لئے دعا مانگ رہی تھی۔ بیچ بیچ میں سسک بھی رہی تھی۔

یہ ساری صورتِ حال دیکھتے ہوئے ایک عورت اپنی ساتھی عورتوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اس کو کہتے ہیں انقلابِ زمانہ۔ خداوندِ قدوس کا یہ جہاں بھی عجیب ہے۔ کوشل نام کی یہ لڑکی کبھی امیر عبداللہ قراتکین کی بدترین دشمن تھی اور اس کے قتل کے درپے تھی اور اب ایسا انقلاب ہوا کہ اس کی طرف غور سے دیکھو، مصلے پر گری ہوئی ہے اور رو رو کر عبداللہ قراتکین کی کامیابی اور اس کی فتح مندی کے لئے بڑی عاجزی اور انکساری سے دعائیں مانگ رہی ہے۔"

ساری عورتوں نے کوشل سے متاثر ہو کر اس عورت کے ان خیالات کی تائید کی تھی۔ پھر وہ مسلح عورتیں پڑاؤ کی حفاظت کی خاطر چکر لگاتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھیں۔

Marfat.com

عبداللہ قراتکین اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا جب میدان کے وسطی حصہ میں انفرادی مقابلہ میں اُترنے والے کے سامنے گیا، تب وہ دیو پیکر انسان جو انفرادی مقابلہ کے لئے اُترا تھا، بڑے غور سے عبداللہ قراتکین کی طرف دیکھنے لگا، پھر عبداللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرا نام سوم دیو ہے اور تم یقیناً سلطان محمود غزنوی کے سالار عبداللہ قراتکین ہو۔''

اس پر عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

''جب تم نے عبداللہ قراتکین کو انفرادی مقابلہ کی دعوت دی ہے تو پھر وہی تمہارے مقابلہ پر اُترے گا۔ میں ہی عبداللہ قراتکین ہوں۔''

جواب میں اس نے ایک ہلکا ہلکا لیکن بڑا مکروہ قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

''اس سے پہلے کوئی تم سے انتقام نہیں لے سکا........ میں تم سے پوچھتا ہوں کیا بھٹنڈا کے دونوں راجاؤں، لاہور کے راجہ جے پال کے ایک سورما، اس کے علاوہ گکھڑ قوم کے سالار کو تو نے ہی انفرادی مقابلہ میں زیر کر کے ان کی گردن کاٹی تھی؟''

اس موقع پر عبداللہ قراتکین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''تیرا کہا درست ہے۔ لیکن اس میں تُو ایک اضافہ کرنا بھول گیا۔''

''کیسا اضافہ؟'' سوم دیو نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

جواب میں عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

''تُو نے بھٹنڈا کے راجکماروں کے علاوہ لاہور کے راجکمار، پھر کھکروں کے سالارِ اعلیٰ نندی وردن کا ذکر کیا۔ ان کے علاوہ بھی اب ایک شکار ہے۔''

''وہ کون سا؟'' سوم دیو نے پوچھا۔

اس پر اپنی تلوار اس کی طرف لہراتے ہوئے عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

''وہ تم ہو۔ ان چاروں کا خاتمہ کر کے اب تُو نے انفرادی مقابلے کا یہ میدان سجایا ہے تو میرے ہاتھوں انفرادی مقابلہ میں مرنے والوں میں پانچواں نمبر تمہارا ہو گا۔ سوم دیو! کسی وہم و گمان میں نہ رہنا، اس لئے کہ........

Marfat.com

سوم دیو نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا، پھر عبداللہ قراتگین کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

''تیری بھول، تیری غلط فہمی ہے۔ میں تو اپنے مدِ مقابل کی روح زخمی، جسم گھائل کر کے رکھ دیتا ہوں اور اس کی حالت سوکھے پتوں، ٹوٹے آئینوں سے بھی ہولناک بناتا ہوں۔ سن وقت گزیدہ انسان! جب تُو میرے ساتھ ٹکرائے گا، تب تیری زندگی کے محور کو میں بے منظر و بے وقعت کروں گا۔ تیری حالت بھڑکتی آگ کے غضب میں بے وارثی کی شام، کھوئی پرواز کے متلاشی طیور اور دیارِ وقت میں فنا کے ہاتھوں شام کے لمحوں میں ناتواں زرد پتوں کی سی بنا کر رکھوں گا۔''

سوم دیو کے ان الفاظ کے جواب میں ایک غائر نگاہ عبداللہ قراتگین نے اس پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''سن سوم دیو! یہ تو وقت بتائے گا۔ جب ہم دونوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں گی، تب ہی فیصلہ ہو گا کہ لفظوں سے محروم نطق اور تذلیل و بے چارگی کی وراثت کس کے مقدر میں آتی ہے۔ سوم دیو! ایک بات یاد رکھنا، جب میں جبرِ مسلسل کے حصار میں اندھی ہواؤں کی سرسراہٹوں کی طرح تم پر وارد ہوں گا تب تمہاری حالت میرے ہاتھوں بے آواز الفاظ، لاسمت جذبوں سے بھی زیادہ ابتر ہو کر رہے گی۔''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر سوم دیو زیادہ برہمی کا شکار ہو گیا تھا۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عبداللہ قراتگین نے اسے مخاطب کیا۔

''اب لاف و گزاف کے سلسلے میں مزید کچھ مت کہنا۔ آ! مقابلہ کی ابتدا کریں اور پھر دیکھتے ہیں، کون لفظوں سے مجروح نطق اور ناتواں زرد پتوں سا ہوتا ہے اور کون کس کو سوچوں کی خونی لکیروں اور تپتے ہونٹوں کی تشنگی جیسا بنا کر رکھتا ہے۔''

سوم دیو نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور عبداللہ قراتگین پر وہ مجنونانہ جستجو میں آگ اور آہن کے کھیل، مقدر کی راہوں پر نزول کرتی وقت کی بے رحم خونی چٹانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے عبداللہ قراتگین بھی آتش فشاں کے کرب وجدان

Marfat.com

اور مجھے اُمید ہے کہ میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ میں مسلمانوں کے اس تیغ زن سے کوی راج کا ایسا انتقام لوں گی کہ اس کی آنے والی نسلیں اور پشتیں یاد رکھیں گی۔"

کوشل دیوی کے ان الفاظ کا راجہ جے پال نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس مسکراتے ہوئے کوشل دیوی کی طرف دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے اجتماعی حملے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ اس لئے کہ کوی راج کے اس طرح انفرادی مقابلے میں مارے جانے سے اس کے لشکریوں کے حوصلے یقیناً پست ہوئے تھے اور اپنے لشکریوں کی اس کیفیت کو زائل کرنے کے لئے وہ جنگ کی فی الفور ابتدا کر دینا چاہتا تھا۔

دوسری طرف عبداللہ قراتگین جب انفرادی مقابلہ جیتنے کے بعد اپنے لشکر کے سامنے کھڑے سلطان محمود غزنوی کے قریب گیا، تب سلطان نے ایک مسکراتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی، پھر سلطان عبداللہ قراتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"قراتگین کے بیٹے! تُو کیا خوب اپنے مدِ مقابل پر کہر کے غلاف، سحر کی کرنوں، بے ثمر کرتی ساعتوں اور صحرائی وسعتوں میں ریت کے گراوُز کی طرح چھا گیا۔ میں تجھ جیسے درویش خصلت اور تیز عقابی نگاہیں رکھنے والے مجاہد کی عظمت، آندھیوں اور طوفانوں سے بھڑ جانے والے تیغ زن کی شجاعت اور فنا کی اندھی پکار پر لبیک کہہ کر تاریخ کا سرمایہ بن جانے والے جنگجو کی شجاعت، دلیری اور عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں۔"

سلطان محمود غزنوی کے ان الفاظ پر عبداللہ قراتگین مسکرا دیا، قریب جا کر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! عبداللہ قراتگین نے کچھ نہیں کیا، صرف اپنا فرض ادا کیا ہے۔ قسم خداوند وحدہٗ لاشریک کی، ایسے انفرادی مقابلوں میں اگر دشمن مجھے سینکڑوں بار بھی للکارے تو لبیک کہتے ہوئے میدان میں اُتروں اور دشمن کے ہر تیغ زن کو اپنے خداوند قدوس کا نام لے کر رگیدتا چلا جاؤں۔"

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر سلطان نے خوشی کا اظہار کیا۔ اتنے میں ایک لشکری بھاگتا ہوا آیا اور وہ عبداللہ قراتگین سے مرنے والے کوی راج کے گھوڑے کو

Marfat.com

لے کر لشکر کے پیچھے چلا گیا تھا۔ عبداللہ قراتکین سلطان کے پہلو میں آن کھڑا ہوا۔

اب مسلمانوں کے لشکر کی حالت یہ تھی کہ وسطی حصے میں سلطان تھا۔ سلطان کے ساتھ ایاز کھڑا تھا اور سلطان کے دائیں جانب عبداللہ قراتکین تھا۔ بائیں جانب دوسرا بڑا سالار احمد نیالتگین تھا جبکہ شکر کے بائیں پہلو کی کمانداری بڑا سالار ارسلان جاذب اور بائیں حصے کی کمانداری عبداللہ طائی کے پاس تھی۔

اس موقع پر سلطان محمود غزنوی نے ایک نگاہ باری باری عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتگین پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

"میرے دونوں عزیز ساتھیو! تم جانتے ہو ہمارے لشکر کا وسطی حصہ اس وقت ہماری کمانداری میں ہے۔ وہ تعداد میں دوسرے حصوں سے زیادہ ہے۔ میں چاہتا ہوں جنگ کی ابتدا راجہ جے پال کی طرف سے ہو۔ اس لئے کہ وہی لشکر لے کر ان علاقوں کی طرف آیا ہے۔ اور پھر اس کا تیغ زن چونکہ انفرادی مقابلے میں مات کھا گیا ہے لہٰذا وہ خود ہی جنگ کی ابتدا کرے گا۔ صفیں درست کرنے سے پہلے لشکر کے اپنے اس وسطی حصے کو جب ہم نے تین جگہ تقسیم کیا تھا تو یاد رکھنا جس وقت جے پال کے ساتھ ٹکراؤ ہو گا تو کچھ دیر تک اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ دشمن پر ضرب لگائی جائے گی۔ میں جب دیکھوں گا کہ ہمارے لشکر کا وسطی حصہ دشمن کے وسطی حصے پر چھاتا چلا جا رہا ہے، تب میں تکبیریں بلند کروں گا۔ میری ان تکبیروں کے جواب میں عبداللہ قراتکین! تم اپنے حصے کے لشکر کو للکارتے ہوئے ذرا دائیں جانب زیادہ زور ڈالنا۔ تمہارے ایسا کرنے سے ارسلان جاذب کو قوت ملے گی اور مجھے امید ہے کہ ارسلان جاذب دشمن کے بائیں پہلو کو رگید کر رکھ دے گا۔ ایسا ہی احمد نیالتگین بائیں طرف کرے گا اور عبداللہ طائی کے لئے راستہ ہموار کرے گا تاکہ وہ دشمن کے دائیں پہلو کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب رہے۔ اور اگر میں نے اس دوران تکبیریں بلند نہ کیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وسطی حصہ پورے کا پورا دشمن کے وسطی حصے پر ضربیں لگائے گا تاکہ اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دے۔"

یہاں تک کہتے کہتے سلطان محمود غزنوی خاموش ہو گیا۔ اس لئے کہ راجہ جے پال کے لشکر کے اندر اندھا دھند نعرے بلند ہونے لگے تھے۔ نرسنگے بجنے لگے تھے۔

Marfat.com

اس کے بعد بڑے خوف ناک انداز میں طبل بج اُٹھے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ راجہ جے پال حملے کی ابتدا کرنے لگا ہے۔

اس کے بعد راجہ جے پال اور اس کے سالاروں نے اپنے لشکر کو دھرتی پر پھیلتے ظلمتوں کے غبار میں وحشی تماشے کھڑے کرتے موت کے اژدھا، بے تاب امنگوں کے جنون میں خونخوار جلاد کی طرح آگے بڑھایا، پھر راجہ جے پال اپنے پورے لشکر کے ساتھ سلطان کے لشکر پر تلخ حقائق کی صورت زندگی کی رمق چھینتی اندھی بھوکی جبلت، درد کے بستر سجاتی موت کی چاپ اور زندہ رہنے کی جدوجہد چھینتے فنا کے آنچل کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسی وقت سلطان محمود غزنوی اور اس کے سالاروں نے جوابی کارروائی کی۔ وہ بھی راجہ جے پال کے لشکر پر سنسان فضاؤں میں نزول کرتے عذابِ الیم، دیدہ و دل کے ویران دریچوں میں تباہی اور بربادی پھیلاتے افکار کے ہجوم، خزاں کے مرگ خیز المیے پھیلاتے تقدیر کے مہیب جھکڑوں اور جسم و روح کی خواہشوں تک کو منجمد کر دینے والی جوش مارتی برفانی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

یوں پشاور کے نواح میں دونوں لشکر جوش مارتی تپش و کھولن، درد کے ہزاروں گھاؤ لگاتی بے قرار عذابوں کی اُڑتی گرد، دہکتے سورج تلے بربادی کی اندھی کالی گلیاں سجاتی فضا کی بدترین تابکاری کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے۔

راجہ جے پال کو یہ بڑا تکبر اور گھمنڈ تھا کہ سلطان محمود غزنوی کے مقابلے میں اس کے لشکر کی تعداد چونکہ بہت زیادہ ہے لہٰذا فتح اور کامرانی اس کے قدم چومے گی۔ لیکن سلطان نے اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ ایسے جانبازانہ انداز میں حملے کئے کہ راجہ جے پال ہی نہیں، اس کے سالاروں اور لشکریوں تک کو بوکھلا کر رکھ دیا۔ گو راجہ جے پال کے مقابلے میں سلطان محمود کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی، اس کے باوجود اس جنگ میں سلطان محمود غزنوی نے اپنی عسکری ہنرمندی، اپنی جواں مردی اور اپنی جرأت مندی سے کام لیتے ہوئے راجہ جے پال کو بدترین شکست دی۔

اس جنگ کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ پشاور کے نواح میں لڑی جانے والی اس جنگ میں چونکہ سلطان محمود غزنوی کو شاندار فتح نصیب ہوئی تھی، لہٰذا اسلامی

Marfat.com

فاتح ہونے کی وجہ سے سلطان محمود غزنوی کو لوگوں نے غازی کا نام بھی دیا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اس جنگ کے نتیجے میں خود راجہ جے پال اور اس کے پندرہ اشخاص جن میں اس کے بیٹے اور رشتہ دار بھی تھے، گرفتار ہوئے۔ اس کے لشکر کے پانچ ہزار عسکری موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور باقی بدحواس ہو کر پریشانی کی حالت میں اپنی جانیں بچانے کے لئے فرار ہوئے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس معرکے میں بہت سا مال و اسباب سلطان محمود غزنوی کے ہاتھ لگا، بہت سی دوسری اشیاء کے علاوہ سولہ جڑاؤ مالے تھے جو قیدیوں کے گلے سے اُتر گئے تھے جن میں ہر مالے کی قیمت جوہریوں کے اندازے کے مطابق ایک لاکھ اسّی ہزار دینار تھی۔

اس شاندار اور عظیم فتح کے بعد سلطان محمود غزنوی راجہ جے پال اور اس کے ساتھ گرفتار ہونے والے پندرہ افراد کو لے کر اپنے لشکر کے ساتھ واپس غزنی کی طرف چلا گیا تھا۔

دوسری طرف راجہ جے پال کا بیٹا انند پال شکست خوردہ لشکر کو لے کر لاہور کی طرف بھاگا۔ مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا۔ شاید اس خوف کے تحت کہ اگر اس نے کہیں رکنے کی کوشش کی تو سلطان محمود غزنوی یا اس کے سالاروں میں سے کوئی تعاقب کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ چنانچہ اس نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور لگاتار خوف و ہراس کی صورت میں سفر کرتا ہوا دریائے چناب کے کنارے آن رکا تھا۔

دریا کے کنارے پہنچ کر اسے کچھ یقین اور اعتماد ہوا کہ اب اس کا تعاقب نہیں کیا جائے گا لہٰذا وہ محفوظ ہے، اپنے لشکر کو اس نے وہاں روکا تاکہ جو زخمی تھے ان کی دیکھ بھال کی جا سکے۔ ان میں کچھ تو سفر کے دوران ہی مر گئے، جو بچ پائے، دریائے چناب کے کنارے ان کی دیکھ بھال کی گئی۔

جس وقت لشکر کے زخمیوں کی مرہم پٹی کی جا رہی تھی، انند پال دریائے چناب کے کنارے آن کھڑا ہوا۔ اس وقت دریائے چناب بھرپور انداز میں کناروں تک بہہ رہا تھا۔ راجہ جے پال کا بیٹا انند پال کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں دریائے چناب

Marfat.com

کی طرف دیکھتا رہا۔ اتنے میں اس کی ماں رانی پدماوتی، دونوں بہنیں کوشل دیوی اور کاشی کماری اس کے پاس آن کھڑی ہوئی تھیں۔ انہیں اپنے قریب آتے دیکھ کر انند پال چونکا تھا۔ اس موقع پر حسین اور خوب صورت کوشل دیوی نے عجیب سے انداز میں اپنے بھائی انند پال کو مخاطب کرتے ہوئے دکھ بھرے انداز میں کہا تھا۔

''بھائی! یہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہو گیا؟ مسلمانوں کے سلطان کے مقابلے میں ہمارے لشکر کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی، اس کے باوجود کیا وجہ ہے کہ شکست ہمارا ہی مقدر بنی؟ اور یہ تیسری شکست ہے جو ہمیں غزنی کے حکمرانوں سے ہوئی۔ اس سے پہلے دو بار ہمیں محمود کے باپ سبکتگین کے ہاتھوں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور اب تیسری بار ہمیں شکست سبکتگین کے بیٹے محمود کے ہاتھوں ہوئی ہے۔

بھائی! آپ جانتے ہیں، پتا جی اکثر کہا کرتے تھے کہ سبکتگین چونکہ جنگ کا بڑا وسیع تجربہ رکھتا تھا لہٰذا اس کے مقابلے میں ہمیں ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔ پتا جی یہ بھی کہا کرتے تھے کہ سبکتگین کا بیٹا محمود چونکہ اپنے باپ جیسا جنگ کا تجربہ نہیں رکھتا، لہٰذا اس کے ساتھ اگر جنگ ہوتی ہے تو اسے ہم بدترین شکست دیں گے۔ نہ صرف ماضی کی اپنی ناکامی کا انتقام لیں گے بلکہ سبکتگین کے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیں گے۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ میں سمجھتی ہوں یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمیں تیسری بار بھی ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور یہ شکست ایسی ہولناک ہے جس کے نتیجے میں ہمارا باپ اور ہمارے کچھ بھائی اور سرکردہ اُمراء بھی گرفتار ہو گئے ہیں اور مسلمانوں کا سلطان یقیناً انہیں اپنے ساتھ غزنی لے گیا ہے۔ اب دیکھیں مسلمانوں کے ہاتھوں ہمارے باپ پر کیا گزرتی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل دیوی جب خاموش ہوئی، تب دکھ بھرے انداز میں انند پال کہنے لگا۔

''سمجھ نہیں آئی کہ مسلمانوں کے ہاتھوں ہمیں کیسے اور کس طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔''

انند پال کے ان الفاظ کے جواب میں کوشل دیوی غرائے ہوئے انداز میں بول اٹھی۔

Marfat.com

''بھائی! یہ سب کچھ انفرادی مقابلے کی نحوست اور برے شگون کی وجہ سے ہے۔ کوی راج کے مقابلے میں مسلمانوں کا جو تیغ زن انفرادی مقابلے کے لئے اُترا تھا، کیا آپ نے اس کا نام جاننے کی کوشش کی ہے؟''

اس پر انند پال کہنے لگا۔

''کوشل دیوی! میری عزیز بہن! کوی راج سے انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کا جو تیغ زن اُترا تھا، اس کا نام عبداللہ قراتگین ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ بڑا لاجواب اور نایاب قسم کا تیغ زن ہے۔ یہ بات کوئی نہ بھی بتاتا، تب بھی اس کی کارگزاری سے ثابت ہے۔ اس لئے کہ کوی راج ہمارے راج میں سب سے عمدہ اور بہترین تیغ زن خیال کیا جاتا تھا لیکن مسلمانوں کے اس تیغ زن عبداللہ قراتگین نے کوی راج کو بڑی آسانی سے اپنے سامنے زیر کرتے ہوئے اس کی گردن کاٹ دی۔''

انند پال کے ان الفاظ کے جواب میں کوشل دیوی بول اُٹھی۔

''بھائی! یہ اسی عبداللہ قراتگین کی نحوست اور برے شگون کا نتیجہ ہے کہ ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے جو انفرادی مقابلے میں کامیابی حاصل کر کے کوی راج کی گردن کاٹی تو اس سے میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے لشکر کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ یہی پستگی ہماری شکست اور ذلت کا سبب بن گئی۔

ایک لحہ کوشل دیوی دم لینے کے لئے رکی، پھر دوبارہ اس نے انند پال کو مخاطب کیا۔

''بھائی! یہ جس تیغ زن کا نام آپ نے عبداللہ قراتگین بتایا ہے، کیا یہ مسلمانوں کے سلطان کے لشکر میں........''

یہاں تک کہتے کہتے کوشل دیوی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کا بھائی انند پال اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ عبداللہ قراتگین مسلمانوں کے سلطان محمود کے بہترین اور عمدہ سالاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد انند پال جب رکا تب اس کی ماں رانی پدماوتی انند پال، کوشل دیوی اور کاشی کماری تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

Marfat.com

”ہمیں یہاں دریا کے کنارے نہیں کھڑا ہونا چاہئے۔ لوگ زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں....... اگر ہم ان کے ساتھ مل کر کام نہیں کر سکتے تو ان کی نگرانی تو کر سکتے ہیں۔“

کوشل دیوی اور کاشی کماری دونوں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر وہ دریا کے کنارے سے ہٹ کر لشکر گاہ کی طرف جا رہے تھے۔

انند پال نے اپنے اس شکست خوردہ لشکر کے ساتھ ایک دن اور ایک رات دریائے چناب کے کنارے قیام کیا، اس کے بعد وہ اپنے اس بچے کھچے لشکر کو لے کر لاہور کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

Marfat.com

غزنی میں اسیری کے دوران سلطان محمود غزنوی نے راجہ جے پال سے پوچھا کہ تم نے کیوں ہم کو باز بار دق کرنے کا ارادہ کیا؟"

اس پر جے پال جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس مرتبہ میری خطا معاف کی جائے اور مجھ کو چھوڑ دیا جائے۔ میں اب تا زیست فرمانبرداری سے انحراف نہیں کروں گا۔ آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں گا اور پنجاب کو غزنی کا ایک صوبہ سمجھ کر آپ کی جانب سے حکومت کروں گا اور سالانہ خراج بلا عذر بھیجتا رہوں گا۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی نے انتہائی شرافت سے کام لیتے ہوئے راجہ جے پال کی اس گزارش اور استدعا کو قبول کر لیا اور اسے رہا کر کے غزنی سے لاہور کی طرف روانہ کر دیا۔

اس طرح راجہ جے پال تقریباً آٹھ مہینے تک سلطان محمود غزنوی کے اسیر کی حیثیت سے غزنی شہر میں رہا۔ اس کی غیر موجودگی میں لاہور میں اس کا بیٹا انند پال جو معرکۂ جنگ سے فرار ہو کر اپنی جان سلامت لے آیا تھا، اس کے علاقوں کا بندوبست کرتا رہا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہاں سوچنے اور غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ راجہ جے پال تیسری مرتبہ سلطنت غزنوی پر حملہ آور ہوا اور غزنی کی مملکت کے کچھ حصوں کے لوگوں کو باغی بنا کر اپنے ساتھ شامل کیا اور اس کے باوجود سلطان محمود کی مٹھی بھر سپاہ سے شکست کھا کر دوسری مرتبہ گرفتار ہوا۔

جبکہ سلطان محمود غزنوی کی یہ حالت تھی کہ اس نے ابھی تک دریائے سندھ کے

Marfat.com

اس طرف قدم نہیں رکھا تھا جبکہ غیر مسلم مؤرخین اس لڑائی کو سلطان محمود غزنوی کا ہندوستان پر تیسرا حملہ قرار دیتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ مسٹر ماسڈن، جے سی ایلین اور مسٹر ہنٹر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سر جان میلکم بھی یک زبان ہو کر یہ لکھ دیتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے اور ہندوستان کی دولت سمیٹ کر غزنی لے جانے کے لئے بلاوجہ بے چارے ہندوؤں پر حملے کرتا رہا اور وہ ہندوؤں کا بلا سبب قتل کرنا ثواب کا کام سمجھتا تھا۔

اسی مارسڈن نے اپنی طرف سے محمود کے اس فرضی حملے کا ایک سبب یہ بھی تصنیف کر دیا ہے اور لکھتا ہے:

> ''سلطان محمود غزنوی ابھی بچہ ہی تھا کہ اس نے اکثر اوقات گراں بہا مال و منال سے لدی ہوئی اونٹوں کی لمبی لمبی قطاریں اپنے باپ کے ملک سے پار ہوتی دیکھی تھیں۔ وہ سوداگروں سے بات چیت کیا کرتا تھا جو بڑے بڑے شہروں اور پُراز دولت مندروں کا حال سناتے تھے۔ اس پر وہ کہتا کہ جب میں بڑا ہو کر بادشاہ بنوں گا تو ہند کے راجاؤں کے ساتھ لڑوں گا اور ان سے سارا سونا چاندی اور قیمتی مال و اسباب چھین کر غزنی لے آؤں گا۔''

اسی طرح کا ایک اور غیر مسلم مؤرخ سلطان کے متعلق لکھتا ہے:

> ''سلطان محمود کا ہند کی دولت پر تو دانت تھا ہی مگر ساتھ یہ بھی آرزو تھی کہ بڑے بڑے بانکے راجپوتوں کو تلوار کے زور سے مسلمان کرے۔''

ایک اور غیر مسلم مؤرخ جے سی ایلین لکھتا ہے:

> ''محمود لوگوں کو مسلمان بنانے کے لئے شہروں کو برباد کر دیتا تھا۔ جو مسلمان ہونے سے انکار کرتا اس کو قتل کر ڈالتا تھا۔ اس نے شہروں کو برباد کیا، مندروں کو گرا دیا، متبرک برہموں کو جن کی ہندو عزت کرتے تھے، قتل کر ڈالا، گاؤں اور قصبوں کو اُجاڑ دیا، پختہ غلوں کے کھیتوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ خوش و خرم گھروں کو ماتم کدہ بنا

Marfat.com

دیا۔ راجہ جے پال والیء لاہور نے اپنے ملک کو بچانے کے لئے سخت کوشش کی۔ سلطان محمود ایک جرار لشکر لے کر کوہستانی علاقوں سے گزرتا ہوا ہندوستان کے میدانوں پر حملہ آور ہوا۔ شہر پشاور کے نزدیک اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔ راجہ جے پال راجپوت سوار، پیدل اور بہت سے ہاتھی لے کر حملہ آور فوج کو پسپا کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ مسلمان لشکریوں نے تلوار سے ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹ ڈالیں اور تیروں سے ان کی ٹانگیں زخمی کر دیں۔ مسلمانوں نے مذہب کے جوش میں متاثر ہو کر ہندوؤں پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کی فوج تتر بتر ہو کر بھاگ گئی۔ محمود کے لشکری راجہ جے پال کو رسیوں سے باندھ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے اور نیز انہوں نے بہت سے ہندوؤں کو قید کر لیا۔ کچھ قیدیون کے ہاتھ ان کی کمر سے باندھ دیئے، بعض کو ان کے کان پکڑ کر اور بعض کو گردن پر تھپڑ مارتے ہوئے لے چلے۔

اس کے علاوہ مسٹر میلکم جسے بڑا سنجیدہ مزاج مورخ خیال کیا جاتا ہے، وہ بھی انہی کی طرح مسلمان دشمنی پر اترتا ہے اور جو کچھ دوسرے لوگوں نے مسلم دشمنی میں محمود کے سر پر تھوپا تھا، مسٹر میلکم نے وہی کچھ محمود کے بجائے اس کے باپ سبکتگین کے سر پر لاد دیا۔ وہ سلطان سبکتگین کے متعلق لکھتا ہے:

> ''اس نے ہندوستان پر اس لئے حملہ کیا تھا کہ ہندوستان کی دولت کا حال وہ سن چکا تھا اور لوٹ کی چاٹ اسے بے ڈھب لگی تھی اور علاوہ اس کے بڑی غرض یہ تھی کہ بت پرستوں کے دین اور مذہب کو خاک میں ملا دے اور اپنے پیغمبرؐ کی ملت کو اجالے۔ چنانچہ اس نے پہلے پہل جے پال کو شکست فاش دی جو ان دنوں شمالی ہند کا راجہ تھا، پنجاب پر قبضہ کیا اور پنجاب کو لوٹا کھسوٹا اور دوسری مہم میں پہلی مہم کی بہ نسبت بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ یعنی ہندوستان کے راجہ پر بڑے معرکہ میں غالب آیا۔''

Marfat.com

ان یورپی مؤرخین کے سلطان محمود غزنوی اور اس کے باپ سبکتگین سے متعلق ایسی باتوں سے متعلق مسلمان مؤرخین لکھتے ہیں:

"جے پال اور سبکتگین کی دو لڑائیوں اور جے پال اور سلطان محمود کی ایک لڑائی کا حال جو بیان ہوا ہے اس کو اگر پڑھا جائے اور یورپی مؤرخوں کا بیان بھی یاد کیا جائے اور تحقیق کی جائے کہ آج تک کسی نے ان عالیجاہ مؤرخوں سے یہ دریافت کرنے کی بھی جرأت کی کہ جناب آپ نے محمود کو اپنے باپ کی سلطنت میں سوداگروں سے باتیں کرتے اور ہندوستان کے راجاؤں سے لڑنے اور ہندوستان کی دولت غزنی لے جانے کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے خود سنا تھا اور جے پال کو رسیوں سے باندھنے اور اس کے ہمراہیوں کو کان پکڑ کر لے جاتے اور مارتے ہوئے خود دیکھا تھا یا محض زینت کلام کے طور پر آپ کے دماغ کی اختراع ہے اور یہ حالات اور اسباب جو آپ نے بیان کئے ہیں کس تاریخ یا کس ماخذ سے آپ کو معلوم ہوئے ہیں۔"

مسلم مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ انہی یورپی مؤرخین کی لکھی ہوئی کتابوں کے حوالے سے اثبات مدعا کے لئے تمام ہندو اور یورپی مصنفین اسی طرح پیش کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں گویا انہوں نے اپنی تحقیق حد کمال تک پہنچا دی ہے اور اب ان کے مخاطب کو علم الیقین اور عین الیقین کے مدارج سے گزر کر حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ جانا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہندوستان کی نفسیات سے واقف ہو چکے ہیں ان کو موقع حاصل ہے کہ وہ بلا تکلف ان کو احمق اور الّو بنا کر اپنا الّو سیدھا کریں اور ان کی جہالت مآبیوں اور حماقت کا تماشا دیکھ دیکھ کر لطف اٹھائیں اور قہقہے لگائیں۔

مسلم مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ محمود غزنوی اگر واقعی لوگوں کو مسلمان بنانے اور جو انکار کرے اس کو فوراً قتل کر ڈالنے کا شوقین تھا تو تعجب ہے کہ راجہ جے پال آٹھ مہینے تک اس کے پاس ایک قیدی اور اسیر کی حیثیت سے تھا اور مسلمان نہ ہوا بلکہ ہندو کا ہندو بنا ہوا صحیح سلامت واپس اپنے مرکزی شہر لاہور پہنچ گیا۔ سلطان محمود

Marfat.com

غزنوی نے اس سے خراج گزاری اور فرماں برداری کا اقرار تو لیا مگر مسلمان ہونے کی فرمائش کبھی نہیں کی۔

اگر فرمائش کی تھی تو اس کے انکار پر اس کو قتل کیوں نہیں کیا؟ جے پال تو اس کے باپ سے بھی دو مرتبہ پہلے لڑ چکا تھا۔ اس نے پہلی مرتبہ اقرارِ اطاعت اور خراج گزاری کے وعدہ پر رہائی پا کر دوبارہ حملہ کیا اور اب سہ بارہ حملہ آور ہو کر محمود کے پنجے میں گرفتار ہوا تھا۔ ایسے بدعہد، دروغ گو اور فتنہ برپا کرنے والے کو سوائے محمود کے اور کون ہے جس نے اس طرح رہائی دی ہو اور عزت کے ساتھ اس کے علاقوں کی طرف رخصت کیا ہو تو کیا دنیا میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی سفید جھوٹ ہو سکتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کو ظالم اور جے پال کو مظلوم بتایا جاتا ہے اور جے پال کی یورش کو محمود کا حملہ قرار دے دیا جاتا ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے جے پال کو قول قرار لے کر غزنی سے ہندوستان کی طرف روانہ کیا اور خود چند مہینے بعد یعنی محرم 393ھ میں سیستان کی طرف گیا۔ اس لئے کہ اس نومفتوح علاقے میں بدامنی کے آثار پیدا ہوئے تھے جن کو محمود نے جا کر رفع کیا اور وہاں سے غزنی واپس آ کر دو تین سال تک غزنی میں مقیم رہا۔ اس عرصہ میں اس نے کیا کیا کام کئے اور کن مشاغل میں مصروف رہا، ان کو بیان کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ مگر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ہندوستان پر حملہ کرنے کا اس کو بھول کر بھی خیال نہ آیا۔ حدودِ ہند کی جانب سے بالکل مطمئن اور بے فکر تھا کیونکہ سلطنت پنجاب سے اس کی صلح تھی اور برائے نام خراج جس کا وعدہ جے پال سے اس نے لیا تھا، سالانہ غزنی پہنچ رہا تھا۔

مسلم مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ راجہ جے پال جب غزنی سے لاہور پہنچا تو اس نے اپنے بیٹے انند پال کو فرمانروائے پنجاب بنایا۔ بیٹے نے باپ کے لئے تخت خالی کرنا چاہا مگر جے پال نے انکار کیا اور انند پال کو محمود کی مخالفت نہ کرنے اور سالانہ خراج دیتے رہنے کی وصیت کر کے خود اپنے مذہبی عقیدے کے موافق آگ میں جل مرا۔ اس موقع کو تمام مؤرخین نے متفقہ طور پر اس طرح لکھا ہے:

"جے پال ایک مذہبی عقیدے کے موافق کہ جو راجہ دو مرتبہ

Marfat.com

دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو جائے اس کو آگ میں جل کر مر جانا چاہئے، آگ میں جل مرا تھا۔"

پرشاد ستارۂ ہند نے اپنی کتاب آئینہ تاریخ نما میں ایک سنسکرت زبان کا لفظ تشائل استعمال کر کے بتایا کہ تشائل پھوس کی آگ کو کہتے ہیں اور جے پال اسی آگ یعنی تشائل میں جل کر مرا تھا۔ ظاہر ہے جے پاس کے اس طرح مرنے نے ہندوستان کے مذہبی گروہوں میں خاص اثر کیا تھا اور مذہبی پیشواؤں یعنی برہمنوں نے راجہ کے اس حُسنِ عمل کا حال سن کر اس کو یقیناً مذہبی شہید کا مرتبہ دیا جس کے ساتھ ہی سلطان محمود غزنوی سے نفرت اور عداوت اور جے پاس کے جانشین انند پال سے محبت اور ہمدردی کا جوش پیدا ہونا لازمی تھا۔

ہندوستان کی آب و ہوا کے مخصوص اثر اور تمام مذکورہ واقعات کو ذہن میں رکھ کر اگر غور کیا جائے تو اس زمانے کے ہندوستان میں کس طرح سلطان محمود کے متعلق نفرت اور انتقام کے جذبات پیدا ہوئے ہوں گے اور نوزائیدہ برہمنی مذہب اور پرانے مسخ شدہ بدھ مذہب کے مناکشات دونوں مذاہب کے پنڈتوں نے فراموش کر کے کس طرح اپنی تمام تر توجہ اتفاق اور اتحاد اور دونوں مذاہب کے درمیان ایک مشترکہ راہ اختیار کر کے تمام باشندگانِ ہند کو سلطنت غزنی کے خلاف آمادہ ہو جانے کی کوششیں کی تھیں۔

چنانچہ جے پال کی خودکشی کے بعد ہندوستان میں فوراً ایک ایسے مذہب کی بنیاد رکھی گئی جس نے بدھ اور برہمنی مذہب کے ماننے والے دونوں شریک کئے جا سکتے تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ بادشاہوں اور لڑائیوں کی تاریخ لکھنے والے جب واقعات پر رائے زنی کرتے ہیں تو مذاہب اور قوموں کی تاریخ کو فراموش کر دیتے ہیں اور حقیقت حال کا چہرہ بے نقاب کرنے میں کماحقہٗ تلاش اور جستجو سے کام نہیں لیتے۔ جے پال کے بار بار سلطنت غزنوی پر حملہ کرنے اور تین مرتبہ شکست پانے کے بعد خودکشی کرنے اور اس کے بعد انند پال کے بھی باپ کے نقش قدم پر چلنے کا جہاں ایک طرف یہ نتیجہ ہوا کہ پنجاب کا علاقہ سلطنت غزنی میں شامل ہو گیا وہاں دوسری طرف اس سے بھی زیادہ اہم ایک یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ہندوستان کے دو

Marfat.com

رقیب مذاہب یعنی بدھ اور برہمنی مذہب کے عالموں اور پیشواؤں میں ایک زبردست صلح قائم ہو کر آئندہ کے لئے یہ مذہبی کشمکش بالکل نابود ہو گئی اور پنجاب کی بدھ حکومت کے برباد ہونے پر بدھ مذہب کے پیرو اکثر اس جدید مذہب میں جذب ہو گئے جو ہندوستان کے پنڈتوں نے پنجاب اور غزنوی کی حکومتوں میں مذکورہ سلسلۂ جنگ قائم ہونے کے سبب تجویز کیا تھا اور جس کا نام وشنومت رکھا گیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس مذہب کی ایک الگ مستقل مذہب بننے کی صلاحیت شنکر اچاریہ کی تعلیمات نے مہیا کر دی تھیں، جو محمود غزنوی سے تھوڑے ہی دنوں پہلے برہمنی مذہب کو بہت کچھ مرتب اور مدون کر چکا تھا۔ چنانچہ اسی کے متعلق ڈاکٹر بلیو ہنٹر تاریخ اہلِ ہند میں اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

> ''وشنو پوران کی تاریخ تصنیف 1045ء سے شمار کرنی چاہئے۔ اس پوران میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، قدیم روایتیں قلم بند ہیں جو سیو اور بدھ متوں کے ساتھ ساتھ چلتی آئی ہیں۔ اس پوران کے مسائل براہِ راست ویدِ سے نہیں لئے گئے بلکہ دو مشہور رزمیہ نظموں کی وساطت سے حاصل ہوئے ہیں۔ یہ اٹھارہ پورانوں یعنی علم الٰہی کی سنسکرت کتابوں میں سے ایک ہے جس میں برہمنوں نے وشنو اور پشو کے مخالف مذہبوں کو ایک جگہ جمع کیا ہے۔''

اس کے علاوہ مؤرخ ہنٹر جسے عموماً ہندو نواز مؤرخ کہا جاتا ہے، وہ بھی بغیر کسی تحقیق کے صرف مسلم دشمنی کو سامنے رکھتے ہوئے ہندو نوازی میں سلطان محمود غزنوی کے خلاف لکھنے میں پیش پیش دکھائی دیتا ہے۔

بہر حال، پشاور کے نواح میں راجہ جے پال کو بدترین شکست دینے کے بعد سلطان محمود غزنوی کی ساری توجہ سیستان کی طرف مبذول ہو گئی تھی اس لئے کہ سیستان پر قرامطیوں کا قبضہ ہو گیا تھا اور بقول مؤرخین سلطان محمود غزنوی قرامطہ کو اپنا سب سے بڑا اور شدید دشمن خیال کرتا تھا چنانچہ راجہ جے پال کی شکست کے بعد سلطان محمود غزنوی آندھی اور طوفان کی طرح سیستان کے قرامطیوں کے خلاف حرکت میں آیا اور ان پر ایسی ضرب لگائی کہ سیستان کو ان سے خالی کرا دیا۔ دوسری

Marfat.com

طرف راجہ جے پال کا بیٹا انند پال ایک طرف تو اپنے باپ جے پال کا تسلیم کردہ خراج روانہ کر کے سلطان محمود غزنوی کو مطمئن کرتا رہا اور دوسری طرف باپ کی بے عزتی کا انتقام لینے کی آرزو میں ہندوستان کے دوسرے راجاؤں، برہمنوں اور پنڈتوں سے مدد کا خواہاں رہا اور ان سے اعانت کی التماس بھی کرتا رہا۔

چنانچہ راجہ جے پال کی بدترین شکست کے بعد سلطان محمود غزنوی نے جب سیستان کے حالات کو بھی اپنے حق میں درست کر دیا اور وہاں سے اس نے قرامطہ کو نکال باہر کیا تو اس کے پاس یہ اطلاع پہنچی کہ قرامطہ نے بحرین سے ایک مہم بذریعہ سمندری جہاز سندھ کی بندرگاہ دیبل اور ٹھٹھہ میں بھیجی ہے۔ ان قرامطہ نے سندھ میں وارد ہو کر سندھ کے راجاؤں سے محمود کے خلاف معاہدے اور ہر قسم کی امداد پہنچانے کے وعدے کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انند پال کی حمایت پر اس طرف کے تمام راجہ آمادہ ہو گئے اور حمید خان جو قرامطی تھا، اس کا پوتا یا نواسا نام جس کا داؤد بن نصر تھا اور جو ملتان کا والی تھا، وہ بھی چونکہ قرامطی تھا لہٰذا وہ بھی محمود کی دشمنی پر اُترا اور محمود کے خلاف کارروائیاں کرنے کے لئے انند پال کے معاہدوں میں شریک ہو کر قرامطہ کے لئے ملجا و ماوا بن گیا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ملتان کی قرامطی ریاست کے متصل کوئی ہندو ریاست تھی اس کا نام مؤرخین نے باطنہ، کچھ نے بھاٹیہ، کچھ نے بھٹیز، کچھ نے بھیرہ بتایا ہے۔ جس طرح اس ریاست کا نام ہر مؤرخ جدا جدا بیان کرتا ہے اسی طرح اس کے محل وقوع میں بھی اختلاف ہے۔ کوئی اس ریاست کو پشاور کے شمال میں بتاتا ہے، کوئی اس کو ٹھٹھہ یا کراچی کا دوسرا نام سمجھتا ہے۔ کسی نے اس کو موجودہ ریاست پٹیالہ کا مقام بھٹنڈہ سمجھا ہے۔ کوئی اس کو متھرا اور قنوج کے قریب بتاتا ہے اور اس کو راجپوتانہ میں جگہ دیتا ہے۔ غالباً نام کے اختلاف نے محل وقوع میں بھی اختلاف پیدا کر دیا ہے مگر واقعات کی تفصیل سے کم از کم اس ریاست کی حدود ریاست ملتان کی حدود سے ملتی تھی اور غالباً اس کا محل وقوع ملتان سے جنوب اور مغرب اور دریائے سندھ اور بلوچستان اور ریاست مکران کے درمیان تھا۔

کچھ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ ریاست ملتان کے جنوب اور دریائے سندھ

Marfat.com

کے مشرقی جانب تھی۔ یہ ریاست یقیناً منصورہ کی بربادی کے بعد قائم ہوئی تھی۔ اس ریاست کے فرماں روا کا نام بجے رائے تھا۔ اس ریاست کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے محمود کے پاس دو وجوہات تھیں۔ پہلی یہ کہ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ پشاور کے نواح میں جو راجہ جے پال کی جنگ ہوئی تو اس جنگ میں بھیرہ یا بھاٹیہ کے راجہ بجے رائے نے سلطان محمود کے خلاف جے پال کی مدد کی تھی اور راجہ بجے رائے کا ایک لشکر راجہ جے پال کا ساتھ دیتے ہوئے محمود کے خلاف لڑا بھی تھا۔

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ راجہ جے پال کو بدترین شکست دینے کے بعد سلطان محمود غزنوی کے طلایہ گر اور مخبر بڑی تیزی سے دریائے سندھ کے مشرقی حصوں میں سرگرم تھے اس لئے کہ یہ حصے قرامطہ کا مرکز بنتے جا رہے تھے۔ محمود چونکہ قرامطیوں کا بدترین دشمن تھا لہٰذا ہر جگہ ان پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا اور جہاں کہیں بھی ان کا اجتماع ہوتا یا وہ قوت پکڑنے کی کوشش کرتے وہ ان پر حملہ آور ہوتا اور ان کا خاتمہ کرنا اپنا فرضِ اوّلین خیال کرتا تھا۔

ان دنوں بجے رائے کی ریاست بھاٹیہ میں چونکہ قرامطیوں کا اجتماع ہونا شروع ہو گیا تھا لہٰذا سلطان محمود غزنوی نے راجہ بھاٹیہ پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

سلطان محمود غزنوی جو قرامطہ کا دشمن ہو رہا تھا تو اس کی بھی بڑی وجوہات تھیں۔ اوّل یہ کہ قرامطی ہر جگہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اپنا فریضہ خیال کرتے تھے۔ دوسری وجہ یہ کہ قرامطیوں نے خانہ کعبہ کو نقصان پہنچایا تھا حجرِ اسود کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا تھا۔ قرامطہ کا یہ فعل یقیناً سلطان محمود غزنوی کے لئے ناقابلِ برداشت تھا اور وہ ہر صورت میں انہیں نیست و نابود کرنا چاہتا تھا۔

دوسرا یہ کہ قرامطہ نے خلیفہ بغداد کے مفادات کو بھی بری طرح نقصان پہنچایا تھا اور چونکہ ان دنوں خلافتِ بغداد پر دیلمی قابض اور حاوی تھے لہٰذا قرامطیوں کے ساتھ ساتھ سلطان محمود غزنوی دیلمیوں کا بھی دشمن ہو گیا تھا اور خلیفہ بغداد کو جہاں وہ دیلمیوں کے چنگل سے نجات دلانا چاہتا تھا وہاں وہ خلیفہ بغداد کے علاوہ عالمِ اسلام کو ان قرامطیوں سے بھی محفوظ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

جہاں تک دیلمیوں کا تعلق ہے تو تاریخ کے اوراق میں انہیں بنو بویہ بھی کہہ کر

Marfat.com

پکارا جاتا ہے۔ یہ ایران کی سطح مرتفع کا ایک اہم ترین خاندان تھا جس نے عراق، خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں پر حکومت کی۔ اس خاندان کے بڑے کا نام چونکہ بویہ تھا اس لئے یہ اسی کے نام سے مشہور ہوا۔

اس بویا کے تین بیٹے تھے۔ ایک کا نام احمد، دوسرے کا نام علی اور تیسرے کا نام الحسن تھا۔

یہ لوگ دیلمیوں کی آبادی میں شامل تھے جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا۔ یہی ابتداء میں اپنے ہم وطن ماکان بن کالی کے پیرو تھے۔ بعد میں مرواد یج کے ساتھ مل گئے تاکہ دونوں باہم ہو کر طبرستان کی زیدی ریاست سے مقابلہ کریں۔ لیکن جب علی کچھ دن کے لئے اصفہان کا مالک ہوا اور پھر مستقل طور پر فارس کا حکمران ہو گیا تو اس نے مرواد یج سے نجات حاصل کرنے کے لئے خلیفہ بغداد سے منظوری اس شرط پر حاصل کر لی کہ اس صوبے پر اس کی حکومت رہے گی۔

دیلمیوں یا بنو بویہ کے سب سے بڑے بھائی علی نے فارس پر قبضہ جمائے رکھا اور اس کے دوسرے بھائی الحسن نے سارے الجبال پر قبضہ کر لیا۔ تیسرے بھائی احمد نے کرمان اور خوزستان کو اپنے تسلط میں کر لیا۔ چنانچہ ان مستحکم قلعوں پر قبضہ کر لینے کے بعد یہ دیلمی دوسری جماعتوں کے ساتھ اقتدار کی کشمکش میں شریک ہو گئے۔

آخر 334ھ یعنی 943ء میں احمد فاتح کی حیثیت سے بغداد میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے وہاں جو نظامِ حکومت قائم کیا، وہ 447ھ تک قائم رہا۔ ان تینوں دیلمی بھائیوں نے بعد میں اپنے لئے القاب حاصل کئے۔ ان میں احمد نے معز الدین، علی نے عماد الدولہ اور الحسن نے رکن الدولہ کا لقب اختیار کیا۔ ان کے وفات پا جانے پر عضد الدولہ کو جو رکن الدولہ کا بیٹا تھا اس خاندان کا سردار تسلیم کیا گیا۔ عضد الدولہ نے خاندانِ بویا میں مکمل اتفاق اور اتحاد قائم کیا۔

عراق کی مملکت نے جو ان دیلمیوں کے تحت تھی عباسی خلیفہ کی اس آخری مستحکم پناہ گاہ میں حکومت کا وہی طرز جاری رہنے دیا جو دیگر مقامات پر مقبولیت حاصل کر چکا تھا۔ عراق کی ولایت کو ایک خاص اہمیت بھی حاصل تھی اور وہ یہ کہ بغداد خلافت کا مرکز تھا۔ دیلمیوں یا بنو بویہ نے اس پر قبضہ کر کے انتظامِ حکومت میں کوئی خاص

Marfat.com

تبدیلی نہ کی کیونکہ جس مسلک سے وہ تعلق رکھتے تھے وہ مسلک چونکہ اقلیت میں تھا اور انہیں معلوم تھا کہ اقلیت میں ہونے کی وجہ سے اگر بغداد سے انہوں نے خلافت ختم کرنے کی کوشش کی تو ان کے مخالف مسلک والے ان پر چڑھ دوڑیں گے۔ چنانچہ ان کے لئے بہتری یہی تھی کہ اسے اپنے اقتدار میں رکھا جائے اور دوسرے مسلک والوں سے دشمنی نہ لی جائے جو اکثریت میں تھے۔

ویلمیوں نے ہمیشہ اپنا طرزِ عمل ایسا ہی رکھا جیسے وہ دوسرے مسلک والوں سے سچے دل سے محبت کرتے ہوں تاہم انہوں نے اپنے مسلک والوں کے لئے بڑا کام کیا۔ اپنے مسلک میں انہوں نے نئی نئی رسومات اور بدعتیں جاری کیں اور ان رسومات کو مذہبی فریضہ قرار دیا۔ اپنے مسلک کے مدرسے بنائے اور علیحدہ عبادت کی جانے لگی اور عبادت کے اندر بھی انہوں نے اپنے مسلک کے مطابق تبدیلیاں پیدا کر دیں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اگرچہ بنو بویہ کی حکومت ابتداء ہی سے قوی اور مضبوط نظر آتی تھی لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں بعض کمزوریاں ایسی بھی تھیں جو آخر اس خاندان کے زوال کا باعث بنیں۔ ان کمزوریوں میں سے کچھ اندرونی پیداوار تھیں اور کچھ بیرونی جن میں سے ایک تو سمندری تجارت کا اضطراب انگیز انقلاب تھا کیونکہ 1000ء کے قریب بحیرہ ہند کی طرف مغرب کے ساتھ تجارت کی جاتی تھی۔ اس کا راستہ خلیج فارس کے راستے سے نہیں رہا بلکہ اس کا رخ بحیرہ قلزم کی طرف بدل گیا۔ اس کے علاوہ افریقہ میں فاطمیوں کا اقتصادی غلبہ اور ان سب کمزوریوں سے بڑھ کر وہ خانگی اور خلقی کمزوری تھی جو ان کے علاوہ اسی زمانے کی مشرق کے قریب کی بہت سی حکومتوں میں مشترک تھی۔

زوال کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ ویلمیوں کی قوت منتشر تھی۔ ابتدا ہی سے ان کے تین گروہ الگ الگ ریاستوں میں حکمران تھے اور یہی وجہ تھی کہ ان کی حکومت متحد نہ تھی۔ چونکہ ان ویلمیوں نے خلیفہ بغداد کو ایک طرح سے بری طرح اپنے چنگل میں لے رکھا تھا اور اپنی من مانی کرتے تھے لہٰذا ان ویلمیوں کے چنگل سے سلطان محمود غزنوی خلیفہ بغداد کو رہا کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ سلطان محمود غزنوی عباسی خلیفہ

Marfat.com

بغداد کو اپنا روحانی پیشوا خیال کرتا تھا۔ اس بناء پر وہ خلیفہ بغداد پر دیلمیوں کے تسلط کے خلاف تھا۔ لیکن سلطان محمود غزنوی کو ایسا کرنے کا موقع اس لئے نہ ملا کہ ایک تو وہ قرامطہ کے ساتھ بری طرح مصروف رہا، دوسرے جے پال نے لڑائیوں کی ابتدا کر دی اور راجہ جے پال کے بعد جب انند پال نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں کو مدد کے لئے پکارا کہ سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ کیا جائے تب سلطان نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک وہ ہندوستان کے راجاؤں کو اپنے سامنے زیر نہیں کر لیتا، اس وقت تک اس کی غزنی کی سلطنت محفوظ نہیں رہتی۔ چنانچہ جب لاہور کے راجہ انند پال نے ہندوستان کے سارے راجاؤں کو سلطان محمود غزنوی کے خلاف مدد کے لئے پکار لیا تب سلطان محمود غزنوی نے عہد کر لیا کہ وہ باری باری ہندوستان کے ان راجاؤں سے خوب نمٹے گا۔

جہاں تک قرامطہ کا تعلق تھا تو ان کا جدِ امجد ایک شخص قرمطہ ہمدان تھا۔ یہ خوزستان کا رہنے والا تھا لیکن اس نے اپنا زیادہ وقت کوفہ میں گزارا۔ اس نے ایک دارالجرہ کے نام سے اپنا ایک مرکز قائم کیا تھا اور بہت سے شاگرد اور معتقدین اپنے اردگرد جمع کر لئے تھے۔

اس کے بعد ایک شخص ابو سعید نے ان قرامطیوں کو اپنے اردگرد جمع کر لیا۔ ابو سعید اپنی جمعیت کی تیاری میں پہلے ہی مصروف تھا۔ آخر حصولِ جمعیت کے بعد وہ 286ھ میں خود ہی مہدی ہونے کا دعویٰ کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے قرب و جوار کے دیہات اور قصبات کو تاراج کیا، پھر بصرہ کو فتح کرنے کے عزم سے روانہ ہوا۔ خلیفہ بغداد کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا۔ ابو سعید نے فتح پائی۔ ابو سعید کے لشکر نے خلیفہ کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سینکڑوں من لکڑی جمع کر کے آگ لگائی اور خلیفہ کے ہزاروں لشکریوں کو اس آگ میں جھونک دیا۔

تاریخ ابنِ خلدون میں ہے کہ ابو سعید حشر، قیامت اور حساب کو نہیں مانتا تھا۔ یہ شخص انتہائی درجہ کا سفاک تھا۔ اس نے بے شمار مسلمانوں کو قتل کروا دیا، بہت سی مسجدیں منہدم کیں اور عازمینِ حج کے کئی قافلوں کو لوٹا۔ آخر 301ھ میں یہ اپنے ایک خادم ثعلبی کے ہاتھوں مارا گیا۔

Marfat.com

ابوسعید نے اپنے بڑے بیٹے سعید کو اپنا جانشین مقرر کر رکھا تھا لیکن اس سے چھوٹا بیٹا ابوطاہر اپنے بڑے بھائی کو مغلوب کر کے خود ہی باپ کا جانشین ہو گیا۔ اپنے باپ ابوسعید کے قتل کے بعد اپنے بڑے بھائی سعید کو مغلوب کر کے طاہر باپ کا جانشین ہوا اور اس نے حجر، احصار، کثیف، طائف، بحرین کے علاقوں میں اپنی حکومت قائم کر لی۔

ابوطاہر خدا کا اوتار ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح میرے جسم میں حلول کر گئی ہے۔ یہ شخص اسلام اور اہلِ ایمان کے لئے منگولوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوا اور اپنے قرامطی اور باطنی پیش رووں سے بڑھ کر اسلام کے درپے استیصال ہوا۔ انہی دنوں خلافتِ بغداد کافی کمزور تھی۔ اسی لئے اس قرامطی ابوطاہر کو مسلمانوں کے خلاف اقدامات کرنے کا بہترین موقع مل گیا۔

اس نے بصرہ پر حملہ کیا، وہاں کافی تباہی پھیلائی۔ حاجیوں کے قافلے کو لوٹ لیا، کوفہ پر لشکر کشی کی، کوفہ کو فتح کر لیا۔ انبار فتح کرنے کے بعد رمبہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان تمام معرکوں میں اس نے کثیر تعداد میں مسلمان لشکریوں کو قتل کیا اور ہزاروں کو قید کر لیا۔ بعد میں انہیں بھی قتل کر دیا۔

ابوطاہر نے شہر حجر کو دارالحکومت بنانے کے بعد وہاں اپنے مسلک کی ایک عالی شان مسجد تعمیر کروائی۔ اس مسجد کو اس نے دارالحجرہ کے نام سے موسوم کیا۔

اب اس پر یہ خبط سوار ہوا کہ لوگ خانہ کعبہ کے حج اور طواف کو چھوڑ کر دارالحجرہ کا رخ کریں۔ اس نے اسی مقصد کے لئے حجر اسود کو خانہ کعبہ سے دارالحجرہ میں نصب کرنے کی ترکیب سوچی۔ 319ھ میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ پہنچا۔ چنانچہ ابوطاہر گھوڑے پر سوار ہو کر تیغ برہنہ لئے مسجد حرام میں داخل ہوا۔ مسجد حرام میں بیٹھ کر شراب پی، طواف میں مصروف حاجیوں کو قتل کیا اور ان کا مال اسباب لوٹ لیا۔ مکہ شہر پر بھی قرامطیوں نے کافی قتل و غارت گری کی۔ حرم شریف میں ایک ہزار سات سو محرم شہید ہوئے۔ چاہِ زم زم اور مکہ شہر کے کئی دوسرے کنویں انسانوں کی لاشوں سے پٹ گئے۔ ابوطاہر نے کعبہ کا دروازہ اکھاڑ دیا۔ اس کے بعد اس نے بلند آواز میں نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

Marfat.com

"میں ہی اللہ ہوں اور اللہ میں ہی ہو سکتا ہوں۔ میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور میں نے ہی ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

چنانچہ حجر اسود کو لا کر اس نے اپنے دارالحجرہ کی جامع مسجد کی مغربی جانب آویزاں کر دیا۔ حجر اسود تقریباً بائیس سال تک ابوطاہر کے قبضے میں رہا اور تقریباً دس سال تک خانہ کعبہ کا حج امن کے مفقود ہونے کی وجہ سے موقوف رہا اور اسی ابوطاہر کی اجازت سے ہر حاجی سے پانچ دینار کی وصولی کی شرط پر دوبارہ حج شروع ہوا۔

آخر اپنے ان برے اعمال کی وجہ سے یہی ابوطاہر چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر انتہائی الم ناک اور بری حالت میں مرا۔ اس زمانے میں بدامنی بہت تھی اور کئی لوگ مہدی ہونے کے دعوے دار ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور لوگوں کو گمراہ کرتے رہے۔ ان مدعی حضرات میں زکرویہ اور یحییٰ قرمطی بھی شامل تھے۔

بہرحال اس طاہر کے بعد قرامطیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور انہوں نے مذہب کے اندر ایسے ایسے اصول اور رسومات جاری کر دیں جس سے انہوں نے اسلام کا حلیہ تک بگاڑ کر رکھ دیا۔ اسی بناء پر سلطان محمود غزنوی ان کا بدترین دشمن تھا اور کہیں بھی انہیں دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ چونکہ ان دنوں قرامطی گروہ در گروہ ہندوستان کا رخ کر رہے تھے اس لئے کہ ملتان میں قرامطیوں نے اپنی ایک حکومت قائم کر لی تھی اور اس حکومت کو وہ مضبوط اور مستحکم کرنا چاہتے تھے اور اس کے استحکام کے لئے انہوں نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں سے روابط بھی قائم کر رکھے تھے۔ تاکہ اگر مسلمان ان کے خلاف حرکت میں آئیں تو مقامی راجاؤں کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کیا جائے۔ اس طرح وقتی طور پر سلطان محمود غزنوی بغداد پر قابض اور تسلط رکھنے والے بنو بویہ کو بھول کر ہندوستان میں قرامطیوں کے درپے ہو گیا تھا اور چونکہ ہندوستان کے راجہ قرامطیوں کے پشت پناہ بن رہے تھے لہٰذا سلطان محمود غزنوی نے ان راجاؤں کو بھی رگیدنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی ایک روز اپنے دست راست ایاز بن اسحٰق، اپنے وزیر فضیل بن احمد، بڑے سالاروں میں سے ارسلان، عبداللہ طائی، عبداللہ قراتگین، احمد نیالتگین، التون تاش اور دیگر چھوٹے بڑے سالاروں کے علاوہ امراء حکومت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پہلے اس نے اپنے ان سارے لوگوں کا ایک گہری نگاہ سے جائزہ لیا، پھر ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ لوگوں کو یہاں بلانے اور جمع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے راجہ بھاٹیہ سے متعلق صورتِ حال سے آگاہ کیا جائے۔ پہلی بات یہ کہ سیستان سے قرامطی بھاگ کر ملتان کے علاوہ بھاٹیہ کا رخ کر رہے ہیں اور بھاٹیہ کا راجہ انہیں اپنے ہاں پناہ دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ سمندر کے راستے بھی قرامطی دیبل کی بندرگاہ سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل اور وارد ہو رہے ہیں اور ہندوستان کے برہمن مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر کرنے اور اسلام کے اندر خرابیاں پیدا کرنے کے لئے ان قرامطہ کا ساتھ دے رہے ہیں اور قرامطیوں کے پشت پناہ بن کر ان کی مدد اور اعانت پر آمادہ ہیں۔ اس موقع پر میں چاہتا ہوں کہ اپنے دو تیز رفتار قاصد بھاٹیہ کے راجہ بجے رائے کی طرف روانہ کروں اور اس کو یہ پیغام دوں کہ ہمیں ہمارے مخبروں کے ذریعے یہ خبریں پہنچی ہیں کہ تمہارے علاقوں کے اندر قرامطی طاقت اور قوت پکڑ رہے ہیں۔ قرامطی چونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے ساتھ ساتھ ہمارے دین کے بدترین دشمن ہیں اور مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے علاوہ

Marfat.com

اسلام کے اندر وہ عجیب طرح کی رسومات اور بدعتیں پھیلا رہے ہیں جو کسی بھی صورت قابلِ برداشت نہیں ہیں۔ لہٰذا راجہ بجے رائے سے کہا جائے کہ اگر وہ ہم سے ٹکراؤ نہیں چاہتا، اگر وہ امن اور سکون کے ساتھ اپنے علاقوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے تو پھر قرامطیوں کو اپنے علاقوں سے نکال باہر کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ہم اس کی طرف دوستی، اخوت اور مہربانی کا ہاتھ بڑھائیں گے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر ہمارے حملہ آور ہونے کا انتظار کرے اور یہ بھی اپنے ذہن میں بٹھا لے کہ جب ہم اس پر ضرب لگائیں گے تو اس کے سامنے شکستوں اور ناکامیوں کے سوا کچھ نہ رہے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود غزنوی جب خاموش ہوا تب ایاز بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! جو کچھ آپ نے کہا ہے ہم سمجھتے ہیں یہ ایک بہترین فیصلہ ہے۔ جہاں تک ہندوستان کے علاقوں کو میں سمجھ پایا ہوں اس کے مطابق جو قاصد ہم بھاٹیہ کے راجہ بجے رائے کی طرف بھجوائیں گے اگر تو بجے رائے ہمارے پیغام کو کوئی اہمیت نہیں دیتا پھر اس پر ہر صورت میں حملہ آور ہو کر اسے اس کوتاہی اور گناہ کی سزا دی جائے گی اور اگر وہ ہماری اس دھمکی کے تحت ہمارے اس پیغام کو اہمیت دیتا ہے، اپنے علاقوں سے قرامطیوں کو نکال باہر کرتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کے علاقوں سے قرامطی نکل کر ملتان کا رخ کریں گے۔ اس لئے کہ ملتان میں ان دنوں قرامطیوں کی حکومت ہے۔ جب ایسا ہو جائے گا تو ہم ایک لشکر تیار کریں گے۔ راجہ بھاٹیہ چونکہ ہمارا کہا مان چکا ہوگا اس بناء پر اس سے ہمارے دوستانہ مراسم ہو جائیں گے اور اس کے علاقوں سے گزرتے ہوئے ہم ملتان کی قرامطی سلطنت پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ وہاں سے قرامطیوں کی جڑ تک اکھاڑ کر رکھ دیں گے۔"

جب تک ایاز بولتا رہا، سلطان محمود غزنوی مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ ایاز جب خاموش ہوا تب سلطان پھر بول اٹھا۔

"ایاز! جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں۔"

اس کے بعد سلطان کے پوچھنے پر باقی سارے سالاروں نے بھی اس سے

Marfat.com

اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ سلطان نے وہ اجلاس ختم کر دیا اور اگلے روز دو قاصدوں کو غزنی سے راجہ بھاٹیہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔

❁❁❁

اپنے مرکزی شہر بھاٹیہ میں راجہ بجے رائے ایک روز اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اسے سلطان محمود غزنوی کے دو قاصدوں کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ اس اطلاع پر راجہ بجے رائے چونکا تھا۔ چہرے پر پریشانیاں نمودار ہو گئی تھیں۔ اس کے اہلِ خانہ بھی خوف و ہراس کا شکار ہو گئے تھے۔ اس موقع پر راجہ بجے رائے نے آواز دے کر اپنے ایک محافظ کو بلایا اور جب وہ اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا تو راجہ بجے رائے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اپنے سارے سالاروں اور امراء سے کہو کہ وہ راج محل کے بڑے کمرے میں فی الفور جمع ہونا شروع ہوں۔ اس لئے کہ غزنی کے سلطان محمود غزنوی کے کچھ قاصد ہمارے پاس کوئی پیغام لے کر آئے ہیں۔ میں نہیں جانتا اس پیغام کی نوعیت کیا ہے لیکن میں ان قاصدوں کو اپنے سارے سالاروں اور امراء کے سامنے گفتگو کا موقع فراہم کرنا چاہتا ہوں۔"

چنانچہ وہ محافظ باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد راجہ بجے رائے کے سارے چھوٹے بڑے سالار اور سرکردہ امراء راج محل کے کمرے میں جمع ہو گئے تھے۔ جب ان کے آنے کی اطلاع راجہ کو کر دی گئی تب راجہ بھی جا کے اس کمرے میں بنی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس موقع پر راجہ کے اہلِ خانہ بھی پیچھے لگی ہوئی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ اس کے بعد راجہ بجے رائے نے اپنے چوبدار کو حکم دیا کہ وہ سلطان محمود غزنوی کے قاصدوں کو پیش کرے۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد سلطان محمود غزنوی کے قاصدوں کو راجہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان دونوں قاصدوں نے نہ راجہ کو جھک کر تعظیم دی تھی اور نہ ہی ایسا کوئی اشارہ دیا تھا کہ جس سے راجہ کی عظمت کو تسلیم کیا جائے۔ چنانچہ جب وہ دونوں راجہ کے سامنے کھڑے ہو گئے تب راجہ نے کسی قدر خفگی میں انہیں مخاطب کر کے کہنا

Marfat.com

شروع کیا۔

''تم لوگ شاید ہندوستان کے آداب سے واقف نہیں ہو۔ ہمارے ہی راج محل میں تم دونوں نے ہمیں کوئی تعظیم نہیں دی اور یہ ہمارے ہاں معیوب خیال کیا جاتا ہے۔''

راجہ بجے رائے جب خاموش ہوا تب ان میں سے ایک بول اٹھا اور کہنے لگا۔

''اے راجہ! ہم آپ کی تہذیب اور رسم و رواج کے پابند نہیں۔ ہمیں ہمارے سلطان محمود غزنوی نے آپ کے نام ایک پیغام دے کر روانہ کیا ہے۔ لہٰذا ہم اپنی تہذیب، اپنے تمدن اور اپنے رسم و رواج اور اپنے دینی اور مذہبی رسوم پر عمل کرنے والے لوگ ہیں۔''

اس قاصد کے ان الفاظ پر راجہ نے تاسف بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا، دو تین بار ہونٹ کاٹے، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارے سلطان نے میرے نام کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟''

اس پر وہی قاصد بجے رائے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''راجہ! ہمارے مخبروں نے ہمارے سلطان کو یہ اطلاع دی ہے کہ سیستان کے علاوہ ایران کے دوسرے بہت سے حصوں سے بھی قرامطی اُٹھ اُٹھ کر آپ کے ہاں آباد ہو رہے ہیں۔ آپ ان کی مدد اور اعانت کر رہے ہیں اور یہ کہ انہیں ایک طرح سے مسلمانوں کے اندر ہیجان اور ایک نفرت اور قتل و غارت گری برپا کرنے کے لئے تیار کر رہے ہیں۔''

جواب میں بجے رائے کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگا۔

''ہم ایسا کرنے کے مجاز ہیں۔ کوئی ہم پر پابندی نہیں لگا سکتا۔ اس لئے کہ ہم نہ کسی کے ماتحت ہیں اور نہ ہی کسی کے دبیل ہیں۔ اگر قرامطی ایران کے مختلف حصوں سے اٹھ کر ہمارے ہاں آباد ہوتے ہیں تو ہم انہیں خوش آمدید کہیں گے اس لئے کہ وہ بڑے جنگجو لوگ ہیں اور آنے والے دور میں ہمارے دشمنوں کے خلاف وہ ہمارے بہترین بازو ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر اگر قرامطی مختلف جگہوں سے اٹھ کر ہمارے علاقوں میں آ کر آباد ہوتے ہیں تو یقیناً ہم ان کی مدد کریں گے اور ایسا

Marfat.com

ہم اپنا فرض جان کر کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد راجہ بجے رائے رکا، پھر پہلے کی نسبت زیادہ خشک لہجے میں کہنے لگا۔

"اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو تمہارے سلطان کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ اور پھر تمہارے سلطان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ پشاور کا نواحی حصہ نہیں جہاں وہ اتفاقی طور پر راجہ جے پال کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ بھاٹیہ ہے، ہمارا مرکزی شہر ہے۔ اس سے پہلے ہمارے اس مرکز کو اپنا بنانے کے لئے بڑے بڑے حکمرانوں نے قسمت آزمائی کی لیکن ہر کوئی ناکام اور نامراد ہو کر لوٹا۔ لہٰذا اگر ہم قرامطیوں کو اپنے ہاں پناہ دیتے ہیں تو تمہارے سلطان کو کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں یہ جرأت اور جسارت نہیں کرنی چاہئے کہ وہ ہم پر حملہ آور ہو۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اپنے دامن میں ناکامیاں اور شکست سمیٹتا ہوا واپس غزنی جائے گا اور ہو سکتا ہے اسے واپس غزنی جانا نصیب ہی نہ ہو۔"

راجہ بجے رائے کے ان الفاظ پر قاصد تاؤ کھا گیا تھا، کہنے لگا۔

"اے راجہ! آپ ابھی تک ہمارے سلطان کو سمجھے نہیں ہیں۔ حالانکہ پشاور کے نواح میں راجہ جے پال کے جس لشکر کو ہم نے بدترین شکست دی تھی اس میں آپ کے لشکری بھی شامل تھے۔ اتنی بدترین شکست اٹھانے کے بعد بھی آپ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا سلطان آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اے راجہ! ایک بات اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھنا، ہمارا سلطان گرما کے ہتھیاروں کی دردسری اور جاڑے کی شدید ہیجان انگیزیوں کی پروا کئے بغیر تاریکی کے دل میں پیوست ہو جانے والی روشنی کی شعاعوں، مرگ و قضا کے عناصر اور لہو کی لکیریں پھیلاتی داستانوں کی طرح اپنے دشمنوں کے خلاف حرکت میں آنے کا ہنر جانتا ہے۔

راجہ! ہم تم سے یہ بھی کہہ دیں کہ جب ہمارا سلطان تم پر حملہ آور ہو گا تو تمہیں پناہ حاصل کرنے کے لئے اپنی مملکت میں کوئی مناسب جگہ نہیں ملے گی۔ تمہارے علم میں اضافہ کرنے کے لئے اے راجہ! تم سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا سلطان اپنے دشمنوں کے لئے اندرائن سا کڑوا، سردی کے برفانی جنگل میں ہواؤں کی آہ و

Marfat.com

زاری سا خوف ناک اور جبر کی خون رنگ دھول میں چراغوں کو گل کرتی طوفانی ہواؤں جیسا طاقت ور ہے جبکہ اپنے دوستوں اور ہم نواؤں کے لئے وہ ہمیشہ لطافت اور سطوت بھرے کاسۂ خوشبو کا سا ثابت ہوتا ہے۔

اے راجہ! سلطان محمود غزنوی کوئی معمول اور چھوٹا نام نہیں ہے۔ یاد رکھنا جب کوئی اس کے خلاف دشمنی کا بیج بوتا ہے تو پھر وہ ایسے لوگوں اور ایسے دشمنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے موت کے بے اتھاہ سیلابی ریلے کی طرح حرکت میں آ جاتا ہے اور پھر اپنے دشمنوں کے دامن میں شکستوں، ناکامیوں اور لہو بھری کہانیوں کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتا۔

کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ تم اپنے علاقوں کی فضاؤں کی اُداس رُتوں کو مضمحل کرنے کے بجائے ہمارے سلطان کی بات مان جاؤ۔ اے راجہ! اگر نہیں مانو گے تو ان علاقوں پر ہمارے لشکریوں کے گھوڑوں کے سموں سے خون آلود گرد اٹھے گی۔ صحرا کے خونی سراب اپنا رنگ دکھائیں گے، خون آشام تلواریں امن کی وسعتوں کے اندر جگر دوز چیخیں بلند کرتی چلی جائیں گی۔ لہٰذا اے راجہ! تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہمارے سلطان کا کہا مان کے اپنے علاقوں سے ان قرامطیوں کو نکال باہر کرو اس لئے کہ ہمارا سلطان قرامطیوں کو عالمِ اسلام کا سب سے بڑا اور بدترین دشمن خیال کرتا ہے۔ اس بناء پر وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ جہاں کہیں بھی قرامطی اپنا مرکز بنانے کی کوشش کریں اس مرکز کو اکھاڑ پھینکو۔

سنو راجہ! میں تم سے یہ بھی کہوں کہ جب ہمارا سلطان موت کے متلاشیوں کی طرح انا البرق کا نعرہ لگاتے ہوئے حرکت میں آتا ہے تو اس گردشِ لیل ونہار اور روز وشب کے ہنگاموں میں زندگی کے سازوں کی لہر کی طرح موج در موج رقصاں رنگ ونور کی بارش اور موسمِ بہار کی آہٹوں کی طرح اس کا تعاقب کرتی ہے جبکہ موت سمندری پہنائیوں میں بادبانوں کو چیر پھاڑ دینے والے کھولتے بحری بگولوں کی طرح اس کے آگے آگے بھاگتی ہے۔ راجہ! اپنے دل پر یہ بھی لکھ رکھنا کہ جب ہمارے لشکر حرکت میں آتے ہیں تو ہمارے لشکر کے گھوڑوں کے آگے زمین سمٹتی ہے، مسافتیں ہمارے لشکر کے سامنے اپنی بساط کو لپیٹتی ہیں۔ اے راجہ! میں ایک بار پھر تم سے کہتا

Marfat.com

ہوں کہ ہمارے سلطان کا کہا مان جاؤ۔ نہیں مانو گے تو پھر ان سرزمینوں میں فکر کی سوئی کھیتیاں فطرت کے بے رنگے پن، بے یقینی کے موسم، درد کی گھاٹیاں اور خزاں کے مرگ خیز الیے اپنا ایسا رنگ دکھائیں گے کہ تمہیں اور تمہارے لشکریوں کو شکست کے بعد اپنے کسی دوست، اپنے کسی معاون سے کوئی بھی مدد نہ ملے گی۔"

قاصد جب خاموش ہوا تب بھاٹیہ کا راجہ بجے رائے کھولتے ہوئے لہجے میں بول اٹھا۔

"ہم تمہارے سلطان کی کسی بھی دھمکی سے مرعوب ہونے والے نہیں ہیں۔ ہمارے قلعے ایسے مضبوط اور مستحکم ہیں کہ تمہارا سلطان ساری زندگی بھی ان قلعوں سے سر ٹکراتا رہے تو نہ ان کی دیواریں توڑ کر اندر داخل ہو سکے گا اور نہ انہیں پھاند کر اپنا مقصد حاصل کر سکے گا۔ واپس جا کر اپنے سلطان کو میری طرف سے میرا پیغام پہنچانا کہ اس نے اگر ہم پر ضرب لگانے کی کوشش کی تو ہم اس کے، اس کے سالاروں اور اس کے لشکریوں کے چہرے پر کرب کی تہیں، دلوں پر نارسائی کی تھکن، سانسوں میں شکستگی کی ویرانیاں جما کر رکھ دیں گے۔ وہ اگر ہمارے علاقوں میں آتا ہے تو یہ سوچ کر ادھر کا رخ کرے کہ یہاں وہ ہم سے ٹکرائے گا تو اسے شکست کے زہر کا جام پینا ہوگا۔ لہو رنگ ناکامیوں کو اپنے دامن میں سمیٹنا ہوگا۔ میرے خیال میں پشاور کے نواح میں جو اسے راجہ جے پال کے خلاف عارضی فتح مندی حاصل ہوئی ہے اس فتح مندی نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے اور اب وہ ہر ایک پر ضرب لگانے کے لئے تیار اور مستعد دکھائی دینے لگا ہے۔ ہندوستان کے راجہ جس روز بھی متحد ہو گئے، نہ صرف تمہارے سلطان کے لشکر کی رگوں میں لہو کی گردش رک جائے گی بلکہ اس کے پاؤں میں زنجیریں پڑ جائیں گی۔ چلتی نبض کو منجمد کر کے رکھ دیا جائے گا اور بیتے کل کی دلکشی اور آنے والے کل کی خوشخبری تم لوگوں کے مقدر میں نہیں رہے گی۔ واپس جا کر میری طرف سے اپنے سلطان سے کہنا کہ اگر اس نے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو پھر اسے ان سرزمینوں میں روح کی ملامتوں اور خطاؤں کی کہانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

راجہ بجے رائے نے سلطان محمود غزنوی کے قاصدوں کو جب یہ جواب دے دیا

Marfat.com

تب ان قاصدوں نے وہاں رکنا پسند نہ کیا اور اسی روز وہ بھاٹیہ سے واپس غزنی کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

❁❁❁

بھاٹیہ کے راجہ بجے رائے کا یہ جواب سن کر سلطان محمود غزنوی بڑا غضب ناک ہوا تھا اس لئے کہ سلطان محمود غزنوی اپنا سب سے بڑا دشمن قرامطہ ہی کو سمجھتا تھا اور اپنی تمام ہمت اسی گروہ کے سدِ باب میں صرف کرنا چاہتا تھا کہ قرامطہ اس سے پہلے حجرِ اسود کو خانہ کعبہ سے اکھاڑ کر بحرین لے آئے تھے انہوں نے ہزار ہا بلکہ لاکھوں حاجیوں کو قتل کیا تھا۔ انہوں نے خلافتِ بغداد کی بڑی بے عزتی کی تھی اور جس کا سلطان محمود غزنوی کو بڑا دکھ، قلق اور غصہ تھا۔

اس کے علاوہ بھی قرامطہ بڑی بڑی تباہیوں اور نالائقیوں کے مرتکب ہوئے تھے۔ قرامطہ کے استیصال میں کوشاں رہ کر سلطان محمود اپنے آپ کو خلیفہ بغداد کی نگاہ میں محبوب بنا سکتا تھا جس کی اس کو بڑی آرزو تھی۔ نیز اس کو اپنی سلطنت اور حکومت کے محفوظ رکھنے کے لئے بھی قرامطہ کا استیصال کرنے کی سخت ضرورت تھی۔

قرامطہ کے لئے سندھ، بلوچستان اور سلسلہ کوہ سلیمان میں رہنے والے قبائل میں اثر ونفوذ کی سب سے زیادہ گنجائش تھی بلکہ آج تک بھی اس کے اثرات وشواہد موجود ہیں۔ سلسلہ کوہِ سلیمان کے قبائل میں بکثرت ایسے قبائل موجود تھے جو قرامطیوں کے اعمال اور عقائد کا بہت سا حصہ اپنے اندر عملی طور پر رکھتے تھے۔ اس مذکورہ علاقے میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی آباد تھی جو کسی رسول کی کوئی تکریم ضروری نہیں جانتے تھے، نماز روزہ اور ارکانِ اسلام کی بجا آوری سے قطعاً بے تعلق تھے۔ یہ تمام لوگ اسی زمانے کی یادگار اور باقیات تھے۔

محمود کو قرامطیوں سے کس قدر نفرت تھی اس کا اندازہ اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ 403ھ میں مصر کے فرماں روا کی جانب سے جو قرامطہ کو مشرق میں خلیفہ بغداد کے خلاف اپنا آلہ کار بنانے میں مصروف تھا ایک سفیر دوستی ومحبت کا پیغام دے کر محمود کے پاس غزنی بھیجا تھا۔ محمود کا فرض تھا کہ وہ اس سفارت کا عزت کے ساتھ

Marfat.com

استقبال کرتا اور مصر کی طاقتور عبیدی سلطنت کے پاس اس سفیر کو اپنا مہمان عزیز سمجھتا۔ مگر چونکہ یہ سفیر قرامطی عہدے کا آدمی تھا لہٰذا محمود نے حکم دیا کہ سفیر کو نہایت ذلت کے ساتھ شہر میں تشہیر کر کے نکال دیا جائے اور زیر حراست رکھ کر حدودِ سلطنت سے باہر نکال دیا جائے۔

بہرحال راجہ بھاٹیہ کا یہ جواب سن کر سلطان محمود غزنوی حرکت میں آیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور راجہ بجے رائے کو سبق سکھانے کے لئے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے اس کی طرف بڑھا۔

جہاں تک راجہ بجے رائے اور اس کے مرکزی شہر بھاٹیہ کا تعلق ہے تو کچھ مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ بھاٹیہ بھیرہ، خوشاب اور پنڈی بھٹیاں کے علاقے پر مشتمل تھا۔ یہاں کا راجہ بجے رائے تھا۔ چنانچہ راجہ بجے رائے کی سرکوبی کے لئے سلطان محمود غزنوی بنوں، عیسیٰ خیل اور ماڑی انڈس کے راستے مٹھا ٹوانہ، شاہ پور، بھیرہ اور پنڈی بھٹیاں پر حملہ آور ہوا۔ بھاٹیہ عموماً آج کل کے بھیرہ شہر کو خیال کیا جاتا ہے۔ بھیرہ یعنی بھاٹیہ ان دنوں دریائے جہلم کے کنارے بہت بڑا مرکز تھا۔ آج بھی وہاں کے کھنڈرات بھیرہ کی عظمت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ بھیرہ یعنی بھاٹیہ شہر کے اردگرد بلند فصیلیں تھیں۔ فصیلوں کے پار گہری اور چوڑی کھائی تھی جسے آسانی سے عبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس شہر میں کئی مشہور مندر تھے جہاں بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ راجہ بجے رائے بھاٹیہ ایک طاقت ور راجہ تھا۔ شہر کے اندر اس کا ایک بہت بڑا لشکر موجود تھا۔ یہاں کے لوگ بہت امیر تھے۔ اس کے علاوہ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ راجہ بھاٹیہ کو اپنے لشکر کی طاقت اور قوت پر بڑا ناز بھی تھا۔

گو اس کے لشکر کے چند دستوں نے محمود کے خلاف راجہ جے پال کی قیادت میں پشاور کے مقام پر شکست کھائی تھی مگر اس نے سلطان محمود کی کامیابی کو کوئی اہمیت نہ دی تھی۔ جب سلطان محمود اپنے لشکر کے ساتھ بھاٹیہ پہنچا تو راجہ بجے رائے نے شہر سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔

اس کے پاس پیدل لشکر کے دستے اور کئی سو جنگی ہاتھی تھے۔ تعداد کی برتری کے

Marfat.com

باعث راجہ بجے رائے نے شہر سے نکل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوئے۔ حملہ آور ہونے کی ابتداء راجہ بجے رائے نے کی اور وہ ٹڈی دل کی طرح یلغار کرتے ستم طرازی کرتے افکار، قہر کے آزار، غم کے استعارے، دکھ کی تعبیریں، ذلت کے ان گنت دائرے بناتی خوف ناک نوحہ گری اور کرب ناک وحشت کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی نے بھی اپنے لشکر کو رات کی کروٹوں میں خون اُگلتی ابتلاؤں اور یادوں کے لمحوں میں کلبلاتے خونی رقص کرتے پیاسے بگولوں کی طرح آگے بڑھایا، اس کے بعد وہ بھی پورے لشکر کے ساتھ راجہ بجے رائے کے لشکر پر دل کے مسطر، روح کے قرطاس پر محرومی کی داستانیں کھڑی کرتے موت کے سایوں کے کڑے لمحات، روحوں پر نہ مندمل ہونے والے گھاؤ لگاتے اور دل میں کرب خیز خلش برپا کرتے تیز اور برق گام طوفانوں، قلوب کے تواہم، حوادث کے اندھے روگ میں مبتلا کرتے پیاس کے کھولتے صحرا اور وقت کی تنویر کے سیل رواں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح بھیرہ یعنی بھاٹیہ شہر کے باہر دونوں لشکر غمِ زندگی کے اُلجھاؤ، کرب ناک رُتوں کی کروٹوں، دل زخم زخم، نفس سوز سوز کرتے آسیب زدہ دکھ کو پستیاں اُبھارتے طلسم، پاتال سے اُٹھتی ابتلاؤں اور بھنور بناتی بربادیوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

پہلے دن صبح سے لے کر شام تک ہولناک جنگ ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ اس لئے کہ راجہ بجے رائے کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ایک تو راجہ بجے رائے کے پاس اپنا لشکر تھا اس کے علاوہ ملتان کے قرامطی حکمران دلاور اور لاہور کے راجہ انند پال سے بھی اسے لشکریوں کی صورت میں مدد مل گئی تھی تاکہ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ اس جنگ میں کامیابی حاصل کی جائے۔ گو راجہ انند پال سلطان محمود غزنوی کا خراج گزار تھا، اس کے باوجود بھی بڑی رازداری اور اندر ہی اندر اس نے سلطان محمود غزنوی کے خلاف بھاٹیہ کے راجہ کی مدد کی تھی۔

پہلے دن جب کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ مقابلہ آخر کار تین

Marfat.com

دن اور تین راتیں ہوتا رہا۔ راجہ بھاٹیہ کے لشکری بڑی بے جگری سے مقابلہ کرتے رہے۔ سلطان محمود غزنوی کے لشکر کی تعداد راجہ بھاٹیہ کے مقابلے میں بہت کم ہونے کے باعث دفاعی لڑائی پر سلطان مجبور ہوا تھا۔ آخر کار چوتھے روز بھی صبح ہی سے خوفناک لڑائی شروع ہوئی۔

راجہ بجے رائے کے جنگی ہاتھی سلطان محمود کے سوار دستوں کی پیش قدمی کو کسی حد تک روکنے میں کامیاب تھے۔ آخر دوپہر کے وقت سلطان نے جوابی حملے کے دستوں کی قیادت خود سنبھالی اور نعرۂ تکبیر کی صداؤں میں جنگی ہاتھیوں کو تیر اندازوں اور نیزہ برداروں نے منتشر کر دیا۔

سلطان محمود نے حملے کا زور جاری رکھا۔ اب راجہ کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ راجہ اپنے لشکر کا ایک بڑا حصہ کٹوانے کے بعد بچنے والے لشکر کو لے کر شہر میں داخل ہو گیا۔ سلطان محمود غزنوی کے لشکری بھی اس کے پیچھے پیچھے شہر میں داخل ہونا شروع ہوئے اور شہر کے اندر جو خندق تھی، اس کا ایک حصہ مسلمانوں نے بھر کر شہر میں داخل ہونے کا بڑا آسان راستہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ شہر کے اندر بھی راجہ کے لشکریوں نے مزاحمت شروع کر دی اور جنگ چھڑ گئی۔ راجہ بجے رائے نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو اسے یقین ہو گیا کہ شہر کے اندر جو اس کا لشکر ہے وہ مسلمانوں کے سلطان کا زیادہ دیر مقابلہ نہیں کر سکے گا اور مسلمان انہیں کاٹ کر رکھ دیں گے۔ لہٰذا راجہ بجے رائے نے یہ حال دیکھا تو مع اپنے ذاتی محافظ دستے کے بھاٹیہ شہر سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ بھیرہ سے تقریباً پچیس میل دور پہاڑیوں میں جا کر چھپ گیا لیکن سلطان محمود غزنوی کے لشکری وہاں تک بھی آ سکے، پیچھے پیچھے تھے، اس کا تعاقب کر رہے تھے۔

راجہ بجے رائے کو جب یقین ہو گیا کہ اب وہ بچ نہیں سکے گا اس لئے کہ جن گھاٹیوں میں جا کر اس نے پناہ لی ہے، وہاں بھی مسلمان پہنچ گئے ہیں تو اس نے خود اپنے سینے میں خنجر گھونپ کر اپنا خاتمہ کر لیا اور آگ میں جل کر مر گیا۔

بھاٹیہ کی فتح سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس فتح کے نتیجے میں سلطان محمود

Marfat.com

غزنوی کے قبضے میں بے شمار مال و دولت، اسلحہ، سامانِ رسد، گھوڑے اور دو سو اسّی جنگی ہاتھی آئے۔

سلطان نے وہاں کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی اور وہاں چند عالمِ دین اشاعتِ اسلام کے لئے چھوڑ دیئے۔ اس کے علاوہ سلطان نے اپنے جاسوس اور مخبر ملتان، لاہور، پشاور اور ہندوستان کے اندرونی علاقوں کی طرف بھیج دیئے تاکہ حالات کا جائزہ لیں۔ اس لئے کہ سلطان کو خبریں پہنچ رہی تھیں کہ ہندوستان کے مختلف راجہ لاہور کے راجہ انند پال کو سلطان محمود غزنوی کے خلاف پھر کھڑا کرنے کے لئے اس کی مدد کر رہے تھے اور جوق در جوق اپنے لشکری اس کی مدد کے لئے لاہور روانہ کر رہے تھے۔

بھاٹیہ شہر میں مندروں کے اندر جو حسین اور خوب صورت لڑکیاں دیوداسیوں کی صورت میں رکھی گئی تھیں انہیں وہاں سے نکال کر اپنے اپنے گھروں اور ٹھکانوں کی طرف سلطان نے روانہ کر دیا تھا۔ بھاٹیہ کو فتح کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ سلطان محمود غزنوی نے کچھ دن تک وہاں قیام کر کے وہاں کے نظم و ضبط کو اپنے طور پر راست کیا، پھر بھاٹیہ کا حاکم اس نے اپنی طرف سے نواسہ خان کو مقرر کیا۔ یہ نواسہ خان لاہور کے مرنے والے راجہ جے پال کا نواسہ تھا۔ راجہ جے پال کے ساتھ پشاور کے نواح میں لڑی جانے والی جنگ میں جب راجہ جے پال گرفتار ہوا اور اس کے ساتھ اس کے پندرہ سرکردہ ساتھی بھی گرفتار ہوئے تھے تو ان میں سے ایک جے پال کا نواسہ سکھ پال بھی تھا۔ جس وقت سلطان محمود نے جے پال کو غزنی سے رخصت کیا تو اس سکھ پال نے سلطان محمود غزنوی کے ایک سردار کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے غزنی ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس نومسلم سکھ پال کو مؤرخین نے عام طور پر نواسہ خان کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ نام اس کا غالباً اسلام قبول کرنے کے بعد مشہور ہوا ہوگا۔

بجے رائے کی اس مہم میں سکھ پال یعنی نواسہ خان بھی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ تھا۔ چنانچہ بھاٹیہ کے نظم و نسق کو درست کر کے سلطان نے سکھ پال کو بجے رائے کی ریاست کا فرماں روا بنا کر غزنی کی طرف مراجعت کی۔ سلطان درہ ٹوچی کی

Marfat.com

راہ سے آیا اور اسی راستے سے واپس گیا۔

غزنی پہنچ کر اس نے ملتان پر حملہ کرنے کے لئے زور و شور سے تیاریاں شروع کر دی تھیں اس لئے کہ ملتان پر قرامطیوں کی حکومت تھی جو عالمِ اسلام کے بدترین دشمن اور اسلام کو نقصان پہنچانے میں ہمیشہ پیش پیش رہنے والے تھے۔ اس بناء پر سلطان محمود غزنوی ایسے لوگوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔

Marfat.com

لاہور کے راجہ انند پال کی مدد کے لئے بھٹنڈہ کے راجہ کا ایک لشکر اس کی مدد کے لئے لاہور پہنچ گیا تھا اور اس لشکر کی کمانداری بھٹنڈہ کے راجہ پرم دیو کا بیٹا راج کنور کر رہا تھا۔ یہی وہ راج کنور تھا جو راجہ جے پال کی انتہائی خوب صورت بڑی بیٹی کاشی کماری سے منسوب ہو چکا تھا۔

کاشی کماری اور کوشل دیوی دونوں بہنیں تھیں۔ حُسن اور خوب صورتی میں دونوں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں اور کاشی کماری کی سگائی بھٹنڈہ کے راج کمار راج کنور سے طے پا چکی تھی۔

اب انند پال بھٹنڈہ کے راج کمار راج کنور کے ساتھ مل کر سلطان محمود غزنوی کے خلاف حرکت میں آنے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔

راج کنور اور انند پال دونوں ہر روز اپنے لشکر کی تربیت کے علاوہ نئے لشکری بھرتی کرتے ہوئے ان کی تربیت کا کام بھی سرانجام دینے لگے تھے۔ ایک روز وہ دونوں لاہور کے قصر میں داخل ہوئے اور ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے جس میں پہلے سے کاشی کماری اور کوشل دیوی دونوں بہنیں بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں۔ ان کا باپ راجہ جے پال چونکہ خودکشی کر چکا تھا لہٰذا ان کی ماں پدماوتی بھی جل مری تھی۔ انند پال اور راج کنور دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے اور کاشی کماری اور کوشل دیوی کے سامنے جو خالی نشستیں تھیں ان پر بیٹھ گئے۔

اس موقع پر گفتگو کا آغاز کوشل دیوی نے کیا اور اپنے بھائی انند پال کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

Marfat.com

''بھائی! ہم نے ایک سنہری موقع ضائع کر دیا۔ مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتگین نے کوی راج کو انفرادی مقابلے میں ڈھیر کیا تھا۔ میں نے چونکہ سوگند کھا رکھی ہے کہ اسے قتل کروں گی لہٰذا جس وقت مسلمانوں کا سلطان بھاٹیہ پر حملہ آور ہوا تھا اس وقت اگر ہم اپنے لشکر کو حرکت میں لاتے اور سلطان کے لشکر پر پشت کی جانب سے حملہ آور ہوتے تو نہ صرف مسلمانوں کے سلطان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا کر اس کے لئے شکست کا در کھول سکتے تھے بلکہ میں اپنی سوگند بھی پوری کر سکتی تھی اور تیر اندازی کر کے میں مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتگین کا خاتمہ کر سکتی تھی۔ پر بھائی! آپ نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اگر آپ یہ فیصلہ کرتے تو مسلمانوں کو شکست ہوتی۔ عبداللہ قراتگین مارا جاتا اور بھاٹیہ پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہوتا۔ اب بھاٹیہ پر......''

یہاں تک کہتے کہتے کوشل دیوی خاموش ہو گئی اور اس کی بات مکمل کرنے کے لئے انند پال بول اٹھا۔

''میری عزیز بہن! بھاٹیہ پر بڑی موحوم بہن کا بیٹا سکھ پال نواسہ خان کے نام سے حکومت کر رہا ہے۔ یہ ہمارے حق میں بہت اچھا ہوا ہے۔ بھاٹیہ کو فتح کر کے مسلمانوں کا سلطان تو غزنی جا چکا ہے، اب میں اپنے بھانجے سکھ پال کے پیچھے پڑ جاؤں گا کہ وہ بھاٹیہ میں طاقت اور قوت حاصل کر کے اور اپنے لشکر کو خوب مضبوط اور مستحکم کر کے مسلمانوں کے سلطان کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اعلان کر دے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے اور اس کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے محمود غزنوی بھاٹیہ کا رخ کرتا ہے تو جہاں سامنے کی طرف سے سکھ پال اس پر حملہ آور ہو گا، وہاں پشت کی جانب سے میں اپنے پورے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوں گا۔ اور اب تو راج کنور بھی اپنا لشکر لے کر میرے پاس پہنچ چکا ہے اور مجھے امید ہے کہ میں، سکھ پال اور راج کنور تینوں مل کر محمود غزنوی کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

انند پال جب خاموش ہوا تب کسی قدر فکرمندی میں راج کنور بول اٹھا۔

''انند پال! میرے بھائی! اب یہ ساری سوچیں قبل از وقت ہیں۔ اس لئے کہ تمہارے مخبروں نے جو اطلاع مستقر میں پہنچائی ہے اس کے مطابق چند دن تک

Marfat.com

مسلمانوں کا سلطان محمود غزنوی غزنی سے نکلے گا۔ اب وہ ملتان کو اپنا ہدف بنانا چاہتا ہے۔ ملتان پر چونکہ قرامطیوں کی حکومت ہے اس لئے وہ قرامطیوں پر ضرب لگا کر ملتان پر قابض ہونا چاہتا ہے اور اگر ایک بار مسلمانوں کا سلطان ملتان پر قابض ہو گیا تو پھر یاد رکھنا صرف پنجاب ہی خطرے میں نہیں پڑ جائے گا بلکہ پور ہندوستان کے اندر ایک زلزلہ اور بھونچال آ جائے گا اور ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں کا سلطان جس راجہ کی طرف بھی منہ کرے گا فتح مندی اور کامیابی اس کے قدم چومے گی۔ اس لئے کہ پورے ہندوستان پر اس کا ایک طرح کا رعب اور خوف چھا جائے گا۔"

راج کنور کی اس گفتگو سے انند پال بھی فکر مند ہو گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہا، پھر راج کنور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"راج کنور! تمہارا کیا ارادہ ہے؟ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

راج کنور نے کچھ سوچا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

"میرے بھائی! اپنے مخبروں کو متحرک رکھو۔ جب وہ اطلاع دیں کہ سلطان محمود غزنی سے روانہ ہو گیا ہے تب ہم ایک لشکر لے کر مغرب کی طرف روانہ ہوں گے اور دریائے سندھ کے کنارے مسلمانوں کے سلطان کو روکیں گے۔ ہماری کوشش یہ ہو گی کہ سلطان محمود کو سندھ سے ادھر نہ آنے دیں۔ ساتھ ہی اس موقع پر میں اپنی چھوٹی بہن کوشل دیوی کا بھی انتقام لے لوں گا۔ کوشل دیوی نے جو سوگند کھائی ہے اسے اب کوشل دیوی نہیں، میں خود پورا کروں گا۔ دریائے سندھ کے کنارے جب مسلمانوں کے سلطان کا لشکر ہمارے سامنے آئے گا اور دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لئے پَر تولیں گے تو میں مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتکین کو انفرادی مقابلے کی دعوت دوں گا۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ کوئی راج کیسے اس سے مات کھا گیا، اپنی گردن کٹوا بیٹھا؟ میں آپ سب لوگوں کو وعدہ اور وچن دیتا ہوں کہ سب کے سامنے اس عبداللہ قراتکین کو انفرادی مقابلے میں رگیدوں گا اور اس کی بری حالت کر کے اس کی گردن کاٹ کر نہ صرف اپنی فتح مندی کا اعلان کروں گا بلکہ کوشل دیوی کا انتقام بھی لوں گا۔"

Marfat.com

راج کنور کے ان الفاظ پر کوشل دیوی اور کاشی کماری دونوں بہنیں بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ اس موقع پر کوشل دیوی نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگی

''بھائی راج کنور! کوی راج کے ساتھ تو ہماری یہ منصوبہ بندی تھی کہ جب بھی کبھی ہمارا مسلمانوں کے سلطان کے ساتھ ٹکراؤ ہوا کرے گا تو ہم اس کے سالاروں کو انفرادی مقابلے کے لئے للکارتے رہیں گے اور یکے بعد دیگرے ان کے سالاروں کا خاتمہ کرتے چلے جائیں گے۔ اس طرح مسلمانوں کے لشکر کے اندر کمزوری اور ضعف پیدا ہو گا اور وہ ہندوستان میں پیش قدمی نہیں کر پائیں گے۔ جہاں تک بھائی انند پال نے مجھے بتایا ہے اس کے مطابق سلطان محمود غزنوی کے بڑے سالاروں میں سے ارسلان ہے، عبداللہ طائی ہے، نصر ہے، عبداللہ قراتکین ہے، احمد نیالتگین ہے، التون تاش ہے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ دوسرے سالار ہیں اور ان میں سب سے بڑا اور سلطان محمود غزنوی کا دست راست ایاز بن اسحٰق بھی ہے۔ اگر سلطان کے ان سارے سالاروں کا یکے بعد دیگرے خاتمہ کر دیا جائے تو یقیناً مسلمانوں کے سلطان کے لشکر کے اندر ضعف پیدا ہو جائے گا اور ایسا کر کے ہم ہندوستان کو اس کے حملوں سے بچا سکتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل دیوی رکی، دم لیا، اس کے بعد کچھ سوچتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''اگر مسلمانوں کا سلطان ملتان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کرتا ہے تو ہمیں اپنا لشکر لے کر دریائے سندھ کے کنارے اسے روکنا چاہئے۔ اس لشکر میں، میں اور کاشی کماری دونوں بہنیں بھی شامل ہوں گی۔ میں میدانِ جنگ میں عبداللہ قراتکین کو مرتا ہوا، سسکتا ہوا اور اپنی گردن کٹواتا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں۔''

کوشل دیوی کے خاموش ہونے پر انند پال مسکرا رہا تھا اور راج کنور اسے تسلی دینے اور اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہنے لگا۔

''کوشل دیوی! تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ دریائے سندھ ہی عبداللہ قراتکین کا انجام دیکھے گا۔ اس نے اگر کوی راج کو ختم کیا ہے تو میں راج کنور انفرادی مقابلے میں اس کی گردن کاٹ کر کوی راج کا انتقام لوں

Marfat.com

گا اور تمہاری سوگند پوری کروں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد راج کنور جب خاموش ہوا تب انند پال کاشی کماری اور کوشل دیوی دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب باتیں ختم۔ پہلے یہیں کھانا چناؤ۔ کھانا کھاتے ہیں، اس کے بعد میں نے اور راج کنور نے پھر مستقر کی طرف جانا ہے اس لئے کہ سلطان محمود غزنوی کسی وقت بھی غزنی سے نکل کر ملتان کا رخ کر سکتا ہے لہٰذا اس کے ایسا کرنے سے پہلے پہلے ہم اپنے لشکریوں کی تربیت بالکل مکمل کر لینا چاہتے ہیں تاکہ دریائے سندھ کے کنارے جب ہم محمود غزنوی کی راہ روکیں تو پھر اسے نہ پیش قدمی کرنے دیں اور نہ اسے فتح حاصل کرنے دیں۔“

انند پال کی اس گفتگو سے کوشل دیوی اور کاشی کماری دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہیں کھانا لگوایا گیا۔ سب نے کھانا کھایا، اس کے بعد اپنے لشکریوں کی تربیت کا جائزہ لینے کے لئے انند پال اور راج کنور پھر مستقر کی طرف چلے گئے تھے۔

Marfat.com

ملتان پر حملہ آور ہونے کے لئے سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ غزنی سے نکلا۔ اس کی اطلاع انند پال کو اس کے مخبروں نے دے دی تھی لہٰذا انند پال کا لشکر دریائے سندھ پر پہنچ گیا تھا تا کہ محمود غزنوی کی وہیں راہ روکی جائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان محمود نے درہ خیبر کی راہ سے پنجاب میں داخل ہو کر یعنی انند پال کے علاقے سے گزر کر ملتان پر حملہ کرنا چاہا۔ انند پال چونکہ سلطان محمود غزنوی کا باج گزار تھا لہٰذا محمود پنجاب کے علاقے کو اپنے ایک ماتحت اور باج گزار دوست کا ملک سمجھ کر گزرنا چاہتا تھا۔ اس کی یہ خواہش ضرورتاً یا مجبوراً تھی۔ اس کو اس امر کا وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ انند پال میرا مقابلہ کرے گا۔ مگر خلاف توقع انند پال نے اس کو دریائے سندھ کے کنارے روکا۔

انند پال نے اس لئے بھی ایسا کیا تھا کہ ان دنوں سلطان محمود اور سلطنتِ غزنی کے خاف ہندوستان میں ایک عام تحریک شروع ہو چکی تھی اور ملک کے ہر حصے میں مذہبی پیشواؤں کے زیر اہتمام تبلیغی کام زور وشور سے جاری تھا۔ قرامطہ ہندوؤں کی ہمدردی حاصل کر چکے تھے۔ انہوں نے مصلحتِ وقت کو سمجھ کر حضرت علیؓ کو وشنو کا دسواں اوتار بتا کر اپنے آپ کو ان کا ساتھی بنا لیا تھا۔ انہی قرامطہ کو جب مسلمانوں کے خلاف شام اور ایشیائے کوچک کے عیسائیوں کو شامل کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے حضرت علیؓ کو فارقلیط کا مظہر بیان کیا۔ چنانچہ ٹی ڈبلیو آرنلڈ اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام میں ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"یہ لوگ جب ہندوستان میں اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے

Marfat.com

آئے تو انہوں نے اس کی صورت ایسی بنا دی کہ ہندو اس کو فوراً تسلیم کر لیں۔ حضرت علیؓ کو وشنو کا دسواں اوتار بتایا جو مشرق سے آئے گا اور ایک مہدی پوران لکھا اور اس میں راز اور معمول کی باتیں اس طرح بیان کیں کہ ہندو کو ان کا مسلک اختیار کرنے کی ترغیب ہوئی۔"

دوسری جگہ اسی مصنف نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے وشنو کے باقی نو اوتاروں کی صداقت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ہندوستان میں ان دنوں مذہبی عقائد کی بڑی نازک صورت حال تھی۔ نئے نئے فرقے بن رہے تھے نئی نئی قومیں تیار کی گئی تھیں، نئی نئی تحریکیں جاری تھیں۔ اسی طوفانِ بدتمیزی میں قرامطہ بھی آ کر شامل ہو گئے جو مذہبی رنگ میں بھی ہندوؤں کے دوست بن گئے اور سیاسی اعتبار سے بھی وہ ہندوؤں کے معین اور مددگار ہوئے۔ کیونکہ ہندوستان والوں نے محمود سے جو عداوت کی تھی اس سے بدرجہا قرامطی اس کے دشمن تھے۔

بہرحال انند پال شاید ابھی سلطان محمود سے لڑائی کرنے کو پوری طرح تیار نہ تھا لیکن جب سلطان محمود نے اس کو اطلاع دی کہ ہم تمہارے علاقے میں سفر کرتے ہوئے گزر جائیں گے۔ ہمارا مقصودِ سفر ملتان پر حملہ آور ہونا ہے تو انند پال نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ داؤد بن نصر کو جو حاکمِ ملتان تھا اور انند پال کا حلیف اور قرامطی مسلک اختیار کر کے دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا تھا۔

اس نے فوراً دریائے سندھ کے کنارے سلطان محمود غزنوی کو روکا تاکہ ملتان کے حاکم داؤد بن نصر کو آنے والے خطرات سے بچائے اور ساتھ ہی اسے ان خطرات کی اطلاع بھی دے دی۔ سلطان محمود غزنوی نے ابھی درہ خیبر کو عبور بھی نہیں کیا تھا کہ انند پال اپنے لشکر کو لے کر پشاور کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔

سلطان محمود غزنوی کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جس طرح حاکمِ ملتان اس کا باج گزار تھا، اسی طرح انند پال بھی اس کا خراج گزار تھا۔ اس نے مجبوراً انند پال کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور خلاف توقع لڑائی یقیناً محمود کو سخت ناگوار اور ناپسند گزری تھی۔ وہ انند پال سے ہرگز لڑنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ غزنی سے ملتان کا ارادہ کر کے روانہ ہوا تھا۔ چنانچہ دریائے سندھ کے

Marfat.com

کنارے دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے۔ دونوں لشکروں کی صفیں جب درست ہو گئیں تو راجہ انند کے لشکر کے آگے راجہ کے علاوہ بڑے سالاروں میں سے پدم گپت، بھیم چندر اور کچھ دوسرے سالار تھے۔ بھٹنڈہ کے راجہ کا لشکر اس کے بیٹے راج کنور کی کمانداری میں آیا تھا۔ وہ بھی راج کنور کے پیچھے تیار اور مستعد ہو چکا تھا۔

اس موقع پر راج کنور نے تھوڑی دیر تک بڑے رازدارانہ انداز میں انند پال سے کھسر پھسر کی، پھر مطمئن انداز میں اور اپنے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ لئے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا وہ آگے بڑھا اور دونوں لشکروں کے درمیانی حصے میں آ کر اس نے بلند آوا میں عبداللہ قراتگین کا نام لیتے ہوئے اسے انفرادی مقابلے کی دعوت دی۔

اس موقع پر وسطی حصے میں ایاز کے علاوہ عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین دونوں سلطان کے پاس کھڑے ہوئے تھے کہ احمد نیالتگین سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! پچھلی بار جب راجہ جے پال کے ایک سورما نے انفرادی مقابلے کے لئے للکارا تھا تو اس کے مقابلے میں عبداللہ قراتگین اُترا تھا اور یہ عبداللہ قراتگین کا کمال تھا کہ اس شہسوار اور تیغ زن کو اس نے بڑی آسانی سے اپنے سامنے زیر کر لیا تھا۔ سلطانِ محترم! اس بار مجھے اجازت دیں کہ میں انفرادی مقابلے کے لئے اُتروں۔"

سلطان محمود غزنوی کے کچھ کہنے سے پہلے عبداللہ قراتگین نے مسکراتی ہوئی ایک نگاہ احمد نیالتگین پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

"نیالتگین کے بیٹے! میں تیری جرأت، تیرے ایثار کو سلام کرتا ہوں۔ پر میرے بھائی! یہ بھی تو سوچ اس نے میرا نام لے کر انفرادی مقابلے کی دعوت دی ہے۔ اس موقع پر اگر میں میدان میں نہیں اُترتا تو کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ میرے نام کو دھبہ لگے گا۔ انفرادی مقابلے میں اترنے والا مجھے بزدل خیال کرے گا۔ میرے بھائی! انفرادی مقابلے کے لئے چونکہ مجھے پکارا گیا ہے لہٰذا مجھے ہی اترنا ہے۔"

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی جواب طلب انداز میں عبداللہ قراتکین نے جب سلطان محمود کی طرف دیکھا تو سلطان نے اثبات میں گردن ہلائی۔ تب عبداللہ قراتکین کے چہرے پر بھی تبسم نمودار ہوا۔ گھوڑے کو اس نے وسطی حصے کی طرف بڑھایا تھا۔ اس بار اس کے آگے بڑھنے کی رفتار سست تھی۔ میدان کے وسطی حصے کی طرف جاتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے اس کا سر سجدے کے انداز میں اپنے گھوڑے کے ہنے پر جھک گیا۔ اس کے بعد گھوڑے کو وسطی حصے کی طرف بڑھاتے ہوئے بڑی انکساری اور عاجزی سے وہ دعا مانگ رہا تھا۔

''اے اللہ! وقت کی سرمئی آہٹوں میں سلگتے سسکتے لمحوں کو صبح کی نشیلی سحر اور ماضی کے تلخ ایام کو تُو ہی جذبوں کی صداقت سی شادابی عطا کرتا ہے۔ دکھی اور حزیں نگاہوں کو خوشی کی سرگرداں لہروں، دلوں کی انجانی بے چارگی کو احساسات کی قدرت اور فکر کی رفعت عطا کرتا ہے۔

میرے اللہ! تُو ہی جنوں کے نفرت بھرے صحرا میں اُلفت کی پاکیزہ کلیوں کی تخلیق کرتا ہے۔ تُو ہی زنگ آلود وعدہ کو نظر فریب روایات میں بدل دیتا ہے۔

اے مالک دو جہاں! بحرِ ذخار ہو کہ بے خزاں مرغزار، نیل گوں وسعتوں میں سرنگوں اداس اور افسردہ بیٹھے طیور اور ہر جاندار تیری ہی تسبیح تیری ہی تعریف کرتا ہے۔ تُو ہی ازل کا حاکم، تُو ہی ابد کا ناظم ہے۔ بستی بستی، قریہ قریہ تیری ہی عظمتوں کا چرچا ہے۔ میرے مالک! تیری ہی رضامندی کے تحت کہیں شبنم ہے، کہیں شعلہ۔ کہیں شب ہے، کہیں سحر۔ کہیں اندھیرا ہے، کہیں اُجالا۔

اے رب مہربان اور کریم! میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ تیری ہی بندگی اور عبادت کرتا ہوں۔ تیرے سوا کسی کو نہ معبود خیال کرتا ہوں اور نہ یہ خیال کرتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی کسی کی مدد کر سکتا ہے۔ میرے اللہ! تُو ہی اپنے بندوں کو پالنے والا اور ان کی مدد اور

Marfat.com

اعانت کرنے والا ہے۔ اے خدائے لازوال اور لافنا میں دنیا کی
ہر قوت کو چھوڑ کر ہر لذت کی گرمی کو لات مار کر ہمیشہ تیرے ہی
سامنے اپنا کشکولِ گدا دراز کرتا ہوں۔ میرے اللہ! میری استدعا
ہے کہ دشمن کی بپھری گھات، اس کی اندھی عداوت کے سامنے میری
مدد اور اعانت فرما۔ اے اللہ! دشمن کے ہر عناد، اس کے ہر پیچ و
تاب کے سامنے مجھے فوزمندی اور کامرانی عطا فرمانا۔ میرے
مالک! تیری رحمت، تیری بخشش بے پایاں ہے۔ مجھے استطاعت
دے کہ میں قضا بن کر وارد ہوں اور اپنے دشمن بد آموز کی حالت
نامکمل خوابوں، شام کے ماتمی سایوں سی بنا کر رکھوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عبداللہ قراتگین خاموش ہو گیا تھا۔ دعا مانگنے کے بعد اس کی حالت تباہ کن طوفانی بگولوں اور زرد آنکھوں والے چیتے کی سی ہو گئی تھی۔ اپنے گھوڑے کو وحشیانہ انداز میں ایڑ لگاتا ہوا آگے بڑھا اور بھٹنڈہ کے راج کمار راج کنور کے سامنے آیا۔ اسے دیکھتے ہی راج کنور بول اٹھا۔

"کیا تُو عبداللہ قراتگین ہے؟ میں بھٹنڈہ کا راج کمار راج کنور ہوں۔"

راج کنور جب خاموش ہوا تب عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں، میری یادداشت مجھے دھوکا نہیں دے رہی تو راجہ جے پال کے ساتھ جو پشاور کے نواح میں ہماری جنگ ہوئی تھی اس میں بھی تُو اپنے ایک لشکر کے ساتھ شامل تھا اور بھاٹیہ کے راجہ بجے رائے کا سالار بھی تھا۔ اس جنگ میں بھی میرا انفرادی مقابلہ راجہ جے پال کے ایک سالار کوی راج سے ہوا تھا اور میں نے اسے زیر کیا تھا۔ اس کے باوجود تُو مجھے پہچاننے میں غلطی کرتا ہے اور میرا نام پوچھتا ہے۔"

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر راج کنور نے ایک وحشی قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگا۔

"پشاور کے نواح میں جس انفرادی مقابلے میں تُو نے کوی راج کا خاتمہ کیا تھا، اس کوی راج کا انتقام لینے کے لئے ہی تو میں انفرادی مقابلے پر اترا ہوں۔"

"کیا وہ تیرا بھائی تھا؟" عبداللہ قراتگین نے غور سے اس کی طرف دیکھتے

Marfat.com

ہوئے پوچھ لیا۔

اس پر راج کنور کہنے لگا۔

''دیکھ، راجہ جے پال کی بڑی بیٹی کی سگائی میرے ساتھ ہو چکی ہے۔ وہ کوی راج جو گزشتہ انفرادی مقابلے میں تیرے ہاتھوں مارا گیا تھا وہ راجہ جے پال کی چھوٹی بیٹی کوشل دیوی کو پسند کرتا تھا۔ چونکہ راجہ جے پال اور اس کے بیٹے انند پال اور اس کی چھوٹی بیٹی کوشل دیوی کے ساتھ بھی میرا اب ایک رشتہ ہے لہٰذا اسی رشتے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے میں تجھ سے کوی راج کا انتقام لوں گا اور جس طرح انفرادی مقابلے میں تُو نے قوی راج کو اپنے سامنے زیر کر کے اس کی گردن کاٹی، بالکل ایسے ہی اس میدان میں تیرے جسم کو لہو لہو کر کے تیرا خاتمہ کروں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوی راج جب خاموش ہوا تب عبداللہ قراتگین کچھ دیر تک کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''کوی راج! جس کام کا تُو دعویٰ کر رہا ہے، یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔''

راج کنور بپھر گیا، کہنے لگا۔

''مشکل بھی نہیں ہے۔ بس مقابلہ شروع ہونے کی دیر ہے۔ پھر دیکھنا، میں کیسے تیرے سانسوں کے سلسلوں میں اور رگ رگ میں جلتی برستی آگ کے سنگ خشت کی طرح وارد ہوتا ہوں۔ عبداللہ قراتگین! جب میں طبقہ داروں کی نفرت کی طرح تجھ پر ضرب لگاؤں گا تو یاد رکھنا، تیری حالت زخمی کہانیوں، جلتے ہوئے کاغذ کے حروف، سوختہ سوختہ خواہشوں، مجروح مجروح آرزوؤں سے بھی بدتر بنا کر رکھوں گا۔ عبداللہ قراتگین! جس طرح تیز تیشے کی کاٹ نازک اور زبوں کلک کو کاٹتی ہے اسی طرح میں بھی آج اس انفرادی مقابلے میں خاک کے ذروں میں اڑتی تقدیر، اُفق کو آتشی رنگوں میں گم کرتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو کر تیری انا کی دھجیوں کے نقوش مٹاؤں گا، تجھے فضا میں ڈھلتی فنا کی گھاٹیوں میں گم کروں گا اور جس طرح تُو نے کوی راج کو اپنے سامنے زیر کیا تھا اسی طرح، ہاں بالکل اسی طرح میں تجھے بھی کھلی سفاکیوں کی مارماری کہانیوں، نارسائی کی اسیر داستانوں کا سا بنا کر رکھ دوں گا۔ تجھے میں اس میدان میں ایسا گھسیٹوں گا کہ تیرے بدن کو زخم زخم کر کے تجھے تیری

Marfat.com

برداشت کی آخری حدود تک رگیدتا چلا جاؤں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد راج کنور جب رکا تب کھولتے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

"سن راج کنور! خون کے جن گھروندوں کی تُو مجھے دھمکی دیتا ہے، میں انہیں مسمار کرنے کا فن جانتا ہوں۔ بے ضمیری کی جن خونی لہروں، خشک رتوں کے جن اُجڑے خاکوں، مجبور اور غم زدہ کر دینے والے جس آزار سے تُو مجھے ڈراتا ہے میں ان کا پہلے ہی عادی ہوں اور میں ان سے کیونکر خوف زدہ ہوں گا۔ راج کنور! ایک بات یاد رکھنا، تجھ جیسے نفس نفس کو آزمائش میں ڈال کر زیست کو اجڑے شمشانوں میں تبدیل کر دینے والے کدورت اور نفرت کی ہواؤں کی مار مارنے والے انسانیت کی روحوں کے لئے تاریک استھان سجانے والے قریہ قریہ آفتوں کی دھول اُڑانے والے میں نے اپنی زندگی میں بہت دیکھ رکھے ہیں۔

سن راج کنور! باتیں بتانا بڑا آسان ہے اور جن امور کا تُو نے دعویٰ کیا ہے ان پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔ آ، مقابلے کی ابتدا کرتے ہیں اس کے بعد تُو دیکھنا، میں کیسے گراں بار اندھیروں میں قبا کے بند توڑتی ٹھٹھرتی بے روک آندھیوں کی طرح تجھ پر وارد ہوتا ہوں، تیری گویائی کو خاموش اور تیرے احساسات کو کیسے معطل کرتا ہوں۔ اب زیادہ گفتگو نہ کرنا، آ مقابلے کی ابتدا کریں۔"

راج کنور عبداللہ قراتکین کے ان الفاظ سے غضب ناک ہو گیا تھا۔ چنانچہ اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی، تلوار لہرائی، ڈھال پر گرفت مضبوط کی، اس کے بعد وہ عبداللہ قراتکین پر دکھوں سے تعارف کرواتی رات کی اتھاہ سیاہی، آگ و خون کی ویران سلگتی فضا کے پُر ہوس جذبوں، ستم کی ستیزہ کاری اور حسد کے الاؤ میں بھڑکتے اندھیروں کے شیطانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

عبداللہ قراتکین نے بھی دکھوں کے عمیق زخم لگاتی دہکتی سلگتی آگ اور وقت کے جوش مارتے سمندر میں خونی قصے کہانیوں، لہولہو حکایتوں اور کتھاؤں کی طرح اپنے کام کی ابتدا کی تھی۔ اس کے بعد وہ بھی راج کنور پر موت کے گرد و غبار، جسموں کی پرتیں کھولتی ستم کشوں کو لہولہو کرتی عداوتوں کی گھاتوں، درد کا درماں چھین لینے والے

Marfat.com

جنگجوؤں اور خوف بھری قوتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہوتے رہے۔ راج کنور جس نے شروع میں دعویٰ کیا تھا کہ وہ بہت جلد عبداللہ قراتگین کو اپنے سامنے زیر کر کے لہولہو کر کے رکھ دے گا، وہ اب کوفت اور بے زاری محسوس کر رہا تھا۔ اس لئے کہ اس کی اُمیدوں کے کہیں خلاف مقابلہ طول پکڑ رہا تھا۔ پھر یک دم راج کنور کی تلوار سے اپنی تلوار علیحدہ کرتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے اپنے گھوڑے کو تھوڑا سا پیچھے ہٹایا، پھر کھا جانے والے انداز میں اس نے راج کنور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''راج کنور! میں تو سمجھتا تھا کہ تُو اس سے پہلے میرے ہاتھوں انفرادی مقابلے میں مرنے والے کوی راج سے کہیں بہتر اور اچھا تیغ زن ہو گا۔ لیکن تُو تو اس سے بھی گیا گزرا ہے۔ کس بے وقوف اور احمق نے تجھے میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اتار دیا ہے۔ لگتا ہے تیرا کوئی دشمن ہے جو تجھ سے بیزار ہے، جس نے تمہیں یہ مشورہ دیا ہے کہ تم میدان میں اُترو اور مجھ سے کوی راج کا انتقام لو۔ راج کنور! میں نے تمہاری ساری ہنرمندی، تیغ زنی میں تمہاری ساری قابلیت کا اندازہ کر لیا ہے۔ اب میں موت کو تجھ پر وارد کروں گا۔ اب تک میں تجھے بچوں کی طرح کھلاتا رہا ہوں، اب ایک پکے پختہ دشمن کی طرح تجھ پر حملہ آور ہوں گا اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ تُو کیسے زیادہ دیر تک میرے سامنے ٹھہرتا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، پھر وہ بڑے وحشیانہ اور طوفانی انداز میں راج کنور پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔

راج کنور ان تیز حملوں کو برداشت نہ کر سکا، تھوڑی دیر تک اپنا آپ بچاتا رہا، پھر ایک دم اپنے گھوڑے کو اس نے موڑا اور اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ اس موقع پر طنزیہ سا تبسم عبداللہ قراتگین کے چہرے پر نمودار ہوا تھا۔ اپنے گھوڑے کے ساتھ بندھا ہوا اس نے چھوٹا آہنی نیزہ ایک دم سنبھالا، اپنے دائیں ہاتھ میں تولا اور تاک کر جو مارا تو اس کا وہ آہنی نیزہ راج کنور کی پیٹھ سے ہوتا ہوا اس کے دل کے آر پار ہو گیا تھا۔ راج کنور نے ایک بھیانک چیخ بلند کی، اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے سے

Marfat.com

گر کر ڈھیر ہو گیا تھا۔

اپنے پڑاؤ سے ذرا آگے آ کر کاشی کماری اور کوشل دیوی دونوں یہ مقابلہ دیکھ رہی تھیں۔ جب راج کنور بھاگا اور عبداللہ قراتگین نے پشت کی جانب سے نیزہ مار کر اس کا کام تمام کر دیا تب وہ اپنے پڑاؤ کی طرف آئیں۔ اس موقع پر کاشی کماری کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبی رہی، بڑی سنجیدہ ہو گئی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کی چھوٹی بہن کوشل دیوی کہنے لگی۔

''کاشی! تم اس طرح سنجیدگی میں پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے کہ اس مقابلے میں راج کنور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ میں جانتی ہوں تمہیں اس کا سخت افسوس ہو رہا ہو گا۔''

حسین اور خوب صورت کاشی دیوی نے گردن سیدھی کی، کوشل دیوی کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

''جس وقت ابھی عبداللہ قراتگین کے ہاتھوں کوی راج پشاور کے نواح میں زیر ہو کر ختم ہوا تھا تو کیا تمہیں اس کے مرنے کا غم اور دکھ ہوا تھا؟''

اس پر کوشل دیوی کہنے لگی۔

''مجھے غم نہیں، افسوس ہوا تھا۔ لیکن تم سے کم اس لئے کہ میں نے کوی راج کی ذات سے محبت نہیں کی تھی۔ میں تو اس کے اس ہنر اور اس کی تیغ زنی کی صناعی کو پسند کرتی تھی جس کے لئے وہ مشہور تھا لیکن جب وہ مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتگین کے ہاتھوں مات کھا گیا تب مجھے افسوس ہوا کہ آخر کوی راج اتنا بڑا تیغ زن ہونے کے باوجود مسلمانوں کے اس سالار سے اتنی آسانی سے مات کیوں کھا گیا۔ پر کاشی! میری بہن! تمہارا معاملہ دوسرا ہے۔ تمہاری تو راج کنور کے ساتھ سگائی طے ہو چکی تھی۔ اس کے اس طرح مارے جانے کا تمہیں بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہو گا۔ اس سلسلے میں، میں........''

کوشل دیوی اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ کاشی کماری بول اُٹھی۔

''کوشل! تمہیں مجھ سے ہمدردی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور راج کنور کے مرنے کا مجھے دکھ ہے، نہ افسوس، نہ غم۔''

Marfat.com

کوشل دیوی چونک پڑی تھی، کہنے لگی۔
"کاشی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"
"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔" کاشی کماری نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ مجھے راج کنور کے اس طرح مرنے کا دکھ اور غم کیوں ہوگا؟ اسے کس باؤلے کتے نے کاٹا تھا کہ وہ مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتگین کے ساتھ انفرادی مقابلے کے لئے نکلے؟ اس نے ایسا کر کے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی کوشش کی تھی، اپنے آپ کو داؤ پر لگایا تھا کہ شاید وہ اس طرح عبداللہ قراتگین کو اپنے سامنے زیر کر کے سستی شہرت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ دیکھ کوشل! راج کنور کو کسی نے مجبور تو نہیں کیا تھا کہ وہ انفرادی مقابلے کے لئے نکلے اور جب وہ مقابلے سے منہ پھیر کر بھاگا اس وقت واقعی مجھے دکھ اور افسوس ہوا تھا کہ اس نے اس قدر بزدلی کا مظاہرہ کیا کہ ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی بجائے اپنی جان بچا کر واپس اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ ایسا تو بہت بزدل لوگ کرتے ہیں اور پھر مسلمانوں کے اس سالار کی ہمت دیکھو اس نے راج کنور کو بھاگنے نہیں دیا، پشت کی جانب سے ایسا تاک کر نیزہ مارا کہ راج کنور کا قصہ پاک کر کے رکھ دیا۔"
یہاں تک کہنے کے بعد کاشی کماری رکی، کچھ سوچا، دوبارہ وہ کوشل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
"کوشل! میری عزیز چھوٹی بہن! یہ مسلمانوں کا سالار عبداللہ قراتگین بھی عجیب وغریب انسان ہے۔ ایسے جوان تاریکی میں مہتاب کی شعاعوں کی طرح نفرت کو محبت، ہجر کو وصل اور شجرِ بے سایہ کو بہاروں کی ردا میں تبدیل کرتے چلے جاتے ہیں۔ کوشل میری بہن! ایسے ہی ہمت والے جرأت مند نوجوان وقت کی خونی آہٹوں میں اپنے دشمنوں پر ہزیمت کی دُھند پھیلا کر رکھ دیتے ہیں۔ ایسے ہی نوجوان دکھ کے راستوں کے مسافر کی طرح اپنے مدِ مقابل کے لئے دنوں کو بے اختیار اور سحر کو بے اعتبار بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ ایسے ہی زندہ دل، جرأت مند بہادر نوجوان سوالوں کی یخ بستہ خاموشی میں پھولوں کو ان کی چھنی ہوئی خوشبو تک لوٹا دیتے ہیں۔
کوشل! تُو نے دیکھا نہیں، پہلے یہی عبداللہ قراتگین کوی راج پر المنا کیوں کے

Marfat.com

پیکر، وحشت بھرے عذابوں، چیختی چلاتی ہواؤں اور خونی بگولوں کے رقص کی طرح حملہ آور ہوا اور اس کا قصہ پاک کر کے رکھ دیا۔ اور آج تُو نے دیکھا سب کے سامنے یہی عبداللہ قراتگین محرومیوں کی رازداں مشیت، روحوں کو سلگا دینے والے طوفانوں کے ہیبت خیز رتھ بان اور شعور کی سرحدوں پر ہزیمت کی کہر پھیلا دینے والے طوفانوں کی طرح راج کنور پر بھی حاوی ہو گیا اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

یہاں تک کہتے کہتے کاشی کماری کو رک جانا پڑا اس لئے کہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کوشل دیوی بول اُٹھی تھی۔

"کاشی! میری بہن! تم ایسے شخص کو اچھا انسان کہتی ہو اور اس کی تعریف کر رہی ہو جس نے تمہارے منگیتر کو موت کے گھاٹ اُتارا جو دوسری بار ہمارے نوجوانوں کے مقابلے میں انفرادی مقابلہ جیت رہا ہے۔ میں تو اسے کارگاہِ زیست کا بدترین انسان خیال کرتی ہوں۔ یہ بدبخت انسان پہلے ہیبت ناک اذیت بن کر اندھیروں کی بھاری تہوں کی طرح کوی راج کو نگل گیا۔ اس کے بعد یہی مورکھ انسان اندیشوں کے سیلِ بے ایماں، بدمستی اور ہیجان انگیزیوں میں آج راج کنور کا قصہ تمام کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایسا برگشتہ بخت انسان اگر کبھی میرے سامنے آ جائے تو میں اس کی عداوتوں کی ساری گھاتوں کو ختم کر دوں۔ اس کے چہرے پر موت کی آنکھیں چپکا دوں۔"

کوشل دیوی جب خاموش ہوئی تب غور سے بلکہ گھورنے کے انداز میں کاشی کماری اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم ایسے دلیر اور بلوان نوجوان کے لئے غلط الفاظ استعمال کر رہی ہو۔ کسی کی جرأت مندی کو بزدلی میں تبدیل نہیں کرنا چاہئے اور کسی کی دلیری، ضرب وحرب میں اس کی صناعی کی تعریف میں بخل سے بھی کام نہیں لینا چاہئے۔ یہ انتہا درجہ کی بددیانتی ہے۔ یہ شخص نہ مورکھ انسان ہے نہ برگشتہ بخت انسان ہے۔ بلکہ مجھ سے پوچھو تو میں انصاف سے کہوں گی کہ یہ بڑا بلند بخت انسان ہے جس نے اپنی بسالت اور دلیری، اپنی بہادری اور جرأت مندی سے اپنی کامیابی اور اپنے مدِمقابل کی شکست کے در

Marfat.com

کھولے۔ ایسے ہی نوجوان اپنے مدِ مقابل سے زخموں کا مرہم تک چھین لیتے ہیں جبکہ اپنوں کے لئے درد کا درماں بن جاتے ہیں۔

کوشل میری بہن! مجھے راج کنور کے مرنے کا بالکل دکھ اور غم نہیں ہے۔ اس نے کیوں خود قضا کو آواز دی؟ اس نے کیوں ایک محجوب اور پوشیدہ قوت کو للکارا اور پکارا؟ جب اس کے مقابلے پر گیا تو اس کا جو حشر ہونا چاہئے تھا وہی ہوا۔ اس میں پچھتانے اور افسوس کرنے کی کیا بات ہے؟"

اس موقع پر شاید کاشی دیوی بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اسے خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ ان کے لشکر میں زور زور سے طبل بجنے لگے تھے جس کا مطلب تھا کہ ان کا لشکر حملہ آور ہونے کی ابتدا کرنے لگا ہے۔

چنانچہ انند پال اور اس کے سالاروں نے ایسا ہی کیا اور پھر انہوں نے اپنے لشکر کو دم بخود ارضِ سماں میں جھوم کر اُٹھتے ابر، دشت و کوہ کے سایوں تک کو محبوس کر دینے والی ہواؤں کی ان گنت پرتوں کی طرح آگے بڑھایا۔ اس کے بعد وہ سلطان محمود غزنوی کے لشکر پر بے سمت بہتے دریا کی طرح خواہشوں پر سراب طاری کرتے موت کے کرب خیز سرسام، زمین کی ننگی پیٹھ پر شام کی گود میں پھیلے کوہساروں سے اُٹھتی ان گنت وسوسوں کی گرد اور اساس کی آتش بن کر ریا کاری پستیاں بڑھاتی اذیتوں کی دستک کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سلطان محمود غزنوی اور اس کے سالاروں اور لشکریوں نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی۔ پہلے زوردار انداز میں انہوں نے تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ دشتِ دل میں لمحوں کو اسیر کر کے قضا کے سائے بڑھاتی صحراؤں کی دہکتی آگ، کہانیوں کا مزاج بدلتے آگہی کا ہر نشان مٹاتے وحشتوں کے مہیب عناصر اور بیداری کو وہموں، خوابوں کو عذابوں میں تبدیل کرتے رقابت کے جذبوں، ہیجانی کیفیت مرگ کے پیغام اور غیر متشکل جذبوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

یوں دریائے سندھ کے قریب دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے چاروں طرف ہول آفرین نعروں کی گونج سنائی دینے لگی تھی۔ صبر و قرار لوٹتی شر انگیزیاں اپنا

Marfat.com

رنگ دکھانے لگی تھیں۔ قید گمانی کی بربھی بڑھنے لگی تھی۔ شورِ جاں فروشاں حاصل حیات کو تمام کرنے لگا تھا۔ کاسۂ وقت میں ہر سُو زندگی ہراساں ہونے لگی تھی۔ بڑے بڑے تیغ زن اپنے آدرش کو تلاش کرتے عزم کو سدھارنے لگے تھے۔ بڑے بڑے جنگ کا تجربہ رکھنے والے ماہر اور بدبختیاں کھڑی کرنے والے نیستی کے دلدل میں ڈوبنے لگے تھے۔ ان گنت لشکری خواب نگر کھنڈروں میں کھونے لگے تھے۔ زندگی کی گردشوں میں ذلت کے ان گنت دائرے بننے لگے تھے۔

انند پال اور اس کے سالاروں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح دریائے سندھ کے کنارے ایک بار اور صرف ایک بار ہی اسے سلطان محمود غزنوی کے خلاف کامیابی اور فتح مندی حاصل ہو جائے۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ فتح مندی دُور دُور تک کہیں دکھائی نہیں دیتی، شکست اور ہزیمت بڑی تیزی سے ان کے قریب آتی جا رہی ہے تب اس نے اپنے مخصوص آدمیوں کو پیغام بھیجا کہ اپنے پڑاؤ والوں سے کہیں کہ پڑاؤ اٹھا کر بھاگنے والی بات کریں۔ اس لئے کہ پڑاؤ میں ان کی عورتیں بھی تھیں۔ یہ پیغام ملنے کے بعد پڑاؤ اٹھا لیا گیا اور پڑاؤ کی حفاظت پر جو دستے مقرر تھے وہ پڑاؤ کی ہر شے کو وہیں چھوڑ کر پڑاؤ میں جو ان کی عورتیں تھیں انہیں لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

انند پال اور اس کے سالار کچھ دیر تک مزید مار کھاتے رہے، پٹتے رہے، اپنے لشکر کی تعداد کم کرواتے رہے۔ ایسا وہ اس لئے کر رہے تھے کہ پڑاؤ کے اندر جو ان کی عورتیں تھیں انہیں بھاگ کر اپنے آپ کو محفوظ کر لینے کا موقع مل جائے۔

آخر انند پال اور اس کے سالاروں کی بدقسمتی کہ دریائے سندھ کے کنارے اسے سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانا پڑی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ آخر انند پال کا لشکر سلطان محمود غزنوی کو دریائے سندھ پر روک نہ سکا اور شکست کھا کر بھاگا۔ چونکہ اس کی قسمت میں شکست لکھی ہوئی تھی، چنانچہ میدانِ جنگ سے بھاگ کر اس نے مشرق کا رخ کیا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ راجہ انند پال چونکہ لاہور کی طرف بھاگا تھا لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ اس کا تعاقب کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی بھی اس کے پیچھے پیچھے

Marfat.com

تھا۔ سلطان نے پہلے دو آبہ سندھ ساگر کو طے کر کے دریائے جہلم کو عبور کیا، اس کے بعد بغیر کسی روک، بغیر کسی رکاوٹ کے اس نے دو آبہ چج کو بھی طے کر کے دریائے چناب پر آ کر دم لیا۔

آگے آگے بھاگنے والے راجہ انند پال کے مخبر بھی کام کر رہے تھے۔ انہوں نے جب انند پال کو یہ خبر دی کہ سلطان محمود غزنوی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے دریائے چناب کو عبور کر لیا ہے تب انند پال بڑا فکر مند اور پریشان ہوا۔ اپنے لشکر، اپنے عزیز و اقارب اور اپنے خزانے کو لے کر لاہور سے نکلا اور کشمیر کی طرف بھاگا۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی کو جب اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ راجہ انند پال لاہور سے نکل کر کشمیر کی طرف بھاگ گیا ہے تو سلطان محمود غزنوی راجہ انند پال کے دارالسلطنت لاہور کی طرف نہیں گیا بلکہ انند پال کے تعاقب میں دریائے چناب کے کنارے کنارے کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔

اب انند پال کو بڑی فکر ہوئی۔ اسے جب خبر پہنچی کہ سلطان محمود غزنوی نے اس کے مرکزی شہر لاہور کا رخ نہیں کیا بلکہ وہ دریائے چناب کے کنارے کنارے کشمیر کا رخ کر رہا ہے تب انند پال اپنے سارے لشکریوں اور خیمہ گاہ کو سمیٹتا ہوا کشمیر کے کوہستانی سلسلوں میں گیا اور وہاں اس نے ایک بلند کوہستانوں سے گھری ہوئی وادی میں پڑاؤ کر لیا تھا اور اپنی حفاظت کی خاطر اپنے اردگرد اس نے مخبر پھیلا دیئے تھے تاکہ اسے سلطان محمود غزنوی کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتے رہیں۔

بہرحال جب سلطان محمود غزنوی کو خبر ہوئی کہ انند پال پہاڑوں کے دروں میں داخل ہو گیا ہے تب سلطان محمود غزنوی نے دریائے چناب کے کنارے کنارے کشمیر کی جانب پیش قدمی روک دی، پلٹا اور سیدھا اس نے ملتان کا رخ کیا۔

چونکہ سلطان کا مقصودِ سفر اور اس کی منزل ملتان تھی اور وہاں سے وہ قرامطیوں کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا اس بنا پر اس نے لاہور یا پنجاب کے کسی دوسرے شہر کا رخ نہیں کیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اگر سلطان محمود غزنوی کو لوٹ مار کرنے، ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے اور مندروں کو ڈھانے کا شوق ہوتا تو وہ لاہور کو لوٹے بغیر ہرگز نہ

Marfat.com

چھوڑ تا۔ پنجاب کے تمام علاقے اس کے سامنے تھے اور اس کے لئے بلا کسی مزاحمت کرنے والے حاکم بے ضرر شکار گاہ تھے۔ وہ اس سرسبز اور شاداب سرزمین کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے یہاں اپنا لشکر اور اپنا نائب مقرر کر سکتا تھا۔ وہ ملتان کی مہم کو ملتوی کر کے لاہور ہی کے بندوبست میں مصروف ہو جاتا اور ملتان پر حملہ آور ہونا ضروری نہ سمجھتا۔

مگر اس نے نہ پنجاب کو لوٹا اور نہ یہاں کے لوگوں کو مسلمان بنایا نہ یہاں کے مندروں کو ڈھایا اور نہ اور کسی قسم کا نقصان پہنچایا بلکہ اس نے سیدھا ملتان کے قرامطیوں کا رخ کیا۔ اس لئے کہ قرامطی عالمِ اسلام کے لئے بڑا خطرہ اور نقصان کا باعث بن رہے تھے۔ اس بنا پر سلطان محمود غزنوی ان کی بیخ کنی کرنا سب سے زیادہ ضروری کام سمجھتا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ملتان کا حاکم داؤد بن نصر انند پال کے ذریعے پہلے اطلاع پا چکا تھا اور وہ اپنا لشکر انند پال کی مدد کے لئے روانہ بھی کرنے والا تھا کہ انند پال کے شکست کھا کر کشمیر کی طرف بھاگنے کی خبر پہنچی۔ اس خبر سے داؤد کی ہمت پست ہو گئی اور وہ اپنا خزانہ اور قیمتی اسباب اونٹوں پر لاد کر دکن کی جانب فرار ہونے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ ابھی سامانِ سفر باندھنے میں مصروف تھا کہ سلطان محمود غزنوی آندھی اور طوفان کی طرح ملتان کے سامنے آ نمودار ہوا۔ داؤد بن نصر بھاگ نہ سکا لہٰذا ملتان شہر میں محصور رہ کر اس نے سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔

دوسری طرف سلطان محمود غزنوی کو چونکہ خراسان کے مختلف علاقوں سے اپنے علاقوں کو خطرہ رہتا تھا چنانچہ جس وقت اس نے دریائے سندھ کے کنارے انند پال کو شکست دی تھی تو اس کا تعاقب کرنے سے پہلے سلطان محمود غزنوی نے اپنے بڑے سالار ارسلان جاذب کو چند دستے دے کر واپس بھیج دیا تھا تاکہ وہ ہرات شہر میں قیام کر کے وہاں حالات پر نگاہ رکھے اور کسی بھی دشمن کو سلطان محمود غزنوی کے خلاف سر اٹھانے یا اس کے علاقوں پر حملہ آور نہ ہونے دے۔

یہ سارا اہتمام کرنے کے بعد ہی سلطان محمود غزنوی نے انند پال کا تعاقب کیا تھا اور پھر دریائے چناب کے کنارے اس کا تعاقب ترک کر کے اب وہ ملتان آن

Marfat.com

پہنچا تھا۔

اس موقع پر سلطان محمود غزنوی سے متعلق مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی نے انند پال کی اس گستاخی کی سزا دینی اس قدر ضروری نہیں سمجھی جس قدر کہ وہ داؤد بن نصر کو سزا دینا ضروری سمجھتا تھا اور اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلطان محمود ہندوؤں کا زیادہ دشمن تھا یا قرامطہ کا۔

سلطان محمود نے ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ سات روز تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر داؤد بن نصر نے سلطان محمود کی خدمت میں عاجزانہ درخواست کی کہ میں مذہب قرامطہ سے توبہ کرتا ہوں اور سچے دل سے مسلمان ہوتا ہوں۔ ساتھ ہی اس بات کا بھی اقرار کیا کہ آئندہ قرامطہ سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا اور بیس ہزار درہم سالانہ خراج دارالسلطنت غزنی سلطان محمود کی خدمت میں پیش کرتا رہوں گا۔

چونکہ داؤد بن نصر مذہب قرامطہ چھوڑنے کے علاوہ سلطان سے معافی بھی مانگ رہا تھا اور آئندہ مطیع اور فرمانبردار رہنے کا اقرار بھی کر رہا تھا چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے اسے معاف کر دیا اور اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کرنے کی خاطر سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ ملتان کے نواح ہی میں قیام کر لیا تھا۔

Marfat.com

بلند کوہستانی سلسلے سے گھری ایک وادی میں راجہ انند پال نے اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ اب وہ کسی قدر مطمئن اور پُرسکون تھا اس لئے کہ اس کے مخبروں نے اسے یہ اطلاع کر دی تھی کہ سلطان محمود غزنوی اس کی طرف آنے اور کشمیر کا رخ کرنے کے بجائے دریائے چناب کے کنارے سے پلٹ کر ملتان کی طرف چلا گیا ہے اور وہ پہلے ملتان کے قرامطیوں پر ضرب لگانا چاہتا ہے۔

یہ خبر ملنے کے بعد انند پال نے اپنا پڑاؤ وہیں رکھا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ سلطان محمود غزنوی کہیں ملتان سے نمٹ کر پھر لاہور کا رخ نہ کرے اور اس کے سارے عزائم کی اینٹ سے اینٹ بجا دے۔ انند پال جانتا تھا کہ ملتان کا حاکم داؤد زیادہ دیر تک سلطان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا لہٰذا اگر وہ کشمیر کے ان کوہستانی سلسلوں سے نکل کر واپس لاہور جاتا ہے تو سلطان ضرور اسے اپنا ہدف بنائے گا۔ اس بنا پر مناسب موقع تک اس نے وہیں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ایک دن کوشل دیوی اور کاشی کماری دونوں بہنیں اپنے خیمے میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ انند پال اس خیمے میں داخل ہوا۔ خیمے کے وسط میں پتھروں سے گھری ہوئی ایک مختصر سی جگہ میں آگ روشن تھی اور اسی کے پاس کوشل دیوی اور کاشی کماری بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس لئے کہ سرما کا موسم ہونے کی وجہ سے اردگرد کے پہاڑوں پر برف پڑ گئی تھی اور سردی اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ انند پال آگے بڑھ کر اپنی دونوں بہنوں کے پاس بیٹھ گیا۔ کسی موضوع پر گفتگو کا آغاز کرنا ہی چاہتا تھا کہ کاشی کماری نے اسے مخاطب کیا۔

Marfat.com

"بھائی! یہ ہم کب تک یوں جگہ جگہ دھکے کھاتے پھریں گے؟ بھائی! میری باتوں کا برا نہ ماننا۔ آپ ہم دونوں کے بڑے بھائی ہیں، باپ کی جگہ ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم مسلمانوں کے سلطان کے ساتھ صلح کر لیں؟ میں اور کوشل ابھی بالکل چھوٹی اور بچی تھیں کہ ہمارے باپ نے سلطان محمود غزنوی کے باپ کے ساتھ دشمنی کی ابتدا کی۔ دو جنگیں ہوئیں اور ان دونوں جنگوں میں ہمیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد سلطان سبکتگین فوت ہو گیا تو ہمارے باپ نے یہ سمجھا کہ باپ کے بعد یہ محمود ایک کمزور حکمران ثابت ہو گا لہٰذا اس پر حملہ آور ہو کر اس کے علاقوں پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ محمود کے مقابلے میں بھی پشاور کے نواح میں ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور پھر اب یہ جو دریائے سندھ کے کنارے ہمیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے تو اس کی وجہ سے تو ہم دربدر ہو گئے ہیں۔ میرے بھائی! کیا یہ سلطان محمود غزنوی کی فراخ دلی نہیں کہ اس نے کشمیر تک ہمارا تعاقب نہیں کیا، واپس چلا گیا ہے۔ اور کیا یہ بھی اس کی فراخ دلی نہیں کہ لاہور پر حملہ آور ہو کر اس نے شہر کی لوٹ مار نہیں کی بلکہ مسلمانوں کے بدترین دشمن قرامطی حکمران داؤد پر حملہ آور ہونے کے لئے وہ ملتان کا رخ کر گیا ہے۔

مصیبت یہ ہے کہ ان دنوں ہم واپس لاہور کا رخ بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ یقیناً ملتان میں ہو گا۔ اسے جب ہمارے لاہور پہنچنے کی خبر ہوئی تو وہ ضرور پلٹ کر لاہور پر حملہ آور ہو گا۔ بھائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم سلطان کے ساتھ صلح کر لیں۔ اگر ہم سلطان کی فرمانبرداری اختیار کر لیں تو وہ یقیناً ہمیں اپنے علاقوں پر حکمرانی کے لئے چھوڑ دے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کاشی کماری جب خاموش ہوئی تو کوشل دیوی کچھ کہنا چاہتی تھی پر اس سے پہلے ہی انند پال بول اٹھا، کہنے لگا۔

"کاشی کماری! میری بہن! یہ تیرے اپنے خیالات ہیں اور میں ان سے متفق نہیں۔ محمود غزنوی سے میں صرف اپنی ہی نہیں، اپنے باپ کی شکست کا بھی انتقام لوں گا اور اس سلسلے میں، میں نے دو کاموں کی ابتدا کر دی ہے اور انہی کاموں سے متعلق گفتگو کرنے کے لئے میں تم دونوں بہنوں کے پاس آیا ہوں ورنہ اس وقت

Marfat.com

میں اپنے خیمے میں آرام کر رہا ہوتا۔‘‘

انند پال کے اس سوال کے جواب میں کوشل دیوی بولی اور فکرمندی میں پوچھنے لگی۔

’’کون سے دو کام آپ نے کیے ہیں؟‘‘

اس پر انند پال مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

’’پہلا کام یہ کہ میں نے اپنا ایک خاص آدمی بھاٹیہ کی طرف روانہ کیا ہے جہاں اس وقت ہمارا بھانجا سکھ پال حکمران ہے۔ میرا وہ خاص آدمی سکھ پال سے بات کرے گا اور سکھ پال سلطان کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کی بجائے اس کے خلاف سرکشی اور بغاوت کرے گا۔ اتنی دیر تک میں بھی لاہور پہنچ کر اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع کر کے مستعد اور تیار ہو جاؤں گا۔

دوسرا کام میں نے یہ کیا ہے کہ مختلف علاقوں کی طرف وفود بھجوائے ہیں۔ ہندوستان کے راجاؤں کو سلطان محمود غزنوی کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کے لئے پیغام بھیجا ہے اور ساتھ ہی براہموں، پنڈتوں کے نام یہ پیغام بھیجا ہے کہ وہ جگہ جگہ گھوم پھر کر ہندوستان میں محمود کے خلاف ایک مہم شروع کر دیں تا کہ محمود پر حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ اسے ہندوستان سے مار بھگایا جائے بلکہ ہمارا لشکر یلغار اور ترک تاز کرتا ہوا اس کے مرکزی شہر غزنی تک جا پہنچے۔‘‘

انند پال کی اس گفتگو کا جواب کوشل دیوی یا کاشی دیوی دینا ہی چاہتی تھیں کہ اتنے میں خیمے کے دروازے پر ایک لشکری نمودار ہوا اور انند پال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’بھٹنڈہ سے ایک قاصد آیا ہے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔‘‘

ان الفاظ پر انند پال چونکا تھا۔ کاشی کماری اور کوشل دیوی دونوں غور سے خیمے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی تھیں یہاں تک کہ انند پال نے اس لشکری کو مخاطب کیا۔

’’اس قاصد کو اندر بھیج دو۔‘‘

چنانچہ تھوڑی دیر بعد بھٹنڈہ کا قاصد خیمے میں داخل ہوا۔ انند پال نے اسے

Marfat.com

اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا، پھر اسے مخاطب کیا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ تم اگر بھٹنڈہ سے آئے ہو تو تمہیں کس نے بھٹنڈہ سے یہاں میرے پاس بھیجا ہے؟''

اس پر وہ قاصد بولا اور کہنے لگا۔

''مجھے بھٹنڈہ کے راجہ پرم دیو نے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے اور ایک اہم پیغام دے کر بھیجا ہے۔''

''کیسا پیغام؟'' غور سے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے انند پال نے پوچھ لیا تھا۔

جواب میں اس قاصد نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

''پرم دیو کا آپ کے نام پیغام یہ ہے کہ آپ کی بہن کاشی کماری کی سگائی پرم دیو کے بڑے بیٹے راج کنور کے ساتھ طے پائی تھی۔ چونکہ راج کنور دریائے سندھ کے کنارے سلطان محمود غزنوی کے سالار عبداللہ قراتگین کے ساتھ انفرادی مقابلہ کرتے ہوئے مارا جا چکا ہے اس بنا پر راجہ پرم دیو نے آپ سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ آپ کی بہن کاشی کماری چونکہ راج کنور کی منگیتر تھی، یہ رشتہ طے ہو چکا تھا لہٰذا راج کنور کے مارے جانے کے بعد اب کاشی کماری کی سگائی راجہ پرم دیو اپنے دوسرے بیٹے گووِند راج سے کرنا چاہتا ہے۔ مجھے آپ کی طرف اس نے یہ بھی پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دنوں سلطان محمود کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد آپ اپنے مرکزی شہر سے دور ہیں لیکن جب سلطان محمود واپس چلا جائے اور آپ لاہور آئیں تو راجہ پرم دیو چاہتا ہے کہ آپ اس کی طرف پیغام بھجوائیں کہ وہ کب اور کس روز اپنے دوسرے بیٹے گووِند راج کے ساتھ کاشی کماری کی سگائی طے کرنے کے لئے پہنچے؟''

جب تک وہ قاصد بولتا رہا، انند پال، کاشی کماری اور کوشل دیوی تینوں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے رہے یہاں تک کہ انند پال نے قاصد کو مخاطب کیا۔

''دیکھ، میرا باپ، میری ماں دونوں مارے جا چکے ہیں۔ میری یہ دو بہنیں ہی اب میرا کُل سرمایہ ہیں۔ دونوں مجھ سے چھوٹی ہیں اور دونوں ہی مجھے بے حد عزیز ہیں۔ جو کچھ تُو نے کہا ہے اس کا جواب میں نہیں دوں گا، اس کا جواب میری چھوٹی

Marfat.com

بہن کاشی کماری دے گی۔ اس لئے کہ اس کی ذات ہی اس میں ملوث ہے۔"

اپنے بھائی کے ان الفاظ پر کاشی کماری کے حسین اور خوب صورت چہرے پر تبسم نمودار ہوا تھا، پھر قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"واپس جا کر اپنے راجہ پرم دیو سے کہنا کہ میں نہ کسی کا ذاتی سرمایہ ہوں اور نہ کسی کا اثاثہ ہوں، نہ کسی کی رکھیل ہوں اور نہ کسی کی دہیل۔ شادی میں اپنی مرضی سے کروں گی، جس کے لئے میرے بھائی نے اپنا عندیہ بھی دے دیا ہے۔ لہٰذا تم واپس جا کر بٹھنڈہ کے راجہ پرم دیو سے کہنا کہ میں اس کے دوسرے بیٹے گووند کے ساتھ سگائی طے کرنے سے انکار کرتی ہوں اور نہ ہی میں کسی ایسے گووند راج سے شادی کروں گی۔"

حسین اور خوب صورت کاشی کماری کے اس جواب سے انند پال بھی مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر وہ قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم نے میری بہن کا جواب سن لیا ہے۔"

ساتھ ہی انند پال نے کسی کو پکارا جس پر وہی لشکری جس نے قاصد کے آنے کی اطلاع دی تھی، خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور انند پال اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بٹھنڈہ کے قاصد کو لے جاؤ، اس کے طعام اور قیام کا بہترین بندوبست کرو۔ جتنے دن یہ قیام کرنا چاہے اور جب یہ جانا چاہے تو یہ بٹھنڈہ جا سکتا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی انند پال کے کہنے پر وہ لشکری بٹھنڈہ کے قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

Marfat.com

سلطان محمود نے ابھی تک ملتان کے نواح ہی میں قیام کیا ہوا تھا اور ایک روز وہ اپنے خیمے سے باہر کھلے میدان میں اپنے بڑے سالاروں میں سے عبداللہ قراتکین، احمد نیالتگین، عبداللہ طائی، التون تاش اور دیگر سالاروں کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ ایک چھوٹے سالار نے غزنی سے دو قاصدوں کے آنے کی اطلاع کی۔

ان الفاظ پر سلطان محمود غزنوی کسی قدر چونکا تھا اور اس نے قاصدوں کو فی الفور لانے کے لئے کہا۔ جب وہ دونوں قاصد آئے تب سلطان نے انہیں قریب بٹھایا پھر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کیا تم غزنی سے کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟''

اس پر ان دو میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! ہم اچھی خبر لے کر نہیں آئے۔ آپ نے امیر ارسلان جاذب کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ واپس بھیجا تھا اور اس نے ہرات میں قیام کیا تھا۔ اب وہ ہرات سے نکل کر غزنی پہنچ گیا ہے......''

قاصد کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ سلطان اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

''ارسلان ہرات سے نکل کر غزنی کیوں پہنچ گیا ہے؟''

اس پر قاصد دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! ماوراالنہر کے حکمران ایلک خان نے ہمارے علاقوں پر حملہ کر دیا

Marfat.com

ہے۔ ایلک خان نے اپنے سپہ سالار سیاؤش تگین کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر خراسان پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیج دیا اور اپنے دوسرے سالار اور بھائی جعفر تگین کو جسے چغر تگین بھی کہتے ہیں، بلخ پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

چنانچہ یہی جعفر تگین ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ بلخ پر حملہ آور ہوا اور سلطانِ محترم اس نے ہمارے شہر بلخ پر قبضہ کرلیا ہے۔ جہاں تک ماورا النہر کے حکمران ایلک خان کے سالار سیاؤش تگین کا تعلق ہے تو اس نے ان دنوں خراسان میں لوٹ مار مچا دی ہے۔ سلطانِ محترم! یہ صورتِ حال دیکھ کر ارسلان نے اندازہ لگایا کہ وہ اکیلا ان قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ ہرات سے غزنی پہنچ گیا ہے اور اسی نے یہ پیغام دے کر آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ خبر سن کر سلطان محمود پریشان نہیں ہوا۔ سلطان محمود نے داؤد کی توبہ کو غنیمت سمجھ کر اس کی التجا قبول کر لی اور سکھ پال یعنی نواسہ خان کو جو ملتان کی متصلہ ریاست بھاٹیہ کی حکومت پر مامور تھا، اُسے حکم دیا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں داؤد بن نصر کے افعال اور حرکات کا نگراں بھی رہے اور اس پر گہری نگاہ رکھے کہ وہ اپنے پاس قرامطیوں کو جمع نہ ہونے دے۔

نواسہ خان کو محمود غزنوی نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ داؤد بن نصر تائب ہو کر قرامطہ کا راستہ چھوڑ کر مسلمان ہو چکا ہے چنانچہ نواسہ خان کو اس پر نگران مقرر کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ غزنی کی طرف بڑھا۔

واپسی پر سلطان محمود کوہستانِ سلیمان کے کسی جنوبی درے سے گزرا اور انند پال کے علاقوں کی طرف قطعاً توجہ نہیں دی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ غزنی پہنچ کر سلطان محمود غزنوی نے ارسلان جاذب سے تمام حالات سن کر ایک زبردست لشکر مرتب کیا اور ان ہاتھیوں کو بھی ہمراہ لیا جو اس نے بجے رائے کی جنگ میں بطور مالِ غنیمت حاصل کئے تھے۔

دوسری طرف ماورا النہر کے حکمران ایلک خان کو جب خبر ہوئی کہ اس نے تو سلطان محمود غزنوی کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی اور جواب میں

Marfat.com

سلطان محمود آندھی اور طوفان کی طرح ملتان سے اٹھ کر غزنی پہنچ گیا ہے اور اب وہ بلخ کی طرف کوچ کر رہا ہے، یہ خبر سن کر ایلک خان پریشان ہوا۔ چنانچہ اس نے سلطان محمود کے خلاف چین کے حکمران قدر خان کو بھی اپنا شریک بنانا چاہا۔ قدر خان اس کا سسر بھی تھا چنانچہ ایلک خان نے تیز رفتار قاصد قدر خان کی طرف روانہ کئے اور اس سے سلطان محمود کے خلاف مدد طلب کی۔ چنانچہ قدر خان بھی ایک خاصا بڑا لشکر لے کر سلطان محمود غزنوی کے خلاف ایلک خان کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔

دوسری طرف سلطان محمود نے پہلے ارسلان کو لشکر کا ایک حصہ دے کر ایلک خان کے سالار سیاؤش تگین پر ضرب لگانے کے لئے روانہ کیا جو خراسان میں تباہی مچائے ہوئے تھا چنانچہ ارسلان اس پر حملہ آور ہوا اور اسے شکست دے کر اور مار بھگا کر واپس سلطان سے آن ملا تھا۔ اس طرح سلطان ایک بار پھر اپنے پورے لشکر کے ساتھ بلخ شہر کے باہر کھلے میدانوں میں خیمہ زن ہوا۔

دوسری طرف ماوراالنہر کا حکمران ایلک خان اور چین کے علاقوں کا حکمران قدر خان دونوں اپنا لشکر لے کر سلطان کے سامنے بلخ کے نواح میں آن خیمہ زن ہوئے۔

آخر دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے اور حملہ آور ہونے کی ابتدا ایلک خان اور قدر خان دونوں نے کی تھی۔ پہلے انہوں نے بے خواب راتوں کی فضاؤں میں صحرائی بگولوں کی سرگرداں ہواؤں اور سیاہ تاریکیوں کے ہیولوں میں خائف خائف کرتے اندھیروں کو ابھارتی، خون اگلتی یورش کی طرح نعرے بلند کئے، اس کے بعد وہ سلطان محمود غزنوی کے لشکر پر صدیوں کی مسافتوں میں منزلوں سے ناآشنا کرتے گندی خواہشوں کے سوداگروں اور گریبان چاک کر دینے والے سیاہ قعرِ مذلت اور سیلِ بلاخیز کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سلطان محمود نے بھی بادلوں سے خالی نیلے آسمان تلے اوس چاٹتی زمین پر کرامات کا کوئی لمحہ کھڑا کرتے وقت اور زمانے پر کمند ڈالنے کے انداز میں تکبیریں بلند کیں، پھر سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ ایلک خان اور قدر خان پر ہر شے کی ہستی کے منطقوں میں ان گنت بے قرار قیامتیں کھڑی کرتی پتھروں کو موم کر

Marfat.com

دینے والی آگ، وقت کے بیابانوں میں لاعلاج جراحتیں طاری کرتے دشتِ بے کراں میں سرگرداں عناصر اور بے ضمیری کی کثافتوں کو اپنے پاؤں تلے روند دینے والی موج درموج قہرمانیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

بلخ شہر کے نواح میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے نوحہ گری کے کہرام، پُر آشوب چیخیں، شورِ سلاسل، مصائب کے ہجوم، مرگ کی ہیجان خیزیاں، موت کی تھکاوٹ اور جذبات کی حدت اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ہر کوئی حیات کے پردے میں موت بن کر کالی صدیوں کے بے باک شعلوں کی طرح حملہ آور ہونے لگا تھا۔ ہر لشکری رقص کر اُٹھنے والی شعاعوں کی مانند مرگ اور زیست کا کھیل کھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ زمین سے نکلتی ابتلاؤں نے دستِ جبر کے عزائم اور اندھے خوف ناک تلاطم چارسُو کھڑے کر دیئے تھے۔

ماورا النہر کے حکمران ایلک خان اور چین کے حکمران قدر خان نے اپنی طرف سے یہ ٹھان رکھی تھی کہ ان کے لشکر کی تعداد چونکہ زیادہ ہے لہٰذا وہ سلطان محمود غزنوی کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن سلطان اور اس کے سالاروں اور لشکریوں نے اس بے باکی، اس خوف ناکی سے ان پر حملے کئے کہ ایلک خان اور قدر خان دونوں کو بدترین شکست دی اور ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

یہ تعاقب بڑا خطرناک تھا اور بڑا شدید اور زوردار تھا اور سلطان نے اپنے دونوں بڑے دشمنوں یعنی ایلک خان اور قدر خان کے لشکر کو بڑی تیزی سے کاٹتے ہوئے ان کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی۔

اس طرح خراسان کے حالات کو سلطان نے بڑی تیزی سے اپنی آہنی گرفت میں لے لیا تھا۔ ایلک خان جو سلطان کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے در پے تھا، اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور سلطان نے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ آنے والے دور میں ایلک خان کو سلطان کے علاقوں پر اس طرح چڑھ دوڑنے اور اس کے علاقوں کے اندر یلغار، ترک تاز اور تباہی کا کھیل کھیلنے کی جرأت اور جسارت نہ ہوئی۔

❀❀❀

بھاٹیہ یعنی بھیرہ کا حکمران ایک روز بھیرہ میں اپنی قیام گاہ میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا

Marfat.com

کہ اس کے خدام میں سے ایک اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور بھیرہ کے حکمران نواسہ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ کے ماموں انند پال کی طرف سے ایک شخص کوئی اہم پیغام لے کر آیا ہے اور فی الفور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔"

ان الفاظ پر نواسہ خان چونکا تھا، چنانچہ کہنے لگا۔

"جو بھی مجھ سے ملنے کے لئے آیا ہے، اسے اندر بھیج دو۔"

چنانچہ تھوڑی دیر بعد ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص اس کمرے میں داخل ہوا۔ نواسہ خان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس کے بعد آنے والے کو اس نے اپنے سامنے بٹھایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے ماموں انند پال نے خیریت سے تمہیں میری طرف بھیجا ہے؟"

اس پر آنے والے اس شخص نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک انتہائی اہم اور رازداری کے موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ کمرہ جس میں ہم اس وقت بیٹھے ہیں ایسی گفتگو کے لئے موزوں ہے؟"

جواب میں نواسہ خان نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تم فکر نہ کرو۔ یہ کمرہ محفوظ ہے۔ جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کہو۔"

اس پر وہ شخص نواسہ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ اس وقت بھاٹیہ کے حکمران ہیں۔ آپ کے تحت ایک خاصا بڑا لشکر ہے۔ آپ جانتے ہیں اس سے پہلے آپ کے نانا جے پال کو تین بار مسلمانوں کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانا پڑی۔ دو بار سبکتگین کے ہاتھوں، تیسری اور آخری بار محمود غزنوی کے ہاتھوں جس کے نتیجے میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد آپ کے ماموں نے آپ کے نانا کے علاقوں کی حکمرانی سنبھالی۔ آپ کے ماموں انند پال نے بھی اپنے باپ کا انتقام لینا چاہا چنانچہ وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے محمود غزنوی سے ٹکرایا لیکن حالات کی بدقسمتی کہ دریائے سندھ کے کنارے بھی ہمیں ناکامی اور شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس شکست کا

Marfat.com

نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے ماموں کو بھاگ کر لاہور کا رخ کرنا پڑا۔ محمود غزنوی اس کے پیچھے تھا جس کی بنا پر انند پال اپنی دونوں بہنوں اور دوسرے عزیز و اقارب کے علاوہ بچے کھچے لشکر کو لے کر کشمیر کی طرف چلا گیا۔

محمود غزنوی نے کچھ دور تک تعاقب کیا۔ آخر اس تعاقب کو ترک کر کے وہ ملتان پر چڑھ دوڑا۔ اسی دوران چونکہ خراسان میں ان کے خلاف کارروائیاں شروع ہوگئی تھیں لہٰذا وہ خراسان چلا گیا۔ اب جبکہ ان دنوں محمود غزنوی بری طرح خراسان میں مصروف ہے تو آپ کا ماموں چاہتا ہے کہ آپ محمود غزنوی کے خلاف بغاوت اور سرکشی کھڑی کر دیں۔ آپ کا ماموں ہر صورت میں اپنے باپ اور اپنی شکستوں کا انتقام محمود غزنوی سے لینا چاہتا ہے اور وہ یہ بھی امید رکھتا ہے کہ آپ چونکہ اس کے بھانجے ہیں لہٰذا اس رشتے کے حوالے سے آپ اپنے ماموں کی مدد ضرور کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا وہ شخص رکا، کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"یہاں تک آپ کے ماموں انند پال کو خبر ملی ہے اس کے مطابق ملتان کے نواح سے خراسان کی طرف جاتے ہوئے محمود غزنوی نے آپ کو ملتان کے علاقوں کا بھی نگران مقرر کیا تھا اور آپ کے ذمے یہ بھی کام لگایا تھا کہ آپ ملتان کے حاکم داؤد بن نصر پر نگاہ رکھیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ اس کی وجہ سے ان علاقوں میں قرامطی زیادہ آباد نہ ہونے پائیں اور نہ ہی وہ طاقت اور قوت پکڑنے پائیں۔

دیکھو، قرامطی بڑے جنگجو ہیں۔ اگر آپ انہیں اپنے ساتھ ملا لیں اور محمود غزنوی کے خلاف آپ بغاوت کھڑی کرتے ہیں تو پھر ملتان کا قرامطی حکمران جو ظاہری طور پر قرامطی فرقے سے تائب ہو چکا ہے، واپس اپنے عقیدے پر چلا جائے گا اور آپ کے ساتھ مل کر سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ کرے گا۔"

اس شخص کے یہ الفاظ سن کر نواسہ خان گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا، پھر خوف زدہ سے لہجے میں کہنے لگا۔

"میں سمجھتا ہوں جو کچھ میرا ماموں چاہتا ہے، یہ ایک بڑا خطرناک کھیل ہے۔ سلطان محمود غزنوی جب حملہ آور ہوتا ہے تو اپنے شروع کے حملوں سے ہی وہ اپنے

Marfat.com

مقابل کے بدن کو زخم زخم اور چشم نظر شکست خوردہ کر دیتا ہے۔ دلوں کی آشفتگی، پیاس کے کھولتے صحرا اور افلاس کے رقص کرتے دھبوں کی طرح اپنے مقابل پر چھا جاتا ہے، اسے بدترین شکست دیتا ہے اور پھر شکست کے بعد حوادث کے اندھے قلوب کے تواہم، خون بہلاتی ابتلا، اذیت بھری نفرت کی جوالہ، آتش وحشت کی جست وخیز کی طرح تعاقب کر کے اس کے لشکر پر بھی عذاب طاری کر دیتا ہے۔ اگر میں سلطان محمود کے خلاف بغاوت اور سرکشی کھڑی کرتا ہوں تو یاد رکھنا، سلطان محمود خراسان میں اپنے کام کو بہت جلد سمیٹ کر اور اسے آخری شکل دے کر پلٹے گا اور ہندوستان کا رخ کرے گا۔ اور یہ سوچو کہ وہ جب مجھ پر حملہ آور ہو گا تو کیا میں اس کا مقابلہ کر پاؤں گا؟ اب تم اس کا یہ جواب دو گے کہ میں اکیلا نہیں ہوں گا، میرا ماموں انند پال بھی اس سلسلے میں میری مدد کرے گا تو میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ میں اور میرا ماموں انند پال دونوں مل کر بھی سلطان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور اگر اس کام میں ملتان کا حاکم داؤد بن نصر بھی ہماری مدد کرتا ہے تب بھی میرا اندازہ اور تجزیہ ہے کہ سلطان ہر صورت میں ہم پر بھاری ثابت ہو گا۔"

نواسہ خان کے ان الفاظ کے جواب میں وہ شخص کہنے لگا۔

"آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس بار آپ کا ماموں بڑی سنجیدگی سے حرکت میں آیا ہوا ہے اور ہر صورت میں محمود سے انتقام لینے کے درپے ہے۔ اس نے ہندوستان کے سارے راجاؤں کو خطوط لکھے ہیں کہ وہ اپنے اپنے لشکر لاہور بھیجیں تاکہ سلطان محمود کو شکست دے کر اسے اس کے علاقوں میں محدود کر دیا جائے۔ آپ کے ماموں انند پال نے ہندوستان کے راجاؤں کو یہ بھی تنبیہہ کی ہے کہ آج اگر وہ مصیبت میں پھنسا ہوا ہے اور اکیلا سلطان محمود کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو کل یہی سلطان محمود اس کے علاقوں پر قابض ہونے کے بعد ہندوستان کے اندرونی حصوں کی طرف پیش قدمی کرے گا اور ایک کے بعد دوسرے راجہ کی گردن ناپتے ہوئے سب کو اپنے سامنے زیر کر کے ایک ایسے فاتح کی صورت میں سامنے آئے گا کہ جس کا کوئی مقابلہ ہی نہ کر سکے گا۔

تیسرا کام آپ کے ماموں نے یہ کیا ہے کہ ہندوستان کے سارے راجاؤں کو یہ

Marfat.com

بھی لکھا ہے کہ اپنے اپنے علاقوں کے پنڈتوں، پروہتوں سے کہیں کہ وہ جگہ جگہ گھوم پھر کر سلطان محمود کے خلاف فضا پیدا کریں اور میرے عزیز! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اس بار فتح ہماری، شکست محمود کی ہوگی۔ اس لئے کہ آپ کے ماموں کی اس پکار کے جواب میں مختلف راجاؤں کے لشکر لاہور میں جمع ہونا شروع ہو گئے ہیں۔"

نواسہ خان کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر کہنے لگا۔

"جو حالات تم نے بتائے ہیں اس سے مجھے حوصلہ ہوا ہے لہٰذا میں اپنے ماموں کی بات مانتے ہوئے سلطان محمود کے خلاف علمِ بغاوت کھڑا کرتا ہوں اور ساتھ ہی میں مرتد ہو کر پھر ہندو ازم کی طرف آتا ہوں۔ اس سلسلے میں قرامطیوں سے بھی رابطہ قائم کرتا ہوں، ملتان کے حاکم داؤد بن نصر کو بھی اپنے ساتھ ملاتا ہوں تاکہ سلطان محمود کے خلاف ہم آسانی سے کامیاب ہو جائیں۔ تم ایسا کرو، دو دن ایک مہمان کی حیثیت سے ہمارے پاس قیام کرو اور پھر ماموں کی طرف روانہ ہونا اور اسے بتانا کہ میں اس کا کہا مانتے ہوئے سلطان محمود کے خلاف بغاوت اور سرکشی کھڑی کر چکا ہوں۔"

وہ شخص نواسہ خان کی گفتگو سے خوش ہو گیا تھا۔ لہٰذا نواسہ خان نے اس کے قیام کا بندوبست کر دیا اور دو دن بعد وہ بھاٹیہ یعنی بھیرہ سے لاہور کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

❁❁❁

دوسری طرف سلطان محمود غزنوی کو خراسان ہی میں اس کے مخبروں اور ہرکاروں نے یہ اطلاع کر دی تھی کہ نواسہ خان نے سرکشی اور بغاوت کھڑی کر دی ہے۔ یہ خبر ملنے کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ پلٹا، پہلے غزنی میں داخل ہوا۔ شاید وہ اپنے لشکر کو چند دن ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا، اس کے بعد وہ ہندوستان میں داخل ہونا چاہتا تھا۔

جس روز سلطان محمود غزنوی غزنی شہر میں داخل ہوا تب عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین دونوں غزنی کے ایک شمالی محلے میں داخل ہوئے۔ دونوں آہستہ آہستہ اپنے گھوڑوں کو ہانکتے چلے جا رہے تھے۔ اس موقع پر عبداللہ قراتگین، احمد نیالتگین کو

Marfat.com

مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''احمد! تم مجھ سے بڑے ہو، بڑے بھائی کی جگہ ہو۔ بڑا بھائی باپ کی مانند ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں میرے اور تمہارے خاندان کے درمیان جو رشتہ طے ہے اسے انجام تک پہنچانا چاہئے۔''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر احمد نیالتگین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! میں تو خود یہ چاہتا ہوں۔ گھر چلتے ہیں، اپنے بڑوں سے بات کرتے ہیں اور اس سلسلے میں میرے خیال میں مزید دیر نہیں ہونی چاہئے۔''

دراصل عبداللہ کے باپ کا نام قراتگین تھا۔ اس کا ایک بھائی تھا جس کا نام سنجر تھا اور ایک بہن تھی جس کا نام خیسار تھا۔ دوسری طرف احمد کے باپ کا نام نیالتگین تھا، بھائی کا نام عثمان اور بہن کا نام ارجان تھا۔ نیالتگین جو احمد کا باپ تھا، فوت ہو چکا تھا۔ احمد کے بھائی عثمان کی منگنی عبداللہ قراتگین کی بہن خیسار سے ہو چکی تھی جبکہ عبداللہ قراتگین کے بھائی سنجر کی منگنی احمد نیالتگین کی بہن ارجان سے طے تھی۔

احمد نیالتگین شادی شدہ تھا اور اس کی بیوی کا نام باشان تھا۔ احمد نیالتگین کے اب گھر کے چار افراد تھے۔ ایک احمد نیالتگین، ایک اس کی بیوی باشان، ایک اس کا بھائی عثمان اور چوتھی اس کی بہن ارجان۔ جبکہ عبداللہ قراتگین کے گھر کے چار افراد تھے۔ ایک عبداللہ قراتگین خود، دوسرا اس کا بھائی سنجر، تیسرا اس کا باپ قراتگین اور چوتھی اس کی بہن خیسار۔

چنانچہ اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے وہ ایک جگہ رک گئے۔ جس جگہ وہ رکے تھے وہاں دونوں کی حویلیاں تھیں اور دونوں حویلیاں ساتھ ساتھ تھیں۔ پھر قراتگین اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے نیالتگین بھی اتر گیا۔ پھر نیالتگین کہنے لگا۔

''عبداللہ قراتگین میرے بھائی! پہلے دونوں گھر جاتے ہیں۔ میرے خیال میں سلطان زیادہ دن یہاں قیام نہیں کریں گے۔ اگر سلطان کا قیام مختصر ہوا تو پھر اس معاملے کو کسی اگلے قیام پر مؤخر کر دیں گے اور اگر سلطان زیادہ دن ٹھہرا تو پھر ان شادیوں کا اہتمام کر دیں گے۔''

Marfat.com

احمد نیالتگین کے ان الفاظ پر عبداللہ قراتگین نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر وہ اپنے اپنے گھر میں داخل ہونا ہی چاہتے تھے کہ عبداللہ قراتگین کی حویلی کا دروازہ کھلا اور کئی لوگ اس حویلی سے نکل کر باری باری ان دونوں سے ملنے لگے۔ ملنے والوں میں عبداللہ قراتگین کا باپ قراتگین، اس کا بھائی سنجر، بہن خیسار جبکہ عبداللہ قرزاتگین کی حویلی ہی سے احمد نیالتگین کا بھائی عثمان، اس کی بیوی باشان اور بہن ارجان نکلے تھے۔ شاید سب ایک جگہ عبداللہ قراتگین کی حویلی میں بیٹھے ہوئے تھے۔

سب پُر جوش انداز میں پہلے عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین سے ملے، اس کے بعد عبداللہ قراتگین کا باپ قراتگین سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے خیال میں سب ہمارے ہی ہاں آؤ۔ یہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔''

پھر قراتگین، احمد نیالتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بچے! ہمیں خبر ہو چکی تھی کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو چکے ہیں لہذا ہم سب یہیں بیٹھ کر تم دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ہمیں باہر گلی میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی تب ہم نے اندازہ لگایا کہ تم دونوں آ گئے ہو لہذا ہم بھاگے بھاگے باہر آ گئے۔''

اس پر احمد نیالتگین کے بھائی عثمان نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باگ لی اور کہنے لگا۔

''بھائی! آپ اندر جائیں، میں گھوڑے کو اپنی حویلی میں باندھنے، اسے پانی پلانے اور چارہ ڈالنے کے بعد یہیں آ جاتا ہوں۔''

احمد نیالتگین مان گیا۔ چنانچہ عثمان، احمد نیالتگین کے گھوڑے کو لے کر اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ باقی سب لوگ بھی قراتگین کی حویلی میں داخل ہوئے۔ عبداللہ قراتگین کا بھائی سنجر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر تک سنجر اور عثمان بھی گھوڑوں کو باندھ کر وہیں دیوان خانے میں آ کر بیٹھ گئے تھے۔

پہلے قراتگین کے کہنے پر احمد اور عبداللہ نے خراسان کے حالات اور ہندوستان میں کارروائیوں کی تفصیل بتائی۔ جب وہ یہ تفصیل کہہ چکے تب گفتگو کا آغاز احمد

Marfat.com

نیالتگین نے کیا اور عبداللہ قراتگین کے باپ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بابا! گھر کی طرف آتے ہوئے میں نے اور عبداللہ نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ سنجر، عثمان، ارجان اور خیسار چاروں کی شادی کا اہتمام کر دینا چاہئے۔ ہم نے مل کر یہ بھی بات کی ہے کہ اگر سلطان نے اس بار غزنی میں زیادہ دن قیام کیا تو اس کام کو ہم سرانجام دے دیں گے۔ اور اگر سلطان کا قیام مختصر ہوا تو پھر کسی اگلے قیام کے موقع پر اِس کام سے ہم سرخرو ہو جائیں گے۔''

احمد نیالتگین جب خاموش ہوا تب قراتگین شکوؤں بھری آواز میں عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''عبداللہ! احمد کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم نے اس موضوع پر بات کی ہے۔ بیٹے! سنجر اور تمہاری بہن خیسار دونوں تم سے چھوٹے ہیں۔ پہلے تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے گا، اس کے بعد سنجر اور خیسار سے متعلق میں سوچوں گا۔''

قراتگین جب خاموش ہوا تو بڑی انکساری سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ کہنے لگا۔

''بابا! آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں؟ آپ اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ آپ کو صرف آرام کی ضرورت ہے۔ بابا! سنجر نے کئی بار مجھ سے کہا کہ میری طرح لشکر میں شامل ہونا چاہتا ہے لیکن میں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ اس طرح گھر میں آپ کی اور خیسار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں رہتا۔ بابا! میں شادی سے انکار تو نہیں کر رہا۔ جب کوئی اچھی اور مناسب لڑکی میری نگاہ میں آئے گی تو بابا! میں خود ہی آپ سے کہوں گا کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ میری خواہش ہے کہ اپنی شادی سے پہلے میں سنجر اور خیسار دونوں بہن بھائی کی شادی کا اہتمام کروں۔ یہ میری دلی اور انتہائی خواہش ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ میری خواہش کو ٹھکرائیں گے نہیں۔''

عبداللہ کے ان الفاظ کے جواب میں قراتگین کہنے لگا۔

''بیٹے! احمد شادی شدہ ہے۔ اس کی طرح اگر تم بھی شادی شدہ ہوتے تو جب

Marfat.com

اور جس وقت تم کہتے میں سنجر کی شادی ارجان سے اور عثمان کی شادی خیسار سے کرنے کا اہتمام کر دیتا لیکن بیٹے......."

قراتکین کی بات عبداللہ نے پھر کاٹ دی، کہنے لگا۔

"میں نے کہا آپ میرے متعلق فکر مند نہ ہوں۔ پہلے میرے چھوٹے بھائی اور بہن کی شادی ہونی چاہئے۔ ان سے متعلق مطمئن ہونے کے بعد پھر میں اپنی طرف آؤں گا۔ میں نے کہا نا کہ یہ میری خواہش ہے اور مجھے امید ہے کہ میرا باپ میری خواہش کو رد نہیں کرے گا۔"

عبداللہ قراتکین جب خاموش ہوا باشان بول اٹھی اور قراتکین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بابا! اگر عبداللہ کی یہی خواہش ہے تو ہمیں اس کی خواہش کا احترام کرنا چاہئے۔"

اس پر قراتکین کہنے لگا۔

"عبداللہ! میرے بیٹے! اگر تیری یہی مرضی ہے تو پھر یوں ہی سہی۔ میں تیرے فیصلے، تیری خواہش کو رد تو نہیں کر سکتا۔"

قراتکین کے یہ الفاظ سن کر احمد نیالتگین، اس کا بھائی عثمان، بہن ارجان، بیوی باشان کے علاوہ عبداللہ کا بھائی سنجر اور بہن خیسار بھی خوش ہو گئے تھے۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے جتنے دن شہر میں قیام کیا ان دنوں کے دوران سنجر اور ارجان جبکہ احمد نیالتگین کے بھائی عثمان اور عبداللہ قراتکین کی بہن خیسار کی شادی کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد عبداللہ اور احمد دونوں سلطان کے لشکر کے ساتھ ہندوستان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایلک خان کو شکست دینے کے بعد سلطان محمود غزنوی کو نواسہ خان کی سرکشی کی خبر ہو گئی تھی۔ لیکن شمالی علاقوں میں ایلک خان کو شکست دینے کے بعد پہلے وہ غزنی آیا۔ اس نے نواسہ خان کو انتہائی خفیہ انداز میں شکست دینے اور پکڑنے کی تجویز بنائی چنانچہ بقول مؤرخین وہ خاموشی سے غزنی سے روانہ ہوا۔ اس وقت نواسہ خان بھیرہ کے علاقے میں موجود تھا۔

Marfat.com

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ غزنی سے بھیرہ تک 380 کلومیٹر سفر بنتا ہے۔ راستے میں دشوار گزار پہاڑیاں، ندی نالے، دریائے ٹوچی، دریائے سندھ اور دریائے جہلم جیسی رکاوٹیں آتی ہیں۔ مگر سلطان محمود غزنوی نے حیران کن رفتار سے پیش قدمی کی۔ اس نے مختلف راستوں سے بھیرہ کی طرف ہراوّل دستے بھیجے۔ چنانچہ دشمن کو سلطان محمود غزنوی کی آمد کی خبر اس وقت ہوئی جب وہ بھیرہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ نواسہ خان نے بھاگنے کی کوشش کی۔ وہ کھیوڑہ کی جانب پہاڑیوں کی طرف بھاگا مگر پکڑا گیا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب اسے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ایک بار پھر اسلام قبول کر لیا اور وفادار رہنے کا وعدہ کیا۔ اس کے عوض سلطان محمود نے چار لاکھ درہم تاوان وصول کیا۔ ایک بار پھر محمود نے نواسہ خان کو مفتوحہ علاقوں کا حاکم مقرر کر دیا اور واپس غزنی چلا گیا۔

کچھ مؤرخین کا یہ بھی خیال ہے کہ نواسہ خان کو سلطان محمود غزنوی پکڑ کر اپنے ساتھ غزنی لے گیا اور وہاں اسے زندان میں ڈال دیا۔ بہرحال اس حملے کی رفتار سے سلطان محمود غزنوی کے لشکر کی پیش قدمی کی رفتار کا اندازہ ہوتا ہے۔ برق رفتاری اور دشمن کو حیران کر کے لڑے بغیر ہی حوصلے پست کر دیئے۔ چنانچہ سلطان محمود نے نواسہ خان کو ہر سمت سے گھیرے میں لے لیا تھا اور سلطان محمود غزنوی کے اسی اقدام کی وجہ سے ہندوستان کے لوگ سلطان کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگے تھے۔ اس زمانے میں سینکڑوں میل دور ایک مقام سے کئی لڑاکا دستے ایک اہم مقام کو بروقت گھیرے میں لینے کے لئے روانہ کرنا واقعی ایک انتہائی مشکل اور حیرت انگیز کارنامہ تھا جو ایک نہیں کئی بار سلطان محمود غزنوی نے کر دکھایا۔

Marfat.com

نواسہ خان سے نمٹنے کے بعد اب اس کے ماموں انند پال کی باری آئی۔ انند پال جو پہلے سلطان محمود غزنوی کا خراج گزار اور ملتان پر حملہ کے وقت باغی ہو کر اعلانیہ برسرِ مخالفت تھا، مستحق سزا ٹھہر چکا تھا۔ لیکن چونکہ سلطان محمود کو ترکستان، خراسان اور آذر بائیجان کی طرف سے خطرات درپیش تھے اور وہ انند پال کے مقابلے میں شمالی و مغربی حریفوں کو زیادہ سخت اور اہم سمجھتا تھا لہٰذا اس نے وقتی طور پر انند پال کو نظر انداز کر دیا۔ اس کے متعلق جو اس سے پہلے فرار کی عار گوارا کر چکا تھا چشم پوشی اور درگزر ہی مناسب سمجھا۔

مگر ہندوستان میں مذہبی پیشواؤں، پنڈتوں نے جو تحریک شروع کی تھی وہ سلطان محمود کی مذکورہ لڑائیوں کے سبب اس طرح مشتعل اور ترقی پذیر رہی جیسے آگ ہوا کے جھونکوں سے مشتعل ہوا کرتی ہے۔

انند پال اپنی گزشتہ گستاخیوں اور سرکشیوں کی وجہ سے بخوبی جانتا تھا کہ سلطان محمود غزنوی ضرور اس سے انتقام لینے کے لئے پنجاب پر حملہ آور ہوگا۔ اس کے پاس متھرا، قنوج، سندھ اور گجرات کی طرف سے برابر ہمت افزا خبریں پہنچ رہی تھیں۔ چنانچہ اس نے اب زیادہ تامل مناسب نہ سمجھ کر ہندوستان بھر کے راجاؤں کے پاس قاصد اور وفود بھیجے اور لکھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم سب اپنے ملک کی حفاظت اور سلطان محمود غزنوی کی ہلاکت کے لئے متفقہ طور پر میدان میں نکل آئیں اور اس مہم کو اختتام تک پہنچائیں۔

چنانچہ ان خطوط اور سفیروں کو ہر جگہ بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی جس کا نتیجہ

Marfat.com

یہ نکلا کہ کوہستانِ کرم پر نندونہ یا نندنہ نام کا ایک شہر تھا وہاں کا راجہ اندر بھیم تھا اور اسی راجہ اندر بھیم نے سب سے پہلے اپنا ایک لشکر انند پال کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

اس کے علاوہ گجرات جس کا مرکزی شہر انہلواڑہ تھا وہاں کے راجہ پرم دیو نے بھی ایک خاصا بڑا لشکر لاہور روانہ کیا۔ بٹھنڈہ کے راجہ کا نام بھی پرم دیو تھا اس سے چونکہ راجہ جے پال کی رشتہ داری بھی طے ہوئی تھی۔ گو بٹھنڈہ کے راجہ کے جس بیٹے کے ساتھ راجہ جے پال کی بیٹی کاشی کماری کی سگائی ہوئی تھی وہ تو عبداللہ قراتگین کے ہاتھوں انفرادی مقابلے میں مارا گیا تھا لیکن اس کے باوجود بٹھنڈہ کا راجہ کاشی کماری پر اپنا حق سمجھتا تھا اور یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ وہ اپنے دوسرے بیٹے کے لئے کاشی کماری کو کسی نہ کسی طرح ضرور حاصل کرے گا۔

بٹھنڈہ کے علاوہ دیرہ دون کے راجہ رام دیو، سونی پت کے راجہ دیپال، ہری برن کے راجہ ہردت، متھرا کے راجہ گل چندر نے بھی اپنے اپنے لشکر، خزانہ اور دوسری ضروریات کی اشیاء انند پال کے پاس روانہ کیں۔

اس کے علاوہ اسوئی یعنی فتح پور کے راجہ چنڈیل، بندھیل کھنڈ کا راجہ چغد رائے (یاد رہے کہ بندھیل کھنڈ کا پرانا نام شردا تھا) اس کے علاوہ سرسوا گڑھ کا راجہ بھیم پال بھی بڑی تیزی اور شدت کے ساتھ حرکت میں آئے اور انہوں نے بھی خاصے بڑے بڑے لشکر، نقدی کے ڈھیر اور دوسری اشیاء انند پال کی امداد کے لئے روانہ کیں۔ اس طرح ایک طرح سے پورا ہندوستان، اس کے حکمران سلطان محمود کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے تاکہ محمود غزنوی سے اس کے علاقے چھین کر اپنے تسلط میں لائیں۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ قنوج کے راجہ کنور رائے، کالنجر کے راجہ نندہ نے بھی زبردست ساز و سامان اور لشکر روانہ کئے۔ مؤرخ سجان رائے نے قنوج کے راجہ کنور رائے کا نام اپنی تاریخ میں کورہ لکھا ہے جو غالباً کنور رائے کی تصغیر ہے اور اس طرح اجین، گوالیار، اجمیر، دہلی، تھانیسر، نگرکوٹ اور کشمیر کے راجاؤں نے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنے اپنے لشکر اور اپنے اپنے خزانوں کا ایک حصہ انند پال کی طرف روانہ کیا اور پھر مالوہ کے راجہ منج اور میرٹھ کے راجہ دھرم دت نے بھی امداد

Marfat.com

دی اور لشکر روانہ کیے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ لگ بھگ ہندوستان کے بیس راجاؤں نے سلطان محمود غزنوی کے خلاف انند پال کی مدد کے لئے لشکر اور خزانے روانہ کیے۔

ان راجاؤں کے علاوہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اور راجہ جو چھوٹے بڑے تھے وہ بھی شریک ہوئے اور باقی سارے چھوٹے راجاؤں کو ملا کر یہ تعداد بیس پچیس تک ہی محدود نہیں رہتی، بہت اوپر چلی جاتی ہے۔

بہر حال گجرات سے بہار تک اور کشمیر سے قنوج تک کے تمام راجہ محمود کے خلاف آئندہ جنگ میں انند پال سے مل گئے تھے۔

اس قدر راجاؤں کا ایک آواز پر متفقہ لبیک کہنا، لشکر اور نقدی روانہ کرنا اور بعض کا خود بھی لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر لاہور پہنچنا اور انند پال کی سپہ سالاری میں دادِ شجاعت دینا کوئی اتفاقی اور فوری واقعہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس زمانے میں آمدورفت کے ذرائع بڑے محدود تھے۔ چنانچہ اس کام کو سرانجام دینے اور تمام ہند کو جنگ پر آمادہ کر دینے کے لئے ضرور کافی وقت اور زبردست کوشش صرف کرنا پڑی ہو گی۔ سلطنتوں اور بادشاہوں اور راجاؤں کی رقابتیں ہر زمانے اور ہر ملک اور ہر علاقے میں یقیناً رہی ہیں۔ غزنی کی سلطنت پر حملہ کرنے اور سلطان محمود غزنوی کو نیچا دکھانے کے لئے ان تمام رقابتوں کا فراموش ہو جانا اور کالنجر، بندھیل کھنڈ اور گجرات کے لشکریوں کا متحد ہو کر راجہ انند پال کی مدد کے لئے لاہور پہنچنا ہرگز ہرگز معمولی واقعہ اور اتفاقی حادثہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اس سے پہلے انند پال کا باپ راجہ جے پال خودکشی کر کے اپنا نام قومی شہیدوں میں شامل کر چکا تھا جس سے ہندوستان بھر میں ایک انقلاب پیدا ہوا اور مذہبی وعظوں نے سیاسی خدمات انجام دینے کے لئے اپنے مذہبی جھگڑوں کو اتحاد اور اتفاق کے سانچے میں ڈھال کر تمام ہندوستان کو اپنے وعظوں اور دھواں دھار تقریروں سے مشتعل بنا دیا تھا۔ یہ کام کسی ایک یا چند راجاؤں کے بس کا نہ تھا۔ ہندوستان اور تمام ایشیائی ملکوں میں اس قسم کے کام ہمیشہ مذہبی پیشواؤں ہی نے انجام دیئے ہیں۔ گوتم بدھ نے منو کے قوانین اور قدیم برہمنی مذہب کو پارہ پارہ کر کے اس کی دھجیاں ہوا

Marfat.com

میں اُڑا دیں اور چند روز کے بعد بدھ مذہب کی شہنشاہی ہندوستان میں قائم ہوگئی تھی۔

راجپوتوں کی قوم کے بنانے اور بدھوں کی حکومت کو مٹانے کی کوشش بھی مذہبی پیشواؤں یعنی پنڈتوں نے ہی شروع کی تھی اور اس کام میں ان کو کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

جے پال کی لگاتار شکستوں اور پھر خودکشی نے اس جدید براہمنی مذہب کے پنڈتوں اور بدھ مت کے پیشواؤں کو بڑی آسانی سے اس مسلم کش تحریک کے لئے متحد اور متفق کر دیا اور ان مذہبی پیشواؤں کے اتفاق نے تمام راجاؤں کو ہی متفق نہیں بنایا بلکہ عام رعایا میں بھی مذہبی جوش، قتل، خون ریزی کے شوق کا خروش پیدا کر دیا۔
یہ بات محض تخیل اور مضمون آفرینی پر مبنی نہیں سمجھنی چاہئے بلکہ اس کے لئے ناقابلِ تردید ثبوت اور زبردست شہادتیں موجود ہیں۔ شاید کسی تاریخی مسئلہ میں مؤرخین کا اس قدر عظیم الشان اتفاق موجود نہیں، جس قدر اس مسئلے میں ہے کہ اس لڑائی میں امداد پہنچانے کے لئے ماؤں نے اپنے بیٹوں کو اور بیویوں نے اپنے شوہروں کو لڑائی پر جانے اور مرنے مارنے کی ترغیب دی۔

خوش حال اور امیر گھرانوں کی عورتوں نے اپنے سونے چاندی کے زیور اتار کر مصارفِ جنگ کے لئے پیش کر دیئے۔ غریب عورتوں اور بیواؤں نے سوت کات کات کر پیسے جمع کئے اور جنگ کو کامیاب بنانے کے لئے اس قومی جنگی خزانے میں شامل کئے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ بھی سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ برصغیر کے طول و عرض میں عورتوں تک کا یہ جوش اور ایثار سوائے مذہبی پیشواؤں کی کوششوں کے اور کسی طرح بھی ممکن نہ تھا۔ اس تحریک کو کامیاب بنانے میں کئی سال صرف ہوئے۔
کیونکہ ایک دن یا ایک دو مہینے میں عام لوگوں کو اس قدر مشتعل اور آمادۂ قتال نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ باتیں صرف مسلمان مؤرخین نے ہی نہیں لکھیں بلکہ راجہ شیو پرشاد کی گواہی کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا جو اپنی تاریخ آئینہ تاریخ نما میں ہندو عورتوں کے سوت کات

Marfat.com

کات کر جنگ میں مدد کرنے اور اپنے شوہروں اور بیٹوں کو لڑائی میں بھیجنے کی تصدیق کرتے ہیں۔

مسٹر جے سی ایلن جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں سے ناراض اور ایک طرح کا متعصب مؤرخ ہے وہ لکھتا ہے کہ راجہ انند پال نے جو ایک بہادر سپاہی تھا، راجپوتوں کو اپنی مدد کے لئے بلایا۔ تمام راجپوت راجہ اپنے اپنے لشکر کو لے کر جمع ہو گئے۔ ہندو عورتوں نے اپنے طلائی زیور اتار کر اس لئے گلوا ڈالے کہ وہ اپنے ان بھائیوں اور خاوندوں کی روپیہ سے مدد کریں جو لڑائی میں شریک ہوں۔ راجپوتوں کا لشکر اس قدر جرار تھا کہ بہت دنوں تک سلطان محمود کو اس سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

مؤرخ ہنٹر جو بلا کا ہندو نواز ہے وہ اس لڑائی سے متعلق لکھتا ہے:

''ہندوؤں نے ایسی حب الوطنی ظاہر کی کہ شریف عورتوں نے اپنے زیور تک گلوا ڈالے اور غریبوں نے سوت کات کات کر لڑائی میں اپنے خاوندوں کی مدد کی۔''

یہی مؤرخ آگے چل کر اس لڑائی کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

''سلطان محمود نے اس خوف سے کہ جملہ راجاؤں نے صوبہ مالوہ سے لے کر اودھ تک ایکا کر لیا تھا، پشاور میں مورچے ڈالے اور ایک مرتبہ ان مورچوں میں سے برآمد ہو کر حملہ کیا تو سخت زک اٹھائی یہاں تک کہ گکھڑ قوم کے وحشی لوگ محمود کے لشکر میں گھس پڑے۔ چار ہزار مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دیا۔''

گو مغربی مؤرخین کے لئے یہ بیان اور الفاظ تعصب اور مسلمانوں سے نفرت کی بنا پر بھی ہیں اس کے باوجود مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ معاملہ بھی غور کرنے اور سوچنے کے قابل ہے کہ راجاؤں کے باقاعدہ لشکر کے علاوہ عام رعایا بھی بطور رضا کار بھرتی ہو کر میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوئی تھی اور ان لوگوں کو جو جنگ کے جوش و شوق میں گھروں سے نکل پڑے تھے، انند پال یا دوسرے راجاؤں کی طرف سے سامانِ رسد اور ضروری اخراجات نہیں دیئے جا سکتے تھے۔ اس لئے ان کی بیویوں اور بہنوں

Marfat.com

کو سوت کات کات کر روپیہ ان کے لئے بھیجنا پڑا۔ یا یہ کہ تمام لوگوں کو مرکزی خزانے سے خرچ ملتا تھا اور مرکزی خزانے کو قابلِ اطمینان حالت میں رکھنے کے لئے تمام ملک کو چندوں سے امداد کرنا پڑتی تھی جس میں غریب اور بیوہ عورتوں تک کو بھی حصہ لینا پڑا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ یہ صورتِ حال پنڈتوں اور مذہبی پیشواؤں کی کوششوں کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ ان لشکریوں کے پنجاب میں وارد ہونے کے لئے مہینے اور برس صرف ہوئے ہوں گے اور یہ سلسلہ دیر تک جاری رہنے کے بعد ہی یہ لشکر سلطان محمود سے ٹکرایا ہو گا۔

بہر حال، راجہ انند پال نے ایک بہت بڑی طاقت اور قوت حاصل کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی تھی۔ ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ حملہ ہندوؤں کی طرف سے خاص اہتمام کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس حملے کی تیاریوں اور ترغیبوں کا کام مذہبی پیشواؤں نے بڑی سرگرمی اور مستعدی سے انجام دیا۔ گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں مناد پہنچے اور انہوں نے رضا کاروں کو میدانِ جنگ کی طرف روانہ کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ دور دراز مقامات کے لشکروں نے جب لاہور کی طرف سفر کیا تو راستے کے شہروں، قصبوں اور گاؤں میں قدرتاً جوش پیدا ہوتا گیا اور وہاں سے بھی لشکر کے لشکر سلطان محمود کا مقابلہ کرنے کے لئے لاہور پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔

بہر حال راجہ انند پال نے لاہور میں ایک زبردست اور بے شمار متحدہ لشکر کی عظیم الشان تعداد کے فراہم ہونے کے بعد پشاور کی طرف کوچ کیا۔ یہ لشکر جو پشاور کے میدان میں پہنچا اگرچہ ہندوستان کی پوری قوت کہا جا سکتا تھا مگر لڑائی میں شریک ہو کر ثواب حاصل کرنے والے گروہوں کی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہا تھا۔ جن کو پنڈت لوگ شہروں اور قصبوں سے مسلسل روانہ کر رہے تھے۔

پشاور کے میدان میں پہنچ کر انند پال نے قیام کیا تاکہ آنے والے جنگجو گروہوں کی آمد کے سلسلے سے لشکر کی تعداد جس قدر زیادہ ہو سکتی ہے ہو جائے۔

چنانچہ پشاور ہی کے نواح میں سلطان محمود غزنوی اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ

Marfat.com

راجہ انند پال کے لشکر کے سامنے پہنچا تھا۔ اس موقع پر کچھ متعصب اور مسلمانوں کے مخالف مؤرخین جن میں میلکم پیش پیش ہے لکھتا ہے:

''سلطان محمود سے یہی توقع ہوسکتی تھی کہ وہ آتے ہی ہندوؤں کے لشکر پر حملہ آور ہو کر میدانِ کارزار گرم کر دے گا۔ مگر اس نے جب ہندوؤں کے لشکر کو توقع کے خلاف لاتعداد اور بے انداز پایا اور اپنے قلیل لشکر کو بے حقیقت دیکھا تو اس کے حواس باختہ ہو گئے اور بجائے حملہ آور ہونے کے وہ اپنی حفاظتی تدبیریں سوچنے لگا۔ اس کی عجیب حالت تھی۔ نہ وہ ہندو لشکر کے سامنے سے بھاگ سکتا تھا، نہ حملہ آور ہونے کی جرأت کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے حواس بحال کر کے فوراً اپنے لشکر گاہ کے گرد خندق کھدوانی شروع کر دی تاکہ ہندو یکایک حملہ آور ہو کر اس کے لشکر کو باآسانی پیس نہ ڈالیں۔''

یہ مغربی مؤرخین کا مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصب کا نتیجہ ہے کہ وہ سلطان محمود کے خلاف اس قسم کے الفاظ لکھتے ہیں ورنہ حقیقت اس سے مختلف تھی۔ ایسے لشکروں سے سلطان محمود جیسا رجلِ عظیم اور بے مثال سالار گھبرانے اور فکرمند ہونے والا نہیں تھا اور وہ ڈٹ کر ہر دشمن کا مقابلہ کرنا اور اس پر جوابی ضرب لگانے کا ہنر خوب جانتا تھا۔

بہرحال، مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ انند پال کو اطمینان تھا کہ اس کا شکار جس کی تلاش میں وہ نکلا تھا اس کے سامنے پہنچ کر مقیم ہو چکا ہے۔ سلطان محمود غزنوی چونکہ خاصا لمبا سفر کر کے پہنچا تھا لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ انند پال کے پاس جو پورے ہندوستان کا لشکر تھا جسے شمار تک نہیں کیا جا سکتا تھا اسے چالیس روز تک جرأت، ہمت اور جسارت نہ ہونے پائی کہ وہ سلطان محمود غزنوی کے خلاف جنگ کی ابتدا کر دے۔

چنانچہ انند پال یونہی چالیس روز تک اپنے لشکر کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کئے رہا۔ ہاں اس چالیس روزہ پڑاؤ کا فائدہ صرف انند پال ہی کو ہوا اس لئے کہ اس دوران انند پال کو ہندوستان کے مختلف راجاؤں اور شہروں

Marfat.com

سے رسد اور کمک کا سامان مل رہا تھا اور اس کی طاقت روز بروز بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ دوسری طرف جب سلطان محمود غزنوی کو یہ علم ہوا کہ انند پال جنگ کی ابتدا نہیں کر رہا، یونہی ڈیرے ڈالے رہے گا اور اس طرح ہندوؤں کے لشکر کی تعداد میں ہر روز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور نئے نئے لشکری دستے اور دوسرا سامان روزانہ پشت کی جانب سے انند پال کو مل رہا ہے تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ جنگ کی ابتدا کرے گا۔ چنانچہ انند پال کو جب اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ اب مسلمانوں کا سالار جنگ کی ابتدا کرنا چاہتا ہے، تب انند پال نے گکھڑ سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا۔ گکھڑ پنجاب میں آباد ایک انتہائی جنگجو قبیلہ تھا۔ یہ مرنے مارنے پر تل جاتے تھے اور لڑائی کا بہترین ہنر اور تجربہ رکھتے تھے۔

چنانچہ ان گکھڑوں یا کھکروں سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ غیر مسلم گکھڑ جو دریائے سندھ سے لے کر کوہستان سوالک کے دامن تک کے علاقے میں آباد تھے بڑے ہنگامے پیدا کرنے والے تھے۔ وہ اس قدر متعصب تھے کہ ان کے آس پاس کی آبادی ان کے ظلم وستم سے عاجز آ جاتی تھی۔ خاص طور پر پشاور اور اس کے گرد و پیش کے مسلمانوں کا جینا ان لوگوں نے مشکل کر رکھا تھا۔

ان لا مذہب کھکروں نے خدا پرست مسلمانوں کے لئے بعد کے دور میں پنجاب کا سفر کرنا مشکل کر دیا تھا۔ یہ لوگ کسی مذہب یا اصول کے پابند نہیں تھے۔ لڑکیوں کے ساتھ ان کا برتاؤ انتہائی برا ہوتا تھا۔ ان لوگوں کے ہاں یہ رواج تھا کہ جب ان کی لڑکی جوان ہو جاتی تو لڑکی کا باپ یا بھائی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان کے دروازے پر آ کھڑا ہوتا تھا۔

راستہ چلنے والوں کو لڑکی کی خریداری کے لئے بلایا جاتا تھا۔ اگر خوش قسمتی سے کوئی شخص اس لڑکی کو پسند کر کے خرید لیتا تو وہ لڑکی اس کے حوالے کر دی جاتی تھی، ورنہ اس مظلوم کو وہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا اور اس کے بوجھ سے نجات حاصل کی جاتی تھی۔

ان لوگوں میں یہ بھی دستور رائج تھا کہ ایک عورت کئی کئی شوہروں کی زوجہ ہوتی تھی۔ جو شوہر اس کے گھر جاتا وہ باہر دروازے پر اپنا نشان لگا جاتا تاکہ دوسرے

Marfat.com

شوہروں کو اس کی موجودگی کا علم رہے۔ ایسے عالم میں کوئی دوسرا شوہر اس کے مکان پر آتا تو وہ نشان دیکھ کر اندازہ کر لیتا کہ اس وقت عورت تنہا نہیں ہے لہٰذا وہ فوراً واپس چلا جاتا۔ دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں یہ قوم بڑی ماہر تھی۔ الغرض یہ قوم ایک زمانے تک اسی وحشیانہ انداز میں زندگی بسر کرتی رہی تھی۔

بہرحال اس کھکر قوم کے سالاروں کا راجہ انند پال نے اجلاس طلب کر لیا تھا۔ جب ان کے چھوٹے بڑے سالار سب انند پال کے پاس جمع ہو گئے تب راجہ انند پال ان کے بڑے سالار اور ان کے سرکردہ نندی وردن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''نندی وردن! میں نے تمہیں اور تمہارے ان سرکردہ ساتھیوں کو ایک خاص مقصد کے تحت بلایا ہے۔ تم جانتے ہو میری دو بہنیں ہیں۔ ایک کا نام کاشی کماری ہے اور دوسری کا نام کوشل دیوی۔ دونوں مجھ سے چھوٹی ہیں۔ کوشل دیوی نے اپنے ایک سالار کوی راج کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کیا تھا جب کہ میری بڑی بہن کی سگائی بٹھنڈہ کے راجہ کے راجکمار راج کنور کے ساتھ طے ہوئی تھی۔ گزشتہ دو جنگوں میں مسلمانوں کے ایک سالار نے انفرادی مقابلے میں ہمارے سالار کوی راج کا خاتمہ کیا اور دوسری جنگ میں انفرادی مقابلے میں اس نے راج کنور کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح اس نے مجھے اور میرے باپ کے علاوہ میری دونوں بہنوں کو بھی دکھی کیا۔ لہٰذا میں مسلمانوں کے اس سالار سے انتقام لینا چاہتا ہوں اور ہر صورت میں اسے شکست خوردہ کر کے میدان کے اندر لہولہان تڑپتا دیکھنا چاہتا ہوں...... میں چاہتا ہوں کہ تم میں کوئی ایسا سورما ہو جو انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترے اور مسلمانوں کے اس سالار سے مقابلہ کرے جس کا نام عبداللہ قراتکین ہے۔''

راجہ انند پال کے یہ الفاظ سن کر کھکروں کا سالار نندی وردن کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ راجہ انند پال پھر بول اٹھا۔

''میں تم لوگوں سے یہ بات بھی کہنا پسند کروں گا کہ تم میں سے جو بھی عبداللہ قراتکین کو اپنے سامنے زیر کرے گا، اس کا سر کاٹے گا، اسے میں ایسا انعام دوں گا جس کی وہ توقع ہی نہیں رکھ سکتا۔ فی الحال میں اس انعام کا تفصیل سے ذکر نہیں

Marfat.com

کروں گا اور جب وہ مقابلہ جیت کر میرے سامنے آئے گا اور میں اس انعام کا اعلان کروں گا تو وہ ہکا بکا رہ جائے گا۔"

انند پال جب خاموش ہوا تب کھکروں کا سردار نندی وردن کہنے لگا۔

"آپ کو اس معاملے میں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کسی اور کو اس انفرادی مقابلے کے لئے نہیں اتاروں گا، خود اتروں گا اور میں دیکھوں گا کہ انفرادی مقابلے میں دونوں لشکروں کے درمیان مسلمانوں کا سالار نام جس کا عبداللہ قراتکین بتایا گیا ہے کیسے میرے ہاتھوں اپنی گردن نہیں کٹواتا۔ میں اس کی گردن تو ایک طرف رہی اس کے جسم کے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ کوئی گن ہی نہیں پائے گا۔"

نندی وردن کا یہ جواب سن کر انند پال کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ انند پال نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نندی وردن کو اپنے لشکر کے آگے رکھا۔ اس کے تحت جو جنگ میں حصہ لینے والے کھکر تھے، بقول مؤرخین ان کی تعداد تیس ہزار تھی۔ دراصل راجہ انند پال ان تیس ہزار خونخوار جنگجو اور لڑنے کا بہترین تجربہ رکھنے والے کھکروں کو آگے رکھ کر اپنی فتح اور کامیابی کو یقینی بنانا چاہتا تھا۔

Marfat.com

چنانچہ جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے۔ راجہ انند پال نے انتہائی خونخوار اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والے کھکروں کو اپنے سامنے رکھا تھا اور اس بار اسے یقین تھا کہ فتح مندی اور کامیابی اسی کی ہوگی۔ پھر اس کے کہنے پر کھکروں کا سالار نندی وردن اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا دونوں لشکروں کے وسط میں آیا اور پھر اس نے عبداللہ قراتکین کا نام لے کر پکارتے ہوئے انفرادی مقابلے کی دعوت دی تھی۔

دوسری طرف سلطان کے لشکر کی تقسیم ہوئی تھی۔ پہلوؤں پر ارسلان اور عبداللہ طائی تھے، وسطی حصے میں سلطان کے ساتھ ایاز عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتگین تھے۔ جب نندی وردن نے انفرادی مقابلے کے لئے پکارا تب احمد نیالتگین اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا سلطان کے پاس آیا اور فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! یہ جو دشمن کے جنگجو اور تیغ زن ہر بار عبداللہ قراتکین کا نام لے کر ہی انفرادی مقابلے کے لئے پکارتے ہیں تو یہ طریقہ کار درست نہیں ہے۔ ہر بار عبداللہ قراتکین کو نہیں نکلنا چاہئے، دوسرے سالاروں کو بھی انفرادی مقابلے میں دشمن سے طبع آزمائی کرنی چاہئے۔

اس موقع پر عبداللہ قراتکین بھی اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اور احمد نیالتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''احمد! میرے بھائی! تُو مجھ سے بڑا ہے۔ میں تیری عزت، تیرا احترام کرتا

Marfat.com

ہوں۔ مگر یہ بھی تو سوچ کہ اس سے پہلے انفرادی مقابلے میں ان کے دو سورما اور تیغ زن میرے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ اب وہ انتقام لینے کے لئے تمہیں یا عبداللہ طائی، ارسلان جاذب یا ایاز یا کسی دیگر سالار کو تو نہیں پکاریں گے۔ چونکہ مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہیں لہٰذا میرا نام لے کر ہی انفرادی مقابلے کے لئے بلائیں گے۔ اس لئے کہ میں نے ہی اس سے پہلے ان کے ایک سورما راج کنور اور دوسرے سورما کوی راج کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

احمد نیالتگین! میں پھر میدان میں اترتا ہوں۔ میری تم سے استدعا ہے کہ سلطان کے پاس رہتے ہوئے میری کامیابی، میری فوزمندی کی دعا کرنا۔ میرا دل کہتا ہے، کامیاب میں ہی رہوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سوالیہ سے انداز میں عبداللہ قراتگین نے سلطان محمود غزنوی کی طرف دیکھا جس پر سلطان نے اپنے سر کو اثبات میں ہلکی سی جنبش دی، جس کے جواب میں عبداللہ قراتگین مسکرایا، اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، پھر وہ وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔

اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا قراتگین جب نندی وردن کے سامنے گیا تب نندی وردن کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''میرا نام نندی وردن ہے۔ پہلے یہ بتا کہ کیا تُو عبداللہ قراتگین ہی ہے؟ اور اس سے پہلے کوی راج اور راج کنور کو انفرادی مقابلے میں تُو نے ہی زیر کیا تھا؟''

اس پر عبداللہ قراتگین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''تیرا اندازہ بالکل درست ہے۔ کوی راج اور راج کنور دونوں میرے ہاتھوں ہی موت کے گھاٹ اُترے تھے۔''

اس پر نندی وردن کہنے لگا۔

''تو بس یوں جان، میں تم سے ان دونوں کا ہی انتقام لینے کے لئے میدان میں اُترا ہوں۔''

عبداللہ قراتگین نے اپنے سامنے اپنی تلوار اور ڈھال لہرائی، پھر کہنے لگا۔

''تیرا انتقام لینے کے لئے کون میدان میں اُترے گا؟''

Marfat.com

نندی وردن نے کھا جانے والے انداز میں عبداللہ قراتگین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''کسی فریب، گھمنڈ میں مبتلا نہ رہنا۔ میں کھکر ہوں۔ ذرا مقابلہ شروع ہونے دے، پھر دیکھ کہ میں تیرے ذوق وشوق کی بلند ہمتی کیسے پست اور ذلت آمیز کرتا ہوں۔ کیسے تیری بے خوف آنکھوں میں وحشت، دکھ کی بے انت کسک، بغض کی اذیت ناکی اور درد کے خواب عذاب بھرتا ہوں۔ کیسے تیری شجاعت کے کشکول میں سسکیوں، چیخوں کے گرتے سکے ڈالتے ہوئے تجھ پر فراق رُتوں کی الم خیزیاں، عضاء شکنی اور سرخ شعلوں کے رقص طاری کرتا ہوں۔''

عبداللہ قراتگین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''سن نندی وردن! اس سے پہلے کوی راج اور راج کنور بھی تجھ جیسی ہی گفتگو کرتے تھے اور وہ بھی مجھے ہجرتوں کے عذابوں، قہرمانیت کے سلسلوں میں ڈبو دینے کا دعویٰ کرتے تھے۔ پر میں نے ان کی تمناؤں کی شیشہ گری کو کرچی کرچی، ان کی خواہشوں کے بے انت بگولوں کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔ نندی وردن! تُو اگر کھکر ہے تو کیا ہوا؟''

اس کے بعد عبداللہ قراتگین نے اپنے چوڑے پھل کی تلوار نندی وردن کے سامنے کی اور کہنے لگا۔

''نندی وردن! میری اس تلوار کی طرف غور سے دیکھ، اس میں تجھے اپنے لئے عذابوں کے سلسلے، مرگ کے سیل بے اماں نظر آئیں گے۔ تُو اپنے پہلے دو ساتھیوں کی طرح بڑا بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا ہے پر یاد رکھنا، میں تیرے سامنے نہ بچہ ہوں نہ خام کار۔ مجھ سے مقابلہ کرتے ہوئے سنبھل کر رہنا، میری تلوار جب حرکت میں آئے گی، تجھ پر برسے گی تو تیرے فکر کی ساری رعنائیاں سرابوں کے اندھے فریب میں تبدیل کرے گی۔ تیرے لئے حیات کو لپیٹتے ہوئے موت کے ایسے بھنور کھڑے کروں گا کہ تیری ساری کجی درست کر کے تجھے آسیبی سایوں میں ڈالوں گا۔ نندی وردن! ہم مسلمان مجاہد ارتقاء آدم کی رمز آشنا اڑانوں میں اپنی تاریخ کے ان گنت اوراق ٹٹولنا جانتے ہیں۔ ذرا مقابلہ شروع کر، پھر دیکھنا میں تیرے اظہار کے سارے

Marfat.com

پیمانے، تیری قوت کے سارے چشمے کیسے خزاں کے خونی بگولوں میں منجمد کرتا ہوں۔"
اس کے بعد کوئی گفتگو نہ کرنا۔ آ مقابلے کی ابتدا کریں۔ پھر دونوں لشکر دیکھیں گے موت کس سمت کا رخ کرتی ہے، زندگی اور حیات کس کی جھولی میں کامیابی اور فتح مندی کے پھول ڈالتی ہے۔"

نندی نے اسے تسلیم کر لیا تھا۔ لہٰذا پہلے اس نے طوفانِ بلاخیز کے سے انداز میں نعرے بلند کئے اور ان نعروں کی گونجوں میں وہ تنگ تاریک وحشتوں میں فریب فزویر بھرے دشمنِ بدنہاد، زمین کی کوکھ میں ہیجان برپا کرتے گرسنہ جذبوں کی حرارت، بخارات کے کھولتے التہاب کی طرح حلقہ در حلقہ پھیلتی بے کنار تباہی اور گرم سرد موسموں کو فراموش کر کے ذرے ذرے کو خاک آلود کرتی پتھروں کی ہولناک بارش کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے بھی پہلے اندھیروں کے نہاں خانوں میں دلوں کے دارالامان کے اندر صدیوں کے اجل عذابوں اور بحر کی ناآشنا اُٹھتی گہرائیوں کی صداؤں میں تکبیریں بلند کیں۔ ان تکبیروں کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین بھی اُمید و رجا کی ہر متاع، آس اور ڈھارس کی ہر پونجی، دل کی دھڑکنوں کی ہر سرگوشی تک میں موت کا احساس بھر دینے والی مشیّت کی سحر طرازی کی طاقت ور یلغار، سکون کی چادر اتار کر خار وخس کے اندر خفتہ چنگاریوں کی طرح بھڑک اُٹھنے والے مرگ کے تاریک ہیولوں اور نوری سالوں کے نہ رکنے والے سفر میں انوکھے انقلاب کی بشارتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک دونوں بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے۔ دونوں کے گھوڑے دائیں بائیں، آگے پیچھے ہوتے ہوئے اپنے اپنے مالک کے لئے حملہ آور ہونے کی آسانیاں پیدا کر رہے تھے۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا، پھر ہلکا سا تبسم عبداللہ قراتگین کے چہرے پر نمودار ہوا تھا۔ شاید اس نے نندی وردن کی ساری ہنرمندی اور صناعی کا جائزہ لے لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دائیں پاؤں کی مہمیز اپنے گھوڑے کی پچھلی ران پر لگائی جس پر گھوڑا ہنہنایا، دو ایک بار کنوتیاں بدلیں، نتھنے پھڑپھڑائے، پھر وہ نندی وردن کے گھوڑے

Marfat.com

کے بالکل متوازی ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین نے بڑے ہولناک انداز میں نندی وردن کو مخاطب کیا۔

''نندی وردن! اب سنبھل کر رہنا۔ میں تیری آتما کی راکھ بکھیرنے لگا ہوں۔ تیری جرأت اور شجاعت کے چشمے بند کرنے لگا ہوں۔''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ سے پہلے ہی نندی وردن پر تھکاوٹ طاری ہو گئی تھی۔ اس کی حالت بے ہوا صحراؤں کی وسعتوں میں قبر کی تنگی کے منظر، زیست کے آخری لمحوں کی ادھوری خواہشوں اور سرِ راہ گزرتے بگولوں کے اندر روتے اشجار، بین کرتے پودوں کی سی ہو گئی تھی۔

عین اسی لمحہ عبداللہ قراتگین نے ایک عجیب کارروائی کی ابتدا کی۔ وہ اپنے گھوڑے کی دونوں رکابوں پر کھڑا ہو گیا تھا۔ اپنے سامنے اس نے ڈھال کر لی تھی۔ اس کے بعد اس نے عجیب سے حوصلوں کی تازگی اور بے باکانہ پیش قدمی میں ہوا میں اُچھلتے ہوئے اپنے دونوں پاؤں اپنے گھوڑے کی زین پر رکھ دیئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ وقت کے گم شدہ ساحلوں میں بھٹکتی سرگرداں موجوں کی طرح فضاؤں میں اُچھلا اور اپنی تلوار بلند کر کے جب اس نے نندی وردن پر گرائی تب اس نے تاریخ کی رفتار میں قضا کے رقص کی طرح نندی وردن کو اس کے شانے سے خوب نیچے تک کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ نندی وردن نے ایک خوف ناک چیخ بلند کی، اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا۔

اس موقع پر عبداللہ قراتگین کا گھوڑا بالکل ساکت ہو گیا تھا۔ ذرا سی بھی جنبش نہیں کر رہا تھا۔ شاید وہ اپنے مالک کو حملہ آور ہونے کی پوری سہولت اور موقع فراہم کر رہا تھا۔ جونہی نندی وردن لاش کی صورت میں گرا، عبداللہ قراتگین اپنے گھوڑے کی زین پر ہو بیٹھا۔ پھر اس نے اپنی تلوار صاف کر کے نیام میں کی اور نندی وردن کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر وہ اپنے لشکر کی طرف جا رہا تھا۔

اس موقع پر اپنے لشکر کے سامنے کھڑا انند پال بڑا پریشان اور فکرمند ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ جو مختلف راجاؤں کے سالار اور اپنے سالار کھڑے تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

"مسلمانوں کا یہ سالار اور تیغ زن بھی عجیب و غریب ہے۔ پہلے اس نے کوی راج کو موت کے گھاٹ اتارا، پھر راج کنور کی گردن کاٹی، آج کھکروں کے سالارِ اعلیٰ نندی وردن کو جب میں نے میدان میں انفرادی مقابلے کے لئے اتارا تب مجھے امید تھی کہ نندی وردن، کوی راج اور راج کنور کا انتقام خوب لے گا اور مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتگین کی گردن کاٹنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن حیرت انگیز اور افسوس ناک بات ہے کہ اس عبداللہ قراتگین نے اس نندی وردن کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔"

انند پال کی اس گفتگو سے سارے سالار پریشانی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر انند پال نے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔

جس وقت راجہ انند پال، اس کے اتحادی اور سالار اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے، حسین اور خوب صورت کوشل دیوی پچھلی صفوں کے پاس اپنے گھوڑے کو دائیں بائیں دوڑاتے ہوئے بڑی پریشانی سے اپنی بڑی بہن حسین کاشی کماری کو تلاش کر رہی تھی۔ اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے وقفے وقفے سے وہ گھوڑے کو روکتی اور جو بھی سامنے آتا اس سے کاشی کماری کا پوچھتی۔ جب کوئی اسے کچھ نہ بتاتا تب وہ مزید پریشان اور فکرمند ہو جاتی تھی۔

آخر اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے ایک جگہ کوشل دیوی نے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روک دیا اس لئے کہ سامنے وہ سالار آ گیا تھا جسے انند پال نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کر رکھا تھا۔ کوشل دیوی کو پریشانی اور فکرمندی کی حالت میں دیکھتے ہوئے اس نے جستجو بھرے انداز میں پوچھ لیا۔

"کوشل دیوی میری بہن! کیا ہوا؟ آپ گھوڑے کو کیوں اِدھر اُدھر دوڑا رہی ہیں؟ کیا اس کی کوئی وجہ ہے؟"

اس پر کوشل دیوی پریشانی اور فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں اور میری بڑی بہن کاشی کماری دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر

Marfat.com

کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ دشمن کے لشکر پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھیں۔ دراصل ایسا ہم نے انفرادی مقابلہ دیکھنے کے لئے کیا تھا۔ انفرادی مقابلہ جس وقت ہو رہا تھا اس وقت ہم دونوں بہنیں اکٹھی تھیں۔ جس وقت میری نگاہیں پوری طرح انفرادی مقابلہ کرنے والے سورماؤں پر جمی ہوئی تھیں اس وقت نہ جانے کاشی کماری کیسے بڑی رازداری سے اپنے گھوڑے کو وہاں سے ہٹا کر کسی اور سمت چلی گئی۔ اب میں کافی دیر سے اسے تلاش کر رہی ہوں۔ نہ وہ پڑاؤ میں اپنے خیمے کے اندر ہے نہ لشکر میں کہیں موجود ہے۔ اس کی اسی غیر موجودگی نے مجھے پریشان اور فکرمند کر دیا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل کماری رکی، تب وہ سالار بڑی ہمدردی میں کہنے لگا۔

"راج کماری! آپ پڑاؤ میں اپنے خیمے کے اندر چلی جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اب تک راج کماری اپنے خیمے میں آ گئی ہو۔ اگر نہ بھی آئی ہوئی تو میں خود اس کا پتہ کرتا ہوں، تلاش کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے مل گئی تو میں اس سے کہوں گا کہ آپ انتہائی پریشانی میں اسے تلاش کرتی پھر رہی ہیں۔ لہٰذا میں انہیں خیمے کی طرف بھیج دوں گا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ مطمئن ہو کر جائیں۔ میں بڑی راجکماری کو تلاش کرتا ہوں۔"

اس سالار کے ان الفاظ پر کوشل دیوی کسی قدر مطمئن اور آسودہ ہو گئی تھی۔ پھر اس نے گھوڑے کی باگیں موڑتے ہوئے اسے ایڑ لگائی پھر وہ اپنے خیمے کی طرف جا رہی تھی۔

دونوں لشکروں نے جب اپنی صفیں درست کر لیں تب حملے کی ابتدا راجہ انند پال، اس کے حواریوں، حمائتیوں، اتحادیوں نے کی تھی۔ سب سے آگے آگے خونخوار تیس ہزار کھکر تھے جن کے متعلق انند پال یہ خیال کرتا تھا کہ وہ اپنے پہلے ہی حملے میں مسلمانوں کی صفیں الٹ کر رکھ دیں گے۔ بہرحال راجہ انند پال اپنے کام کی ابتدا کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی کے لشکر پر رگوں میں وحشتیں بھر کر ہر وجود کو ریزہ ریزہ کرتی گراں تا گراں بکھرتی آتشی نواؤں، چنگھاڑتی چیختی آندھیوں میں بے قرار المناکیوں کے سرسام اور تخریف اور ویرانیاں کھڑی کرتی گرسنگی اور فاقہ کشی کے

Marfat.com

عذاب اور ظلم کے بحر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان محمود غزنوی اور اس کے سالاروں نے بھی شروع ہی سے اپنے آپ کو دفاع تک نہیں ڈالا۔ وہ بھی جارحیت پر اترے۔ چنانچہ سلطان نے بھی اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ بلند آوازوں میں پہلے زندگی کی دشواریوں میں جوش مارتی شعلہ فشاں آگ اور بھیانک سناٹوں کے اندر جاں سوز صداؤں کی طرح تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کو تیز و تند ہنگامہ خیز ہیولوں کی طرح آگے بڑھایا۔ پھر سلطان انند پال کے لشکر پر ہر شے کو خون اور اشکوں میں نہلا دینے والی انگارہ بن کر برستی بارش، ہر طرف وحشت بھرا خوف اور قضا کی آگ بھڑکاتی شدید اور قوی عداوتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

راجہ انند پال اور محمود غزنوی کے لشکریوں کے ٹکرانے سے ایک بار پھر راحت و اطمینان موت اور نیستی میں تبدیل ہونے لگی تھی۔ سعادتوں کے سرچشمے، نا اُمیدیوں اور تلخیوں میں بدلنے لگے تھے۔ قضا کے ماتمی سائے، بھیانک عداوتیں تانک جھانک کرنے لگی تھیں۔ لحہ درلحہ غضب کی خونخواری درد بھری نفرت میں اضافہ کرتی جا رہی تھی۔ چاروں طرف ابتلاء کی لہروں کی طرح صدائیں، درد میں ڈوبی چیخیں اور موت کی خاک اُڑنے لگی تھی۔

راجہ انند پال، اس کے حواریوں اور اس کے اتحادیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اپنی فتح مندی اور کامیابی کو یقینی بنائیں۔ شروع میں جو راجہ نے یہ اُمید لگائی تھی کہ اس نے اپنے لشکر کے آگے تیس ہزار کھکروں کو رکھا ہے، وہی مسلمانوں کا کام تمام کر دیں گے۔ لیکن مسلمانوں نے اپنے پہلے ہی حملے میں کھکروں کو رگید کر رکھ دیا تھا۔ کھکروں کا قتل عام ہوا اور جو باقی بچے تھے وہ پچھلی صفوں کی طرف بھاگے تھے۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد راجہ انند پال کے لشکر کی حالت سدوم کی ناکام مکاریوں، عمورہ کی گناہگاریوں، ہیجان آفرین اندھیاؤ، مایوسی کے بھنور، رنج و غم کے کھلیانوں اور سرِ منزل جا کر لٹ جانے والے قافلوں کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

راجہ انند پال اور اس کے اتحادیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح پسپائی اور شکست کو اپنا مقدر نہ بننے دیں لیکن انہیں بری طرح ناکامی کا

Marfat.com

منہ دیکھنا پڑا۔ آخر انند پال اور اس کے اتحادیوں کو بدترین شکست ہوئی اور وہ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز جوں کی توں وہیں چھوڑ کر میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان محمود غزنوی کی یہ ہندوستان کے متحدہ راجاؤں کے خلاف شاندار اور سنہری حروف میں لکھی جانے والی فتح مندی اور کامیابی تھی۔

انند پال کی اس جنگ اور اس کی شکست سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں:

''انند پال جو باپ کے انتقام اور فتح مندی کے کامل یقین اور جوش میں اپنے ہاتھیوں کو بھی اپنے ساتھ لایا تھا، ایسا اس نے اپنے لشکریوں کا دل بہلانے کے لئے کیا تھا اور ہاتھیوں کے ذریعے وہ مسلمانوں کا قتال بڑھانا چاہتا تھا۔''

مؤرخین مزید لکھتے ہیں:

''غروبِ آفتاب کے قریب اسلامی لشکر کو پیچھے دھکیلنے اور پامال کرنے سے مایوس ہو کر راجہ خود پیچھے ہٹا اور اپنے ہاتھی کا رخ موڑا۔ چنانچہ راجہ کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر ہندو لشکری جو مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی تمام طاقتوں اور کوششوں کو بے کار اور بلانتیجہ پا چکے تھے، صفوں کو توڑ توڑ کر اور لڑائی سے منہ موڑ موڑ کر ایسے بھاگنا شروع ہوئے کہ پچھلوں کو اگلوں سے کچھ بھی دریافت کرنے کا موقع نہ ملا اور یہ لشکری تیز رفتاری سے مختلف گروہوں میں بٹ کر مشرق کی سمت بھاگے اور تاریکی کے پھیلنے سے پہلے پہلے ہندوستانی لشکر کا پڑاؤ بالکل خالی اور سنسان ہو گیا۔''

اس جگہ کچھ مؤرخین نے انند پال کا دفاع کرتے ہوئے انند پال کے فرار کو اس کے ہاتھی کے بے قابو ہو جانے پر محمول کیا ہے۔ یعنی ہاتھی کسی وجہ سے مہاوت کے قابو میں نہ رہا اور خود ہی اپنے لشکر کو کچلتا ہوا پیچھے کو بھاگا۔ چنانچہ ہندوستان کے لشکر نے یہ سمجھا کہ ہمارا سپہ سالار یعنی راجہ بھاگا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ سب کے سب بھاگ پڑے۔

اس کے علاوہ ایک انگریز مؤرخ کے حوالے سے یہ بھی لکھا گیا ہے کہ انند پال

Marfat.com

کا ہاتھی توپ کی آواز یا توپ کے گولے کے لگنے سے بھاگا تھا۔ مگر پھر خود ہی اس کی تردید بھی کر دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس زمانے میں توپ لڑائیوں میں کہاں استعمال ہوتی تھی۔

بعض مؤرخین نے جلتی ہوئی رال کے گولے اور بارود کی وجہ سے ہاتھی کا بھاگنا بیان کیا ہے۔ مگر چونکہ صبح سے شام تک دونوں لشکریوں کا مصروفِ جنگ رہنا ثابت اور سب کو تسلیم ہے لہٰذا ہندوستانی لشکر کی اس شکست کو محض اتفاقی شکست نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ طرفین کو اپنے حوصلے پورے کرنے اور لڑنے کا کافی موقع مل چکا تھا۔

کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ یہ لڑائی ایک ہی دن رہی اور شام کے قریب ہندوستانی لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ بہرحال یہ لڑائی ہندوستان کی مجموعی طاقت کا ایک زبردست مظاہرہ تھا۔ ہندوستان کی اتنی بڑی جنگی طاقت اب تک کسی ایک میدان میں جمع نہ ہوئی تھی۔

اس شاندار اور سنہری فتح کے بعد سلطان محمود غزنوی نے وقت ضائع کئے بغیر صرف دو دن تک اپنے لشکر کو آرام کرنے کا موقع دیا، اس کے بعد وہ انند پال کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا تھا۔

ایک مؤرخ اس جنگ کا نقشہ اس طرح کھینچتا ہے:

''انند پال پے در پے شکست کھانے کے باوجود محمود سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اس نے چپکے چپکے ہند کے تمام راجاؤں سے مدد مانگی اور ان میں مذہبی جوش ابھارا اور ایک بہت بڑا لشکر تیار کرنا شروع کر دیا۔ اجمیر، بندھیل کھنڈ، اجین، دہلی، قنوج، کالنجر اور گوالیار کے راجاؤں نے اپنے لشکر سے اور مال و دولت سے مدد بھیجی۔ ہندو عورتوں نے زیور بیچ کر اور چرخہ کات کر لشکر کے لئے روپیہ اکٹھا کیا۔ انند پال لاتعداد لشکر اور جنگی ہاتھیوں کو لے کر سلطان کی طرف بڑھا اور اس کے لشکر میں تیس ہزار وحشی کھکر بھی شامل تھے۔

انند پال پشاور کی طرف بڑھا۔ محمود پہلے ہی پشاور کے مشرق میں خیمہ زن تھا کیونکہ اس کے جاسوسی نظام نے انند پال کی تیاری کے

Marfat.com

بارے میں اطلاع دے رکھی تھی۔"

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی نے بازوؤں پر چھ ہزار تیر انداز بٹھا کر رکھے اور سامنے گھڑ سواروں کے دستے دشمن کا حملہ روکنے کے لئے رکھے تھے۔ آخر میں فیصلہ کن کارروائی کے لئے خاص دستے چھپا دیئے تھے۔

یہ مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ غالباً چالیس روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے۔ ہر روز دشمن کے لشکر میں اضافہ ہو رہا تھا۔ مگر محمود چاہتا تھا کہ دشمن پہل کرے۔ دشمن کے لشکر میں خوب صورت عورتیں بھی تھیں۔ یہ عورتیں لشکر کو لڑائی کے لئے جوش دلاتی تھیں۔ دن رات مجرے ہوتے تھے۔ پنڈت مذہبی تقریریں کرتے تھے، تلک لگاتے تھے، دیوتاؤں کے بتوں کو سامنے رکھ کر لڑنے والوں سے قسمیں لیتے تھے۔ ہندو پڑاؤ میں بے تابی سے لڑائی کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ ہر روز دشمن کو کمک پہنچ رہی تھی۔ اس کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔

یہی مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے پڑاؤ کے سامنے اور بازوؤں پر چوڑی اور گہری خندق کی رکاوٹیں موجود تھیں۔ سلطان محمود چاہتا تھا کہ جب دشمن خندق عبور کریں تو ان کو کچھ دور اندر آنے دیا جائے، پھر خندق میں سے گزرتے ہوئے دستوں پر تیروں کی بوچھاڑ کی جائے اور قریب آتے دشمن کے اگلے دستوں کو جوابی کارروائی سے ختم کر دیا جائے۔

یہی مؤرخ آگے چل کر لکھتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے چھ ہزار تیر انداز خندق کے پار اور خندق کے اپنی طرف متعین کئے جنہوں نے اللہ اکبر کی صداؤں کے ساتھ دشمن پر تیر اندازی کر دی تھی۔

مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ دشمن نے اپنی صفوں کو فوراً ترتیب دیا اور سلطان محمود غزنوی کی جمگاہ پر حملہ کر دیا۔ یہی محمود چاہتا تھا۔ وحشی گکھڑ ہاتھوں میں نیزے اور بھالے اٹھائے جمگاہ کے باہر گہری خندق کو پار کر کے حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں وہ اکھیڑ دیتے، مگر سلطان محمود کی بروقت، حیران کن کارروائی نے دشمن کا حملہ پسپا کر دیا۔ انند پال ہاتھی پر سوار اپنے لشکر کو ابھار رہا تھا، مگر اچانک زخمی ہو گیا۔ دشمن کے ہاتھی تیروں کی بوچھاڑ برداشت

Marfat.com

نہ کرتے ہوئے بھاگنے لگے۔ اُدھر سلطان محمود نے حملے کا دباؤ جاری رکھا اور دشمن بھاگنے لگا۔

بہرحال راجہ انند پال اور اس کے اتحادی میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ رات بھر سفر کرتے رہے اور اگلے روز دریائے چناب کے کنارے آن کر رکے۔ یہاں انند پال اور اس کے اتحادیوں نے بچے کھچے لشکریوں کو روک دیا، پڑاؤ قائم کیا۔ وہ زخمی جو وہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے ان کی دیکھ بھال کی گئی۔ اس موقع پر انند پال اور کوشل دیوی دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کے پاس آئے۔ تب بڑی فکرمندی میں انند پال نے کوشل دیوی کو مخاطب کیا۔

''کوشل! راستے میں بھاگتے ہوئے مجھے خبر ہوئی کہ لشکر میں کاشی نہیں ہے۔ وہ کہاں گئی؟''

اس پر بے پناہ تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے کوشل دیوی کہنے لگی۔

''بھائی! کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ جس وقت گکھڑوں کے سردار نندی وردن کا مقابلہ مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتکین سے ہو رہا تھا اس وقت میں اور کاشی دونوں بڑی توجہ اور انہماک سے انفرادی مقابلہ دیکھ رہی تھیں۔ اس وقت اچانک کاشی مجھ سے علیحدہ ہوئی، مجھے اس کے علیحدہ ہونے کی خبر اس لئے نہیں ہوئی کہ میری نگاہیں انفرادی مقابلے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد میں نے کاشی کو بڑا تلاش کیا لیکن مجھے نہیں ملی۔ ہمارے پڑاؤ کے لشکریوں کا جو سالار تھا اس نے بھی تلاش کیا لیکن کاشی کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ اور جب جنگ کے بعد ہمیں پسپائی اختیار کرنا پڑی تب تک بھی کاشی کا کہیں نام و نشان نہیں ملا۔ میرے بھائی! لگتا ہے اسے زمین نگل گئی ہو یا آسمان کی طرف پرواز کر گئی ہو۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کاشی کدھر گئی۔ اس کے اس طرح غائب ہونے سے میں سخت پریشان اور فکرمند ہوں۔''

کوشل دیوی کی اس گفتگو سے انند پال بھی فکرمند ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے ان مخبروں کو جو اس وقت اس کے لشکر میں موجود تھے، یہ حکم دیا کہ وہ چاروں طرف پھیل کر کاشی کماری کو تلاش کریں اور دیکھیں وہ کہاں ہے۔

دریائے چناب کے کنارے یہ پڑاؤ دو دن تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ انند پال

Marfat.com

اور اس کے اتحادیوں کو یہ خبر پہنچی کہ سلطان محمود غزنوی ان کا تعاقب کرنے کے لئے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے مشرق کا رخ کر رہا ہے۔ لہٰذا انند پال اور اس کے اتحادیوں نے بھی پڑاؤ اٹھایا اور پہلے کی طرح وہ بھی مشرق کی طرف بھاگنے لگے تھے۔

چنانچہ راجہ انند پال سلطان محمود کے اس تعاقب کی خبر سن کر لاہور نہیں گیا بلکہ اس نے نگر کوٹ یا قلعہ بھیم کا رخ کیا۔ نگر کوٹ کو بھیم کے علاوہ موجودہ نام کانگڑہ سے بھی پکارا جاتا ہے۔ اس بھاگ دوڑ اور افراتفری میں نگر کوٹ کا راجہ بھی اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ انند پال کے ہمراہ تھا۔ لہٰذا دونوں راجہ اپنے لشکر کو لے کر نگر کوٹ جا پہنچے۔

نگر کوٹ چونکہ پہاڑی مقام ہونے کی وجہ سے بہت مضبوط اور ناقابلِ تسخیر مقام خیال کیا جاتا تھا، لہٰذا نگر کوٹ کے راجہ اور انند پال کا خیال تھا کہ سلطان محمود اوّل تو وہاں پہنچ ہی نہیں پائے گا۔ اگر پہنچے گا تو اس کوہستانی قلعے کو فتح کرنے میں کامیاب نہیں ہو گا۔

مؤرخین کا ایک گروہ لکھتا ہے کہ سلطان محمود نگر کوٹ کے ہندوؤں سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس زمانے میں نگر کوٹ قلعہ بھیم کے نام سے مشہور تھا۔ سلطان محمود غزنوی منزل پر منزل مارتا ہوا نگر کوٹ پہنچا اور اس قلعے کا محاصرہ کر لیا جس کے اندر نگر کوٹ کا راجہ اور لاہور کا راجہ انند پال دونوں مقیم تھے۔

یہ قلعہ راجہ بھیم کے زمانے میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر بنایا گیا تھا اور ہندوؤں کے نزدیک بقول مؤرخین بتوں کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ گردوپیش کے تمام راجہ انواع و اقسام کی اعلیٰ درجہ کی اشیاء بطور نذرانہ وہاں بھیجتے تھے اور اپنے اس فعل کو قربِ خداوندی کا ایک بہت بڑا وسیلہ تصور کرتے تھے۔

چونکہ اس قلعے میں چاروں طرف سے دولت آ کر جمع ہوتی تھی اس لئے یہاں سونے چاندی اور جواہرات اور موتیوں وغیرہ کا اس قدر بڑا ذخیرہ تھا کہ ایسا شاید ہی کسی بادشاہ کے خزانے میں ہو۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ یہ قلعہ بڑے جنگجو اور بہادر لشکریوں کی آماجگاہ نہیں

Marfat.com

تھا۔ یہاں کے زیادہ تر مکین برہمن اور مندر کے پجاری تھے۔ اس لئے سلطان محمود کے عظیم الشان لشکر کا رعب داب ان لوگوں پر اس قدر ہوا کہ وہ سخت ہراساں ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محاصرے کے تیسرے روز انہوں نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر جان کی امان مانگی۔ سلطان نے درخواست قبول کی اور ان کی جاں بخشی کی۔ خود اپنے چند عمائدین کو لے کر اندر داخل ہوا۔ اس قلعے سے سلطان نے بہت سی دولت حاصل کی۔ سات کروڑ نقد، سات سو من سونے اور چاندی کے زیورات اور دو سو من خالص سونا، دو ہزار من خالص چاندی اور بیس من انواع و اقسام کے جواہرات جو راجہ بھیم کے زمانے سے اس مندر میں جمع ہو رہے تھے، محمود کی ملکیت بن گئے۔

اسی نگر کوٹ سے متعلق مؤرخین کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی دریائے چناب کو عبور کرنے کے بعد سوہدرہ، وہاں سے سیالکوٹ، وہاں سے کٹھوا پہنچا اور مادھو پور کے راستے سے ہوتا ہوا نگر کوٹ یعنی بھیم نگر یا کانگڑہ پہنچا اور فوراً قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ مندر کے پنڈتوں نے اور وہاں کے حکمرانوں نے محمود کو لالچ دیا مگر محمود نے محاصرہ تنگ کر دیا۔

تاریخی روایات کے مطابق یہاں کا مندر مہابھارت کی جنگ کا مشہور ہندو کورو ہیرو بھیشم کے زمانے سے قائم تھا۔ چند مؤرخین نے اسے مہا مایا دیوی کا بت بتایا ہے۔ بھیم نگر کا نام دیوی بھیما کے نام پر بھی ہو سکتا ہے جو دیوتا مہا دیو کی پتنی تھی۔ مہامایا بھی اسی دیوی کا ایک نام تھا۔

مؤرخین کا یہ گروہ مزید لکھتا ہے کہ اس مندر اور شہر سے محمود کو بے شمار مال غنیمت اور تاوان وصول ہوا۔ سات کروڑ نقد دینار، سات سو من سونے اور چاندی کے ظروف، دو سو من خالص سونا، دو ہزار من چاندی اور بے شمار ہیرے اور جواہرات کے علاوہ ایک خالص چاندی کا بیش بہا خیمہ بھی ملا جس کی لمبائی چوڑائی چالیس اور بیس گز تھی۔ اس کی چوبیں سونے اور چاندی کی تھیں۔ خالص چاندی کا ایک گھر بھی قبضے میں آیا جس کی لمبائی چوڑائی تیس اور پندرہ گز تھی۔ اس گھر کے ٹکڑے کیے جا سکتے تھے جنہیں گھر بنانے کے لئے جوڑا جا سکتا تھا۔

Marfat.com

بچاریوں اور پنڈتوں کے بقول یہ تمام دولت بھیشم کے ہی زمانے سے مندر میں جمع ہو رہی تھی۔ سلطان محمود کو اس بے شمار دولت کو لے جانے کے لئے بے شمار اونٹ، ہاتھی اور باربرداری کے جانور جمع کرنا پڑے۔

سلطان محمود نے معمول کی طرح مندر میں موجود عورتوں کو آزاد کر دیا۔ دراصل ایسے مندر پجاریوں اور پنڈتوں کی عیاشیوں کے اڈے تھے۔ راجہ اور امراء، خوب صورت لڑکیاں مندر کی خدمت کے لئے بھیجا کرتے تھے۔

نگرکوٹ کی فتح کے بعد جو حالات پیش آئے اس کے متعلق مؤرخین کے دو گروہ ہیں۔ کیونکہ سلطان محمود غزنوی نے نگرکوٹ فتح کر لیا تھا لہٰذا نگرکوٹ کا راجہ بھی اپنی جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔ اس سلسلے میں مؤرخین کا پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی ابھی نگرکوٹ ہی میں مقیم تھا کہ انند پال نے جو پہاڑوں کے اندر چھپا تھا پیغام بھیجا کہ جس طرح آپ نے اس سے پہلے بھی بار بار میری اور میرے باپ کی خطائیں معاف کی ہیں ایک مرتبہ اور میری گستاخی سے درگزر فرمائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب شرائط فرمانبرداری سے بجالانے اور سالانہ زرِ خراج ادا کرنے میں کوئی کوتاہی عمل میں نہ آئے گی۔

اس کے علاوہ نگرکوٹ کے راجہ نے بھی اسی طرح عفو و معافی کی درخواست بھیجی اور برہمنوں کی سازش اور کوشش سے آمادۂ جنگ ہو جانے پر اظہارِ شرمندگی اور ملال کیا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ سلطان نے اس درخواست کو بلا تامل منظور کر لیا۔ چونکہ سلطان کو معلوم ہو چکا تھا کہ برہمنوں اور پنڈتوں کی کوششوں نے یہ ہنگامہ برپا کرانے اور ہندوستان والوں کے دلوں میں نفرت اور عداوت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لہٰذا اس نے معافی اور عفو کا عام اعلان کر دیا کہ جو ہندو ہمارے لشکر میں ملازم ہونا چاہیں وہ خوشی سے لشکر میں شامل ہو سکتے ہیں، ہم ان کو مثل مسلمانوں کے تمام حقوق عطا کریں گے۔

چونکہ پشاور کی شکست نے عام لوگوں کے دلوں میں ایک زبردست مایوسی پیدا کر دی تھی لہٰذا دریائے سندھ کو عبور کرنے سے پہلے پہلے مختلف مقامات سے آ کر دس

Marfat.com

ہزار ہندو جنگجو سلطان محمود غزنوی کے لشکر میں شامل ہو گئے اور سلطان نے انہی میں سے ایک ہندو کو سپہ سالاری کا عہدہ دے کر ان دس ہزار ہندوؤں کو ایک علیحدہ لشکر کی شکل دے دی تھی۔

ہندوؤں کے اس لشکر کے قائم ہونے سے سلطان کا مدعا یہ تھا کہ اس نفرت کو جو ہندوؤں کے دلوں میں سلطنت غزنی کی طرف سے قائم ہوئی تھی، دور کر دیا جائے اور اس بات کا یقین دلایا جائے کہ ہندوؤں پر بخوبی اعتماد کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہی مورخ مزید لکھتا ہے کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سلطان نے انند پال وغیرہ سے یہ فرمائش کی ہو گی کہ تم ہمارے لشکر میں ہندوؤں کو بھرتی کرا دو۔ انند پال اور نگرکوٹ کے راجہ نے دس ہزار سواروں کو سلطان کے لشکر میں بھرتی کرا دیا تھا۔ بہرحال سلطان محمود غزنوی کے لشکر میں ہندو شامل ہوئے اور ان کی تعداد برابر سلطانی لشکر میں ترقی کرتی رہی۔

اس واقعہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اس کے بعد سلطان نے غزنی کی طرف کوچ کیا۔ سلطان نے غزنی کی طرف جاتے ہوئے نہ کسی شہر کو لُوٹا، نہ کسی کو زبردستی پکڑ کر مسلمان بنایا، نہ کسی کو گرفتار کر کے غلام کیا۔ بلکہ نہایت امن و امان اور خاموشی کے ساتھ پشاور، جمرود اور خیبر کے راستے غزنی کی طرف چلا گیا۔
اگر سلطان محمود غزنوی واقعی ایسا ہوتا جیسا کہ گمراہ کن تاریخوں میں اکثر لوگوں کو پڑھایا جاتا ہے تو کانگڑہ سے پشاور تک وہ نہایت آباد اور سرسبز علاقے میں سفر کرتا ہوا گزرا، اس آباد علاقے کے شہروں اور قصبوں کو لوٹتا اور خاک سیاہ بناتا ہوا گزر جاتا۔ خون کی ندیاں بہا کر پنجاب کے دریاؤں کا پانی سرخ کر دیتا۔ انند پال محمود کے چلے جانے کے بعد اپنے دارالحکومت لاہور میں آیا تھا۔ اس وقت یہ سارا علاقہ اور دارالحکومت بالکل بے والی وارث پڑا تھا۔ محمود کو کسی کی مزاحمت، کسی کے مقابلے کا بھی اندیشہ نہ تھا۔ مگر اس نے نگرکوٹ سے پشاور تک کسی کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور سب سے بڑی اور اہم بات یہ کہ لاہور جیسے مشہور اور اہم شہر کا بھی اس نے قصد نہ کیا۔

جبکہ مؤرخین کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نگرکوٹ کے راجہ اور لاہور کے راجہ انند

Marfat.com

پال کو سلطان محمود غزنوی سے معافی نارائن کی فتح کے بعد ملی۔ جہاں تک نارائن کا تعلق ہے تو اس کے محل وقوع سے متعلق بھی مؤرخین میں اخلاف پایا جاتا ہے۔ بیشتر مؤرخین نے نارائن یا ناردین کا ذکر کیا ہے۔ ان مؤرخین نے نارائن کو ہندوستان کے کافی اندر بتایا ہے مگر اس نام کا مقام گجرات کاٹھیاواڑ کے علاقے میں تھا جو غزنی سے بہت دور تھا۔ اسے انہل واڑہ یا ہنر والا بھی لکھا گیا ہے۔ موجودہ دور میں اس کا نام پٹن ہے۔ بعض مؤرخین نے اسے افغانستان کے شمال مشرقی علاقے میں کافرستان میں بتایا ہے۔

اس لڑائی میں چونکہ سلطان کے قبضے میں کافی مالِ غنیمت اور جنگی ہاتھی بھی آئے تھے اس لئے نارائن کا مقام دشوار گزار پہاڑی علاقہ کافرستان میں نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وہاں ہاتھی نہیں پائے جاتے تھے اور نہ ہی سلطان گجرات کاٹھیاواڈ تک اس قدر قلیل مدت میں جاسکتا تھا۔ اس لئے کہ غزنی سے وہاں تک کوے کی اُڑان کا فاصلہ ایک طرف کا صرف 900 میل یعنی 1450 کلومیٹر بنتا ہے۔ چند مؤرخین نے اسے نارائن پور بتایا ہے جو ریاست الور کا ایک قصبہ تھا۔ الور کا غزنی سے کوے کی اُڑان کا فاصلہ 650 میل یعنی 1042 کلومیٹر بنتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس حملے کا مقصد سلطان کی طرف سے دیکھ بھال ہوتا کہ جمنا اور گنگا کے میدان میں آئندہ حملوں کے لئے دشمن کے بارے میں واقفیت حاصل کی جاسکے۔

سلطان محمود غزنوی کی عسکری بصیرت کے پیش نظر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس کے دُور مار لڑاکا دیکھ بھال دستے ضرور الور تک لڑ کر خبر حاصل کرنے گئے ہوں گے۔ اس کے علاوہ یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس کے دیکھ بھال جاسوسی دستے گجرات کاٹھیاوار تک بھی گئے ہوں۔

لیکن زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ نارائن کا وہ علاقہ جس پر سلطان محمود غزنوی حملہ آور ہوا وہ پنجاب کے شہر گجرات کے پاس دریائے چناب کے کنارے بتایا گیا ہے جہاں انند پال مقیم تھا۔ انند پال نے تھوڑی سی لڑائی کے بعد صلح کر لی اور آئندہ ہر سال خراج دینے کا وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ اس نے بھاری تاوان بھی ادا کیا۔ اس لڑائی کے بعد انند پال نے وعدے کے مطابق غزنی سلطان کے پاس سالانہ خراج

Marfat.com

روانہ کیا۔ اس میں پچاس جنگی ہاتھی، سلطان کے لشکر کے لئے دو ہزار لشکری اور کئی قسم کا ہندوستان کا قیمتی سامان بھیجا گیا تھا۔

بہرحال ان دونوں واقعات میں حقیقت کچھ بھی ہو، سلطان محمود کے سامنے پنجاب کے راجہ انند پال اور کانگڑہ کے راجہ دونوں نے سر تسلیم خم کر لیا تھا اور سلطان محمود کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لی تھی اور سلطان کو خراج دینا قبول کر لیا تھا۔

Marfat.com

عبداللہ قراتگین غزنی میں اپنے گھر میں ایک روز اپنے باپ قراتگین، بھائی سنجر، سنجر کی بیوی ارجان، احمد نیالتگین، اس کی بیوی باشان اور اپنی بہن خیسار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سب قراتگین کے گھر میں کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس پر عبداللہ قراتگین کا چھوٹا بھائی سنجر اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں دستک کس نے دی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ کر اس نے حویلی کا دروازہ کھولا تو دروازے پر سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے قاضی شیراز اور ان کا چھوٹا بیٹا محب الدین تھا۔ قاضی شیراز اور اس کے بیٹے محب الدین کو اپنی حویلی کے دروازے پر دیکھتے ہوئے سنجر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''لگتا ہے آج کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہونے والا ہے جو قاضی شیراز ہمارے گھر کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی سنجر نے دروازہ کھول دیا تھا۔ قاضی شیراز اپنے بیٹے محب الدین کے ساتھ اندر داخل ہوئے پھر سنجر کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''بیٹے! پہلے یہ بتاؤ کہ تمہاری حویلی میں اس وقت کون کون ہے؟''

اس پر سنجر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''گھر پر بابا ہیں، بھائی عبداللہ قراتگین ہیں اور ہمارے ہمسائے بھائی احمد نیالتگین، ان کی بیوی، ان کا بھائی، میری بہن اور میری بیوی ارجان جو احمد نیالتگین

Marfat.com

کی بہن ہے سب یہیں بیٹھے گزشتہ جنگوں سے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔‘‘

سنجر کے ان الفاظ پر قاضی شیراز نے خوشی کا اظہار کیا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

’’اس کا مطلب ہے میں بڑے اچھے وقت پر آیا ہوں۔ چلو میں بھی ان سب کے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔‘‘

چنانچہ سنجر نے حویلی کا دروازہ بند کیا۔ قاضی شیراز اور اس کے بیٹے محب الدین کو لے کر وہ آگے بڑھا۔ جب وہ دیوان خانے کے دروازے پر آئے تو سب نے جب قاضی شیراز کو دیکھا تو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ قراتگین کا باپ قراتگین دروازے کی طرف بڑھا، پُرجوش انداز میں قاضی شیراز سے مصافحہ کرتے ہوئے انہیں اندر لے کر گیا۔ پھر سب نے آگے بڑھ کر قاضی اور ان کے بیٹے محب الدین سے مصافحہ کیا۔

جب سب بیٹھ گئے تب قاضی شیراز نے سب پر گہری نگاہ ڈالی، پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

’’قراتگین! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تمہارے بیٹے عبداللہ قراتگین سے گفتگو کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں میں خوش قسمت ہوں کہ میں اس وقت آیا ہوں جب تم سب لوگ یہاں موجود ہو اور احمد نیالتگین بھی اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ یہاں بیٹھا ہوا ہے۔‘‘

قاضی شیراز کے ان الفاظ پر عبداللہ کا باپ قراتگین چونکا تھا، کچھ دیر غور سے قاضی شیراز کی طرف دیکھتا رہا، پھر پوچھا۔

’’کیا آپ میرے بیٹے عبداللہ کی کوئی شکایت لے کر آئے ہیں؟ کیا اس سے کوئی غلطی، کوئی کوتاہی ہوئی ہے؟ آپ لشکر کے قاضی ہیں، لشکر ہی میں رہتے ہیں۔ کیا لشکر میں اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟‘‘

جواب میں ردِعمل کے طور پر قاضی شیراز نے مسکراتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

’’قراتگین! تم غلط سمجھے ہو۔ عبداللہ ایک ایسا بیٹا ہے جس پر جس قدر فخر کیا

Marfat.com

جائے کم ہے۔ تم ایک خوش قسمت باپ ہو۔ میں سمجھتا ہوں عبداللہ کا باپ ہونا بھی تمہارے لئے ایک سعادت ہے۔ یہی عبداللہ ہے جس نے میدانِ جنگ کے انفرادی مقابلوں میں بڑے بڑے سورماؤں کو اپنے سامنے لمحوں کے اندر زیر کر دیا۔ بس اس کے یہ انفرادی مقابلے ہی ایک انقلاب اور تبدیلی لے کر آئے ہیں۔"

اس موقع پر عبداللہ کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ عبداللہ قراتگین کی بہن خیسار بول اُٹھی، فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ جو گفتگو کر رہے ہیں، میں سمجھی نہیں۔ میرے بھائی نے اگر انفرادی مقابلے جیتے ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں یہ ہمارے لئے بڑی سعادت ہے۔ پر اس سے کون سا انقلاب، کون سی تبدیلی رونما ہوئی ہے؟"

قاضی شیراز کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، دوبارہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"قراتگین! تمہارے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ نیالتگین کا ایک بھائی اور ایک بہن ہے۔ تم نے اپنے چھوٹے بیٹے سنجر کی شادی نیالتگین کی بہن ارجان سے کر دی ہے اور اپنی بیٹی خیسار کی شادی عثمان سے کر دی ہے۔ پر تم نے عبداللہ کے متعلق کچھ نہیں سوچا۔"

قاضی شیراز کے ان الفاظ پر قراتگین چونکا تھا، کہنے لگا۔

"قاضی شیراز! عبداللہ میرے لئے سب سے پیارا اور ہر دل عزیز بیٹا ہے۔ یوں جانیں اس کی شادی کا معاملہ میں نے اس پر ہی چھوڑ رکھا ہے۔ جس وقت سنجر اور خیسار کی شادی کا اہتمام ہونے لگا تو میں نے اعتراض کیا تھا کہ پہلے عبداللہ تمہاری شادی ہونی چاہئے لیکن عبداللہ کہنے لگا بابا! میں بڑا بھائی ہوں۔ سنجر اور خیسار دونوں کی شادی کرنے کے بعد اپنے متعلق سوچوں گا۔ دراصل ہمارے گھر میں چونکہ کمانے والا عبداللہ ہی ہے، اس بنا پر اس کا خیال ہے کہ اس کا فرض بنتا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی اور بہن کی شادی کرے۔ اب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ میری تو سمجھ میں ابھی تک کچھ نہیں آیا۔

جواب میں قاضی شیراز مسکرایا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''قراتگین! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں اپنی بیٹی کی شادی تمہارے بیٹے عبداللہ قراتگین سے کرنا چاہتا ہوں تو تمہارا کیا جواب ہوگا؟''

اس موقع پر تقریباً سارے ہی مسکرا دیئے تھے۔ یہاں تک کہ عبداللہ قراتگن کا بھائی سنجر بولا اور قاضی شیراز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''محترم قاضی شیراز! آپ کی بیٹی ہی نہیں ہے تو آپ میرے بھائی کی شادی کس سے کریں گے؟ آپ کا تو یہ ایک بیٹا ہی ہے جو آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے نام جس کا محب الدین ہے۔''

سنجر جب خاموش ہوا تب احمد نیالتگین بڑی سنجیدگی میں قاضی شیراز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''سنجر نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آپ اس موقع پر مذاق اور ٹھٹھہ بھی نہیں کر سکتے۔ ضرور بات کی تہہ میں کچھ نہ کچھ تو ہے۔''

اس پر قاضی شیراز بھی بڑی سنجیدگی میں کہنے لگے۔

''میری ایک بیٹی ہے اور اسی بیٹی کی شادی میں عبداللہ قراتگین سے کرنا چاہتا ہوں۔ اس بات کو آپ لوگ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ میری بیٹی کی خواہش ہے کہ اس کی شادی عبداللہ سے ہو۔ ان الفاظ کو اگر مزید کھل کر آپ سننا چاہتے ہیں تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ عبداللہ قراتگین کو پسند کرتی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قاضی شیراز جب خاموش ہوئے تب اس بار احمد نیلاتگین غور سے قاضی شیراز کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''قاضی شیراز! یہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ کی کوئی بیٹی نہیں۔ اب جبکہ آپ نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے تو بتائیں عبداللہ کی شادی آپ کس سے کرنا چاہتے ہیں؟ عبداللہ میرے چھوٹے بھائی کی طرح ہے اور پھر اب اس سے میرا بڑا عزیز اور گہرا رشتہ بھی قائم ہو چکا ہے۔''

احمد نیالتگین جب خاموش ہوا تب قاضی شیراز اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگے۔

''صاحبو! میں تم سے ٹھٹھہ اور مزاح تو نہیں کر رہا۔ میں حقیقت تم پر واشگاف کرتا

Marfat.com

ہوں، اس کے بعد فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے۔ تم جانتے ہو پنجاب کے راجہ جے پال کی دو بیٹیاں تھیں۔ جس وقت جے پال کے ساتھ ہماری پہلی جنگ ہوئی اس وقت وہ دونوں نابالغ تھیں، بالکل چھوٹی تھیں۔ جے پال کے بعد اس کے بیٹے انند پال کے ساتھ ہماری جنگ ہوئی جب بھی وہ دونوں لڑکیاں ابھی نابالغ تھیں۔ اب وہ بالغ ہو چکی ہیں، ان میں س جو بڑی ہے اس کا نام کاشی کماری ہے اور اس کی منگنی اور سگائی بھٹنڈہ کے راجکمار راج کنور سے ہوگئی تھی جبکہ چھوٹی بیٹی بلوغت کی حد تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنے سالار کوی راج کی طرف مائل تھی۔ جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ کوی راج سے محبت نہیں کرتی تھی، وہ ایک اچھا اور ماہر تیغ زن تھا اور چھوٹی بیٹی نام جس کا کوشل دیوی ہے وہ اس کوی راج کی تیغ زنی کی ہنرمندی اور مہارت ہی کو پسند کرتی تھی۔ چنانچہ اسی کوشل دیوی کے کہنے پر سب سے پہلے کوی راج انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اُترا تھا اور عبداللہ قراتکین نے اسے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس کے بعد بھٹنڈہ کے راجہ کا راجکمار راج کنور اگلی جنگ میں انفرادی مقابلے کے لئے اُترا اور عبداللہ قراتکین نے اسے بھی موت کی گہری نیند سلا دیا۔ معاملہ یہیں تک ختم نہیں ہوگیا تھا، جہاں تک راجہ جے پال کی بیٹی کاشی کماری کا تعلق تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی منگنی بھٹنڈہ کے راجکمار راج کنور سے ہوئی تھی لیکن یہ کوئی محبت کی منگنی نہیں تھی، بس اس کے گھر والوں نے بھٹنڈہ کے راجکمار سے اس کی منگنی طے کر دی تھی اور وہ خاموشی سے اسے قبول کر گئی۔

چنانچہ انفرادی مقابلے میں جب عبداللہ نے یکے بعد دیگرے کوی راج اور راج کنور دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تب تیسرا انفرادی مقابلہ وحشی کھکروں کے سالار اور سربراہ نندی وردن سے ہوا۔ نندی وردن اپنے آپ کو بڑا لاجواب اور ناقابلِ تسخیر تیغ زن خیال کرتا تھا۔ لیکن اس کا انفرادی مقابلہ بھی عبداللہ قراتکین سے ہی ہوا اور عبداللہ قراتکین نے نندی وردن کا بھی کام تمام کر دیا۔

جس روز عبداللہ قراتکین کا انفرادی مقابلہ نندی وردن سے ہوا تھا اسی روز اس مقابلے کے دوران پنجاب کے موجودہ راجہ انند پال کی بہن کاشی کماری اپنے لشکر سے نکلی۔ وہ گھوڑے پر سوار تھی اور اپنے گھوڑے کے ساتھ ایک لمبا چکر کاٹتی ہوئی

Marfat.com

ہمارے لشکر میں داخل ہوئی۔ اس نے صرف یہ کہا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کے قاضی سے ملنا چاہتی ہے۔ چنانچہ میرے لشکر کے کچھ محافظ اسے میرے پاس لے آئے۔

اس لڑکی نے میرے سامنے اس بات کو تسلیم کیا کہ وہ چونکہ عبداللہ قراتگین کو پسند کرنے لگی ہے لہٰذا وہ ہمارے لشکر میں داخل ہو گئی۔ مجھ سے اس نے التجا کی کہ اسے دائرہ اسلام میں داخل کیا جائے، اسلام کے سارے ارکان اور عبادت کے طریقے اسے سکھائے جائیں اور جب وہ سب کچھ سیکھ جائے تب اس کے جذبات کا اظہار عبداللہ قراتگین اور کے اہلِ خانہ سے کیا جائے۔

میں تم لوگوں پر انکشاف کروں کہ کاشی کماری گزشتہ کئی ماہ سے میری بیٹی کی حیثیت سے میرے ہاں مقیم ہے۔ میری بیوی بھی اسے اپنی بیٹی خیال کرتی ہے۔ وہ بڑی پیاری بچی ہے۔ بس اس کی ایک ہی خواہش ہے کہ اس کی شادی عبداللہ قراتگین سے ہو جائے....... اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ اس سلسلے میں تم لوگوں کا کیا جواب ہے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد قاضی شیراز جب خاموش ہو گیا تب سب لوگ گہری سوچوں میں ڈوب گئے تھے۔ یہاں تک کہ عبداللہ کا باپ قراتگین بولا اور قاضی شیراز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''پہلے تو میں اس لڑکی کو مبارک باد دیتا ہوں کہ وہ اپنے لشکر سے نکل کر آپ کے پاس آئی، اسلام قبول کیا اور اسلام کے ارکان اور عبادت کے طریقے سیکھے۔ میں اس بنا پر بھی اس کا شکرگزار ہوں کہ اس نے میرے بیٹے عبداللہ کو پسند کیا اور اس سے شادی کرنے کی خواہش مند ہے۔ پر اس میں ایک قباحت اور خطرہ بھی ہے۔''

''کیسا خطرہ؟'' قاضی شیراز نے تیز نگاہوں سے قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

اس پر قراتگین بولا اور کہنے لگا۔

''جیسا کہ سب جانتے ہیں اس کاشی کماری کی منگنی بھٹنڈہ کے راجکمار راج کنور سے ہوئی تھی جو ایک انفرادی مقابلے میں میرے بیٹے عبداللہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کاشی کماری نام کی یہ لڑکی اپنے منگیتر راج کنور کا انتقام لینے کے

Marfat.com

لئے میرے بیٹے عبداللہ سے شادی کرنے کی خواہش مند ہو۔“
قراتگین جب خاموش ہوا تب قاضی شیراز بڑی سنجیدگی میں کہنے لگا۔
”ایک معصوم، حسین اور خوب صورت لڑکی بے چاری کیا انتقام لے گی؟ اس نے انتقام لینا ہوتا تو اپنے مرکزی شہر لاہور میں قیام کر کے کسی ردِعمل کا اظہار کرتی یا اپنے ساتھ کچھ دستے مقرر کرتی، تاک میں رہتی اور عبداللہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتی۔ یہاں وہ اکیلی آ کر اور اسلام قبول کرنے کے بعد غزنی شہر میں رہائش اختیار کر کے کیسے اور کیونکر عبداللہ سے اپنا انتقام لے پائے گی؟ پھر وہ گزشتہ کئی ماہ سے میرے ہاں مقیم ہے۔ میں اس کا جائزہ لیتا رہا ہوں۔ وہ بڑی پیاری اور معصوم بچی ہے۔ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں وہ کسی انتقام وغیرہ کے لئے ادھر نہیں آئی اور نہ ہی ایسا کرنے کے لئے عبداللہ قراتگین سے شادی کی خواہش مند ہے۔ دراصل وہ عبداللہ کی شجاعت، اس کی ہمت، اس کی جواں مردی، تیغ زنی میں اس کی مہارت اور ہنرمندی سے متاثر ہے۔ عبداللہ نے جو لگاتار تین مقابلے جیتے اس کی یہی جیت کاشی کماری کے دل میں اس کے لئے محبت پیدا کر گئی۔ اگر اس نے اپنے منگیتر کا انتقام ہی لینا ہوتا تو جس وقت بھٹنڈہ کا راج کمار راج کنور انفرادی مقابلے میں عبداللہ کے سامنے مات کھا گیا تھا، عبداللہ نے اس کا کام تمام کر دیا تھا، کاشی کماری اسی وقت ہی انتقام لینے کے لئے حرکت میں آ جاتی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ اس وقت اپنے لشکر سے نکلی جس وقت انفرادی مقابلے کے دوران عبداللہ قراتگین کھکروں کے سالار نندی وردن پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔ بہرحال میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں وہ لڑکی معصوم ہے، کسی انتقام کا ارادہ نہیں رکھتی۔ صرف عبداللہ کو پسند کرتی ہے اور اس کی زندگی کا ساتھی بننے کی خواہش مند ہے۔ اس کے علاوہ نہ اس کا کوئی ارادہ ہے نہ کوئی مقصد۔“

قاضی شیراز جب خاموش ہوا تب قراتگین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
”پہلے یہ کہیں کہ وہ بیٹی کہاں ہے؟ تاکہ میں اس سے ملاقات کروں؟“
قراتگین کے بعد احمد نیالتگین بھی مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔
”وہ بے چاری لڑکی کیا انتقام لے گی؟ اگر وہ واقعی ہی عبداللہ کو پسند کرتی ہے تو

Marfat.com

میں سمجھتا ہوں یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ کاشی کماری کو آپ ہمارے سامنے لائیں تاکہ ہم اس سے گفتگو کریں؟ میری بیوی باشان یہاں بیٹھی ہوئی ہے، میری بہن ارجان اب اس گھر میں ہے۔ عبداللہ کی بہن خیسار بھی یہیں ہے۔ بھائی سنجر بھی یہیں ہے۔ میرا چھوٹا بھائی عثمان بھی یہیں ہے۔ سب مل کر فیصلہ کرتے ہیں۔ اگر وہ لڑکی واقعی پُرخلوص انداز میں عبداللہ کی طرف مائل ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے لئے بڑی خوشی اور سعادت کی بات ہے۔ میرے خیال میں ان حالات میں عبداللہ اس لڑکی کو ٹھکرائے گا نہیں۔"

اس موقع پر قاضی شیراز نے عبداللہ قراتکین کی طرف دیکھا، پھر پوچھا۔

"بیٹے! اب تم بھی اپنے جذبات کا اظہار کرو۔"

اس پر عبداللہ قراتکین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"قاضی شیراز! میرا باپ زندہ ہے، میرے لئے ان کا فیصلہ آخری ہے۔ میں نے آج تک کوئی بھی کام ان کے مشورے کے بغیر نہیں کیا۔ جو فیصلہ یہ کریں گے وہ میرے لئے آخری ہوگا۔"

عبداللہ کے اس جواب سے سب خوش ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ قاضی شیراز نے اپنے سامنے بیٹھے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا، کہنے لگا۔

"محب الدین! میرے بیٹے! جاؤ بہن کو ساتھ لے کر یہاں لاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی محب الدین اٹھا اور دیوان خانے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد قاضی شیراز کا بیٹا محب الدین لوٹا، اس کے پیچھے پیچھے حسین اور خوب صورت کاشی کماری بھی تھی۔ اپنے بدن کے علاوہ اس نے اپنے چہرے کو بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ جب وہ دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوئی تب اپنی جگہ سے اٹھ کر قاضی شیراز نے اسے اپنے قریب آنے کے لئے کہا۔ محب الدین کے پیچھے پیچھے کاشی کماری آگے بڑھی اور قاضی شیراز کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ اس دوران قراتکین، اس کا چھوٹا بیٹا سنجر، بیٹی خیسار، اس کے علاوہ احمد نیالتگین، اس کا بھائی عثمان، بیوی باشان اور سنجر کی بیوی ارجان سب غور سے کاشی کماری کی طرف دیکھے جا رہے تھے جس کی صرف پیشانی دیکھی جا سکتی تھی۔ پیشانی

Marfat.com

سے بھی یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ لڑکی انتہائی خوب صورت اور پُرکشش ہے۔
آخر گفتگو کا آغاز قاضی شیراز نے کیا اور کاشی کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی! یہاں جس قدر لوگ بیٹھے ہیں کیا تم ان میں سے عبداللہ قراتگین کو پہچانتی ہو وہ کون ہے؟''

چہرے سے نقاب اُٹھائے بنا ہی کاشی کماری نے شیراز کی طرف دیکھا، پھر دائیں ہاتھ کی انگلی سے اس نے عبداللہ قراتگین کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی اس کی گنگناتی خوب صورت آواز دیوان خانے میں گونج گئی تھی۔

''یہ سامنے عبداللہ قراتگین بیٹھے ہیں۔''

کاشی کماری کے خاموش ہونے پر قاضی شیراز پھر بولا اور کہنے لگا۔

''بیٹی! تیری منگنی اور سگائی بٹھنڈہ کے راج کمار راج کنور سے ہوئی تھی۔ اس راج کنور کو ایک انفرادی مقابلے میں عبداللہ قراتگین نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس کے علاوہ تیری چھوٹی بہن کوشل عریوی کا رجحان کوی راج کی طرف تھا، وہ انفرادی مقابلے میں عبداللہ قراتگین کے ہاتھوں ہی مارا گیا۔ بیٹی! اب اگر یہ لوگ تم پر شک کریں کہ تم عبداللہ قراتگین سے محبت کسی وجہ سے کرنے لگی ہو، اپنا کوئی مقصد حاصل کرنا چاہتی ہو، راج کنور کا انتقام لینا چاہتی ہو تو بیٹی! اس کا تیرے پاس کیا جواب ہوگا؟''

قاضی شیراز جب خاموش ہوا تب دھیمے لہجے میں کاشی کماری بول اٹھی۔

''بٹھنڈہ کے راج کمار سے میری سگائی میرے گھر والوں نے طے کی تھی۔ اس میں میرا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ جب وہ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اُترا تو میں نے تو اسے ایسا کرنے کے لئے نہیں کہا تھا۔ اگر اسے اپنی تیغ زنی پر اتنا ہی گھمنڈ تھا تو پھر مقابلہ جیتتا۔ کیوں اس میں دم خم نہیں تھا؟ لہٰذا عبداللہ قراتگین کے ہاتھوں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس میں نہ محترم عبداللہ قراتگین کا قصور ہے نہ اس سلسلے میں میں مجرم ہوں۔ میں نے اس سے کوئی محبت نہیں کی تھی، بس اس سے رشتہ گھر والوں نے طے کر دیا اور میں چپ چاپ بک جانے والی بکری کی طرح

Marfat.com

خاموش ہو کر رہ گئی۔ ایسا اس لئے تھا کہ اس وقت کسی کی محبت میرے دل میں نہ تھی، کسی مرد کو میں نے اپنے دل کی چوکھٹ پر نہیں بٹھایا تھا۔ محترم عبداللہ قراتکین نے پہلے کوی راج کو زیر کیا، پھر راج کنور کو انفرادی مقابلے میں ہرایا، اس کے بعد گکھروں کے سالار اور سربراہ نندی وردن کو زیر کیا۔ ان کی یہی کارگزاری مجھے اپنی طرف مائل کرنے کا سبب بنی۔

یہاں تک کہنے کے بعد کاشی کماری رکی، کچھ سوچا، پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"اگر یہ لوگ مجھ پر شک کرتے ہیں کہ میں کسی مقصد کے تحت ایسا کر رہی ہوں، محترم عبداللہ قراتکین کو نقصان پہنچاؤں گی، میں سب کے سامنے اپنی محبت کی گہرائی کا اظہار نہیں کروں گی اس لئے کہ میں اس سے پہلے سب کچھ آپ سے کہہ چکی ہوں۔ اتنی بری نہیں ہوں کہ جس کو اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں اسے نقصان پہنچاؤں۔ ساتھی بھی وہ جس کے ساتھ میری محبت اور چاہت وابستہ ہو اور جسے میں اپنی مرضی، اپنی خواہش سے اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں۔ اس کے باوجود اگر یہ مجھ پر شک کرتے ہیں تو مجھے عبداللہ قراتکین کا ساتھی بنا دیں۔ میرے لئے اپنی حویلی کا ایک کمرہ مختص کر دیں جس کی حالت زندان کے کمرے جیسی ہو، اس میں مجھے بند کر دیا کریں تاکہ میں محترم عبداللہ قراتکین اور گھر کے کسی فرد کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکوں۔

میں سچے دل سے اسلام قبول کر چکی ہوں اور ایسا میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ میں جسے اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں اسے یا اس کے لواحقین اور عزیز و اقارب کو نقصان پہنچا کر یہاں سے بھاگنے کی کوشش کروں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کاشی کماری رکی، پھر اپنے پہلو کی طرف بیٹھے محب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بھائی! جس قدر یہاں لوگ بیٹھے ہیں ان میں سے تین سے تو میں آشنا ہوں۔ ایک تم، ایک محترم قاضی شیراز اور سامنے بیٹھے ہوئے عبداللہ قراتکین۔ کیا آپ دوسرے لوگوں کا مجھ سے تعارف نہیں کرائیں گے؟"

اس پر محب الدین بولا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''میری عزیز بہن! قراتگین کے سامنے جو بیٹھے ہوئے ہیں یہ ان کے باپ قراتگین ہیں۔ قراتگین کے ساتھ ان کا چھوٹا بیٹا اور عبداللہ قراتگین کا چھوٹا بھائی سنجر ہے۔ سنجر کے ساتھ اس کی بیوی ارجان ہے۔ یہ محترم احمد نیالتگین کی بہن ہے۔ یہ نام آپ نے سن رکھا ہوگا۔ یہ بھی عبداللہ قراتگین کی طرح لشکر کے سالار ہیں اور اپنی بہن ارجان کے ساتھ آگے نیالتگین ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ نیالتگین کے ساتھ ان کی بیوی باشان ہے جبکہ عبداللہ قراتگین کے پاس جو لڑکی بیٹھی ہے اس کا نام خیسار ہے اور یہ عبداللہ قراتگین کی چھوٹی بہن ہے اور ہماری بہن خیسار کے ساتھ ان کے شوہر عثمان ہیں۔ یہ نیالتگین کے بھائی ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد محب الدین رکا، دوبارہ کاشی کماری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کاشی! میری عزیز بہن! قراتگین اب بوڑھے ہو چکے ہیں، کوئی کام کاج نہیں کر سکتے۔ اس گھر کا کمانے والا چند دن پہلے تک عبداللہ قراتگین ہی تھا، اس بنا پر اس نے اپنی شادی سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی سنجر اور بہن خیسار کی شادی کر دی تاہم اب سنجر غزنی کے بازار میں ایک دکان چلاتا ہے اور اس کی آمدنی اچھی ہو جاتی ہے اور یہ گھر کے اخراجات احسن طریقے سے چلا سکتا ہے۔ میری بہن! جس قدر یہاں افراد بیٹھے ہوئے ہیں ان کا تعارف میں نے تم سے کرا دیا ہے۔''

اس موقع پر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کاشی کماری پھر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ قراتگین بولا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بیٹی! اپنی جگہ سے اُٹھ اور میرے پاس آ کر بیٹھ۔''

بیٹی کے لفظ پر کاشی کماری چونکی تھی۔ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھی اور قراتگین کے پہلو میں آ کر بیٹھ گئی۔ پھر قراتگین نے اپنا ہاتھ کاشی کماری کے سر پر رکھا، کہنے لگا۔

'تمہاری حیثیت میری بیٹی کی سی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے خیسار میری بیٹی ہے۔ پہلے یہ بتاؤ کیا میں تمہارا بازو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہوں؟''

اس موقع پر کاشی کماری کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا، پھر مسکراتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

Marfat.com

"یہ آپ نے کیسا سوال کر دیا؟ بیٹی بھی کہتے ہیں اور میرا بازو پکڑنے کے لئے مجھ سے اجازت بھی مانگتے ہیں؟"

ساتھ ہی کاشی کماری نے اپنا بازو آگے کر دیا تھا۔

قراتکین مسکرایا، اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور پھر اس نے اپنی انگلیاں کاشی کماری کی نبض پر رکھ دی تھیں۔

کمرے میں کچھ دیر تک کاٹ کھانے والا سناٹا رہا۔ ہر کوئی قراتکین اور کاشی کماری کی طرف دیکھے جا رہا تھا یہاں تک کہ قراتکین نے اپنی انگلیاں علیحدہ کر لیں۔ اس سے اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی۔ پھر کاشی کماری کو مخاطب کر کے قراتکین کہنے لگا۔

"بیٹی! میں تجھ پر مکمل بھروسہ اور اعتماد کرتا ہوں۔"

پھر قراتکین نے اپنے دائیں ہاتھ سے کاشی کا سر اپنے قریب کیا، اس کی پیشانی پر بوسہ دیا، ساتھ ہی بڑی چاہت اور شفقت میں کہنے لگا۔

'سن میری بیٹی! میری بچی! میں تیری شادی عبداللہ قراتکین سے کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آج سے اس حویلی میں تیری حیثیت میری بیٹی اور اس حویلی کی عزت کی سی ہے۔"

قراتکین کے اس فیصلے پر کاشی کماری مسکرا رہی تھی، پھر کہنے لگی۔

"بابا! سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کیا، لیکن آپ پہلے یہ تو پوچھیں کہ کیا محترم عبداللہ قراتکین مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہیں؟"

جواب میں قراتکین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی! جب میں فیصلہ کر چکا ہوں تو عبداللہ کی کیا مجال ہے کہ یہ انکار کر دے؟ تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے، تم خود ہی پوچھ لو۔"

قراتکین کے ان الفاظ پر کاشی کماری کچھ شرما سی گئی تھی۔ اس موقع پر احمد نیالتکین بولا اور عبداللہ قراتکین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عبداللہ! میرے بھائی! اب تک تم بالکل خاموش رہ کر سارا تماشا دیکھتے رہے

Marfat.com

ہو۔ تمہیں بھی تو کچھ بولنا چاہئے۔"

اس پر عبداللہ قراتگین اور اس کے پہلو میں بیٹھی اس کی بہن خیسار دونوں مسکرا رہے تھے۔ پھر خیسار نے عبداللہ کو کہنی ماری۔ شاید اس کے ایسا کرنے کا یہ مطلب تھا کہ وہ کچھ بولے۔ چنانچہ عبداللہ قراتگین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں کاشی کماری سے شادی کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں۔"

ان الفاظ نے گویا اس کمرے کے اندر خوشیاں بکھیر دی تھیں اور اس کے ساتھ ہی کاشی کماری نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا تھا۔ جب سب نے اس کا چہرہ دیکھا تو اس کی خوب صورتی، اس کے حُسن اور اس کے جذب و کشش کی سب تعریف کرنے لگے تھے۔

اس کے بعد قراتگین نے قاضی شیراز کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"قاضی شیراز! آپ بھی یہاں موجود ہیں اور اتفاق کی بات میرے بیٹے سنجر کے علاوہ نیالتگین بھی یہاں ہے۔ اس کا بھائی عثمان بھی یہاں موجود ہے جو اب میرا داماد ہے۔ چنانچہ کاشی اب واپس تمہارے ساتھ تمہاری حویلی نہیں جائے گی، یہیں رہے اور ابھی اسی وقت تم کاشی اور عبداللہ قراتگین کا نکاح پڑھاؤ گے اور میری عزیز بہو کی حیثیت سے کاشی یہاں ہمارے ہاں رہے گی۔"

قراتگین کے ان الفاظ پر کاشی کماری کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ آنکھوں میں محبت بھری چمک تھی اور یہ چمک کبھی کبھی عبداللہ قراتگین کے چہرے کی طرف بھی اٹھ جاتی تھی۔ کاشی کماری گفتگو کے دوران بار بار عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھ لیتی تھی چنانچہ قراتگین کے ان الفاظ کے جواب میں قاضی شیراز خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں خوش ہوں کہ آپ آج ہی کاشی کماری اور عبداللہ قراتگین کی شادی کے لئے تیار ہیں۔"

اس موقع پر پہلی بار عبداللہ قراتگین کی چھوٹی بہن خیسار بولی اور کہنے لگی۔

"جو فیصلہ ہوا اسے ہم دل و جان سے قبول کرتے ہیں اور یہ ہمارے لئے بڑی خوشی اور سعادت کی بات ہے کہ کاشی جیسی لڑکی میرے بھائی عبداللہ قراتگین کی بیوی

Marfat.com

بن رہی ہے لیکن اس سے پہلے ہمیں بازار جانا ہو گا۔ کاشی کے لئے کپڑے اور ضروریات کا دوسرا سامان خریدا جائے گا جو ایک اچھی اور پسندیدہ دلہن کے لئے خریدا جاتا ہے۔ اس کے بعد شام تک اس شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔"

خیسار کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا۔ کاشی کماری بھی بڑے خلوص اور محبت سے خیسار کی طرف دیکھے جا رہی تھی، پھر قراتگین بولا اور کہنے لگا۔

"خیسار میری بیٹی! رقم میں دیتا ہوں۔ تم خود، باشان، ارجان تینوں اٹھو، کاشی کو اپنے ساتھ بازار لے کر جاؤ۔ ہر چیز اس کی مرضی، اس کی خواہش کے مطابق خریدو اور جب تم سب یہ خریداری مکمل کر کے واپس آؤ گی تب اس شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔"

قراتگین کے ان الفاظ پر سب خوش ہو گئے تھے۔ پھر قراتگین اٹھا، نقدی کی ایک تھیلی اس نے خیسار کو تھما دی، پھر خیسار، باشان اور ارجان تینوں کاشی کو اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ ہر چیز انہوں نے کاشی کماری کی مرضی اور اس کی خواہش کے مطابق خریدی۔

اور پھر اسی روز شام کے قریب عبداللہ قراتگین اور کاشی کماری کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا گیا تھا۔

Marfat.com

موجودہ رنگ محل میں اپنی قصر نما حویلی میں ایک روز پنجاب کا راجہ انند پال اپنی بہن کوشل دیوی اور اپنے بیٹے جے پال کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ تینوں کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ انند پال کے باپ کا نام بھی جے پال تھا اور بیٹے کا نام بھی اس نے جے پال رکھا تھا۔ تاریخ کے اوراق میں اس دوسرے جے پال کو جے پال ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

راجہ انند پال کا یہ محل اس سے پہلے اس کے باپ جے پال کے تصرف میں بھی رہا تھا۔ باہر سے یہ ایک بہت بڑی حویلی لگتا تھا لیکن اندر داخل ہونے کے بعد اس کی سجاوت اور تزئین دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا تھا۔ بعد کے دور میں اس جگہ شاہجہاں کے وزیر نواب سعداللہ خان نے ایک محل تعمیر کرنے کی ابتدا کی جس کی تکمیل اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے نواب میاں خان نے کی۔ اسی نسبت سے راجہ انند پال کا یہ محل حویلی میاں خان کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ نواب چنیوٹ کے رہنے والے تھے۔ یہ حویلی اپنی ابتدائی حقیقی شکل میں طول و عرض میں دو میل رقبہ پر محیط تھی۔ اس کی ایک عمارت میں آبی ضروریات کی تکمیل کے لئے دس کنوئیں موجود تھے۔

یہ حویلی تین حصوں پر مشتمل تھی یعنی مردانہ، زنانہ اور قلعی خانہ۔ مردانہ، زنانہ تو مالکان کے رہائشی حصے تھے اور قلعی خانہ سے مراد گھریلو امور کی ضروریات کی تکمیل کے لئے تھے مثلاً درزی خانہ، دھوبی خانہ، اناج پیسنے کے لئے خراس، باورچی خانہ اور برتنوں کی پالش کے لئے قلعی خانہ اور ملازمین کی رہائش گاہیں۔

Marfat.com

ان تینوں درجات میں قلعی خانہ سب سے چھوٹا تھا۔ بہر حال راجہ جے پال اور راجہ انند پال کی اسی حویلی پر پہلے نواب سعد اللہ نے پہلی عمارت کو گرا کر اپنا محل تعمیر کیا۔ اس کے بعد یوں ہوا کہ برطانوی عہد حکومت میں صرف اسی قلعی خانہ میں جاٹ قوم کے خراسیوں نے دالیں اور اناج پیسنے کے لئے دو سو سے زیادہ چکیاں نصب کر دی تھیں اور تقریباً چار ہزار افراد اس میں آباد تھے۔

عہد مغلیہ تک یہ حویلی بڑی آن و شان سے قائم رہی لیکن چونکہ نواب میاں خان کی کوئی اولاد نہ تھی، انہوں نے ایک شخص میر ہدایت علی کو اپنا متبنٰی کیا تھا۔ جب سکھوں کی حکومت قائم ہوئی تو اس کے وارثان نے اپنی عیاشی کے لئے یہ عمارت محض دو دو چار چار گز فروخت کی۔

بہر حال انند پال، کوشل دیوی اور جے پال تینوں کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ اس کمرے کے دروازے پر انند پال کے محافظ دستوں کا سالار نمودار ہوا اور انند پال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مہاراج! آپ نے جن مخبروں کو اپنی بہن کاشی کماری کی تلاش کے لئے مقرر کیا تھا ان میں سے تین واپس آئے ہیں اور وہ آپ پر کوئی اہم انکشاف کرنا چاہتے ہیں۔"

اس سالار کے اس انکشاف پر انند پال ہی نہیں، کوشل دیوی اور جے پال بھی چونکے تھے چنانچہ انند پال نے فوراً اسے مخاطب کیا۔

"انہیں فوراً میرے پاس بھیجو۔ میں دیکھتا ہوں وہ کیا کہتے ہیں۔"

اس پر وہ سالار پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد تین اشخاص اس کمرے میں داخل ہوئے۔ انند پال نے اپنے سامنے جو نشستیں خالی پڑی ہوئی تھیں ان پر انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب انند پال نے انہیں مخاطب کیا۔

"اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اور کیا تم میری بہن کاشی کماری سے متعلق کوئی خبر لے کر آئے ہو؟"

اس پر ان میں سے ایک اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔ ہم کاشی کماری سے متعلق ہی خبر لے کر آئے

Marfat.com

ہیں۔"

اس مخبر کے ان الفاظ پر تینوں بڑے انہماک اور غور سے اس کی طرف دیکھنے لگے تھے یہاں تک کہ وہی مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"آپ کی بہن کاشی کماری اس وقت غزنی شہر میں ہے اور وہ سلطان محمود غزنوی کے نامور سالار عبداللہ قراتگین کی بیوی ہے۔"

اس مخبر کے اس انکشاف پر انند پال، کوشل دیوی اور جے پال تینوں چونک اٹھے تھے۔ چنانچہ احتجاجی انداز میں پہلے کوشل دیوی بول اٹھی۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟ وہ غزنی کیسے پہنچ گئی؟"

اس پر وہی مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"میں آپ کو اس کی تفصیل بتاتا ہوں۔ دراصل جب سلطان محمود غزنوی کے سالار عبداللہ قراتگین کا انفرادی مقابلہ کھکروں کے سالار اور سربراہ نندی وردن کے ساتھ ہوا تھا اور اس وقت آپ دونوں بہنیں اپنے گھوڑوں پر سوار ایک بلند جگہ کھڑی ہو کر یہ انفرادی مقابلہ دیکھ رہی تھیں، جس وقت عبداللہ قراتگین نے نندی وردن پر غالب آنا شروع کیا اس وقت آپ بڑے غور اور انہماک سے یہ مقابلہ دیکھ رہی تھیں جبکہ آپ کی بہن کاشی کماری بڑی رازداری سے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ کیونکہ وہ بلند جگہ ایک طرح کا ریت کا ٹیلہ تھا۔ لہٰذا اس کے ہٹنے کو آپ نے محسوس نہیں کیا۔ وہاں سے ہٹ کر کاشی کماری اپنے پڑاؤ کی طرف آئی اور پھر پڑاؤ سے بھی ایک میل پیچھے چلی گئی۔ اس کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں موڑیں اور گھوڑے کو بائیں طرف سے ایک لمبا چکر اور کاوا دیتی ہوئی وہ سیدھی مسلمانوں کے لشکر میں گئی۔ مسلمانوں کے پڑاؤ میں پہنچ کر اس نے وہاں موجود مسلمانوں کے لشکر کے قاضی شیراز کے پاس جا پناہ لی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر رکا، اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"میں آپ سے کوئی چیز چھپاؤں گا نہیں۔ دراصل محمود غزنوی کے سالار عبداللہ قراتگین نے جو پہلے کوی راج پھر راج کنور، اس کے بعد نندی وردن کو بھی اپنے

Marfat.com

سامنے زیر کیا تو اس کی کارگزاری، اس کی ہمت، جرأت مندی اور تیغ زنی میں اس کی مہارت اور ہنرمندی سے کاشی کماری بے حد متاثر ہوئی تھی لہٰذا اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ایسے شخص کو اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں گی۔ اس بنا پر وہ چکر کاٹ کر مسلمانوں کے پڑاؤ میں پہنچی اور قاضی شیراز کے ہاں اس نے پناہ لی۔

جب جنگ ختم ہوئی تو قاضی شیراز کے ساتھ ہی کاشی کماری غزنی چلی گئی۔ وہاں اس نے قاضی شیراز کے ہاں اسلام قبول کیا، اسلام کے ارکان سیکھے، عبادت کے سارے طریقے سیکھ کر سچے دل سے اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد اس نے قاضی شیراز پر زور دیا کہ اگر ہو سکے تو عبداللہ قراتگین سے اس کی شادی کا اہتمام کیا جائے۔ کیونکہ وہ اسے پسند کرتی ہے، اس سے محبت کرتی ہے۔

چنانچہ اس کے ان جذبات کا اظہار قاضی شیراز اور اس کے بیٹے محب الدین نے عبداللہ قراتگین کے باپ اور اس کے اہلِ خانہ سے کیا۔ چنانچہ اس بات کو تسلیم کر لیا گیا اور عبداللہ قراتگین اور کاشی کماری کی شادی کا اہتمام کر دیا گیا۔ اب اس وقت کاشی کماری غزنی میں ہے اور عبداللہ قراتگین کی بیوی کی حیثیت سے اپنی زندگی کے دن ہنسی خوشی گزار رہی ہے۔“

جب وہ مخبر خاموش ہوا تب کوشل دیوی نے ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگی۔

”حالات بھی انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتے ہیں۔ سلطان محمود کا وہ سالار نام جس کا عبداللہ قراتگین ہے اور جسے میں نے اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، اسی سے جا کر میری بہن نے شادی کر لی۔ کیا یہ تبدیلی اور انقلاب حیرت انگیز نہیں ہے؟ اور سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ عبداللہ قراتگین سے اپنی اس چاہت اور محبت کا کبھی اس نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ حالانکہ وہ میری ایسی بہن ہے کہ اس نے کبھی بھی اپنی کوئی بات، اپنا کوئی فیصلہ مجھ سے چھپایا نہیں تھا۔“

اس پر انند پال غور سے اپنی بہن کوشل دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کوشل میری بہن! سب سے پہلی بات جس پر میں کسی قدر سکون محسوس کرتا ہوں وہ یہ کہ کم از کم کاشی کماری کا پتہ چل گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ وہ زندہ اور خوش ہے۔ جہاں تک تمہارا ارادہ ہے کہ تم عبداللہ قراتگین کو اپنے ہاتھ سے

Marfat.com

قتل کرو گی اس میں، میں کبھی آڑے نہیں آؤں گا۔ اس لئے کہ عبداللہ قراتگین کوی راج کا قاتل ہے جسے تم نے پسند کیا تھا۔"
اس پر کوشل دیوی کہنے لگی۔
"نہیں بھائی! آپ کی یہ بات، آپ کے یہ الفاظ حقیقت سے دور ہیں۔ میں نے کبھی کسی بھی موقع پر کوی راج کی ذات سے محبت نہیں کی تھی۔ میں نے پہلے بھی ایک بار انکشاف کیا تھا کہ میں نے صرف کوی راج کی تیغ زنی اور حرب وضرب میں اس کی ہنرمندی کو چاہا تھا۔ کوی راج سے کبھی محبت نہیں کی تھی۔ لیکن جس وقت عبداللہ قراتگین کے ہاتھوں کوی راج زیر اور مغلوب ہو گیا تب مجھے یہ احساس ہوا کہ کوی راج تو تیغ زنی میں کچھ بھی نہیں تھا، عبداللہ قراتگین اس سے بہت آگے، بہت اچھا اور بہت ارفع تھا۔ اس کے بعد یہ معاملہ وہیں ختم ہو گیا۔ اس لئے کہ کوی راج کو کبھی میں نے اپنے دل میں جگہ نہیں دی تھی۔"
کوشل دیوی جب خاموش ہوئی تب انند پال نے گفتگو کو آگے بڑھایا اور کہنے لگا۔
"کوشل میری بہن! کاش نے اگر تم پر کبھی اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا تو اب میں محسوس کرتا ہوں اس نے باتوں باتوں میں مجھے اور تمہیں اشارہ دے دیا تھا کہ وہ کسی سے محبت کرتی ہے۔"
انند پال کے ان الفاظ پر کوشل دیوی غور سے اپنے بھائی انند پال کی طرف دیکھنے لگی تھی، کہنے لگی۔
"بھائی! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔ کس موقع پر اس نے اشارہ دیا تھا؟ اگر اس نے کوئی ایسا اشارہ دیا ہوتا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے تو میں اسے سمجھاتی کہ عبداللہ قراتگین کے علاوہ وہ جسے بھی چاہے گی ہم اس کی محبت اور چاہت کا احترام کریں گے۔"
اس پر لمحہ بھر کے لئے انند پال کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کوشل دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔
"میری بہن! تمہیں یاد ہو گا کہ جب راج کنور انفرادی مقابلے میں عبداللہ

Marfat.com

قراتگین کے ہاتھوں مارا گیا اور ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ہم میدانِ جنگ سے بھاگ کر نگر کوٹ کی طرف آئے۔ تب ایک روز بٹھنڈہ کے راجہ پرم دیو کا قاصد میرے پاس آیا تھا۔ میری بہن! اس وقت تم بھی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور پرم دیو کے اس قاصد نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ کاشی کماری کی چونکہ سگائی اور منگنی بٹھنڈہ کے راج کمار راج کنور کے ساتھ طے ہو گئی تھی لہٰذا کاشی کماری کے ساتھ بٹھنڈہ والوں کا ایک رشتہ قائم ہو چکا تھا۔

اس مخبر نے یہ بھی کہا تھا کیونکہ انفرادی مقابلے میں راج کنور عبداللہ قراتگین کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ لہٰذا کاشی کماری کے ساتھ جو بٹھنڈہ والوں کا رشتہ ہے وہ قائم دائم ہے، اسے ختم نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا پرم دیو نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اب کاشی کماری کو اس کے دوسرے بیٹے گووِند راج کے ساتھ بیاہ دیا جائے۔

میری بہن! تُو جانتی ہے میں نے پرم دیو کے قاصد سے کہا تھا کہ یہ معاملہ چونکہ میری بہن کاشی کماری کا ہے لہٰذا یہ فیصلہ بھی وہی کرے گی میں اس پر اپنا کوئی فیصلہ ٹھونسوں گا نہیں۔ چنانچہ تجھے یاد ہو گا کہ ہم دونوں بہن بھائی کی موجودگی میں کاشی کماری نے کہا تھا کہ میں کسی کی دبیل، کسی کی رکھیل نہیں ہوں کہ جو چاہے مجھے لے جائے۔ اس نے کہا تھا کہ میں بٹھنڈہ کے دوسرے راج کمار گووِند راج کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کرتی ہوں اور یہ کہ اب میں شادی اپنی مرضی سے کروں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد انند پال رکا، پھر کوشل دیوی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کوشل میری بہن! ذرا کاشی کے ان الفاظ پر غور کیا، تمہارے ذہن میں یہ نہیں آتا کہ اس نے کہا تھا کہ اب وہ شادی اپنی مرضی سے کرے گی۔ اس کے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی کو کہیں پیوست کر چکی تھی، کسی کی محبت کو اس نے اپنے دل میں جگہ دے دی تھی اور اس نے یہ بھی ٹھان رکھی تھی کہ وہ کسے اپنی زندگی کا ساتھی بنائے گی۔ میرے خیال میں وہی وقت تھا جب وہ عبداللہ قراتگین کی طرف مائل ہو گئی تھی اور اسے ہی اس نے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کر لیا۔ لیکن وہ موقع کی

Marfat.com

تلاش میں رہی کہ کوئی ایسا موقع اسے ملے کہ وہ خیریت اور تحفظ کے ساتھ اپنے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کے لشکر میں جائے اور وہاں کسی کے ہاں پناہ لے۔ اس کے بعد عبداللہ قراتگین سے اپنی محبت اور چاہت کا اظہار کرے۔ اور تُو دیکھتی ہے کہ کاشی ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔"

محل کے اس قصر میں کچھ دیر تک گہری خاموشی طاری رہی۔ کوشل دیوی کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ انجانی سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ انند پال اور اس کا بیٹا جے پال دونوں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھے جا رہے تھے یہاں تک کہ کوشل دیوی نے اپنی گردن سیدھی کی، اپنے بھائی انند پال کی طرف دیکھا، پھر دھیمی اور دکھ بھری آواز میں کہنے لگی۔

"بھائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم اپنے قاصد غزنی سلطان محمود کی خدمت میں روانہ کریں اور اس سے یہ مطالبہ کریں کہ ہماری بہن کاشی کماری اس وقت غزنی میں ہے لہٰذا اسے واپس ہمارے پاس لاہور بھیجا جائے۔"

انند پال نے ایک گہری نگاہ کوشل دیوی پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

"تم اسے لاہور بلوا کر کیا کرو گی؟ کیا اسے سزا دو گی؟ اسے باندھ کر مارو پیٹو گی اور اس سے یہ کہو گی کہ وہ اپنے دل سے عبداللہ قراتگین کی محبت نکال دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو کیا تم عبداللہ قراتگین کی طرح اس کا بھی کام تمام کر دو گی؟"

انند پال کے ان الفاظ پر کوشل دیوی لرز کانپ سی گئی تھی۔ بڑی تیزی سے اس نے اپنے سر کو نفی میں ہلایا، پھر کہنے لگی۔

"میں اپنی بہن کے ساتھ ایسا معاملہ کیسے اور کیونکر کر سکتی ہوں؟ اگر وہ غزنی سے لاہور واپس پہنچ جاتی ہے تو میں اسے پہلے کی نسبت زیادہ پیار اور محبت دوں گی اور کوشش کروں گی کہ وہ ہمارے اندر رہے اور یہاں کسی اور سے شادی کر لے۔"

کوشل دیوی کے ان الفاظ کے جواب میں انند پال کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، پھر کہنے لگا۔

"کوشل! تمہاری یہ باتیں بچگانہ ہیں۔ تم اپنے بچپنے سے نکل کر شباب میں تو داخل ہو گئی ہو لیکن تمہاری باتیں ابھی بچپنے میں ہی ڈوبی ہوئی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ

Marfat.com

اگر ہم غزنی قاصد بھیجتے ہیں اور سلطان محمود سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کاشی کماری کو ہمارے پاس بھیج دے تو سلطان محمود کاشی کماری پر جبر تو نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ نہ وہ ہمارا ماتحت ہے نہ وہ ہمارا فرمانبردار ہے نہ ہمارا خراج گزار ہے۔ بلکہ ہم اس کے ماتحت، اس کے فرمانبردار، اس کے خراج گزار ہیں۔ وہ زبردستی تو ایسا نہیں کرے گا اور نہ اس سے زبردستی یہ مطالبہ پورا کرا سکتے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ معاملے کی تحقیق کرنے کے بعد ہمیں یہ پیغام بھجوا سکتا ہے کہ کاشی کماری چونکہ اپنی مرضی سے لشکر میں داخل ہوئی تھی۔ عبداللہ قراتکین کی محبت اسے کھینچ کر وہاں لے گئی تھی۔ اپنی مرضی سے اس نے اسلام قبول کیا اور اپنی مرضی سے وہ عبداللہ قراتکین کی بیوی بن گئی۔ لہٰذا اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔

اگر سلطان محمود نے بہت زیادہ بھی کیا تو وہ اس سلسلے میں کاشی کماری سے پوچھ سکتا ہے کہ وہ عبداللہ قراتکین کی بیوی کی حیثیت سے غزنی میں رہنا چاہتی ہے یا واپس لاہور کا رخ کرنا چاہتی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد انند پال رکا، کچھ سوچا، دوبارہ وہ اپنی بہن کوشل دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کوشل میری بہن! اب تُو یہ بتا کہ عبداللہ قراتکین سے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ اب وہ کاشی کا شوہر ہے۔ کیا اب بھی تم اس کو قتل کرنے کی اپنی سوگند پر قائم ہو؟"

کوشل دیوی کی گردن دکھ بھرے انداز میں جھک گئی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا، گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔

انند پال غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ اس کی تسلی و تشفی کی خاطر کہنے لگا۔

"اگر تمہارے کہنے پر ہم غزنی کی طرف قاصد بھیج بھی دیں تو سلطان محمود غزنوی ہمیں مطمئن کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کاشی سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ وہ غزنی میں رہنا چاہتی ہے یا اپنے بھائی اور بہن کے پاس لاہور جانا پسند کرے گی۔ کوشل! تم جانتی ہو کاشی کا کیا جواب ہو گا؟ چونکہ اس نے عبداللہ قراتکین سے محبت کی ہے۔ یہ شادی بھی محبت کے تحت کی ہے، لہٰذا اس کا یہی جواب ہو گا کہ وہ اپنے شوہر کے

Marfat.com

پاس غزنی میں رہے گی۔ ایسی صورت میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہمارے پاس یہی ایک حربہ ہوگا کہ ہم خاموش رہیں۔"

اپنے بھائی انند پال کی گفتگو کا جواب کوشل دیوی دیتی پر اس موقع پر انند پال کا چوبدار آیا اور اس پر انکشاف کیا کہ مستقر میں سالار اس کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ وہ ان لشکریوں کا معائنہ کرے جنہیں نیا نیا لشکر میں بھرتی کیا گیا تھا اور جن کی تربیت کا کام مکمل ہو گیا تھا۔

یہ پیغام سنتے ہی انند پال اٹھ کھڑا ہوا۔ کوشل دیوی اور جے پال بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر تینوں رنگ محل کے اس قصر سے نکل کر لاہور میں اپنے مستقر کا رخ کر گئے تھے۔

Marfat.com

ایک روز عبداللہ کا باپ قراتگین کاشی کماری اور اس کے بھائی سنجر کی بیوی ارجان کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ عبداللہ قراتگین کا بھائی سنجر دیوان خانہ میں داخل ہوا۔ شاید وہ بازار میں اپنی دکان بند کر کے آیا تھا۔ دیوان خانہ میں داخل ہوتے ہوئے اس نے پہلے جائزہ لیا، پھر اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بابا! بھائی کہاں ہے؟“

اس پر قراتگین بڑی شفقت میں کہنے لگا۔

”بیٹے! وہ تو کافی دیر کا گیا ہوا ہے۔ نیالتگین بھی اس کے ساتھ ہی ہے، ابھی تک لوٹ کر نہیں آیا۔ دونوں کو سلطان نے طلب کیا تھا۔ میرے خیال میں کوئی نئی مہم درپیش ہے۔“

اس پر سنجر کہنے لگا۔

”لیکن بھائی نیالتگین تو میرے آگے آگے حویلی میں داخل ہوئے ہیں۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ بھائی بھی آگئے ہوں گے۔ اسی بنا پر میں حویلی کے صدر دروازے کو اندر سے زنجیر لگا کر آیا ہوں۔“

سنجر یہیں تک کہنے پایا تھا کہ حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس پر سنجر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

”شاید بھائی آگئے ہیں۔ میں دروازہ کھولتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی وہ بھاگتا ہوا حویلی کے صدر دروازے کی طرف لپکا۔ جب

Marfat.com

اس نے دروازہ کھولا تو اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے عبداللہ قراتکین حویلی میں داخل ہوا۔ اتنی دیر تک اس کا باپ قراتکین، سنجر کی بیوی ارجان اور کاشی کماری تینوں باہر آ گئے تھے۔ اس موقع پر کاشی کماری بھاگ کر آگے بڑھی، اس نے مسکراتے ہوئے عبداللہ قراتکین کا سواگت کیا، پھر جب اس نے عبداللہ سے اس کے گھوڑے کی باگ لینا چاہی تب عبداللہ منہ سے کچھ نہ بولا، مسکرایا اور نفی میں اس نے گردن ہلائی۔

اس پر کاشی کماری بھی بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ سب کے ساتھ دیوان خانہ میں چلیں۔ میں گھوڑے کو باندھ کر آتی ہوں۔''

یہ سارا منظر سنجر بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر کاشی کماری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ میری بہن ہیں، رشتہ میں مجھ سے بڑی ہیں۔ ہوسکتا ہے آپ میری بیوی ارجان سے چھوٹی ہوں لیکن رشتہ میں بڑی ہونے کی وجہ سے آپ میری ماں کی جگہ ہیں۔ ہمارے ہوتے ہوئے اگر بھائی کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر آپ اسے اصطبل کی طرف لے کر جائیں تو میرے خیال میں اس سے بڑھ کر ہمار لئے لعنت کا کوئی مقام نہیں ہوسکتا۔''

سنجر کے ان الفاظ پر سب مسکرا دیئے تھے، پھر سنجر آگے بڑھا، اپنے بھائی کے گھوڑے کی باگ اس نے پکڑی، کہنے لگا۔

''بھائی! آپ اندر چلیں۔ میں گھوڑے کو باندھ کر آتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی سنجر گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔

سب دیوان خانہ میں داخل ہوئے۔ گھوڑے کو باندھ کر سنجر بھی وہاں آ گیا تھا۔ یہاں تک کہ قراتکین نے عبداللہ کو مخاطب کیا۔

''بیٹے! تم کافی دیر کے گئے ہوئے تھے۔ کہاں رہے؟ سلطان نے کیوں بلایا تھا؟ کیا کوئی مہم درپیش ہے؟''

اس پر عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

''بابا! آپ کا اندازہ درست ہے۔ اس وقت تین مقام ہمارے لئے سردردی

Marfat.com

پیدا کر رہے ہیں۔ ایک ملتان، دوسرا غور، تیسرا ہرات۔ اور تینوں جگہ پر قرامطی اپنا رنگ دکھا رہے ہیں۔ غور اور ہرات کے حاکم محمد بن سوری قرمطی ہو کر علمِ بغاوت بلند کر چکا ہے اور سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری سے نکل گیا ہے۔ دوسری طرف ملتان میں بھی حالات بڑے ابتر اور تشویش ناک ہیں۔ دیر اس لئے ہو گئی کہ سلطان نے سارے سالاروں اور اُمراء کو بلایا تھا اور انہی تینوں شہروں سے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ لشکر پہلے غور اور ہرات کے حاکم محمد بن سوری کی سرکوبی کے لئے نکلے گا۔ لشکر کل یہاں سے کوچ کرے گا اور غور کا رخ کرے گا۔"

عبداللہ قراتگین کی اس گفتگو سے کاشی کماری اُداس اور افسردہ دکھائی دینے لگی تھی۔ اس موقع پر قراتگین بڑے غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کو مخاطب کیا۔

"بیٹے! پہلے یہ بتاؤ کیا لشکری اور سالار اپنے اہلِ خانہ کو بھی ساتھ لے جا سکتے ہیں؟"

اس موقع پر عبداللہ قراتگین نے ایک گہری نگاہ اپنے قریب بیٹھی کاشی کماری پر ڈالی، پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

"بابا! سلطان نے سالاروں اور لشکریوں کو اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔"

اس موقع پر کاشی کماری کے چہرے پر رونق اور آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ قراتگین پھر بول اٹھا۔

"بیٹے! جس وقت تم نے اپنی روانگی کا بتایا تھا، میں اپنی بیٹی کاشی کا بہت غور سے جائزہ لے رہا تھا۔ اس بے چاری کا چہرہ اُداس ہو گیا تھا، آنکھوں کے اندر افسردگی اتر آئی تھی۔ لہٰذا اس مہم میں یہ تمہارے ساتھ جائے گی۔"

قراتگین کے ان الفاظ پر کاشی مسکرا رہی تھی۔ اسی مسکراہٹ میں اس نے جب غور سے اپنے پہلو میں بیٹھے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھا تب قراتگین اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بابا! آپ کا کہا درست ہے۔ کاشی میرے ساتھ جائے گی۔ ابھی تک میرے

Marfat.com

خیال میں یہ غزنی کے ماحول میں جذب نہیں ہونے پائی لیکن مجھے امید ہے......."

یہاں تک کہتے کہتے عبداللہ قراتکین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ دھیمے سے لہجے میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کاشی کماری بول اٹھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ آخر یہ میرا گھر ہے۔ اگر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ بھی لے جانا چاہیں تو میں اپنے گھر میں قیام کر کے بھی آپ کا انتظار کر سکتی ہوں۔"

عبداللہ قراتکین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"کاشی! میں جانتا ہوں تُو بڑی دلیر اور بڑی باوفا اور جرأت مند لڑکی ہے۔ بہر حال اس مہم میں تُو میرے ساتھ جائے گی اور ساتھ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ آج رات کو اپنی تیاری مکمل کر لینا۔ لشکر فجر کی نماز کے بعد یہاں سے کوچ کرے گا۔"

اس موقع پر سنجر کی بیوی ارجان اپنی جگہ پر اُٹھی، کہنے لگی۔

"پہلے کھانا لگاتے ہیں، سب مل کر کھانا کھائیں، اس کے بعد کوچ کی تیاری کی جائے گی۔"

سب نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ جب ارجان اُٹھی، تب کاشی بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں نے کھانا لگایا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد عبداللہ قراتکین اور کاشی دونوں اٹھ کر اپنی خواب گاہ کی طرف چلے گئے تھے اور اپنی تیاری کو آخری شکل دینے لگے تھے۔

اگلے روز لشکر نے غزنی سے غور اور ہرات کی طرف کوچ کیا تھا۔

❀❀❀

سلطان محمود غزنوی غور اور ہرات پر کبھی حملہ آور نہ ہوتا اور نہ ہی وہاں رزم گاہ برپا کرتا۔ لیکن غور اور ہرات کے علاقے میں قرامطہ نے شورش برپا کر دی تھی اور وہاں کا حاکم محمد بن سوری قرامطی ہو کر سلطان محمود کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار کرتے ہوئے سلطان سے ٹکرانے پر اُتر آیا تھا۔

اس جگہ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ اس زمانہ میں مصر کے اندر عبیدیوں کی حکومت بڑے زور وشور سے قائم تھی۔ انہی عبیدیوں کو تاریخ کے اوراق میں فاطمین

Marfat.com

مصر بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ خود خلافت کے مدعی اور بغداد کی خلافت کے رقیب اور جانی دشمن تھے۔

سلطان محمود غزنوی عباسیوں کا طرف دار اور اپنے آپ کو عباسی خلیفہ کا خادم جانتا تھا۔ مصر کا فرمانروا حاکم بن عزیز عبیدی تھا۔

حاکم بن عزیز عبیدی کو سلطان محمود غزنوی کی روز بروز طاقت اور شہرت کے مٹانے اور نقصان پہنچانے کا بہت خیال اور شوق تھا۔ قرامطیوں کی بیخ کنی اور بربادی کے لئے سلطان محمود نے سندھ، سیستان اور خراسان وغیرہ میں جو کوششیں کی تھیں، ان سب کا حال سن کر مصر کا حکمران حاکم عبیدی محمود غزنوی کا جانی دشمن بن گیا تھا۔

اس نے ایک بار سلطان محمود کے پاس اپنا ایلچی بھی مصر سے غزنی بھیجا تھا۔ چونکہ جس قاصد کو اس نے بھیجا تھا، وہ قرامطی تھا لہٰذا قرامطی ہونے کی وجہ سے سلطان محمود نے اس سے گفتگو نہیں کی اور اسے ذلیل کر کے نکلوا دیا تھا۔

حاکم بن عزیز عبیدی اگرچہ قرامطی نہ تھا لیکن اس کو قرامطہ سے اس لئے ہمدردی تھی کہ قرامطہ سے اس کا مسلک کچھ کچھ ملتا تھا۔ نیز یہ کہ اب تک قرامطہ کی تمام تر کوششیں خلافتِ عباسیہ اور اس کے متوسلین کو نقصان پہنچانے میں صرف ہوئی تھیں۔ اس زمانے میں قرامطہ بھی حاکم بن عزیز عبیدی کو اپنا سردار اور مربی ماننے لگے تھے چونکہ حاکم عبیدی نے ان کی ہمت افزائی کی تھی۔

اس کے علاوہ ہندوستان میں جو تحریک برہمنوں کی کوششوں سے نشوونما پا رہی تھی اس میں شروع سے ہی قرامطہ شریک تھے اور انہوں نے حاکم بن عزیز عبیدی سے امداد طلب کی تھی۔

اب حاکم عبیدی کو انند پال کی تیاری اور حملہ آوروں کا بخوبی علم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جس وقت انند پال سلطان محمود غزنوی کے ساتھ پشاور کے نواح میں ٹکرایا تھا تو گجرات تک کے لشکر اس کی مدد کے لئے آئے تھے۔ کسی قرامطی کا معرکہ پشاور میں انند پال کے زیرِ علم موجود ہونا ثابت نہیں۔ مگر قرامطہ نے اپنے لئے دوسرا میدان تجویز کر لیا تھا اور ہندوؤں کو اس کا علم تھا اس لئے انہوں نے قرامطہ کو پشاور کی طرف آنے کی زحمت نہیں دی تھی۔

Marfat.com

اس معاملہ کی مزید تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ مصر سے کچھ جہاز امدادی لشکر سامان لے کر سندھ کی بندرگاہ دیبل پہنچے تھے۔ اس کے ساتھ ہی مصر کے حکمران حاکم بن عزیز عبیدی کے کچھ سفیر ملتان کے حاکم داؤد بن نصر کے پاس آئے تھے۔ چونکہ داؤد بن نصر بھی قرامطی تھا؛ اس کو خلیفہ مصر یعنی حاکم بن عزیز عبیدی کی بیعت پر آمادہ کر کے محمود غزنوی کے خلاف جنگ پر مستعد کیا گیا۔ چنانچہ جو جہاز مصر سے آئے تھے اور دیبل کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوئے تھے ان میں جو مصری لشکر آیا تھا وہ ملتان پہنچا۔ اس موقع پر دور و نزدیک اور آس پاس کے قرامطی بھی مسلح ہو کر ملتان پہنچے۔ اس طرح ملتان میں قرامطیوں کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا تھا۔

یہی وہ وقت تھا جب انہی قرامطیوں کے لشکر کا ایک غصہ غور کے جاہل اور پہاڑی علاقوں میں خفیہ طور پر پہنچ چکا تھا۔ اُدھر انند پال نے لاہور سے پشاور کی جانب کوچ کیا، ادھر مصری سفیروں اور قرامطی مناظروں نے محمد بن سُوری اور اس کے نواح کی جاہل رعایا کو سلطان محمود غزنوی کی مخالفت اور بغاوت پر آمادہ کرنا شروع کیا۔

چنانچہ ٹھیک اس زمانہ میں جبکہ پشاور کے میدان میں سلطان اور راجہ انند پال آمادۂ پیکار تھے، ملتان اور غور میں بیک وقت علمِ بغاوت بلند کئے گئے۔

سلطان محمود نے انہی قرامطیوں کا زور توڑنے اور ان کی کارروائیوں کا سدِ باب کرنے کے لئے غور، ہرات اور اس کے نواحی علاقوں کا رخ کیا تھا۔

دوسری طرف غور اور ہرات کے حاکم محمود سُوری کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ اس پر ضرب لگانے کے لئے سلطان محمود غزنوی بھی ایک لشکر لے کر غزنی سے نکل چکا ہے۔ چنانچہ اس نے بھی اپنے لشکر کو استوار کیا اور غور کے نواح میں اس نے سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

غور اور ہرات کی اس مہم میں سلطان محمود غزنوی اپنا آدھا لشکر لے کر روانہ ہوا تھا اور آدھے لشکر کو اپنے مرکزی شہر غزنی میں ہی چھوڑ گیا تھا۔ اپنے بڑے سالاروں میں سے عبداللہ طائی، ارسلان ار کچھ دوسروں کو بھی اس نے غزنی میں ہی رکھا تاکہ اس کی غیر موجودگی میں کسی اور سمت سے کوئی دشمن سر اٹھائے تو مناسب وقت اور

Marfat.com

احسن طریقے سے اس پر ضرب لگائی جا سکے۔

اپنے ساتھ سلطان نے ایاز بن اسحاق کے علاوہ عبداللہ قراتکین، نیالتکین اور التون تاش کو رکھا تھا۔ چنانچہ بڑی تیزی سے غور کے علاقوں کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے سلطان محمود اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ جا پہنچا جہاں غور اور ہرات کا حاکم محمد بن سُوری اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے پڑاؤ کر گئے تھے۔

اگلے روز دونوں لشکروں نے اپنی صفیں درست کرنا شروع کی تھیں۔ سلطان محمود غزنوی نے حسب معمول اپنے لشکر کو تین بڑے اور ایک چھوٹے حصے میں تقسیم کیا۔ بڑے تین حصوں میں سے ایک حصہ اپنے پاس رکھا، ایاز بن اسحاق کو سلطان نے اپنے ساتھ مرکزی حصہ میں لیا۔ لشکر کے دائیں پہلو کی کمانداری عبداللہ قراتکین اور بائیں حصہ کی سپہ سالاری احمد نیالتکین کو سونپی گئی تھی جبکہ چوتھا حصہ جو باقی تین حصوں کی نسبت تھوڑا چھوٹا تھا وہ التون تاش کی کمانداری میں دیا گیا اور اسے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کیا گیا تھا۔

اس کے بعد جنگ کی ابتداء غور اور ہرات کے قرامطی حکمران محمد بن سُوری نے کی۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکر کو قعرِ گمنامی سے نکلتے خوف ناک آسیب، کانٹے دار جھاڑیاں بچھاتی ہمہ سوز سموم اور زمین کے سرد میدان سے دفعتہً اُٹھتی کالی آندھیوں کی طرح آگے بڑھایا۔ اس کے بعد وہ سلطان محمود غزنوی کے لشکر پر خوف بھری تاریکیوں میں سینوں میں آتش فشاں بھرتے گرم تند لاوے کے چیختے چلاتے کھولتے لمحوں اور دوزخ نما ماحول میں طرارے بھرتے خوف کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا۔ پہلے اس نے سایوں کو لرزاں، ماحول کو پاش پاش، فضاؤں کو ریزہ ریزہ کر دینے والی صداؤں میں تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد دشمن پر وہ اعصاب شکنی طاری کرتے آگ و خون کے پیغام، ارادوں میں ذلت آمیز پسپائی بھر دینے والی جنونی کیفیت کے شرارے اور آنکھوں کی سحر کاری میں حیات کے ویران گوشے کھڑے کرتے ماحول کے تپتے صحرا کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

Marfat.com

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ عبداللہ قراتگین نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی۔ چنانچہ وہ بھی دشمن کے بائیں پہلو پر موت و حیات کا راز کھولتے تقدیر کے بدترین بگولوں، ستاروں کے قافلوں پر کمند ڈالتے شمشیر زنوں، جنگجوؤں اور صولت گروں؛ جذبوں کی محرابیں اور بصارتوں پر اترتے عکس تک کو ستم خوردہ ادبار میں تبدیل کر دینے والی تباہی کی عداوت اور انتقام کی خونخواری کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

عبداللہ قراتگین کے ساتھ ہی ساتھ احمد نیالتگین بھی اپنے لشکر کو متحرک کر چکا تھا۔ چنانچہ وہ بھی محمد بن سوری قرامطی کے لشکر کے دائیں پہلو پر فخر و سرفرازی کو پستی و ذلت، آسودگی اور سکھ کو مایوسی اور غم میں تبدیل کرتی قہر انگیز تباہی، دشمن کے ہر نصب العین کو مصلوب کرتے لا انتہا خوف اور گرسنی اور فاقہ کشی کے سیلاب کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

یوں غور کے نواح میں دونوں لشکر بھوکے پیاسے مسافروں کی طرح ایک ہیجان انگیزی میں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ہر کوئی سرکش آندھیوں اور بے روک طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے مدِ مقابل کو مجروح و حرماں نصیب اور درماندہ و فرو ماندہ کرنے لگا تھا۔ زندگی کے لئے درد و کرب کے باب کھلنے لگے تھے۔

کچھ دیر تک دونوں لشکر بڑے ہولناک انداز میں ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے۔ میدانِ جنگ کے اندر بڑی تیزی سے ماتمی سائے دہکتی آگ، پُر آشوب زخم، درد بھری نفرتیں، دکھ بھری لہروں کے بھنور، تباہی کے عناصر، فتح کی دھول، ویرانیوں کی تیرگی، کرب کی سانسیں اور موت و نیستی کے بگولے رقص کرنے لگے تھے۔

آخر کار سلطان محمود غزنوی نے قرامطیوں کے اس لشکر کو بدترین شکست دی اور ان کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور غور اور ہرات کے حکمران محمد بن سُوری کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار ہوتے ہی بقول مؤرخین وہ خودکشی کر کے مر گیا۔

جس وقت سلطان محمود غزنوی غور اور ہرات کے حکمران محمد بن سُوری کے ساتھ مصروفِ جنگ تھا، عین اسی وقت ملتان کا حکمران داؤد بن نصر اپنے لشکر کو لے کر سلطان محمود غزنوی کے علاقوں میں دست درازی کرنے لگا تھا۔

شاید ملتان کے حاکم داؤد بن نصر کو یہ اُمید تھی کہ غور اور ہرات کا قرامطی حکمران

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی کو نقصان پہنچانے اور اس پر حاوی ہونے میں کامیاب ہو جائے گا، اسی بنا پر ملتان کے حکمران داؤد بن نصر نے یہ ارادہ کیا کہ اسی دوران وہ بھی اپنی کارروائی کی ابتدا کرے اور سلطان کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر دور تک تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کے ساتھ ساتھ اپنے لئے فوائد بھی حاصل کرے۔

چنانچہ غور اور ہرات کے حکمران کو بدترین شکست دینے اور اس کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔ اس وقت تک سلطان کے پاس مخبر پہنچ چکے تھے اور انہوں نے سلطان کو اطلاع کر دی تھی کہ ملتان کا حاکم داؤد بن نصر سلطان کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کے کھیل کی ابتدا کر چکا ہے۔

❁❁❁

جنگ کے بعد عبداللہ قراتگین جب اپنے خیمے کے قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ خیمے کے دروازے پر کاشی کماری کھڑی تھی۔ وہ شاید بے چینی اور بے تابی میں اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

عبداللہ قراتگین جب اپنے خیمے کے دروازے پر آیا تب کاشی کماری مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں آپ کو اس شاندار فتح پر مبارک باد دیتی ہوں۔"

عبداللہ قراتگین نے کاشی کا شکریہ ادا کیا، خیمے میں داخل ہوا۔ کاشی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ عبداللہ قراتگین جب اپنے خیمے کے وسطی حصہ میں آیا تب کاشی کماری بڑے پیارے انداز میں حرکت میں آئی، عبداللہ کی کمر پر بندھی ہوئی چمڑے کی پیٹی اس نے کھولی جس میں اس کی تلوار اور خنجر تھے۔ اس کی پیٹی اس نے ایک طرف رکھ دی، پھر اس نے عبداللہ کا ہاتھ تھاما اور اسے ایک طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ خیمے سے ملحقہ طہارت خانہ میں نہائیں، اس کے بعد شاید کھانا آ جائے گا۔" اس کے ساتھ ہی کاشی کماری نے اس کا ایک نیا لباس نکالا اور طہارت خانہ کے سامنے جو رسی بندھی ہوئی تھی اس پر لٹکا دیا۔ ساتھ ہی بدن صاف کرنے کے لئے ایک صاف ستھرا انگوچھا بھی رکھ دیا۔

Marfat.com

جس وقت کاشی کماری یہ سارے کام عبداللہ قراتکین کے لئے کر رہی تھی تو عبداللہ قراتکین لگاتار اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

انگوچھا رسّی پر رکھنے کے بعد کاشی کماری جب پلٹی تو اس نے دیکھا کہ عبداللہ قراتکین کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی ہیں، تب مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ میری طرف ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے میں آپ کے لئے اجنبی ہوں اور میری اور آپ کی پہلی ملاقات ہے۔''

اس پر عبداللہ قراتکین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''کاشی! تمہارا حُسن، تمہاری خوب صورتی ایسی ہے کہ جب بھی تمہیں دیکھوں یوں لگتا ہے جیسے پہلی بار تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''

کاشی کماری مسکراتے ہوئے آگے بڑھی، پیار بھری ہلکی سی چپت اس نے عبداللہ قراتکین کے ہاتھ پر لگائی، پھر کہنے لگی۔

''اچھا پہلے آپ نہائیں، میں یہیں بیٹھ کر آپ کا انتظار کرتی ہوں۔''

اس پر عبداللہ قراتکین طہارت خانہ میں گھس کر نہانے لگا تھا۔

عبداللہ قراتکین جب باہر نکلا تب کاشی کماری طہارت خانہ میں داخل ہوئی۔ عبداللہ نے جو خون آلود لباس اتارا تھا، وہ اس نے دھو کر، صاف ستھرا کر کے وہیں ایک رسّی پر لٹکا دیا تھا۔ اتنی دیر تک عبداللہ قراتکین خیمے کے وسطی حصہ میں ایک نشست پر آ بیٹھا تھا۔ کاشی بھی جب اس کے پاس بیٹھنے لگی تب ایک لشکری ان دونوں میاں بیوی کا کھانا لے آیا۔ عبداللہ قراتکین نے آگے بڑھ کر کھانے کا طشت لے لیا۔ دونوں میاں بیوی خیمے کے وسط میں بیٹھ گئے، کھانا کھانے لگے۔

اگلے روز سلطان محمود غزنوی نے غور سے غزنی کا رخ کیا تھا۔

لشکر کے اندر جو لشکریوں اور سالاروں کے اہلِ خانہ تھے، انہیں غزنی ہی میں چھوڑا گیا۔ سلطان نے غزنی میں اپنے لشکر کو پھر استوار کیا، مزید دستے اپنے لشکر میں شامل کیے، اس کے بعد اس نے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے ملتان کا رخ کیا تھا۔

چنانچہ داؤد بن نصر کو جب پتہ چلا کہ سلطان محمود غزنوی نے تو غور اور ہرات کے قرامطی حکمران محمد بن سُوری کو بدترین شکست دی ہے اور محمد بن سُوری ہلاک ہو

Marfat.com

چکا ہے تب اس کے پاؤں تلے سے زمین لرزنے لگی اور اس وقت جو سلطان محمود کے علاقوں میں ترک تاز کر رہا تھا، وہ اس نے بند کر دی اور بڑی تیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ ملتان کی طرف بھاگا۔ لیکن اس کی بدبختی کہ اس وقت تک سلطان محمود بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس کی سرکوبی کرنے کے لئے ملتان پہنچ چکا تھا۔

چنانچہ ملتان کے نواح میں دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا جس کے دوران سلطان محمود غزنوی نے داؤد بن نصر کو بھی بدترین شکست دی۔ داؤد بن نصر کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور داؤد بن نصر انجام کار شکست پا کر گرفتار ہوا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں بہت سے قرامطی تہہ تیغ ہوئے اور بعض کو ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلوا دیا گیا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ قرامطہ کو سلطان محمود غزنوی نے نہایت تلاش اور جستجو کے ساتھ گرفتار کر کے ان کا قتلِ عام کیا۔ یوں غور اور ملتان کی شورش کا بہ یک وقت برپا ہونا اور انند پال کی چڑھائی کے ساتھ ان مقامات میں بھی علمِ بغاوت بلند ہونا صاف بتاتا ہے کہ یہ کیسی عظیم الشان سازش تھی۔ اس قسم کی خطرناک سازشوں کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برپا ہونا کوئی عجیب اور غیر معمولی بات نہیں ہے۔

خلافتِ راشدہ کے آخری زمانہ سے جو ایسی ہی خطرناک اور بڑی بڑی سازشوں کا سلسلہ سلطنتِ اسلامیہ کے خلاف شروع ہوا ہے وہ آج تک بھی ختم ہونے میں نہیں آیا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر سلطان محمود غزنوی کو پشاور کے میدان میں شکست ہو جاتی تو سندھ سے لے کر آذربائیجان اور بخارا تک تمام ملکوں میں قرامطہ یا مصر کے عبیدین یعنی فاطمینِ مصر کی حکومت کا قائم ہو جانا یقینی تھا اور اس کے ساتھ ہی خلافتِ عباسیہ کا بھی خاتمہ ہو جاتا۔ غور و ملتان کی لڑائیوں میں محمود کو آسانی کے ساتھ فتح حاصل نہیں ہوئی تھی۔ یہ لڑائی پشاور کی لڑائی سے ہرگز کم خطرناک نہ تھی۔

Marfat.com

غور، ہرات اور ملتان میں اُٹھنے والی بغاوتوں اور سرکشیوں کا قلع قمع کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنی توجہ تھانیسر کی طرف کی۔

غور، ہرات اور ملتان کی سرکوبی کرنے کے بعد اب بظاہر سلطان محمودؒ کے لئے کوئی خطرہ موجود نہیں تھا لیکن اس کے اصلی دشمنوں کا ایک حصہ ابھی تک پسِ پردہ اور محفوظ تھا جس سے سلطان محمود غزنوی بخوبی واقف اور آگاہ ہو چکا تھا۔

قرامطہ کو وہ شروع ہی سے جانتا اور ان کے استحصال کے درپے رہا تھا لیکن اب اس کو معلوم ہوا کہ ہندوستان کے برہمن جو مذہبی پیشوا ہونے کے سبب وہاں پر بڑا اثر رکھتے ہیں وہ بھی قرامطہ کے ہم نوا اور قرامطہ سے کچھ کم خطرناک نہیں ہیں۔ انند پال اب سلطان کا پھر فرمانبردار اور باجگزار بن چکا تھا۔ ملتان کی ریاست جو عرصہ سے قرامطہ کے زیرِ اثر اور زیرِ نگین رہی تھی، اب باقاعدہ طور پر سلطان کی مملکت میں شامل ہو چکی تھی۔ سلطان نے اپنی طرف سے وہاں اپنا ایک عامل مقرر کر دیا تھا، مگر سلطان کو اس بات کا بہت خیال تھا کہ جس طرح پنجاب کے صوبے کئی مرتبہ مطیع ہونے کے بعد باغی ہو چکے ہیں، اب پھر باغی نہ ہو جائیں۔

لہٰذا اس نے اس بات کا سراغ لگانے کے لئے کہ انند پال کو بغاوت پر آمادہ کرنے کے لئے کون کون سی طاقتیں متحرک ہو سکتی ہیں، اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے ایسا اس لئے کیا تھا تاکہ پہلے سے ان کا علاج کر دیا جائے اور انند پال کو دوبارہ باغی ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

Marfat.com

چنانچہ جب سارے سالار اور باقی سرکردہ لوگ سلطان کے پاس جمع ہو گئے تب سلطان کھل کر سب کا بغور جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد اس نے سوندے رائے کو مخاطب کیا۔ سلطان محمود غزنوی کے لشکر میں جو دس ہزار ہندوؤں کا لشکر شامل تھا، سوندے رائے اس لشکر کا سالار تھا۔ آخر اسے ہی مخاطب کر کے سلطان محمود غزنوی کہنے لگا۔

''ہندوستان کے حالات سب سے بہتر تم ہی جانتے ہو۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ آئے دن ہم سے ملحقہ علاقوں میں بغاوتیں اور سرکشی کے آثار اُٹھتے ہیں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ جے پال ہم سے تین بار ٹکرایا ہے۔ دو بار میرے باپ سے اور ایک بار اس نے مجھ پر حملہ کیا لیکن خداوند قدوس کا شکر اور احسان کہ تینوں ہی مرتبہ اس نے مجھے اور میرے باپ کو فوز مند اور سرخرو رکھا۔

اگر تم یہ بھی جانتے ہو کہ جے پال کے بعد اس کے بیٹے انند پال نے بھی وہی روش اختیار کی تھی اور وہ بھی ہم سے ٹکراتا رہا، اس طرح ان علاقوں میں ہمارے خلاف سرکشی اور بغاوت اُٹھتی رہی، ایسا ہمارے لئے اس لئے خطرناک ہے کہ انند پال کا علاقہ ہمارے علاقے سے متصل ہے۔ اگر یہاں بغاوتیں اور سرکشی کے آثار کھڑے ہوتے ہیں تو اس سے ہم براہِ راست متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ یہ قراطی آئے دن انہی حکومتوں سے روابط رکھ کر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

تم یہ بھی جانتے ہو میں ان قرامطیوں کو کسی بھی صورت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اب میں تم سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہم ہندوستان کی سرزمین میں کیا احتیاطی تدابیر اختیار کریں کہ راجہ انند پال یا اس سے ملحقہ راجے آئے دن ہمارے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں اور جنگوں کی دعوت نہ دیتے رہیں۔''

سلطان محمود غزنوی کے اس استفسار پر سوندے رائے کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! اس سے پہلے جو جے پال تین بار آپ سے اور آپ کے باپ سے ٹکرایا اور پھر راجہ انند پال کئی مرتبہ آپ پر حملہ آور ہوا اور آپ کے خلاف اس نے

Marfat.com

ہندوستان کے تقریباً سارے ہی راجوں کو متحد کر لیا تھا تو اس کی بڑی وجہ ہے کہ ایسا ہندوستان کے برہمن اور پنڈت کرتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سوندے رائے رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! میں چند علاقوں کی نشاندہی کرتا ہوں، جو ان برہمنوں کے بڑے مراکز ہیں اور یہی مراکز ہندوستان کی قوتوں کو سرکشی اور بغاوت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ان مراکز میں تھانیسر، قنوج اور مُتھابن جیسے علاقے سرِفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے علاقے ہیں۔ لیکن یہ بڑے مراکز ہیں۔ اور پھر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان علاقوں کے علاوہ ملتان اور کچھ دیگر ریاستوں سے بھی قرامطیوں کے تعلقات رہے ہیں۔ قرامطیوں کو ہندوستان میں آپ کے خلاف اُبھارنے میں انہی برہمنوں کا خاصا بڑا حصہ ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سوندے رائے رکا، تب سلطان محمود غزنوی غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آخر یہ برہمن ایسا کیوں چاہتے ہیں؟ ہم نے آج تک کبھی انہیں اپنا ہدف نہیں بنایا، ان پر کبھی حملے نہیں کیے، نہ ہی ان کے مفادات کو نقصان پہنچایا ہے۔ پھر وہ کیوں مقامی ہندو راجوں کے علاوہ قرامطیوں کو بھی ہمارے خلاف کھڑا کرنے کے درپے ہیں؟"

جواب میں سوندے رائے نے پھر کچھ سوچا، اس کے بعد کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ برہمن اور پنڈت آپ کو درۂ خیبر کے مغرب میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں پسند کرتے کہ آپ کبھی بھی، کسی بھی وقت درہ خیبر کو عبور کر کے مشرق کے علاقوں کا رخ کریں۔ انہیں خدشہ ہے کہ اگر کبھی ایسا ہو گیا اور آپ ہندوستان کی سرزمینوں میں وارد اور داخل ہو گئے تو اسلام ہندوستان میں بڑی تیزی سے پھیلنا شروع ہو گا اور برہمنوں کے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔"

سوندے رائے رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ پھر کہہ رہا تھا۔

Marfat.com

"سلطانِ محترم! آپ جانتے ہیں اس سے پہلے بدھ مت اور ہندو مت والے ایک دوسرے کے بدترین دشمن اور ایسے مخالف تھے کہ گردنیں کی گردنیں ناپنے پر تلے ہوئے تھے لیکن جب سے آپ کے ساتھ ان کی دشمنی شروع ہوئی ہے، بدھ مت اور ہندو مت دونوں شیر وشکر ہو کر متحد ہو گئے ہیں اور انہوں نے اب اپنی زندگی کا مقصد یہ بنا لیا ہے کہ کسی بھی صورت آپ کو اور آپ کے لشکریوں کو ہندوستان میں داخل نہیں ہونے دینا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو آئے دن ہندوستان کی قوتوں کو آپ کے خلاف اُبھارتے رہتے ہیں، جس کے نتیجہ میں بغاوتیں اور سرکشی کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔"

سلطان محمود غزنوی ہی نہیں باقی سالاروں نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے یہ جان لیا کہ تھانیسر، قنوج، مہابن اور اس جیسے اور بہت سے علاقے فساد کا موجب ہو سکتے ہیں اور یہی مقامات برہمنوں اور سازشی لوگوں کے مراکز بھی ہیں۔ یہاں کے بت خانے سازش خانے بنے ہوئے ہیں اور نہ صرف اپنے اپنے مقامی راجوں پر بلکہ تمام ہندوستان پر اثر ڈال سکتے ہیں اور یہی وہ زبردست راجہ ہیں جو انند پال کی مدد کو سب سے پہلے پہنچ سکتے ہیں۔

سلطان محمود غزنوی پر یہ بھی واضح کر دیا گیا تھا کہ ہندوستان میں پنجاب کے علاقے کو دو طرح کی قوتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ ایک طرف قنوج، تھانیسر، مہابن اور کچھ اور علاقوں کے راجہ پنجاب پر لاہور کی طرف سے حملہ آور ہو کر اس کے لئے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں جبکہ ہلواڑہ، گجرات اور اُجین کی ریاستیں ذرا جنوب میں پنجاب کے ان علاقوں کو اپنا ہدف بنا سکتی ہیں جن کے سامنے ملتان اور کچھ دیگر علاقے آتے ہیں۔

سلطان نے یہ سب کچھ جاننے کے بعد کارروائی کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ملتان کی طرف سے سلطان مطمئن تھا۔ اس لئے کہ ملتان میں سلطان ایک مسلمان حاکم مقرر کر چکا تھا لہٰذا اس کو سب سے زیادہ خطرہ بالائی پنجاب میں بغاوت اُٹھنے کا تھا اس لئے اس نے سب سے پہلے تھانیسر پر حملہ کرنا مناسب سمجھا تھا تاکہ تھانیسر کے راجہ کا وہ قرضہ بھی پورا کر دے جو اس نے اس سے پہلے ایک مرتبہ انند پال اور جے

Marfat.com

پال کا معاون بن کر دارالسلطنت غزنی پر حملہ آور ہو کر سلطان محمود غزنوی کے ذمہ چڑھا دیا تھا۔

نیز وہ وہاں کے سازشی لوگوں کو جو بھی قرامطیوں سے ہرگز کم نہ تھے، سزا دینے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔

تھانیسر اور دہلی کی ریاست انند پال کے علاقوں یعنی پنجاب کی مشرقی سرحد سے ملحق تھی۔ اس ریاست پر حملہ کرنا بغیر اس کے ممکن نہ تھا کہ انند پال کے علاقوں میں سے ہو کر سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ گزرے۔

چنانچہ سلطان کو اس امتحان کا بھی موقع مل گیا کہ انند پال کا یہ جائزہ لے کہ وہ سلطان محمود غزنوی کے لشکر کو اپنے علاقے میں سے ہو کر گزرنے دیتا ہے کہ نہیں۔ اور اگر اجازت نہیں دیتا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ وہ پہلے کی طرح پھر بغاوت پر آمادہ ہو کر سدِ راہ بننا چاہتا ہے۔

چنانچہ سلطان نے اپنی روانگی سے قبل انند پال کو لکھا کہ ہمارا ارادہ تھانیسر پر حملہ آور ہونے کا ہے۔ لشکرِ سلطانی تمہارے علاقے میں سے ہو کر گزرے گا، مناسب یہ ہے کہ تم اپنے آدمی ہمارے ساتھ متعین کر دو کہ وہ تمہارے علاقوں کی حدود سے ہم کو آگاہ کریں اور تمہارے علاقے میں سلطان محمود کے لشکر سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

انند پال نے فوراً اپنے بھائی کی کمانداری میں دو ہزار سواروں کا ایک لشکر پشاور کے مقام پر بھیج دیا کہ سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ اس سفر میں رہے اور سلطان کے لشکر کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اب انند پال کے سر سے سلطان محمود کے مقابلے اور مخالفت کا سودا دور ہو چکا تھا اور اس نے مطیع اور فرمانبردار رہنے ہی میں اپنی فلاح اور بہبود دیکھی تھی۔

تھانیسر چونکہ برہمنوں کی سازشوں کا مرکز تھا اور یہیں ایک مندر تھا جس کا نام سُوم جگ یا جگ سُوم رکھا گیا تھا اور جہاں سلطنت غزنی کی بربادی کے لئے برہمنوں نے سازشی مرکز قائم کر رکھے تھے۔ لہٰذا اس سیاسی مرکز کو جو قرامطہ کے مرکزی مقام سے کم خطرناک نہ تھا، تہہ و بالا کرنا محمود کا فرض تھا۔

Marfat.com

محمود کے پنجاب میں پہنچنے اور تھانیسر کی جانب جلد از جلد بڑھنے کا حال سن کر یہاں کے راجہ نے اپنی مدد کے لئے میرٹھ، مہابد اور قنوج کے راجاؤں کو بلا لیا تھا لیکن ان سارے راجاؤں کے پہنچنے سے پہلے ہی سلطان محمود غزنوی آندھی اور طوفان کی طرح تھانیسر پہنچا اور تھانیسر کا راجہ سلطان محمود غزنوی کی آمد کا سنتے ہی تھانیسر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس طرح تھانیسر پر سلطان محمود غزنوی کا قبضہ ہو گیا تھا۔

چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے تھانیسر پر قبضہ کرنے کے بعد اس مندر کو توڑا جس میں اس کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں اور سازشی گروہ کے جس شخص کا پتہ چلا، اس کو گرفتار کیا گیا۔ اس کو معلوم ہوا کہ مندر میں جو بُت رکھا ہے، اس کی نسبت عوام کو برہمنوں نے یہ یقین دلا رکھا ہے کہ جو شخص اس بت کے سامنے خودکشی کر کے اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے، وہ عقبیٰ کی نجات حاصل کر لیتا ہے۔

یہ سن کر سلطان محمود نے اس بت کو توڑنے کا حکم دیا تاکہ اس خیالِ فاسد اور ہلاکت آفریں عقیدے سے عوام کو نجات ملے۔

مؤرخ فرشتہ کی روایت کے مطابق سُوم جگ کا بُت توڑا نہیں گیا بلکہ اس کو محمود اُٹھا کر اپنے ہمراہ غزنی لے گیا تھا۔ مگر مسٹر میلکم لکھتا ہے کہ بت کو توڑ کر اس کے ٹکڑے غزنی لے جا کر بچھا دیئے گئے تھے۔

یہی مسٹر میلکم یہ بھی لکھتا ہے:

> ''محمود نے دوسری یورش تھانیسر پر کی جو مشہور پرستش گاہ تھی اور دہلی سے شمال کی جانب کوئی 70 میل کے فاصلے پر واقع تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ انند پال نے اس یورش میں اس کا مقابلہ نہ کیا مگر چونکہ وہ اب ایک سردار خدمت گزار کے برابر رہ گیا تھا، اس لئے اپنے دارالحکومت لاہور میں رہا اور بڑے صبر و تحمل سے اس حملہ کو دیکھتا رہا جس کی روک تھام کی تاب اس میں نہ رہی تھی۔''

اب تک سلطان محمود غزنوی کی جن لڑائیوں اور یورشوں کا ذکر ہوا ہے ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس کو سلطان محمود غزنوی کی ملک گیری کے شوق یا ہندوستان والوں کو غلام بنانے اور مندروں کو نقصان پہنچانے کی خواہش کا نتیجہ کہا جا سکے۔ بلکہ

Marfat.com

ہر مرتبہ قرامطہ یا ہندوستان کے راجاؤں کی پیش قدمی نے اس کو لڑائی کی دعوت دی۔ اگر وہ دشمن تھا تو قرامطہ کا دشمن تھا۔ ہندو یا بتوں سے من حیث القوم اس کو کوئی عداوت یا پرخاش و دشمنی نہیں تھی۔

تھانیسر پر ہی سلطان محمود غزنوی کا واحد حملہ ہے جس میں بت توڑنے یا یہاں سے اٹھا کر غزنی لے جانے یا ہندوؤں کو بھی گرفتار کر کے لے جانے کا ذکر پہلی مرتبہ آتا ہے۔

اور لطف یہ ہے کہ اسی حملہ میں محمود کے ساتھ بارہ ہزار ہندوؤں کا ایک لشکر بھی موجود تھا جس میں سے دس ہزار ہندو تو باقاعدہ مستقل طور پر اس کے لشکر کا حصہ تھے اور دو ہزار کا لشکر لاہور کے راجہ انند پال نے مہیا کیا تھا جس کی کمانڈ بھی انند پال کے بھائی کے ہاتھ میں تھی۔

سلطان محمود نے جب خالص اسلامی لشکر لے کر اس ملک میں جا کر راجاؤں کا مقابلہ کیا تو کسی مندر کو ڈھایا، نہ کسی مورت کو توڑا۔ لیکن جب ہندو اس کے لشکر میں بھرتی ہو جاتے ہیں تو مندر اور مورت کو توڑنے اور ہندوؤں کو قید کر کے غزنی لے جانے کا واقعہ ظہور میں آتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان ہندو لشکریوں اور ہندو سرداروں ہی نے جو محمود کے لشکر میں نوکر تھے، محمود کو ان سازشی مرکزوں، سازشی لوگوں اور سازشی کارروائیوں کا پورا پورا حال بتایا اور سنایا تھا اور اسی لئے محمود نے تھانیسر میں وہ کارروائیاں کیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔

جس طرح سلطان محمود غزنوی نے قرامطہ کو قتل کیا اور گرفتار کیا اسی طرح تھانیسر کے سازشی مرکز سے سازشی ہندوؤں کو گرفتار کیا، اس کے لشکر کے ہندو اور انند پال کی دو ہزار کی ہندوؤں پر مشتمل فوج بھی جو اس کے ہمراہ تھی، نے کوئی اظہار ناراضگی نہیں کیا، نہ ہی ہندوؤں نے سلطان محمود کی ملازمت کو ترک کیا۔ یہ جو کچھ بھی ہوا، ہندوؤں ہی کی رہنمائی میں ہوا۔ پس اس کارروائی کو مذہبی تعصب کا نتیجہ قرار دینا سیاسی ضرورت اور سیاسی تقاضے کو فراموش کر دینا عقل و عدل کے سراسر خلاف ہے۔

سلطان محمود غزنوی کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس کے لئے بھی یہ تمام

Marfat.com

کارروائیاں جائز اور ناگزیر ہوتیں۔ ایک بادشاہ اور ایک سلطان کے اخلاق اور اس کی ضرورتوں کو ایک سادھو کے حالات اور ایک سادھو کی ضرورتوں پر قیاس کرنا پرلے درجہ کی حماقت اور نابینائی ہے۔

چنانچہ اس طرح ملتان کے بعد تھانیسر پر بھی سلطان محمود غزنوی کا قبضہ ہو گیا تھا۔

Marfat.com

رنگ محل کے اپنے قصر میں ایک روز راجہ انند پال اپنے بیٹے جے پال ثانی اور اپنی خوب صورت اور حسین بہن کوشل دیوی کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ اچانک کوشل دیوی نے بات کا رخ بدلا اور کسی قدر فکر مندی میں اپنے بھائی انند پال کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی! کاشی نہ جانے کس حال میں ہو گی۔ پہلے تو میں بڑی پریشان تھی کہ وہ کہاں گئی۔ اس کے بعد جب یہ خبریں آئیں کہ اس نے مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتگین سے شادی کر لی ہے تو مجھے حیرت بھی ہوئی، تعجب بھی، دکھ اور افسوس بھی ہوا۔ پر بھائی! بعد میں، میں یہ سوچنے لگی کہ شاید اس کام میں بھی میری بہن کاشی کی کوئی منصوبہ بندی ہو اور وہ عبداللہ قراتگین سے شادی کر کے اس کا خاتمہ کرنے کے درپے ہو گئی ہو۔ اس لئے کہ عبداللہ قراتگین نے جہاں انفرادی مقابلہ میں کوی راج کو زیر کیا، وہاں راج کنور کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس وقت میرا ارادہ، میرا ظن و گمان یہی تھا کہ کاشی محمود غزنوی کے سالار عبداللہ قراتگین سے راج کنور کا انتقام لے گی لیکن اب جبکہ اس کی شادی کو کئی ماہ گزر چکے ہیں اور اس کی طرف سے کسی ردِعمل یا عبداللہ قراتگین سے متعلق کوئی بری خبر سننے میں نہیں آئی تو میں سمجھتی ہوں کہ شاید کاشی کماری کسی اور نیت سے وہاں گئی تھی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل دیوی خاموش ہو گئی۔ انند پال اس وقت بیمار تھا اور بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ کچھ دیر تک بڑے غور سے اپنی بہن کوشل دیوی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

Marfat.com

''میری بہن! یہ تیرا وہم اور تیرا غلط ظن وگمان تھا۔ ابھی چند دن پہلے ہی میرے مخبر یہ اطلاع کر چکے ہیں کہ کاشی عبداللہ قراتکین کے ساتھ خوشگوار ازدواجی زندگی بسر کر رہی ہے۔ میرے مخبروں نے یہ بھی بتایا کہ گزشتہ ہفتوں کے دوران محمود غزنوی ایک لشکر لے کر غور اور ہرات کے قرامطیوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس حملے میں اس کے ساتھ اس کے دو بڑے سالار عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتگین تھے۔ عبداللہ قراتکین کے ساتھ کاشی بھی اس مہم میں شامل تھی اس لئے کہ مسلمانوں کے سلطان نے اپنے سالاروں اور اپنے لشکریوں کو اپنے اہلِ خانہ کو ساتھ رکھنے کی اجازت دی تھی۔ مجھے میرے مخبروں نے یہ بھی بتایا کہ کاشی کماری زیادہ سے زیادہ اپنے شوہر عبداللہ قراتکین کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد انند پال خاموش ہوا، دم لیا، اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''کوشل! میری عزیز بہن! جو کچھ میں سمجھتا ہوں وہ یہ کہ میری بہن کاشی عبداللہ قراتکین کو پسند کرنے لگی تھی۔ کوشل میری بہن! اس میں کاشی کا بھی کوئی قصور نہیں ہے۔ تُو نے دیکھا جب میرا باپ مسلمانوں کے سلطان سے ٹکرایا تھا تو کوی راج انفرادی مقابلے کے لئے نکلا تھا اور ایسا سب کچھ تمہارے کہنے پر کیا گیا تھا۔ تم چاہتی تھیں کہ کوی راج ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران انفرادی مقابلے کے لئے نکلا کرے اور ایک ایک کر کے سلطان محمود کے سالاروں کا خاتمہ کرتا چلا جائے۔ اس طرح مسلمانوں کے سلطان کے لشکر کے اندر ضعف پیدا ہو جائے گا۔ کوشل! تمہیں اس پر بھی بڑا فخر اور گھمنڈ تھا کہ کوی راج سے کوئی تیغ زنی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن تُو نے دیکھا، عبداللہ قراتکین نے بڑی آسانی سے کوی راج کو اپنے سامنے تیغ زنی کے اس مقابلے میں زیر کر کے اس کی گردن کاٹ دی تھی۔

اس کے بعد جب میں اپنے لشکر کے ساتھ محمود سے ٹکرایا تب کوی راج کا انتقام لینے کے لئے بھٹنڈہ کا راجکمار راج کنور انفرادی مقابلے کے لئے اُترا۔ اُسے بھی اپنی تیغ زنی اور حرب وضرب کے فنون میں ہنرمندی پر بڑا فخر و ناز تھا لیکن میری بہن! تُو نے دیکھا کہ عبداللہ قراتکین اس کا سر کاٹنے میں بھی کامیاب ہو گیا۔

Marfat.com

اس کے بعد تیسری جنگ میں مجھے امید تھی کہ عبداللہ قراتکین اس انفرادی مقابلے میں زیر ہو جائے گا اور ہم اس سے کوی راج اور راج کنور دونوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ تیسری جنگ کے دوران وحشی اور خونخوار کھکروں کا سالار نندی وردن مقابلے کے لئے اُترا تھا۔ پر میری بہن! تُو نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ عبداللہ قراتکین نے نندی وردن کا کیا حشر نشر کیا۔ اسے بھی ذلت اور خواری کی موت مارا۔

کوشل! میرا اپنا اندازہ ہے کہ عبداللہ قراتکین کی انہی کارگزاریوں سے متاثر ہو کر کاشی کماری اس کی طرف مائل ہو گئی۔ اسی بنا پر جب تم دونوں بہنیں عبداللہ قراتکین اور نندی وردن کا مقابلہ دیکھنے میں محو تھیں تب کاشی کماری بڑی رازداری سے وہاں سے ہٹ گئی اور پھر اپنے پڑاؤ پر آئی اور ایک لمبا چکر اور کاوا کاٹتی ہوئی مسلمانوں کے لشکر میں چلی گئی۔ اس کے بعد جو تفصیل لوگوں نے بتائی وہ یہ کہ اس نے سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے قاضی کے ہاں قیام کیا وہیں اس نے اسلام قبول کیا اور پھر لشکر کے قاضی سے ہی اس نے عبداللہ قراتکین سے اپنی محبت کا اظہار کر دیا جس کے نتیجہ میں عبداللہ قراتکین سے اس کی شادی ہو گئی۔ میری بہن! ایسے حالات میں تم سوچو کاشی کماری کیوں عبداللہ قراتکین سے بھٹنڈہ کے راج کمار کنور کا انتقام لے گی؟ اور یہ بھی یاد رکھو کہ کاشی کماری نے کسی بھی لمحہ کبھی بھی راج کنور سے محبت نہیں کی تھی۔ بس ہمارے باپ نے اس کی منگنی طے کر دی اور منگنی بھی اس وقت ہوئی تھی کہ جس وقت کاشی ابھی بلوغت کی حد تک بھی نہ پہنچی تھی۔ لہٰذا راج کنور سے وہ کسی بھی موقع پر متاثر نہ ہوئی۔ عبداللہ قراتکین پہلا شخص تھا جس کی محبت میں وہ گرفتار ہوئی اور اسی کے پاس چلی گئی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد انند پال خاموش ہو گیا تھا۔ جواب میں کوشل دیوی کچھ دیر تک سر جھکائے گہری سوچوں میں کھوئی رہی پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اب میں کبھی بھی اپنی بہن کاشی سے نہیں مل سکوں گی۔ میں اس بات پر بھی حیران ہوں کہ کاشی ایک لمحہ بھی میرے بغیر نہیں رہتی تھی۔ اپنے گھر کے ہر فرد سے وہ بے پناہ محبت کرتی تھی اور اب میں دیکھتی ہوں کہ وہ ہم میں

Marfat.com

نہیں۔ ہمیں یاد بھی کرتی ہو گی کہ نہیں۔"

اس موقع پر طنزیہ سی مسکراہٹ انند پال کے چہرے پر نمودار ہوئی اور کہنے لگا۔

"کوشل میری بہن! تم کس قسم کی باتیں کرتی ہو؟ اس میں کوئی شک نہیں کاشی کو گھر کے ہر فرد سے بے پناہ پیار اور محبت تھی۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ تمہارے بغیر ایک لحہ بھی نہیں رہتی تھی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ گھر کے ہر فرد سے اسے جس قدر محبت اور چاہت تھی وہ ساری محبتیں ساری چاہتیں اس نے عبداللہ قراتگین کی محبت پر سے نچھاور کر دیں۔"

انند پال کے ان الفاظ کا جواب کوشل دیوی دینا ہی چاہتی تھی کہ انند پال کا چوبدار اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور انند پال کو اطلاع دی کہ بھٹنڈہ کے راجہ پرم دیو کا ایک قاصد آیا ہے اور وہ انند پال سے ملنا چاہتا ہے۔

اپنے چوبدار کے یہ الفاظ سن کر انند پال نے اپنی بہن کوشل کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"کوشل میری بہن! تم ساتھ والے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں بھٹنڈہ کے قاصد کو بلاتا ہوں اور دیکھتا ہوں وہ بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟"

اس پر کوشل دیوی اپنی نشست سے اٹھی اور قصر کے اس کمرے سے ملحق جو دوسرا کمرہ تھا اس میں چلی گئی۔ پھر ہاتھ کے اشارے سے انند پال نے قاصد کو بھیجنے کے لئے کہا۔ تب چوبدار پیچھے ہٹا۔ تھوڑی دیر بعد قاصد اندر داخل ہوا، ہاتھ کے اشارے سے ہی انند پال نے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو کچھ دیر تک انند پال کھانستا رہا، پھر بھٹنڈہ کے قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں دراصل گزشتہ کئی دنوں سے بری طرح بیمار اور علیل ہوں۔ تم یہ کہو کہ تمہارے راجہ پریم دیو نے تمہیں کس غرض کے تحت میری طرف بھیجا ہے؟"

اس پر آنے والا قاصد کہنے لگا۔

"مہاراج! آپ جانتے ہیں آپ کی بہن کاشی ہمارے راجہ پریم دیو کے راجکمار راج کنور کی منگیتر تھی۔ اس کے بعد ہمارے راجہ نے یہ چاہا تھا کہ کاشی کماری کی

Marfat.com

سگائی پریم دیو کے دوسرے راجکمار گووِند راج سے کر دی جائے۔ لیکن کاشی کماری نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب پریم دیو چاہتا ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان پرانے تعلق اور رشتے اور رابطے کو ختم نہیں ہونا چاہئے۔ پریم دیو کی پہلی خواہش یہ ہے کہ اگر آپ پسند کریں تو آپ کی دوسری بہن کوشل دیوی کی سگائی پریم دیو کے دوسرے بیٹے گووِند راج سے کر دی جائے۔ اس طرح دونوں راجدھانیوں کے درمیان ایک اتفاق اور تعاون رہے گا اور دونوں کے اس طرح مل بیٹھنے سے دونوں راجدھانیوں کی طاقت اور قوت میں بھی اضافہ ہوگا۔

دوسری بات جو ہمارا راجہ چاہتا ہے وہ یہ کہ آپ اپنی طرف سے اپنے کچھ مخصوص آدمی مقرر کریں جو غزنی شہر میں کاشی کماری سے رابطہ قائم کریں اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیں کہ کاشی کماری اپنے شوہر عبداللہ قراتگین کو موت کے گھاٹ اتار کر واپس لاہور آ جائے۔ اگر وہ ایسا کرنے پر رضامند ہو جائے تو مسلمانوں کے ایک ایسے بڑے سالار کا خاتمہ ہو جائے گا جس نے کوی راج، راج کنور اور نندی وردن کو انفرادی مقابلے میں زیر کیا۔ ایسا کر کے ہم اپنے ان مرنے والے سالاروں کا انتقام بھی لے سکتے ہیں۔ اگر کاشی ایسا کرنے پر رضامند نہ ہو تو پھر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد جب دم لینے کے لئے رکا تب راجہ انند پال جو بیمار اور علیل تھا، کچھ دیر تک لمبے لمبے سانس لیتا رہا، ساتھ ہی کچھ سوچتا بھی رہا۔ یہاں تک کہ بھٹنڈہ کے قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم اپنے راجہ پریم دی کی طرف سے دو موضوع لے کر آئے ہو۔ پہلا موضوع یہ کہ میں اپنی دوسری بہن کوشل دیوی کو پریم دیو کے دوسرے بیٹے گووِند راج سے منسوب کر دوں۔ پہلے اس مسئلہ کو حل کرتے ہیں، اس کے بعد دوسرے مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی انند پال نے آواز دے کر کوشل دیوی کو بلایا۔ کوشل دیوی اپنا چہرہ ڈھانپے اس کمرے میں داخل ہوئی اور اپنے بھائی کے کہنے پر اسی نشست پر ہو بیٹھی جس نشست سے اٹھ کر وہ گئی تھی۔ پھر اس قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے انند

Marfat.com

پال کہنے لگا۔

''یہ میری دوسری چھوٹی بہن ہے، اسے میں نے اس لئے بلایا ہے کہ تمہاری موجودگی میں ساری گفتگو ہو۔ میرے عزیز! شادی چونکہ میری اسی بہن کی ہے لہٰذا فیصلہ بھی یہی کرے گی۔''

پھر انند پال نے کوشل دیوی کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

''کوشل! یہ بٹھنڈہ کے راجہ پریم دیو کا قاصد ہے۔ یہ دو قسم کے پیغام لے کر آیا ہے۔ پہلا پیغام تمہاری ذات سے متعلق ہے۔ چاہتا ہے کہ تمہاری سگائی بٹھنڈہ کے راجہ پریم دیو کے دوسرے بیٹے گووند راج سے کر دی جائے۔ اب بولو کیا تم اس کے لئے رضامند ہو؟''

اس موقع پر لمحہ بھر کے لئے کوشل دیوی نے کھا جانے والے انداز میں بٹھنڈہ کے اس قاصد کی طرف دیکھا پھر تلخ لہجے میں کہنے لگی۔

''میں اس سگائی اور رشتہ کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔''

اپنی بہن کا یہ جواب سن کر انند پال مسکرا دیا تھا جبکہ بٹھنڈہ کے قاصد کا منہ لٹک گیا تھا۔ یہاں تک کہ انند پال نے اسے مخاطب کیا۔

''تمہارے ایک سوال کا جواب تمہیں مل گیا ہے۔ اس میں چونکہ میری بہن ملوث تھی، لہٰذا جواب بھی اسے دینا چاہئے تھا اور اس کا جواب تم سن چکے ہو۔ یہی جواب واپس جا کر بٹھنڈہ کے حاکم کو دینا۔ اب دوسرا مسئلہ بھی میں اپنی اس چھوٹی بہن کی موجودگی میں ہی طے کرنا چاہتا ہوں۔''

اس کے بعد کوشل دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے انند پال کہنے لگا۔

''میری بہن! ایک مسئلہ تمہاری سگائی کا تھا، تم نے جواب دے دیا، وہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اب دوسرا مسئلہ بٹھنڈہ کے راجہ کی طرف سے یہ لے کر آیا ہے کہ میں اپنے کچھ مخصوص آدمی مقرر کروں جنہیں میں غزنی روانہ کروں اور وہ کاشی کماری سے رابطہ قائم کریں اور اسے اس بات پر انگیخت کریں کہ وہ اپنے شوہر عبداللہ قراتگین کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ اگر وہ ایسا کرتی ہے تو ہم کوی راج، کنور راج اور نندی وردن کا انتقام لے سکتے ہیں اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر کاشی کماری ایسا کرنے پر رضامند

Marfat.com

نہ ہو تو پھر کاشی کماری ہی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ یہ اس کے لئے سزا ہوگی کہ اس نے کیوں سلطان محمود غزنوی کے سالار کو اپنی زندگی کا ساتھی بنایا۔"

انند پال جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک کوشل دیوی سوچتی رہی، پھر کہنے لگی۔

"جہاں تک عبداللہ قراتکین کے قتل کا معاملہ ہے تو اس پر تو میں اتفاق کرتی ہوں کہ اس کا خاتمہ ہونا چاہئے لیکن یہ خاتمہ میری بہن کے ذریعے نہیں ہونا چاہئے۔ اگر یہ کام کاشی کماری سے لیا جاتا ہے تو پھر کاشی کماری یہ کام کرتے ہوئے یقیناً پکڑی جائے گی اور موت کے گھاٹ اتار دی جائے گی اور میں ایسا ہرگز نہیں چاہوں گی کہ میری بہن کے ساتھ یہ معاملہ ہو....... ٹھیک ہے اس نے عبداللہ قراتکین سے شادی کر کے اپنی زندگی کی سب سے بڑی بلکہ ایک ایسی غلطی کی ہے جس کی کوئی تلافی نہیں، اس کے باوجود وہ میری بہن ہے اور اس سے مجھے بے پناہ محبت ہے۔ میں کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کروں گی کہ اسے کوئی گزند پہنچے، کوئی نقصان پہنچے۔ ہاں عبداللہ قراتکین کا اگر کوئی خاتمہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کوئی اور طریقہ کار اختیار کیا جائے۔"

اس پر انند پال کہنے لگا۔

"عبداللہ قراتکین کو غزنی جا کر موت کے گھاٹ اتارنا اتنا آسان اور سہل نہیں ہے جتنا کوئی سمجھ لے۔ وہ سلطان محمود غزنوی کے چند بڑے سالاروں میں سے ایک ہے جن کی حفاظت کا خاطر خواہ اہتمام ہوگا اور اگر کسی نے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ خود بھی زندہ سلامت نہیں رہے گا۔ لہٰذا بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کا یہ کہنا کہ ہم اپنے کچھ مخصوص آدمی مقرر کریں جو عبداللہ قراتکین کو موت کے گھاٹ اتاریں اور یہ کام کاشی کماری کے ذریعہ ہو اور اگر کاشی کماری نہ مانے تو کاشی کماری کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ یہ کام اتنا آسان نہیں جتنا سمجھا جا رہا ہے۔ منہ سے بات کر دینا کوئی اور بات ہے لیکن اسے عملی صورت دینا جان جوکھوں کا کام ہے۔ لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ ہم اپنے آدمی بھیجیں اور وہ عبداللہ قراتکین کا خاتمہ کر دیں۔ جہاں تک ہماری بہن کاشی کماری کا تعلق ہے تو ہم کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کریں گے کہ اسے کوئی نقصان پہنچے۔ وہ ہماری بہن ہے، اگر اسے عبداللہ قراتکین سے محبت ہو

Marfat.com

گئی تھی اور وہ اس کی طرف مائل ہوئی تھی تو اس نے اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیا ہے تو ایسا کرنے کا اسے پورا پورا حق تھا۔ جہاں تک دین دھرم کا تعلق ہے تو یہ بھی ذاتی معاملہ ہے۔ اپنے لشکر سے بھاگ کر کاشی کماری جو مسلمانوں کے سلطان کے لشکر کے قاضی شیراز کے پاس گئی اور وہاں اس نے اسلام قبول کر لیا تو یہ بھی کاشی کماری کے دل کی پکار تھی۔ ایسا کر کے وہ عبداللہ قراتگین کے قریب ہونا چاہتی تھی اور یقیناً وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہی۔ لہٰذا ہم نہ ہی اسے اپنے مقصد میں ناکام کریں گے نہ ہی اس کی جان کے درپے ہوں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد انند پال رکا، کچھ سوچا اور اس کے بعد بٹھنڈہ کے راجہ پریم دیو کے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"واپس جا کر پریم دیو سے کہنا کہ میں نے تمہاری موجودگی میں اپنی بہن کوشل دیوی سے بات کی اور وہ اس کے بیٹے گووند راج سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہے۔ جہاں تک تمہارا دوسرا مسئلہ ہے تو میری طرف سے راجہ کو یہ پیغام دینا کہ ہم کسی بھی صورت پسند نہیں کریں گے کہ کاشی کماری کی جان کو خطرہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ ہاں! اگر پریم دیو اپنے بیٹے راج کنور کا انتقام عبداللہ قراتگین سے لینا چاہتا ہے تو پھر وہ اپنے کچھ آدمی مقرر کرے جو غزنی جا کر یا کسی اور موقع پر عبداللہ قراتگین پر حملہ آور ہوں، اس کا خاتمہ کریں اور اس طرح وہ اپنے بیٹے راج کنور کا انتقام لے لے۔ جو دو باتیں تم لے کر آئے تھے، تمہاری ان دونوں باتوں کا جواب میں نے دے دیا ہے۔ اب تم آرام کرو۔ چند دن یہاں قیام کرنے کے بعد میرے یہی دونوں جواب جا کر اپنے راجہ سے کہہ دینا۔"

اس کے ساتھ ہی انند پال نے اپنے چوبدار کو آواز دی اور جب وہ آیا تو انند پال کے کہنے پر وہ بٹھنڈہ کے قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی جب تھانیسر پر حملہ آور ہونے کے لئے گیا تھا تب تھانیسر کے راجہ نے میرٹھ، مہابند، قنوج اور دوسرے ہندوستان کے راجاؤں کو اپنی مدد کے لئے بلایا تھا۔ اور جب ان راجاؤں کی آمد سے پہلے ہی پہلے سلطان محمود غزنوی تھانیسر پر حملہ آور ہو کر اس پر قابض ہو گیا تب ان راجاؤں کو بڑا دکھ اور افسوس ہوا کہ وہ بروقت تھانیسر کے راجہ کی مدد کو نہ پہنچ سکے اور تھانیسر پر مسلمانوں کے سلطان کا قبضہ ہو گیا ہے۔

اس کا سب سے زیادہ افسوس دہلی کے راجہ کو ہوا۔ چنانچہ دہلی کے راجہ کے کانوں میں جب یہ خبر پہنچی کہ سلطان محمود غزنوی ایک دم تھانیسر پر حملہ آور ہوا تھا اور تھانیسر پر اس نے قبضہ کر لیا ہے تو وہ بڑا غضب ناک ہوا اور اس نے اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری شروع کر دی تھی۔

مؤرخین خصوصیت کے ساتھ فرشتہ لکھتا ہے کہ اس نے ہندوستان کے کونے کونے میں یہ خبر گشت کرا دی تھی کہ سلطان محمود غزنوی ایک جرار لشکر کے ساتھ میری سلطنت کے ملحقہ تھانیسر پر حملہ آور ہوا ہے اور اگر ہم نے اس سیلابِ مصیبت کو روکنے کی تدبیریں نہ کیں تو ہر چھوٹا بڑا اس سیلاب کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو جائے گا۔ میرے نزدیک اس وقت یہی مناسب ہے کہ ہم سب آپس میں مل کر سلطان محمود کا مقابلہ کریں۔

اس سے قبل کہ تمام ہندو آپس میں مل کر سلطان محمود کا مقابلہ کرتے سلطان چونکہ تھانیسر پہنچ گیا تھا اور تھانیسر پر اس کا قبضہ ہو گیا تھا۔

Marfat.com

یہیں سے سلطان محمود نے سب سے بڑے بت جگ سُوم کو غزنی بھجوایا اور یہ حکم دیا کہ اس کو بیچ راستے میں ڈال دیا جائے تاکہ چلنے والوں کے پاؤں کے نیچے پامال ہو کر رہ جائے

ساتھ ہی مؤرخ قندھاری کا حوالہ دیتے ہوئے فرشتہ یہ بھی لکھتا ہے کہ تھانیسر کے مندر سے سلطان محمود غزنوی کو سرخ یاقوت کا ایک ٹکڑا ہاتھ لگا جس کا وزن 450 مثقال تھا اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس طرح کا جوہر آج تک دیکھنے اور سننے میں نہ آیا تھا۔

سلطان محمود غزنوی کو دہلی کے راجہ کے ان ارادوں کی خبر جب پہنچی تو اس نے دہلی پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ وہ چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہ دہلی کا راجہ ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کو اپنے ساتھ ملا کر غزنی کی مسلمان سلطنت کے لئے کوئی خطرہ پیدا کرے، پہلے ہی اس سے نمٹ لینا چاہئے اور سلطان محمود کو یہ بھی خدشہ تھا کہ دہلی کا راجہ انند پال کو اس کے خلاف اُکسا کر انند پال کو بغاوت پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کئی بار انند پال اور اس کا باپ غزنی کے خلاف بغاوت کر چکے تھے۔ اس کا علاقہ چونکہ غزنی سے ملتا تھا لہٰذا غزنی کی سلطنت کو ہمیشہ انند پال ہی سے سب سے زیادہ خطرہ محسوس ہو سکتا تھا۔

چنانچہ جب دہلی کے راجہ کی یہ خبریں پہنچیں تو سلطان نے یہ ارادہ کیا کہ دہلی پر حملہ کیا جائے۔ تب مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے امیروں اور وزیروں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ دہلی کو اس وقت فتح کیا جا سکتا ہے جب سارے پنجاب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے اور انند پال کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہ رہے۔

چنانچہ سلطان محمود نے اپنے سالاروں اور وزراء کے اس مشورے کو قبول کر لیا اور دہلی کی فتح کا ارادہ ترک کر کے حالات کا جائزہ لینے لگا کہ دیکھیں کہ دہلی کا راجہ دوسرے راجاؤں کو اپنے ساتھ ملا کر کس طرح کے ردِعمل کا اظہار کرتا ہے۔

اسی دوران راجہ انند پال مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ترلوکن پال تخت نشین ہوا لیکن کمزور ہونے کی بنا پر لوگوں نے اسے ہٹا دیا اور انند پال کے پوتے کو راجہ بنا دیا گیا۔

Marfat.com

انند پال کا یہ پوتا تاریخ کے اوراق میں جے پال ثانی اور نادر بھیم پال دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ جے پال ثانی اپنے آپ کو بڑا خونخوار، بڑا جرأت مند اور دلیر خیال کرتا تھا۔ انند پال جو سلطان محمود غزنوی کو سالانہ خراج ادا کرتا تھا وہ خراج جے پال ثانی یا نادر بھیم نے دینے سے انکار کر دیا اور اس طرح اس نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا اور سلطان محمود غزنوی کی فرمانبرداری اور خراج گزاری سے انکار کر دیا۔

سلطان محمود غزنوی کو جب جے پال ثانی یا نادر بھیم کے ان ارادوں اور اس کے ان اعلانات کا علم ہوا تب اس نے اس کی بغاوت اور سرکشی کا خاتمہ کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس نے ہندوستان میں داخل ہونے کے لئے اپنی تیاری کو آخری شکل دینا شروع کر دی تھی۔ دوسری طرف جے پال ثانی نے بھی اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچا دیا تھا اور ہندوستان کے دوسرے راجاؤں سے رابطہ کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی کے خلاف اس نے مدد بھی طلب کر لی تھی۔

❁❁❁

حسین اور خوب صورت راج کماری کوشل دیوی ایک روز رنگ محل کے اپنے قصر میں اپنی خواب گاہ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کے کمرے کے دروازے پر اس کی ذاتی خادمہ سورندی نمودار ہوئی۔ دروازے پر آ کر وہ رک گئی۔ اسے آتے اور رکتے دیکھ کر کوشل دیوی نے اسے مخاطب کیا۔

"سورندی! تم رک کیوں گئی ہو؟ اندر آؤ! تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔"

اس پر سورندی آگے بڑھی، بوجھل بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی کوشل کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ کوشل دیوی نے جب ہاتھ کے اشارے سے اسے ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا تب وہ بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور آنکھوں کے اندر غم اور اُداسی رقص کر رہی تھی۔

کوشل دیوی کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

"تمہاری جو حالت میں اس وقت دیکھ رہی ہوں اس سے پہلے میں نے کبھی

Marfat.com

تمہاری حالت ایسی نہیں دیکھی۔ بولو کیا معاملہ ہے؟ کیا تمہاری دل شکنی ہوئی ہے؟ کوئی تمہاری بے عزتی کا باعث بنا ہے؟ بولو کیا معاملہ ہے؟''

جواب میں سورندی نے ایک دکھ بھری نگاہ کوشل دیوی پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

''مجھے نہ کسی نے دکھ دیا ہے نہ میری کسی نے دل شکنی کی ہے۔ دراصل میں آپ کی وجہ سے کچھ پریشان اور فکر مند ہو گئی ہوں۔''

''میری وجہ سے؟'' کوشل دیوی نے چونکتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

''ہاں.......آپ کی وجہ سے۔'' اُداس اور افسردہ سی آواز میں سورندی نے کوشل دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''مجھے کیا ہوا ہے کہ تم میری وجہ سے اُداس اور افسردہ ہو گئی ہو؟''

اس پر سورندی کہنے لگی۔

''کوشل! میں نے تم سے ہمیشہ اپنی بیٹی کی طرح محبت کی ہے۔ تمہارے بھلے کا سوچا ہے۔ لیکن اب اس بھلے کے اندر کچھ تکلیفیں اور کٹھنائیاں آنے والی ہیں۔''

''کیسی تکلیفیں اور کٹھنائیاں؟'' کوشل دیوی نے سورندی کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر فکرمندی میں پوچھا تھا۔

آخر سورندی نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگی۔

''راج کماری! اگر کوئی تمہاری شادی بھٹنڈہ کے راجکمار گووند راج سے کرنا چاہے تو کیا اسے قبول کر لو گی؟''

سورندی کے ان الفاظ پر کوشل دیوی کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نمودار ہوئے تھے۔ کہنے لگی۔

''میں کبھی بھی اس گووند راج سے شادی نہ کروں گی۔''

چند لمحوں تک گھورنے کے اندر میں سوندری نے پھر کوشل دیوی کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''اگر یہ شادی زبردستی کرا دی گئی تب؟''

غصہ میں کوشل دیوی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، کہنے لگی۔

''کون زبردستی میری شادی کرائے گا بھٹنڈہ کے راجکمار گووند سے جسے میں قطعی

Marfat.com

پسند ہی نہیں کرتی۔ اس سے جو پہلے اس کے بڑے بھائی راج کنور سے کاشی کماری کی منگنی طے ہوئی تھی تو میں اس منگنی اور سگائی کے بھی سخت خلاف تھی۔ بٹھنڈہ کا راجکمار میری بہن کاشی کماری کے قابل ہی نہیں تھا۔ وہ تو یوں جانو زبردستی کی سگائی تھی اور جس وقت یہ سگائی ہوئی تھی اس وقت ہم دونوں بہنیں کم عمر تھیں، ہمارا بچپنا تھا لہٰذا نہ میں نے آواز اٹھائی نہ میری بہن کاشی کماری اس کے خلاف بولی۔ لیکن تمہیں کہاں سے خدشہ اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ کوئی زبردستی میری شادی گووند راج سے کرا دے گا؟"

اس پر سورندی دھیمے اور رازدارانہ لہجے میں کہنے لگی۔

"میں نے آپ کے بھتیجے جے پال کو خود اس موضوع پر باتیں کرتے سنا ہے۔ کوشل دیوی! تمہارا بھتیجا یعنی انند پال کا بیٹا عمر میں تم سے چند برس ہی چھوٹا ہے۔ دراصل جب سے اس نے سلطان محمود غزنوی کو خراج دینا بند کر دیا ہے اور اس کی نافرمانی اختیار کر لی ہے تب سے وہ ہندوستان کے مختلف راجاؤں سے رابطہ قائم کر رہا ہے اور اس بات کی خبر تمہیں بھی ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ جے پال اپنے سالاروں کی ایک مجلس میں ہندوستان کے راجاؤں سے مدد کرنے کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ اس موقع پر ہمارے ایک سالار نے اعتراض کھڑا کیا کہ ہم بٹھنڈہ کے راجہ پریم دیو سے مسلمانوں کے سلطان کے خلاف مدد تو مانگتے ہیں لیکن جب بٹھنڈہ کے راجکمار راج کنور کے مرنے کے بعد پریم دیو نے اپنے دوسرے بیٹے گووند راج کے لئے کاشی کماری کا ہاتھ مانگا تو آپ کے باپ اور کاشی کماری دونوں نے انکار کر دیا۔ اس لئے یقیناً بٹھنڈہ کے راجہ کی دل شکنی ہوئی ہوگی ایسی حالت میں کیا ہم اس سے مدد مانگتے ہوئے اچھے لگتے ہیں؟

کوشل! جانتی ہو جے پال نے اس کا کیا جواب دیا؟ اس نے میرے سامنے اپنے سالاروں سے کہا کہ اس بار اگر بٹھنڈہ کے راجہ پریم دیو نے اپنے بیٹے گووند راج کے لئے رشتہ مانگا تو وہ کوشل دیوی کا رشتہ بخوشی اسے دے دے گا۔ اب بول میری بٹی! تُو کیا کہے گی؟"

سورندی کے ان الفاظ پر کوشل دیوی کچھ فکرمند سی ہو گئی تھی۔ کچھ دیر گہری

Marfat.com

سوچوں میں ڈوبی رہی، پھر کہنے لگی۔

''اگر جے پال نے زبردستی میری شادی گووِند راج سے کرنے کی کوشش کی تو میں انکار کر دوں گی۔''

اس موقع پر طنزیہ سا تبسم سورندی کے چہرے پر نمودار ہوا، کہنے لگی۔

''کوشل! تمہارے انکار کرنے سے کیا ہو گا؟ میں نے تمہیں کہا نا کہ تمہاری شادی زبردستی گووِند راج سے کرا کر تمہیں اس کے ساتھ روانہ کر دیا جائے گا۔ پھر تم کچھ بھی نہ کر پاؤ گی۔ ہاں، تمہارے بھائی اور باپ کے کچھ وفادار ساتھی ہیں جو نہیں چاہتے کہ راجکماری کوشل دیوی کی شادی بٹھنڈہ کے راجکمار گووِند راج سے ہو اس لئے کہ انند پال نے اس سے انکار کر دیا تھا اور وہ انند پال کے اس فیصلے کو دل و جان سے مانتے ہیں اور اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔''

سورندی کے ان الفاظ کے جواب میں کوشل دیوی کے چہرے اور آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، کہنے لگی۔

''ایسے کون لوگ ہیں؟''

اس پر کچھ سوچتے ہوئے سورندی کہنے لگی۔

''کوشل! تم جانتی ہو تمہارے دادا اور تمہارے باپ کے دور میں ہمارے دو بڑے سالار تھے۔ ایک پدم گپت اور دوسرا بھیم چندر پدم گپت اس وقت بڑی عمر کا تھا اور بھیم چندر ابھی چھوٹی عمر کا تھا لہٰذا پدم گپت کو تو تم جانتی ہو، فوت ہو چکا ہے۔ بھیم چندر اب بھی لشکر میں شامل ہے، اس پدم گپت کا بیٹا ہے۔ نام اس کا نارائن ہے اور وہ آج کل ہمارے لشکریوں میں سالار ہے۔ پدم گپت جب مرنے لگا تب نارائن کے قریبی حلقے کہتے ہیں کہ پدم گپت نے اپنے بیٹے نارائن کو نصیحت کی تھی کہ کاشی کماری اور کوشل دیوی دونوں اس راج کی عزت اور ناموس ہیں لہٰذا کبھی ان کی حفاظت کا موقع آئے تو انہیں اپنی بہن سمجھ کر ان کی حفاظت اور ان کا احترام کرنا۔ اب جو گفتگو اس موضوع پر میری نارائن سے ہوئی اس کے مطابق نارائن آپ کو اپنی سگی بہن کی طرح سمجھتا ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے سورندی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ کوشل دیوی پھر بول

Marfat.com

اُٹھی۔

''نارائن سے تمہاری کہاں اور کس بنا پر ملاقات ہوگئی؟''

اس پر سورندی کہنے لگی۔

''جس وقت جے پال اپنے سارے سالاروں اور اُمراء سے گفتگو کر رہا تھا اور اس گفتگو کے دوران اس نے آپ کا رشتہ بھٹنڈہ کے راجکمار گووِند راج سے طے کر دینے کا فیصلہ کیا تھا اس وقت میں باہر پردے کے قریب کھڑی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔ چنانچہ جب اجلاس ختم ہوا تو میں پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔ چنانچہ جب نارائن میرے پاس سے گزرنے لگا تو رک گیا، کہنے لگا۔

''اماں! میں دیکھتا ہوں آج تُو ضرورت سے زیادہ کچھ پریشان اور فکرمند ہے۔''

میں نے پہلے تو اس سے معاملہ ٹالنے والی گفتگو کی لیکن جب وہ اَڑ گیا اور وجہ جاننا چاہی تب میں نے اس پر انکشاف کیا کہ راج محل کے اندر جو کوشل دیوی کا رشتہ گووِند راج سے طے کرنے کی بات ہوئی ہے اس نے مجھے اُداس اور افسردہ کر دیا ہے۔ اس پر نارائن کہنے لگا۔

''میرے باپ پدم گپت نے مرتے وقت کہا تھا کہ کوشل دیوی اور کاشی کماری دونوں میری بہنوں کی مانند ہیں لہٰذا ان کی حفاظت اور ان کا احترام کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ اس نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا کہ ہمیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کہہ رہا تھا اس نے دس کے قریب اپنے ایسے مسلح جوان مقرر کر دیئے ہیں جو کوشل دیوی! آپ پر نگاہ رکھیں گے اور ہر وقت وہ آپ کی حفاظت اور آپ کی نگہبانی کریں گے اور اگر کسی موقع پر جے پال نے تمہارا رشتہ زبردستی گووِند راج کے ساتھ کرنا چاہا تب وہ دس کے دس حرکت میں آئیں گے، راج محل میں داخل ہوں گے اور تمہیں راج محل سے بڑی رازداری کے ساتھ نکال کر ایک ایسے تہہ خانے میں چھپا لیں گے کہ جس کا اہتمام نارائن نے پہلے کر رکھا ہے۔ تم وہاں عزت و احترام اور آسائش کے ساتھ رہو گی۔ اور جب حالات تمہارے حق میں ہو جائیں گے تو پھر تم راج محل کا رخ کر سکو گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سورندی جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر تک کوشل دیوی

Marfat.com

مسکراتی رہی پھر سورندی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''سورندی! اب تمہاری ملاقات اگر نارائن سے ہو تو میری طرف سے اس کا شکریہ ادا کرنا۔ کہنا کہ اگر وہ مجھے اور میری بہن کاشی کو اپنی بہن سمجھتا ہے تو پھر وہ بھی ہم دونوں کا بھائی ہے اور ہم اسے ایک بھائی کی عزت اور احترام ضرور دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل دیوی نے ایک لمبا اور سُکھ کا سانس لیا، پھر کہنے لگی۔

''سورندی! اب میں سمجھتی ہوں کہ میری بہن کاشی کماری نے ٹھیک ہی قدم اٹھایا تھا۔ پہلے میں یہ خیال کرتی تھی کہ وہ بھٹک گئی ہے، ایک مسلمان سے جا کر اس نے شادی کر لی ہے۔ میرے خیال میں وہ بھٹکی نہیں، اس نے صحیح راستہ اختیار کر لیا ہے اور اس نے دھرم بھی تبدیل کر لیا۔ دراصل عبداللہ قراتگین نے جو لگاتار تین انفرادی مقابلے جیتے تو ان مقابلوں سے میری بہن کاشی کماری متاثر ہوگئی ہوگی، اسے پسند کرنے لگی ہوگی۔ لہٰذا اسی کی طرف چلی گئی۔ اب میرے لئے مصیبت یہ ہے کہ میں عبداللہ قراتگین کو قتل کرنے کی سوگند کھا چکی ہوں۔''

یہاں تک کہتے کہتے کوشل دیوی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ سورندی دکھ بھرے انداز میں کوشل دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''راجکماری! کیا تم اپنی بہن کے شوہر کو قتل کرو گی؟ کیا اپنی بہن کو بیوہ اور وِدوا بناؤ گی؟ اُس بے چارے کو قتل کرنے کے لئے تو پہلے ہی بہت سے بندوبست ہو چکے ہیں۔''

سورندی کے ان الفاظ پر کوشل دیوی چونکی تھی، کہنے لگی۔

''کیا مطلب؟ اسے قتل کرنے کے لئے کون حیلے کر رہا ہے؟''

اس پر سورندی پھر بولی اور کہنے لگی۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی راج کماری! تم نے کہا کہ اس نے تین انفرادی مقابلوں میں کوی راج، راج کنور اور کھکروں کے سالارِ اعلیٰ نندی وردن کو موت کے گھاٹ اتارا، اب جے پال نے جو اپنے سارے سالاروں کے ساتھ جنگ کی مشاورت کی ہے تو اس مشاورت میں بھٹنڈہ کے کچھ قاصدوں اور سالاروں نے بھی

Marfat.com

حصہ لیا۔ وہی قاصد راجکماری! تمہارا رشتہ گووند راج کے لئے مانگنے کے لئے آئے تھے اور جے پال نے گووند راج کے لئے تمہارے رشتہ کی حامی بھی بھر لی اور میرے خیال میں عنقریب جے پال تمہیں بلا کر اس رشتہ سے آگاہ کرے گا۔

دیکھو! بھٹنڈہ کے جو قاصد اور سالار وہاں کے راجہ پریم دیو نے بھیجے تھے ان کے سامنے جب جے پال نے ذکر کیا کہ سلطان محمود غزنوی کے سالار عبداللہ قراتکین نے تین انفرادی مقابلوں میں تین بہترین سالاروں کا خاتمہ کر دیا اور ساتھ ہی اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ انفرادی مقابلہ ہی میں عبداللہ قراتکین کا خاتمہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے تب بھٹنڈہ کے سالاروں نے کہا کہ اب جبکہ تم نے سلطان محمود کی فرمانبرداری کا جواء اُتار پھینکا ہے، اسے خراج دینے سے بھی انکار کر دیا ہے تو سلطان محمود غزنوی ضرور اپنا لشکر لے کر تمہارے علاقوں کا رخ کرے گا۔ جب وہ ایسا کرے گا تو ہندوستان کے دوسرے راجہ بھی تمہاری مدد کے لئے پہنچیں گے اور بھٹنڈہ کا ایک لشکر بھی آئے گا اور بھٹنڈہ کے لشکر کے اندر ایک ایسا تیغ زن بھی آئے گا جو انفرادی مقابلہ میں ہر صورت میں عبداللہ قراتکین کو زیر کرے گا اور اسے موت کے گھاٹ اتارے گا اور بھٹنڈہ سے آنے والے ایک سالار نے اس تیغ زن کا نام مہانندن بتایا تھا۔ اب یہی مہانندن بھٹنڈہ سے آئے گا اور مسلمانوں کے سلطان کے ساتھ جب اگلا ٹکراؤ ہو گا تو یہی مہانندن عبداللہ قراتکین سے انفرادی مقابلہ کرے گا اور اس کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن ایسا وہ ایک دھوکا، فریب اور چال سے کرے گا۔ اس لئے کہ ہماری راجدھانی کے سالاروں ہی نہیں، دوسرے راجاؤں اور ان کے سالاروں کو بھی یہ یقین ہو چکا ہے کہ انفرادی مقابلہ میں عبداللہ قراتکین کو زیر کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے جو مہانندن مقابلہ کے لئے آئے گا، سنا ہے وہ بڑا فریبی آدمی ہے اور دھوکا دہی سے حملہ کرنے کا بڑا ماہر ہے۔ بھٹنڈہ سے آنے والا سالار اس سے متعلق تفصیل بتا رہا تھا اور میں یہ تفصیل بڑے غور سے سن رہی تھی، ایسا میں اس لئے کر رہی تھی کہ........"

یہاں تک کہتے کہتے اچانک سورندی خاموش ہو گئی۔

کوشل دیوی نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر پوچھ لیا۔

Marfat.com

''تم خاموش کیوں ہو گئی ہو؟ کیا وجہ ہے؟''

اس پر سہمے سہمے انداز میں سورندی کہنے لگی۔

''اس سے آگے جو کچھ میں کہنے والی تھی، مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ آپ برا مانیں گی، اس بنا پر میں چپ ہو گئی۔''

''تم کہو۔ میں برا نہیں مانوں گی۔'' اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کوشل دیوی نے کہا تھا۔ چنانچہ سورندی پھر بول اُٹھی۔

''آپ سے میں کہہ رہی تھی کہ یہ گفتگو غور سے میں اس لئے سن رہی تھی کہ عبداللہ قراتگین کے ساتھ دھوکا ہونے والا تھا۔ عبداللہ قراتگین چونکہ کاشی کماری کا شوہر ہے، کاشی کماری کو میں جان سے بھی عزیز سمجھتی ہوں لہٰذا اس کی وجہ سے عبداللہ قراتگین بھی ہماری نگاہوں میں اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ کوشل! تُو برا مت ماننا، مجھے اپنی حیثیت کا علم ہے۔ میں اس راج محل کی ایک خادمہ ہوں، تم راجکماری ہو۔ تم دونوں بہنوں کو میں نے اپنی گود میں کھلایا ہے۔ اب پتہ نہیں، تمہارے ذاتی خیالات کیا ہیں؟ لیکن میرا من نہیں مانتا کہ کاشی کماری کے میاں کو کوئی تکلیف ہو، اسے کوئی گزند پہنچے۔ اب جو بھٹنڈہ سے مہانندن انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے پہنچے گا وہ عبداللہ قراتگین کے خلاف یہ حربہ استعمال کرے گا کہ مقابلے کی ابتدا یقیناً اپنی تلوار اور ڈھال سے کرے گا لیکن تھوڑی دیر تک عبداللہ قراتگین سے ٹکرانے اور اس کے حملوں کا جائزہ لینے کے بعد اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹائے گا۔ پیچھے ہٹانے کے بعد ایک دم وہ ایک تبدیلی پیدا کرے گا۔ اپنی تلوار ڈھال والے ہاتھ یعنی بائیں ہاتھ میں لے لے گا، فی الفور گھوڑے کی زین سے بندھا ہوا لوہے کا نیزہ اتارے گا، تول کر، تاک کر مارے گا اور عبداللہ قراتگین کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہ ساری منصوبہ بندی راج پال کی موجودگی میں بھٹنڈہ سے آنے والے سالاروں نے کی تھی اور اب اسی پر عمل کیا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سورندی تھوڑی دیر کے لئے رکی پھر منت کرنے والے انداز میں کہنے لگی۔

''راج کماری کوشل دیوی! کیا عبداللہ قراتگین کے معاملے میں تم اپنی سوگند

Marfat.com

واپس نہیں لے سکتی ہو؟ میں نہیں جانتی اب کاشی کماری سے متعلق تمہارے کیا خیالات ہیں لیکن ہے تو وہ تمہاری بہن۔ اور بہن بھی ایسی کہ جس کے بغیر تم کبھی رہ بھی نہیں سکتی تھیں، نہ وہ تمہارے بنا ایک لمحہ گزار سکتی تھی۔ اب اس سے متعلق تمہارے کیا خیالات ہیں، میں نہیں جانتی۔ لیکن میں تم سے یہ کہتی ہوں کہ جب عبداللہ قراتکین کو دھوکا سے ختم کر دیا جائے گا اور اس کے مرنے اور اس کی جدائی پر اس کی بیوی اور تمہاری بہن کاشی کماری روئے گی، آنسو بہائے گی، واویلا کرے گی، بین کرے گی تو کیا یہ سماں تمہارے لئے خوشی کا باعث ہوگا یا غم کا؟"

سورندی کے ان الفاظ پر کچھ دیر تک کوشل دیوی گہری سوچوں میں ڈوبی رہی، اداس، افسردہ، مغموم اور غمگین ہو گئی تھی۔ آخر بوجھل بوجھل انداز میں اس نے اپنی گردن سیدھی کی، ایک گہری نگاہ سورندی پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

"سورندی! جو کچھ تم نے کہا ہے اس نے میرے دل، میرے ضمیر، میرے شعور تک کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میں یہ کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی کہ کوئی عبداللہ قراتکین کو قتل کرے اور اس کے قتل ہونے پر میری بہن کاشی کماری غم اور دکھ میں بین کرتی پھرے۔ سورندی! گواہ رہنا، میں عبداللہ قراتکین کو قتل کرنے کی اپنی سوگند واپس لیتی ہوں۔ سورندی! تم میری ماں کی جگہ ہو۔ میں تمہیں اپنا رازدار بنا کر رکھوں گی۔ اب میں یہ چاہوں گی کہ عبداللہ قراتکین زندہ رہے۔ وہ میری بہن کا شوہر ہے اور اس کی زندگی اب مجھے عزیز ہے۔ میں کاشی کو کسی بھی صورت روتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ سورندی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ انفرادی مقابلہ میں بٹھنڈہ کا تیغ زن مہانند جو فریب، جو دھوکا عبداللہ قراتکین کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے اس کی اطلاع کسی طرح کاشی یا عبداللہ قراتکین تک پہنچا دی جائے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل دیوی کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ راج محل کی ایک اور خادمہ اس کے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئی اور کوشل دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ کو مہاراج نے طلب کیا ہے۔"

ان الفاظ پر کوشل دیوی ہی نہیں، سورندی بھی چونکی تھی۔ آخر کوشل دیوی نئی آنے

Marfat.com

والی اس خادمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''تم چلو، میں تمہارے پیچھے پیچھے آتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی وہ خادمہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد بڑی رازداری میں سورندی کوشل کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''راج کماری! میرا اندازہ ہے کہ جے پال نے تمہیں بھٹنڈہ کے راجکمار گووند راج سے شادی کرنے کے سلسلے ہی میں بلایا ہو گا۔ دیکھ میری بیٹی! سپاٹ اور کھردرے طریقے میں انکار نہ کر دینا ورنہ جے پال آج ہی تمہیں بھٹنڈہ روانہ کر دے گا۔ ایسا کرنا، بڑی انکساری اور لجاجت سے جے پال سے کہنا کہ مجھے ایک دو دن کے لئے سوچنے کا موقع دیا جائے، اس کے بعد میں اپنا فیصلہ دے سکوں گی۔''

اس پر کوشل دیوی کہنے لگی۔

''سورندی! تم فکر نہ کرو۔ میں کسی طریقے سے اسے ٹالنے کی کوشش کروں گی۔ تم یہیں بیٹھی رہنا، جو گفتگو میں تم سے کر رہی تھی، اس کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی۔ میں واپس آ کر تم سے گفتگو کرتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی کوشل دیوی اپنی خواب گاہ سے نکل کر راج محل کے دوسرے حصہ کی طرف ہو لی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کوشل دیوی ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئی جس میں جے پال بیٹھا ہوا تھا۔ جے پال بے شک اس کا بھتیجا تھا لیکن دونوں کی عمر میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔ جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئی تو جے پال نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور پھر ہاتھ کے اشارے سے اپنے سامنے ایک خالی نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس پر کوشل دیوی آگے بڑھ کر جب اس نشست پر بیٹھ گئی تب کچھ دیر خاموشی رہی، پھر جے پال عجیب سے انداز میں کہنے لگا۔

''کوشل! مجھے سمجھ نہیں آ رہی جس موضوع پر میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس کی ابتدا کیسے کروں؟ بہرحال اس موضوع پر گفتگو کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ جو خبریں مجھ تک پہنچ رہی ہیں ان کے مطابق مسلمانوں کا سلطان محمود اپنی جنگی تیاریوں

Marfat.com

کو آخری شکل دے رہا ہے اور عنقریب وہ ہندوستان کا رخ کرے گا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے میں نے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں سے مدد بھی مانگی ہے۔ اب بٹھنڈہ کا راجہ پریم دیو اپنے بیٹے گووِند راج کے لئے تمہارا رشتہ مانگتا ہے۔ میں اپنی طرف سے تو اس رشتہ کے لئے ہاں کر چکا ہوں، حامی بھر چکا ہوں لیکن میں تمہارا عندیہ بھی جاننا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہوں گا کہ اس رشتہ سے انکار نہ کرنا۔ اگر اس بار بھی انکار ہوا تو نہ صرف بٹھنڈہ کا راجہ پریم دیو ہمارا ساتھ چھوڑ دے گا بلکہ دوسرے راجہ بھی سلطانِ محمود کے خلاف ہماری مدد کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کاشی کماری کے علاوہ تمہارے بھائی نے بھی اس رشتہ سے انکار کر دیا تھا جس کا گووِند راج اور اس کے باپ پریم دیو کو بڑا دکھ اور قلق تھا۔ اب اگر میں انہیں یہ پیغام بھیجتا ہوں کہ کوشل دیوی گووِند راج سے شادی کرنے کے لئے تیار ہے تو صرف بٹھنڈہ کا راجہ پریم دیو ہی نہیں، ہندوستان کے دیگر راجہ بھی محمود کے خلاف کھل کر میری حمایت اور مدد کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جے پال جب خاموش ہوا تب ہلکا سا تبسم کوشل دیوی کے لبوں پر نمودار ہوا، پھر کہنے لگی۔

"میں اس رشتہ سے انکار نہیں کرتی، لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"کیسی شرط؟" چونکنے کے انداز میں جے پال نے پوچھ لیا تھا۔

"جو لڑائی ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے جیسا کہ ابھی آپ نے کہا کہ سلطان محمود غزنوی اپنی تیاری کو آخری شکل دے رہا ہے اور عنقریب وہ ہندوستان کا رخ کرے گا، میں چاہتی ہوں پہلے بٹھنڈہ کے علاوہ دوسرے ہندوستان کے راجہ بھی مسلمانوں کے سلطان کے خلاف ہماری مدد کریں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو اس جنگ کے بعد میں گووِند راج سے شادی کرلوں گی۔ یہ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں اور وچن دیتی ہوں۔"

کوشل دیوی کے ان الفاظ پر جے پال کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آگے بڑھ کر اس نے بڑے پیار سے اپنا ہاتھ کوشل دیوی کے سر پر رکھا اور کہنے لگی۔

"کوشل! تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ اب تم فکر

Marfat.com

نہ کرو، سارا کام تمہاری اسی شرط کے مطابق ہو گا۔ اس جنگ کے بعد ہی تمہاری اور بٹھنڈہ کے راجکمار گووِند راج کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔"

اس پر کوشل اُٹھ کھڑی ہوئی، کہنے لگی۔

"کیا اب میں جاؤں؟"

جے پال مسکرا دیا، اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"جاؤ، جا کر آرام کرو۔"

اس کے ساتھ ہی کوشل اس کمرے سے نکل گئی تھی۔ دوبارہ اپنی خواب گاہ میں آئی۔ سورندی وہیں بیٹھ کر بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کوشل اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئی، جس نشست سے اٹھ کر گئی تھی دوبارہ اسی نشست پر بیٹھ گئی۔ سورندی نے بڑی بے چینی اور بے تابی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"راجکماری! کیا فیصلہ کر کے آئی ہو؟"

جواب میں جو گفتگو جے پال کے ساتھ ہوئی تھی، اس کی تفصیل کوشل دیوی نے کہہ دی تھی۔ تفصیل جان کر تھوڑی دیر کے لئے سورندی پریشان سی ہو گئی تھی، پھر کہنے لگی۔

"تو کیا اس مرتبہ جنگ کے بعد تم گووِند راج سے شادی کر لو گی؟"

اس موقع پر ایک لمبا سانس کوشل دیوی نے لیا، کہنے لگی۔

"کون اُس گووِند راج سے شادی کرے گا، یہ تو وقت بتائے گا۔ فی الحال میں نے تو معاملہ کو ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ سورندی! اس سے پہلے جتنی بھی جنگیں ہندوستان کے کسی بھی راجہ یا میرے باپ کی ہوئیں اس میں فتح مند مسلمانوں کا سلطان محمود ہی رہا اور میں تمہیں بتا دوں کہ اب جو جنگ پیش آنے والی ہے اس میں بھی حسب سابق کامیابی مسلمانوں کے سلطان ہی کی ہو گی۔ اس جنگ کے بعد حالات نہ جانے کیا پلٹا کھاتے ہیں اور کیا رونما ہوتا ہے، کیا بنے گا یہ تو بعد میں پتہ چلے گا لیکن تم ابھی سے نارائن کے ذہن میں یہ بات ڈال دینا کہ اس جنگ کے بعد ہماری حفاظت کا سامان کرے۔ اگر وہ مجھے اپنی بہن سمجھتا ہے تو پھر مجھے اس مصیبت

Marfat.com

سے ضرور بچائے گا۔ اس لئے کہ......"

کوشل دیوی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ سورندی اس کی بات کاٹتے ہوئے کہ رہی تھی۔

"اس سلسلے میں زاجکماری! تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ نارائن سب کچھ کر گزرے گا۔ تمہاری حفاظت بھی کرے گا، تمہاری عزت، تمہاری آبرو کو بھی بچائے گا اور اس مقصد کے لئے اس کی حویلی کے اندر جو تہہ خانہ ہے اسے استعمال کیا جائے گا۔ وہیں تمہیں رکھا جائے گا۔ اس جنگ کے بعد جے پال کو فتح ہوتی ہے یا شکست، جب وہ واپس لاہور آئے گا تو اس وقت تک تم ایسی ہی رہنا جیسی ہو۔ اس جنگ کے بعد جب حسب وعدہ جے پال گووِندراج سے تمہاری شادی کا اہتمام کرنا شروع کرے گا تو شادی سے چند دن پہلے تم نارائن کے تہہ خانہ میں منتقل ہو جانا۔ پھر دیکھیں گے کہ حالات کیا پلٹا کھاتے ہیں۔ اسی تہہ خانے میں میری بیٹی! میں تم سے ملتی رہوں گی۔ پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر حالات مزید پلٹا کھا گئے تو میں تمہارے ساتھ اسی تہہ خانہ میں رہوں گی۔"

سورندی کی اس گفتگو سے کوشل خوش ہو گئی تھی، پھر کہنے لگی۔

"سورندی! مجھے بھوک لگی ہے، میرا کھانا یہیں لے آؤ۔"

اس پر سورندی فوراً اٹھ گئی تھی اور کوشل دیوی کی خواب گاہ سے نکل گئی تھی۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی کو چونکہ پنجاب کے نئے راجہ جے پال ثانی کی جنگی تیاریوں کی اطلاع ہو چکی تھی، اس کے مخبر یہ بھی اطلاع دے چکے تھے کہ جے پال نے سرکشی اور بغاوت برپا کر دی ہے، خراج دینے سے انکار کر دیا ہے اور ساتھ ہی اس نے اپنے ہمسایہ راجاؤں کو ساتھ ملا کر ایک بہت بڑا لشکر بھی تیار کر لیا ہے جس کے ساتھ وہ سلطان کے مفادات پر ضرب لگائے گا۔

سلطان کے پاس جب یہ خبریں پہنچیں تو اس نے وقت ضائع نہیں کیا، اپنی جنگی تیاریوں کو آخری شکل دی، اس کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ غزنی سے نکلا اور ہندوستان کا رخ کیا۔

دوسری طرف سلطان کو یہ بھی خبریں پہنچ چکی تھیں کہ راجہ جے پال ثانی بھی ایک بہت بڑا اور جرار لشکر لے کر سلطان سے ٹکرانے کے لئے لاہور سے نکل کھڑا ہوا ہے۔

یہ خبریں ملنے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ مارگلہ پہنچ کر پڑاؤ کر لیا تھا اس لئے کہ اسے خبریں مل چکی تھیں کہ جے پال ثانی بھی برق رفتاری سے ادھر ہی کا رخ کئے ہوئے تھا۔

کچھ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مارگلہ پہاڑ غالباً یادگارِ نکلسن پہاڑ سے چند میل جنوب کی طرف کا علاقہ تھا جہاں سلطان محمود غزنوی اور راجہ جے پال ثانی آپس میں ٹکرائے تھے۔

بہرحال سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کر لیا اور اب وہ راجہ جے

Marfat.com

پال ثانی کے وہاں پہنچنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

سلطان محمود اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کے ساتھ ایک روز اپنے لشکر کے سامنے کے علاقے کا جائزہ لے رہا تھا کہ ایک سالار جو لشکر کے چند دستوں کے ساتھ لشکر کے سامنے کے علاقوں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر تھا، وہ سلطان کے پاس آیا، سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! ہم ایک شخص کو پکڑ کر لائے ہیں۔ بظاہر وہ دشمن کا جاسوس لگتا ہے لیکن جو باتیں وہ کہتا ہے ان میں ہمارے لئے افادیت بھی ہے۔''

سلطان محمود غزنوی اس وقت اپنے سالاروں کے ساتھ محوِ گفتگو تھا، چنانچہ رک گیا اور آنے والے اس چھوٹے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جسے تم نے پکڑا ہے اسے میرے پاس لے کر آؤ۔''

چنانچہ وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک شخص کو پکڑ کر لایا۔ وہ ڈھلی ہوئی عمر کا تھا، مسلح بھی نہیں تھا۔ جب وہ سلطان کے سامنے آیا، سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا نام کیا ہے اور کہاں سے آئے ہو؟''

اس پر وہ بوڑھا سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''پہلے مجھے یہ بتایا جائے کہ مسلمانوں کے سلطان کون ہیں؟''

اس پر سلطان محمود غزنوی مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں ہی ہوں۔ میں ہی تم سے مخاطب ہوں۔''

اس پر وہ مزید سلطان کے قریب ہوا، کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! میرا نام چندوار ہے۔ میں لاہور سے آیا ہوں اور آپ کے ایک سالار عبداللہ قراتگین کے نام ایک انتہائی اہم پیغام رکھتا ہوں۔ جو پیغام میرے پاس ہے اس پیغام میں آپ کے سالار کی سلامتی اور تحفظ پنہاں ہے۔''

چندوار نام کے اس بوڑھے کے ان الفاظ پر عبداللہ قراتگین چونکا تھا اور باقی سالار بھی کبھی عبداللہ قراتگین، کبھی آنے والے چندوار کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر سلطان محمود غزنوی کے پہلو میں کھڑے ایاز نے آنے والے اس شخص کو

Marfat.com

مخاطب کیا۔

''کیا تم عبداللہ قراتگین کو شکل سے پہچانتے ہو؟''

چندوار نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

''میں پہلی بار ان علاقوں کی طرف آیا ہوں۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا، بوڑھا آدمی ہوں، اس قابل ہوں ہی نہیں۔ نہ ہی اس سے پہلے میں نے عبداللہ قراتگین کو دیکھ رکھا ہے۔''

اس کے خاموش ہونے پر اس بار سلطان محمود غزنوی نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''جو پیغام تم لے کر آئے ہو وہ کس کی طرف سے ہے؟''

اس پر چندوار نے چند لمحے اِدھر اُدھر دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''کیا عبداللہ قراتگین سے میری ملاقات نہیں ہو سکتی؟''

سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''پریشان اور فکر مند نہ ہو۔ عبداللہ قراتگین سے بھی تمہاری ملاقات کرائیں گے۔ پہلے یہ بتاؤ تمہیں کس نے بھیجا ہے اور تمہارے پاس کس نوعیت کا پیغام ہے؟''

اس پر چندوار کہنے لگا۔

''مجھے عبداللہ قراتگین کی بیوی کاشی کماری کی چھوٹی بہن کوشل دیوی نے بھیجا ہے اور پیغام یہ ہے کہ جب یہاں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوں گے تو راجہ جے پال ثانی کے لشکر سے ایک شخص انفرادی مقابلے کے لئے نکلے گا۔ اس کا نام مہانندن ہے۔ وہ بڑا خونخوار انسان ہے اور اس کا چناؤ بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو نے کیا ہے۔ اس کا تعلق بھٹنڈہ سے بھی نہیں ہے، وہ کسی اور ہی علاقے کا رہنے والا ہے لیکن تیغ زنی میں بڑا نایاب خیال کیا جاتا ہے۔ اسے انفرادی مقابلے کے لئے اتارا جائے گا تاکہ وہ عبداللہ قراتگین سے اس سے پہلے اس کے ہاتھوں مرنے والے کوی راج، راج کنور اور نندی وردن کی موت کا انتقام لے۔ لیکن یہ انتقام وہ دھوکا اور فریب سے لے گا۔ جب وہ میدان میں اُترے گا تو عبداللہ قراتگین کا نام لے کر مقابلے کے لئے پکارے گا۔ چنانچہ جب عبداللہ قراتگین مقابلے کے لئے نکلے گا تو کچھ دیر تک تیغ زنی کا اس کے ساتھ مقابلہ کرتا رہے گا۔

Marfat.com

اگر تو تیغ زنی کے مقابلے میں اس نے عبداللہ قراتگین کو زیر کر لیا تو معاملہ ختم ہو جائے گا اور اگر اس نے دیکھا کہ عبداللہ قراتگین اس پر بھاری ہوتا جا رہا ہے اور اس کی جان کو خطرہ ہے تو پھر وہ اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹائے گا، پیچھے ہٹانے کے ساتھ ہی اپنے دھوکا اور فریب پر مبنی کارروائی کی ابتدا کرے گا۔ اس کے گھوڑے کے دائیں جانب زین کے ساتھ لوہے کا ایک چھوٹا نیزہ بندھا ہو گا، لہٰذا گھوڑے کو پیچھے ہٹاتے ہی اپنی تلوار اپنے ڈھال والے ہاتھ میں پکڑے گا اور ایک دم نیزے کو حرکت میں لا کر اسے تولتے ہوئے عبداللہ قراتگین کو دے مارے گا اور اس کا خاتمہ کر دے گا۔"

چندوار جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک سلطان اور سارے سالار چپ چاپ رہے، سلطان سوچتا رہا یہاں تک کہ اس نے چندوار کو مخاطب کیا۔

"اس ساری کارروائی کی اطلاع تمہیں کس نے دی؟"

"اس کی اطلاع مجھے راج کماری کوشل دیوی نے دی۔" چندوار نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اور کوشل دیوی کو اس کی خبر کیسے ہو گئی؟"

اس پر چندوار مسکرایا اور کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! بات یہ ہے کہ آپ کو خراج دینے سے انکار کے بعد جب اس نے سرکشی اور نافرمانی اختیار کر لی تب اس نے مختلف علاقوں کی طرف اپنی مدد کے لئے پیغام بھجوائے۔ اس موقع پر ایک وفد بٹھنڈہ سے اس کے پاس آیا۔ بٹھنڈہ والوں نے ہی پیش کش کی تھی کہ ان کے پاس ایک ایسا تیغ زن ہے جس کا نام مہانندن ہے۔ وہ انفرادی مقابلے میں ہر صورت میں عبداللہ قراتگین کو زیر کر دے گا۔ اب بٹھنڈہ والوں کو بڑا لالچ اور لوبھ ہے۔ شاید آپ کو خبر ہو گی کہ اس سے پہلے بٹھنڈہ کے راجکمار راج کنور سے کاشی کماری کی سگائی ہوئی تھی۔ یہ سگائی کاشی کماری کی مرضی کے خلاف ہی ہوئی تھی اس لئے کہ اس وقت وہ نابالغ تھی۔ اسے بھلے برے کی کچھ خبر نہ تھی۔ جب راج کنور مارا گیا تو بٹھنڈہ کے راجہ نے کاشی کماری کا رشتہ اپنے دوسرے بیٹے گووند راج کے لئے مانگا لیکن کاشی کماری نے اس کے ساتھ شادی

Marfat.com

کرنے سے انکار کر دیا۔
جو کچھ مجھے کوشل دیوی نے بتایا ہے اس کے مطابق اس کی بہن کاشی کماری عبداللہ قراتگین سے متاثر ہوئی اور اس طرح متاثر ہوئی کہ جب عبداللہ قراتگین نے انفرادی مقابلوں میں کوئی راج، راج کنور اور نندی وردن کو ہرا کر ان کے سر کاٹ دیئے، تب بقول راج کماری کوشل دیوی اس کی بہن کاشی کماری عبداللہ قراتگین کی طرف مائل ہوئی اور اس سے محبت کرنے لگی۔ اسی محبت کی بنا پر وہ اپنے لشکر سے نکل کر آپ لوگوں کے لشکر میں قاضی شیراز کے پاس آئی اور پھر قاضی شیراز ہی کے ہاں اس نے اسلام قبول کیا اور اسی کے ذریعہ عبداللہ قراتگین تک پہنچ گئی۔"
یہاں تک کہنے کے بعد چندوار جب خاموش ہوا تب ایک بار پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔
"شاید تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ کوشل دیوی نے میرے سالار عبداللہ قراتگین کو قتل کرنے کی قسم اور سوگند کھا رکھی ہے اس لئے کہ اس نے ایک تیغ زن کوی راج کو ہلاک کیا تھا جس کی طرف کوشل دیوی مائل تھی۔"
اس پر چندوار مسکرایا اور کہنے لگا۔
"سلطانِ محترم! کوشل دیوی کسی کوی راج کی طرف مائل نہیں تھی۔ کوی راج راجہ جے پال کی سلطنت میں سب سے اعلیٰ، سب سے بڑا اور خونخوار قسم کا تیغ زن سمجھا جاتا تھا اور کوشل دیوی کو اس کی تیغ زنی اور جنگی ہنر مندی پسند تھی۔ کوی راج کی طرف محبت کو سامنے رکھتے ہوئے وہ کبھی اس کی طرف مائل نہیں ہوئی لیکن جب کوی راج آپ کے سالار عبداللہ قراتگین کے ہاتھوں مارا گیا تب یہ معاملہ آپ سے آپ ختم ہو گیا۔ دراصل عبداللہ قراتگین کو ختم کرنے کے لئے کوشل دیوی نے سوگند اس لئے کھائی تھی کہ راجہ جے پال نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ بار بار کوی راج کو انفرادی مقابلوں کے لئے اُتارا کرے گا اور اس طرح آپ کے سالاروں کا یکے بعد دیگرے خاتمہ کرتے ہوئے آپ کے لشکر میں ضعف اور کمزوری پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن ایسا چونکہ نہیں ہو سکا، عبداللہ قراتگین نے پہلے ہی انفرادی مقابلہ میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس بنا پر کوشل دیوی نے عبداللہ قراتگین کے خاتمہ کے لئے سوگند

Marfat.com

کھائی تھی۔

جس وقت لاہور میں یہ خبر پہنچی تھی کہ کاشی کماری عبداللہ قراتگین کی بیوی بن چکی ہے تب کاشی کماری کے اس فیصلہ کو بھی کوشل دیوی نے ناپسند کیا تھا لیکن اب حالات یکسر بدل گئے ہیں۔ اس لئے کہ بٹھنڈہ کا راجہ چاہتا ہے کہ اگر کاشی کماری کی شادی گووِند راج سے نہیں ہوسکتی تو پھر کوشل دیوی کی شادی اس کے راجکمار گووِند راج سے کر دی جائے۔ اس طرح بٹھنڈہ اور لاہور کی راجدھانیوں کے درمیان ایک تعلق، ایک واسطہ، ایک رشتہ قائم ہو جائے گا جس سے دونوں کی عسکری طاقت اور قوت میں اضافہ ہوگا۔

اب جو گووِند راج کے لئے کوشل دیوی کا رشتہ مانگا جا رہا ہے تو اس کے لئے ہمارا نیا راجہ جے پال ثانی رشتہ دینے کے لئے تیار ہے لیکن کوشل دیوی نے یہ شرط رکھی ہے کہ یہ رشتہ اس جنگ کے بعد طے کیا جائے اس لئے کہ اس جنگ کے بعد کوشل دیوی کا ارادہ ہے کہ وہ زیرِ زمین چلی جائے گی۔ اس لئے کہ ہمارے لشکر میں ایک سالار ہے، وہ کوشل دیوی کی ماں کا دور کا رشتہ دار ہے اور کوشل دیوی اور کاشی کماری دونوں کو اپنی بہن خیال کرتا ہے۔ لہٰذا جب یہ خطرہ گہرا ہو جائے گا کہ کوشل دیوی کی شادی گووِند راج سے کر دی جائے تو کوشل دیوی تہہ خانہ میں چلی جائے گی اور جب حالات کسی قدر درست ہو جائیں گے تو پھر وہ باہر آ کر معمول کی زندگی کے دن گزارنے لگے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد چندوار رکا، دوبارہ اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے پاس ایک تھیلی بھی ہے، جو راجکماری کوشل دیوی نے اپنی بہن کاشی کماری کے لئے بھیجی ہے۔ اس تھیلی میں کیا ہے، یہ تو میں نے نہیں دیکھا، وہ میرے پاس امانت ہے اور میں اسے راجکماری کاشی کماری تک پہنچانا چاہتا ہوں۔"

چندوار رکا تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان نے پوچھ لیا۔

"کیا کاشی کماری تمہیں شکل سے پہچانتی ہے اور تم بھی اسے پہچان پاؤ گے؟"

اس پر چندوار مسکرایا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''سلطانِ محترم! میں لاہور کے راج محل کے اندر ہی کام کرتا ہوں۔ میری حیثیت محل کے خادموں کی سی ہے۔ راجکماری کاشی کماری مجھے اچھی طرح جانتی ہیں۔ میں بھی انہیں پہچانتا ہوں۔ اگر ہمارا سامنا ہو جائے تو یہ خود ہی ثابت ہو جائے گا کہ وہ مجھے پہچانتی ہیں یا نہیں۔''

اس پر سلطان مسکرایا اور چندوار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ جو میرے پہلو میں جوان کھڑا ہے، یہی عبداللہ قراتکین ہے۔ اس سے ملو، یہ تمہیں اپنی بیوی کاشی کماری کے پاس لے کر جائے گا۔''

چندوار آگے بڑھا، پُرجوش انداز میں اس نے عبداللہ قراتکین سے مصافحہ کیا، پھر بڑے متاثر کن انداز میں کہنے لگا۔

''آپ کی جرأت مندی، آپ کی بہادری اور آپ کی تیغ زنی کے چرچے اب تو ہندوستان کی مختلف راجدھانیوں میں دور دور تک پھیل گئے ہیں اور بڑے بڑے تیغ زن آپ کا نام سن کر لرزتے کانپتے ہیں۔''

اس پر عبداللہ قراتکین نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ سب میرے خداوند قدوس کی مدد کا نتیجہ ہے کہ میں انفرادی مقابلوں میں کامیاب اور کامران رہا ہوں۔''

اس موقع پر عبداللہ قراتکین سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

''عبداللہ میرے بیٹے! چندوار کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور پہلے اسے اپنی بیوی سے ملاؤ، پورے حالات اسے بتاؤ، اس کے بعد لشکر میں اس کے قیام کا اہتمام کرو۔''

اس پر چندوار خوف زدہ سے انداز میں کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! راجکماری کاشی کماری سے ملنے کے بعد میں یہاں رکوں گا نہیں، فوراً واپس چلا جاؤں گا۔ جب ہمارا لشکر یہاں آپ کے سامنے پہنچ جائے گا تو میرے لئے خطرات اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ لشکر کے آنے سے پہلے ہی میں دائیں بائیں سے چکر کاٹتا ہوا آگے نکل جاؤں گا اور لشکر میں سے اگر کسی کو خبر ہو گئی کہ میں یہاں موجود ہوں تو مجھ پر ضرور شک کیا جائے گا کہ میں کس سلسلے میں ادھر آیا ہوں۔

Marfat.com

اور یہ بھی ممکن ہے مجھ پر جاسوسی کا الزام لگا کر مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ لہٰذا اپنی راجکماری کاشی سے ملنے کے بعد میں رکوں گا نہیں، کوچ کر جاؤں گا۔"

سلطان نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا لہٰذا سلطان کے کہنے پر عبداللہ قراتگین چندوار کو اپنے ساتھ لشکر کے پیچھے پڑاؤ کی طرف لے گیا تھا۔

کاشی کماری اپنے خیمے میں اس وقت اکیلی بیٹھی تھی کہ خیمے میں عبداللہ قراتگین داخل ہوا۔ اس کی آمد پر کاشی کماری اُٹھ کھڑی ہوئی، مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا، پھر عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب ہی بٹھا لیا، اس کے بعد کہنے لگی۔

"لگتا ہے دشمن کا لشکر ابھی نہیں آیا جس کی بنا پر سارے سالار اپنے خیموں کی طرف چلے گئے ہیں۔"

اس پر عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

"سارے سالار نہیں، میں اکیلا آیا ہوں اور ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

کاشی کماری پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی۔ عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا مجھ سے کوئی خطا، کوئی غلطی ہو گئی جو آپ مجھ سے اس وقت گفتگو کرنے کے لئے آئے ہیں؟"

عبداللہ قراتگین نے اپنے لباس کے اندر سے وہ تھیلی نکالی جو چندوار راجکماری کوشل دیوی سے لے کر آیا تھا۔ وہ تھیلی عبداللہ قراتگین نے کاشی کماری کے سامنے رکھ دی، پھر کہنے لگا۔

"کاشی! اس خرجین کو دیکھو۔ کیا تم اس خرجین اور اس کے اندر جو سامان ہے اس کی پہچان رکھتی ہو؟"

کاشی کماری نے پہلے خرجین کو غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر تعجب کی لہریں پھیلی تھیں۔ آنکھوں کے اندر ایک نئی اور انوکھی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جب اس نے اس تھیلی کا منہ کھولا تو تھیلی کے اندر جو سامان تھا اسے دیکھ کر اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پھر عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

Marfat.com

"یہ خرجین آپ نے کہاں سے لی؟ یہ خرجین تو ہماری خاندانی ہے اور پھر اس کے اندر جو جواہرات اور دوسرا قیمتی سامان ہے یہ میری ماتا، میری بہن کوشل دیوی اور میرا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کاشی کماری رکی، کچھ دیر تک بڑے غور اور تجسس بھرے انداز میں وہ عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

"آپ خاموش کیوں ہیں؟ بتائیں نا، یہ خرجین آپ نے کہاں سے لی؟ اس کے اندر جو سامان ہے یہ آپ کو کس نے دیا؟"

کاشی کماری کے اس تجسس کو دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین مسکرایا، پھر اس نے بلند آواز میں کہا۔

"اندر آجاؤ"

اس کے یہ الفاظ ادا کرنے تھے کہ خیمے کے دروازے پر چندوار نمودار ہوا۔ اس وقت عبداللہ قراتگین نے کاشی کماری کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"ڈھلی ہوئی عمر کا یہ شخص جو تمہارے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا ہے کیا تم اسے جانتی ہو؟"

بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کاشی کماری اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی، اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر کاشی کماری اپنی خوشی اور اپنی بے حد مسرتوں کو قابو کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ چندوار ہے۔ اس کا تعلق ہمارے راج محل سے ہے۔"

اس موقع پر کاشی کماری کا ہاتھ پکڑ کر عبداللہ قراتگین نے اسے اپنی جگہ بٹھا دیا، پھر دروازے کی طرف گیا، چندوار کا ہاتھ پکڑ کر اندر لایا، اسے اپنے قریب بٹھایا، اس کے بعد چندوار نے پورے حالات تفصیل کے ساتھ کاشی کماری سے کہہ دیئے تھے۔

جب تک چندوار بولتا رہا، بڑے انہماک، بڑے غور سے کاشی کماری سب کچھ سنتی رہی۔ جب وہ خاموش ہوا، تب کاشی کماری نے فکرمندی میں عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

"آپ اس انفرادی مقابلہ میں حصہ نہیں لیں گے؟"

Marfat.com

عبداللہ قراتکین پُرشوق انداز میں کاشی کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کاشی کماری! تم حواس میں تو ہو؟ ایک شخص اپنے لشکر سے نکل کر مجھے انفرادی مقابلے کی دعوت دے، للکارے تو کیا تم یہ پسند کرو گی کہ تمہارا شوہر بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے مقابلے پر نہ جائے؟ اس نے جو دھوکے اور فریب کو استعمال کرنا ہے، اس کا سدِ باب میں پہلے ہی کرلوں گا۔ اس سلسلہ میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کاشی دیکھو! میں جانتا ہوں تم کس قدر مجھے چاہتی ہو اور میرے دل میں تمہاری محبت، تمہاری چاہت کی قدر بھی کتنی ہے اس کا اندازہ تمہیں بھی ہے........''

یہاں تک کہتے کہتے عبداللہ قراتکین کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ کاشی کماری پھر فکرمند لہجے میں کہنے لگی۔

''اگر یہ بات ہے تو آپ ایک فالتو ڈھال اپنی چھاتی پر لٹکا کر جائیں گے۔ وہ کسی بھی وقت دھوکا اور فریب سے کام لیتے ہوئے آپ کو اپنے نیزے کا نشانہ بنا سکتا ہے۔''

جواب میں مسکراتے ہوئے عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

''کاشی! تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بس میرے لئے دعا کرنا۔ جب تک میرے اللہ کی مدد، میرے خداوند قدوس کی حمایت اور تمہاری دعائیں میرے ساتھ ہیں، مجھے کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ میرے رب نے چاہا تو اس مقابلے میں بھی میں سُرخرو رہوں گا۔ اگر میں کامیاب ہو کر نکلتا ہوں تو کاشی! یقیناً اس میں تمہاری بھی عزت افزائی ہے۔''

اس فیصلہ پر چندوار اُٹھ کھڑا ہوا اور کاشی کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''راجکماری! اب مجھے اجازت دیں، میں پہلے ہی آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میرا یہاں زیادہ قیام کرنا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔''

اس موقع پر عبداللہ قراتکین نے کاشی کو مخصوص اشارہ کیا جس پر اٹھ کر وہ خیمے کے ایک کونے میں گئی، چھوٹی سی ایک خرجین لے کر آئی جس کے اندر سنہری سکے تھے۔ وہ خرجین اس نے چندوار کی طرف بڑھائی اور کہنے لگی۔

Marfat.com

"یہ میری طرف سے آپ کا انعام ہے کہ آپ نے مجھے خوشیوں بھرا انعام دیا۔"
چندوار کہنے لگا۔

"میں کچھ نہیں لوں گا۔ جو کچھ میں نے کیا ہے، میرے فرائض میں شامل تھا۔"
اس پر کاشی کماری نے اسے زبردستی وہ نقدی کی تھیلی تھما دی۔ پھر کاشی کماری اپنے خیمے ہی میں رہی۔ چندوار کو عبداللہ قراتگین اپنے پڑاؤ سے باہر تک چھوڑنے گیا۔ چندوار وہاں سے روانہ ہو گیا جبکہ عبداللہ قراتگین اپنے لشکر میں اس سمت کا رخ کر رہا تھا جہاں سلطان محمود غزنوی اپنے سالاروں کے ساتھ بیٹھا تھا۔

Marfat.com

مارگلہ کے میدانوں میں سلطان محمود غزنوی اور لاہور کے راجہ جے پال ثانی اور اس کے حواری آمنے سامنے ہوئے۔

جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے کچھ دیر تک دونوں لشکروں کے اندر ہولناک انداز میں نعرے بلند ہوتے رہے تھے۔ راجہ جے پال ثانی کے لشکر میں ان گنت طبل ایک سرے سے دوسرے سرے تک حتیٰ کہ پڑاؤ میں بھی خوف ناک آوازوں کے ساتھ بج اُٹھے تھے۔ ایسے میں جے پال ثانی اور بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کا انتخاب کردہ تیغ زن مہانندن اپنے لشکر سے نکلا، گھوڑے کو دوڑاتا ہوا دونوں لشکروں کے بیچ میں آیا، گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روکا، اس کے بعد اس نے عبداللہ قراتگین کا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لئے للکارا تھا۔

سلطان کے لشکر کی ترتیب وہی پرانی تھی۔ لشکر کے دائیں بائیں پہلوؤں پر بڑے سالار ارسلان اور عبداللہ طائی تھے، وسطی حصہ میں سلطان کے ساتھ ایاز بن الحق، عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین تھے جبکہ ارسلان اور عبداللہ طائی کے ساتھ بھی کچھ دوسرے سالاران کی نیابت کر رہے تھے۔

مہانندن نے جب دونوں لشکروں کے بیچ میں آ کر انفرادی مقابلے کے لئے للکارا تب عبداللہ قراتگین نے سلطان کی طرف دیکھا۔ سلطان مسکرایا، اثبات میں گردن ہلائی۔ اس کے ایسا کرنے پر عبداللہ قراتگین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی جب انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی تب سلطان محمود غزنوی نے آسمان کی طرف دیکھا اور انتہائی رقت آمیز

Marfat.com

آواز میں کہنے لگا۔

"میدان میں اُترو۔ خدا تمہارا حامی اور ناصر ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین اپنے گھوڑے کو وحشیانہ انداز میں بھگاتا ہوا مہانندن کے سامنے گیا۔

اسے دیکھتے ہی مہانندن کہنے لگا۔

"میرا نام مہانندن ہے اور تمہارا نام یقیناً عبداللہ قراتگین ہے۔ میں نے سنا ہے اس سے پہلے تم تین انفرادی مقابلے جیت چکے ہو اور تمہارے ہاتھوں جو تینوں تیغ زن مارے گئے وہ بڑی اہم شخصیات تھے، لہٰذا ان کا انتقام کسی نہ کسی وقت تو لیا جانا تھا۔ اور میرے خیال میں وہ وقت آن پہنچا ہے کہ جس طرح تم نے کوی راج، راج کنور اور کھکروں کے سالار نندی وردن کی گردن کاٹی تھی، مارگلہ کے ان میدانوں میں ویسے ہی میں تمہاری گردن کاٹوں گا۔"

مہانندن جب خاموش ہوا تب دھیمے لہجے میں ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

"یہ تو وقت بتائے گا اور میرا مہربان رب فیصلہ کرے گا کہ تم گردن کاٹتے ہو یا کٹواتے ہو۔"

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ کے جواب میں مہانندن نے ایک خوف ناک قہقہہ لگایا، پھر بپھرے ہوئے ریچھ کی طرح جھاگ چھوڑتے ہوئے عبداللہ قراتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ وقت ہی بتائے گا اور اس میدان میں سب دیکھیں گے کہ میں کس طرح تیری خواہشوں کے منہ زور سمندر میں تشنگی کی کمٹی نا اُمیدیاں اور تیرے خشک ہونٹوں پر پیاس کے پہرے لگاتا ہوں۔ یاد رکھنا! جب میری ضرب تم پر پڑے گی تو تمہارے چہرے کی سرخی کو میں زردی میں بدل کر رنج و غم کی بے کراں آگ بھڑکاتا چلا جاؤں گا۔"

عبداللہ قراتگین! چند انفرادی مقابلے جیت کر تُو اپنی حدود سے باہر نکل چکا ہے۔ آج جب میں زندگی کو ناپسند کرتے ظلم و تشدد کے ساگر کی طرح تم پر وارد ہوں

Marfat.com

گا اور موت کے لمحوں میں رقص کرتی نحوست کی گھڑیاں تم پر وارد کروں گا تو یاد رکھنا لمحوں کے اندر میرے سامنے تیری حالت روتے بچوں، بھاگتی عورتوں، حرماں نصیب بیواؤں، دل گرفتہ افسردہ بوڑھوں، اُجڑے کھیت کھلیانوں، ویران باغوں، تاکستانوں، صحرا کی اندھی تحریروں، بے مفہوم بانجھ کوکھ سے بھی ابتر ہو کر رہے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مہانندن جب خاموش ہوا تب کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

"دیکھ، بے ہودہ لاف و گزاف مت کر۔ اس سے پہلے بھی میرے ہاتھوں مرنے والے تیری ہی طرح ایسی ہی تکبر اور گھمنڈ آمیز گفتگو کرتے تھے۔ پر یاد رکھنا کہ تجھ جیسے چنگھاڑتے درندے، تجھ جیسے سر پیٹتے جنونی، تجھ جیسے کرب و الم بھری یلغاروں اور ظلم وستم کی یورش کرنے والے میں نے بہت دیکھ رکھے ہیں مہانندن! یاد رکھنا، جب تُو مجھ سے ٹکرائے گا تو میں اس میدان کے گھاس کا ہر تنکا تیرے لئے نشتر و پتھر، تیرے لئے خنجر بنا کر رکھ دوں گا۔ جب میری تلوار کی ضرب تم پر پڑے گی تو اس ضرب کی صداؤں کے اندر ایسے شعلے اُٹھیں گے کہ تیری زبان کا کانٹا تیرے حلق کا پھندا بنتے چلے جائیں گے۔ سن مہانندن! تُو اندھی گھٹن کے ادھورے خواب دیکھ رہا ہے۔ تُو نہ گفتہ معنی کی ادھوری تحریروں کا سہارا لے رہا ہے۔ مہانندن! تُو کاسۂ وقت میں دفن سپنوں کے پیچھے عبث بھاگ رہا ہے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتائے دیتا ہوں، تیرا میرا جب ٹکراؤ ہو گا تو تیرے جسم کے منشور سے میں روشنی کی قوس کی طرح گزر کر گردشِ لیل و نہار میں تجھے بے معنی لمحوں کی بہتی رال کی طرح بے کار بنا کر رکھ دوں گا۔

مہانندن! ایک دوسرے کے خلاف گفتگو کر کے ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ دیکھ، تیرے لشکر والے بھی اور میرا پورا لشکر بھی ہم دونوں کے انفرادی مقابلے پر نگاہیں جمائے ہوئے ہے۔ آ، اپنے کام کی ابتدا کریں تا کہ دیکھنے والے دیکھیں موت کس کے سر پر اپنی تاریکیاں پھیلاتی ہے اور فتح مندی کس کے سر پر کامیابی اور فوز مندی کے تاج سجاتی ہے۔"

عبداللہ قراتگین کی اس گفتگو سے مہانندن نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اس نے

Marfat.com

اپنے سامنے اپنی ڈھال اور تلوار کو لہرایا، اس کے بعد اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، پھر وہ عبداللہ قراتگین پر امیدوں کے لباس کو لیر لیر کرتے خوف ناک جذبوں، چاروں طرف بچھی اندھیرے کی بکل سے اُٹھتے قہر بھرے جھکڑوں اور سناٹوں کی چھاؤں، مایوسیوں کے نقاب اتار کر ذلت کے خرابے کھڑے کرتی دکھ کی لہروں اور درد بھری نفرتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

مہانندن کے وار روکنے کے ساتھ ہی ساتھ عبداللہ قراتگین بھی دل کی دھڑکنوں کو بے ربط کرتی ہزیمت کی رسوائیوں کے خوف، موت کا پیغام دیتی دکھ کی تنہائیوں، روحوں کو لخت لخت، قلب کو دریدہ، جسموں کو ریزہ ریزہ، سانسوں کو لرزیدہ کرتی تقدیر کی بدترین علامتوں، زندگی کی گراں مسافتوں میں نظر نظر سراب کھڑے کرتے وحشتوں کے رقص کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک عبداللہ قراتگین اور اس کا مدِ مقابل مہانندن جم کر ایک دوسرے پر ضربیں لگاتے رہے۔ مہانندن جو اپنے آپ کو نہایت نایاب تیغ زن خیال کرتا تھا، وہ اسی وہم وگمان میں تھا کہ اسے اپنا دھوکا اور فریب کا حربہ استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور وہ عبداللہ قراتگین کو زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

لیکن جب اس نے یہ اندازہ لگایا کہ عبداللہ قراتگین تو اب آہستہ آہستہ نہ صرف اس پر حاوی ہوتا چلا جا رہا ہے بلکہ اس کے اندر تھکاوٹ کے آثار پیدا ہونے لگے ہیں جبکہ عبداللہ قراتگین کے حملوں میں مزید تیزی پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے تب اس نے اپنے آپ کے لئے قراتگین کو ایک ہولناک خطرہ سمجھنا شروع کر دیا۔ اب اس نے اپنی جان بچانے کی خاطر اپنے فریب کا حربہ استعمال کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک دم اس نے اپنے گھوڑے کو تھوڑا سا پیچھے ہٹایا لیکن اس کی بدبختی کہ عبداللہ قراتگین اس پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ جونہی مہانندن نے اپنی تلوار اپنے ڈھال والے ہاتھ میں پکڑی اور اپنا دایاں ہاتھ گھوڑے کی زین کی طرف لے جانا چاہا، عبداللہ قراتگین اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا چکا تھا۔ گھوڑا ہنہناتا ہوا آگے بڑھا اور اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین کی تلوار جب بلند ہو کر گری تو مہانندن کا بایاں شانہ کاٹتی چلی گئی تھی۔

چونکہ مہانندن نے اپنی تلوار اور ڈھال دونوں اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ رکھی تھیں

Marfat.com

اور اس کا بایاں شانہ کافی نیچے تک زخمی ہو چکا تھا، لہٰذا اس کے ہاتھ سے اس کی تلوار اور ڈھال دونوں گر گئیں اور وہ خود بھی گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا۔

عبداللہ قراتگین جست لگاتے ہوئے نیچے اُترا۔ اس نے زمین پر لیٹے اور کراہتے ہوئے مہانندن کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"مہانندن! تم نے دیکھا، تقدیر کا فیصلہ۔ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تو تم مجھے ہولناک انتقام لینے کی دھمکی دیتے تھے، یہ بھی کہتے تھے کہ تم مجھے اپنے سامنے بچوں اور بھاگتی عورتوں کی طرح بھگا کر رکھ دو گے، یہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ میری حالت تم دل گرفتہ افسردہ بوڑھوں اور اُجڑے کھیت کھلیانوں کی سی کر کے رکھ دو گے، لیکن میں دیکھتا ہوں تم نے کچھ بھی نہیں کیا بلکہ تم خود آسودگی اور شرم سے محروم پستی و ذلت کی طرح زمین پر پڑے ہو۔ مہانندن! انفرادی مقابلہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ جب کوئی انفرادی مقابلہ کی دعوت دیتا ہے تو وہ گویا دوسرے کے ساتھ ساتھ خود اپنی موت کو بھی پکارتا ہے۔ مہانندن! اس سے پہلے کوی راج، راج کنور اور نندی وردن نے بھی تم جیسی ہی حرکت کی تھی۔ مجھے انفرادی مقابلہ کی دعوت دی تھی اور مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تکبر اور گھمنڈ کی لاف زنی کی تھی، لیکن میں نے ان تینوں کے سر کاٹے تھے۔ میں اپنے خداوند قدوس کا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ آج چوتھے انفرادی مقابلہ میں بھی اس نے مجھے سرخرو رکھا اور میں تمہیں اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب رہا۔ مہانندن! وقت کم ہے، ورنہ میں تمہارے ساتھ مزید گفتگو کرتا۔"

اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین نے اپنی تلوار بلند کر کے لہرائی اور مہانندن کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مہانندن کے گھوڑے کو ہانکتا ہوا اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

انفرادی مقابلہ میں ذلت آمیز شکست اٹھانے کے بعد جے پال ثانی اور اس کے حمایتی سالاروں اور راجاؤں نے آخر سلطان محمود غزنوی کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کا ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کو چہروں کو شکن شکن کرتی حیوانی خواہشوں، تن کو لخت لخت کرتی عداوت و رقابت کی طرح آگے بڑھایا، اس کے بعد وہ سلطان محمود

Marfat.com

غزنوی کے لشکر پر حشر برپا کرتی بے قراری و بے اضطرابی، آسودہ فضاؤں میں روندنے اور پامال کرنے والی موت اور اعضاء شکنی طاری کرتے تیز جھونکوں کے خروش اور ویرانۂ حیات کے گوشوں کو لہولہو کر دینے والے ستم خوردہ ادبار کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سلطان محمود غزنوی بھی دفاع پر نہیں آیا تھا، شروع ہی میں وہ جارحیت پر اُترا۔ چنانچہ اس نے بھی اپنے لشکر کو اعصابی ضعف طاری کرتی قہر کی خونخواری کی طرح آگے بڑھایا، ساتھ ہی اس نے اور اس کے تمام لشکریوں نے بھی اس طرح تکبیریں بلند کیں جیسے پیمانۂ مشیت میں زلزلوں کی دھمک اُٹھ کھڑی ہو یا زندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرسنی و فاقہ کشی، انتقام کی پیاس اور آتش جبر کی پھیلتی لکیروں نے ہر چیز کو اپنی گرفت میں لینا شروع کر دیا ہو۔ اس کے بعد سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ راجہ جے پال اور اس کے حواریوں پر نا اُمیدیوں اور محرومیوں کی لہریں طاری کرتے قضا کے ساربانوں، خدوخال اور اعضاء پر مدقوق کیفیت طاری کر دینے والے اجل کے کاروانوں کے سالاروں، اپنے پیچھے ہولناک ستم کے نشان، اندھے جبر کی علامتیں چھوڑتے فوق العادت قہرمانی کے مدوجزر اور عذابوں کے قلزم کھڑے کرتی مایوسی میں لپٹی مرگ حیات کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یوں مارگلہ کے ملحقہ میدانوں کے اندر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے بربادی کے سرمئی سائے، شوریدہ حدتیں، اعصاب و چھلاوے کی سی درد پھیلاتی تاریکیاں، زیروزبر کرتی خوفناک صدائیں اور بے کیف کرتی شوریدہ حدتوں نے رزم گاہ کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا تھا۔

کچھ دیر تک ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ راجہ جے پال ثانی جواں سال تھا۔ پُرجوش اور خونخوار بھی تھا۔ شروع میں تو اس نے بڑے تیز حملے کیے لیکن جب سلطان محمود غزنوی، اس کے سالاروں اور لشکریوں نے اس کے تیز حملوں کا جواب دیتے ہوئے اس کے لشکریوں کو بری طرح کاٹنا شروع کر دیا تب راجہ جے پال ثانی نے خود ہی محسوس کر لیا کہ سلطان محمود کے سامنے اس کے لشکر کی حالت محرومیوں کے سایوں، اُجاڑ غاروں کی دُھند، عناصر کے نالہ و ماتم، مایوسیوں کے بھنور، ناآسودگی کی

Marfat.com

تلخیوں اور مایوسی میں لپٹی مرگِ ظلمت جیسی ہونا شروع ہو گئی ہے۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ میدانِ جنگ میں وہ جدھر نگاہ دوڑاتا تھا اسے اپنے ہی لشکریوں کی لاشیں نظر آتی تھیں۔ لہٰذا اسے یقین ہو گیا کہ اگر معاملہ اسی طرح رہا تو مسلمان اس کے سارے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیں گے۔ چنانچہ شکست اٹھا کر وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ مارگلہ کے میدانوں میں شکست اٹھانے کے بعد راجہ جے پال ثانی جسے بھیم پال بھی لکھا گیا ہے، جہلم کی جانب بھاگا۔ اس کا رخ اب اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے کوہستانِ بالی ناتھ کی طرف تھا۔ غالباً یہ ٹِلہ یا قدیم شاہراہِ اعظم کے قریب واقع نندونہ نام کا قلعہ تھا جس کی طرف اس کا رخ تھا۔ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ محصور ہو کر وہ اپنے آپ کو محفوظ کرنا چاہتا تھا۔ اس قلعہ کا مقام کوہستانِ نمک کے قریب بتایا جاتا ہے جو ٹلہ سے لگ بھگ 20 میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔

کچھ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نندونہ نام کا وہ قلعہ جس کی طرف شکست اٹھانے کے بعد جے پال ثانی بھاگا تھا، وہ کھیوڑہ اور کلر کہار کے درمیانی علاقہ میں تھا۔ بخشی سنگھ اپنی کتاب ''پنجاب سلاطین کے دورِ حکومت میں'' میں لکھتا ہے کہ نندونہ نام کا قلعہ موجودہ چوآسیدن شاہ کے مغرب میں 14 میل کے فاصلے پر تھا۔

قلعہ میں محصور ہو جانے کے بعد سب سے پہلا کام جے پال ثانی نے یہ کیا کہ اس نے اپنے لشکر کے دستے پہاڑی درّوں میں بٹھا کر درّوں کے راستوں کو بند کر دیا اور خود پہاڑوں کی اوٹ میں قلعہ بند ہو کر دفاعی لڑائی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ قلعہ کی طرف جانے والے راستوں کی حفاظت کے لئے جنگی ہاتھی اور کئی لڑاکے دستے مقرر کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی بھی اپنے لشکر کی ہر چیز کے علاوہ راجہ جے پال ثانی کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹتا ہوا جے پال کے پیچھے پیچھے نندونہ نام کے اس قلعے کے پاس پہنچ گیا۔ چونکہ جے پال ثانی نے سلطان محمود غزنوی کے خلاف بغاوت اور سرکشی کی تھی، نافرمانی کا مظاہرہ کیا تھا اور جو خراج کی رقم اس کا باپ ادا کیا کرتا تھا وہ دینے سے اس نے انکار کیا تھا، لہٰذا سلطان محمود غزنوی نے جے پال ثانی کو اس کے کیئے کی سزا دینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

Marfat.com

دوسری طرف راجہ جے پال ثانی نے نندونہ نام کے قلعے میں محصور ہونے کے بعد سلطان محمود غزنوی کی آمد سے پہلے ہی پہلے اپنے تیز رفتار قاصد اپنے مرکزی شہر لاہور کے علاوہ مختلف راجاؤں کی طرف بھجوائے اور سلطان کے خلاف مدد طلب کی اور ان سے یہ بھی کہا کہ مارگلہ کے کھلے میدانوں میں مسلمانوں کے سلطان کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد وہ دریائے جہلم کے قریب نندونہ نام کے قلعے میں محصور ہو گیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے سلطان کے خلاف اس کی مدد کی جائے تاکہ مسلمانوں کا سلطان اپنے لشکر کو سمیٹ کر واپس جانے پر مجبور ہو اور جے پال ثانی اپنے مرکزی شہر لاہور کا رخ کر سکے۔

Marfat.com

لاہور رنگ محل کے قصر میں ایک روز کوشل دیوی اپنی خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کی خواب گاہ کے دروازے پر سورندی نمودار ہوئی۔ اس کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کوشل دیوی کہنے لگی۔

''سورندی! آگے آؤ۔ میں دیکھتی ہوں تمہارے چہرے پر خوشیاں کھیل رہی ہیں۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟''

اس پر سورندی آگے بڑھی، جس خالی نشست کی طرف کوشل دیوی نے اشارہ کیا تھا، وہاں وہ بیٹھ گئی، پھر کوشل دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''میں واقعی راج کماری! تمہارے لئے اچھی خبر لے کر آئی ہوں اس لئے کہ چندوار واپس آ گیا ہے۔ وہ گزشتہ دن سورج غروب ہونے کے بعد آیا تھا۔ تھکا ہارا تھا لہٰذا رات اس نے آرام کیا اور اب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے...''

سورندی اپنی بات پوری نہ کر سکی، ایک دم بیچ میں بولتے ہوئے کوشل دیوی کہنے لگی۔

''اگر تم اسے کہیں باہر کھڑا کر کے آئی ہو تو فوراً میرے پاس لے کر آؤ۔''

اس پر سورندی اپنی جگہ سے اٹھی، باہر نکلی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی۔ اس کے ساتھ چندوار بھی تھا۔ دونوں کو کوشل دیوی نے اپنی خواب گاہ میں آنے کی اجازت دی اور دونوں ہی کو اپنے سامنے نشستوں پر بٹھا لیا، پھر چندوار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب بتاؤ۔ کیا تمہاری ملاقات عبداللہ قراتگین سے ہوئی؟ اور کیا عبداللہ

Marfat.com

قراتگین میری بہن کاشی کماری کو بھی اپنے ساتھ لایا تھا؟“

اس پر چندوار کہنے لگا۔

”راج کماری! میری ملاقات عبداللہ قراتگین سے بھی ہوئی اور کاشی کماری سے بھی۔“ اس کے بعد پورے حالات چندوار نے تفصیل کے ساتھ کہہ دیئے تھے۔

جب چندوار خاموش ہوا تو کوشل دیوی کچھ دیر تک تو سارے حالات سن کر ان سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر کہنے لگی۔

”تمہاری باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ میری بہن عبداللہ قراتگین کے ساتھ بے حد خوش ہے۔“

اس پر چندوار کہنے لگا۔

”جس وقت میں مسلمانوں کے لشکر میں گیا تھا تو اس وقت سب سے پہلے میری ملاقات مسلمانوں کے سلطان ہی سے ہوئی تھی اور سلطان نے میرا بہترین سواگت کیا تھا۔ میں چونکہ عبداللہ قراتگین کو اس کے چہرے سے نہیں پہچانتا تھا، لہٰذا اس وقت عبداللہ قراتگین بھی سلطان کے پاس کھڑا تھا، جب میں نے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا تو سلطان اور اس کے سارے سالاروں نے خوشی کا اظہار کیا، پھر سلطان نے ہی عبداللہ قراتگین سے کہا کہ وہ مجھے راجکماری کاشی کماری کے پاس لے جائے۔ چنانچہ عبداللہ قراتگین جب مجھے لے کر چلا تو راستے میں میں، عبداللہ قراتگین سے گفتگو کرتا رہا، اس کے اہل و عیال سے متعلق پوچھا، راجکماری کاشی کماری سے متعلق بھی کئی سوالات کیئے۔“

اس پر کوشل دیوی فوراً بول اٹھی۔

”اگر تم نے اس کے گھر والوں سے متعلق پوچھا تو اس کے گھر والے کیسے اور کتنے ہیں؟“

اس پر چندوار کہنے لگا۔

”وہ گھر کے چار افراد ہیں۔ اس کی ماں فوت ہو چکی ہے۔ ایک بھائی ہے نام اس کا سنجر ہے۔ ایک بہن ہے، نام اس کا خیسار ہے۔ مسلمانوں کے سلطان کے لشکر میں ایک اور بڑا سالار ہے، اس کا نام احمد نیالتگین ہے۔ عبداللہ قراتگین کے بھائی

Marfat.com

سنجر کی شادی احمد نیالتگین کی بہن ارجان سے ہو چکی ہے۔ جبکہ احمد نیالتگین کے بھائی عثمان کی شادی عبداللہ قراتگین کی بہن خیسار سے ہو چکی ہے۔ احمد نیالتگین پہلے بھی شادی شدہ ہے اور اس کی بیوی کا نام باشان ہے۔ عبداللہ قراتگین کا باپ زندہ ہے اور اس کا نام قراتگین ہے۔ عبداللہ قراتگین نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا کہ وہ جنگوں میں عموماً راجکماری کاشی کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ خود راجکماری بھی زیادہ سے زیادہ اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ دونوں بے پناہ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد چندوار رکا، اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کوشل دیوی نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا تم نے وہ تھیلی بھی عبداللہ قراتگین کو دی، جو میں نے تمہیں دی تھی؟"

اس پر چندوار نے مسکراتے ہوئے پہلے اثبات میں گردن ہلائی، پھر کہنے لگا۔

"وہ تھیلی میں نے پہلے عبداللہ قراتگین کو دی تھی اور پھر میرے سامنے عبداللہ قراتگین نے وہ تھیلی راج کماری کاشی کے حوالے کر دی تھی۔ اس تھیلی کو دیکھ کر راجکماری کاشی کو جس قدر خوشی اور طمانیت ہوئی اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس نے جب تھیلی کو کھول کر دیکھا تو اس کی خوشیاں مزید دوبالا ہو گئی تھیں۔ وہ آپ کو بڑا یاد کر رہی تھی، آپ کا بہت پوچھ رہی تھی۔"

چندوار کے ان الفاظ پر کوشل دیوی کچھ آبدیدہ اور سنجیدہ سی ہو گئی تھی۔ پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرے لئے یہی سب کچھ ہے کہ میری بہن اپنے گھر میں خوش اور مطمئن ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل دیوی جب رکی تب چندوار کچھ دیر غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر ہچکچاتے ہوئے اور رکتے رکتے کہنے لگا۔

"راجکماری! اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات آپ سے پوچھوں؟"

کوشل دیوی نے غور سے اس کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

"پوچھو۔ میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانوں گی۔"

اس پر چندوار بول اٹھا۔

Marfat.com

''کیا آپ اب بھی اپنی قسم اور سوگند پر قائم ہیں کہ آپ عبداللہ قراتگین کو قتل کریں گی؟''

چندوار کے اس سوال پر پہلے بڑے خوب صورت انداز میں کوشل دیوی نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کو لگائے، پھر کہنے لگی۔

''میری توبہ۔ چندوار! اب ایسا ممکن نہیں ہے۔ عبداللہ قراتگین میری بہن کاشی کماری کا شوہر ہے۔ اس سے پہلے میں یہ سمجھتی تھی کہ کاشی کماری نے عبداللہ قراتگین کے پاس جا کر غلط قدم اٹھایا ہے لیکن اب جو جے پال میری شادی بھٹنڈہ کے راجکمار گووند راج کے ساتھ کرنے پر تلا ہوا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ میری بہن نے ٹھیک کیا تھا۔ وہ اس شخص کے پاس چلی گئی، جسے وہ پسند کرتی تھی۔ میرے لئے سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ میری بہن اس کے پاس گئی کہ جس سے اس نے زندگی میں پہلی بار محبت کی۔ اب میں عبداللہ قراتگین کو قتل کرنا تو بہت دور کی بات، اسے کوئی نقصان پہنچانے کے متعلق بھی نہیں سوچ سکتی۔ اس لئے کہ وہ میری بہن کا شوہر ہے، اس کے ساتھ میرا ایک رشتہ، ایک تعلق، ایک واسطہ ہے۔ لہٰذا میں اسے کیسے اور کیونکر نقصان پہنچا سکتی ہوں؟''

کوشل دیوی کی اس گفتگو سے چندوار اور سورندی دونوں ہی خوش ہو گئے تھے۔ اور پھر دونوں کوشل دیوی سے اجازت لے کر اس کی خواب گاہ سے نکل گئے تھے۔

❀❀❀

راجہ جے پال ثانی نے نندونہ قلعے میں محصور ہونے کے بعد قلعے کی طرف جو راستے جاتے تھے وہ سارے مسدود کر دیئے تھے۔ ان راستوں کے اندر جگہ جگہ تیر انداز بٹھانے کے ساتھ ساتھ اس نے ہاتھی کھڑے کر دیئے تھے تا کہ مسلمانوں کا کوئی بھی دستہ، سلطان محمود غزنوی کے لشکر کا کوئی بھی حصہ ان درں اور راستوں سے ہوتا ہوا قلعہ نندونہ تک نہ پہنچ سکے۔

سلطان محمود غزنوی بھی آندھی اور طوفان کی طرح یلغار کرتا ہوا قلعہ نندونہ پہنچ گیا تھا۔ اس کے مخبر اسے اطلاع دے چکے تھے کہ راجہ جے پال ثانی اور اس کے سارے حمائتیوں اور حواریوں نے نندونہ قلعہ میں محصور ہونے کے بعد قلعے کی طرف جانے

Marfat.com

والے سارے راستے بند اور مسدود کر دیے ہیں۔

اس موقع پر سلطان محمود غزنوی نے سب سے پہلے نندونہ نام کے اس قلعے کا جائزہ لیا اور کوہستانی سلسلے کے اندر جو درّے یا چھوٹے بڑے راستے اس قلعے کی طرف جاتے تھے، ان سب کو بھی دیکھا۔ آخر سارے راستوں اور قلعے کا جائزہ لینے کے بعد سلطان نے وہاں اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد سلطان نے اپنی کارروائیوں کی ابتدا کی۔ سلطان جانتا تھا کہ اگر اس نے انہی درّوں اور راستوں میں سے اپنے لشکریوں کو قلعہ نندونہ کی طرف بڑھانے کی کوشش کی تو اس کے لشکر کا نقصان ہو گا۔ لہٰذا سلطان نے یہ چال چلی کہ قلعے کا محاصرہ کر لیا جائے اور محاصرہ ایسی سختی اور شدت کے ساتھ کیا جائے کہ دشمن کو قلعے سے باہر آنے پر مجبور کر دیا جائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے مختلف دستے مقرر کئے اور یہ لڑاکا دستے رات کی تاریکی میں پہاڑوں پر چڑھ جاتے اور دشمن کو بے پناہ نقصان پہنچا کر واپس آ جاتے۔

یہ کام سلطان محمود غزنوی نے اب روزانہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے لشکر کے مختلف حصے، مختلف سالاروں کی کمانداری میں زندگی اور موت کا کھیل کھیلتے ہوئے اچانک کوہستانی سلسلوں پر چڑھتے اور دشمن کے محافظوں کو بے پناہ نقصان پہنچا کر اپنے پڑاؤ میں لوٹ آتے۔

اسی دوران جے پال ثانی اور اس کے ساتھی راجاؤں کی خوش قسمتی کہ انہیں رسد اور کمک کی صورت میں مدد مل گئی۔ اس طرح ان کے پاس پھر سے ایک بہت بڑا اور جرار لشکر تیار ہو گیا اور ضرورت کا سامان بھی وافر مقدار میں پہنچ گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ راجہ بھیم پال یعنی جے پال ثانی کو دریائے جہلم کے ذریعہ مزید کمک مل گئی۔ یہ کمک ملنے کے بعد راجہ جے پال ثانی کا دماغ ایک بار پھر خراب ہو گیا۔ چنانچہ وہ نندونہ نام کے قلعے سے نکلا اور باہر کھلے میدانوں میں آیا اور سلطان محمود سے ٹکرانے اور اس پر ضرب لگانے کا تہیہ کر لیا۔

چنانچہ ایک بار پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔ اپنے لشکر

Marfat.com

کی تعداد بڑھنے اور رسد اور بے پناہ قوت ملنے کے باعث راجہ جے پال ثانی کا دماغ کسی حد تک آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا تھا۔ اس پر جنون سوار ہو گیا تھا۔ لہٰذا اسی جنونیت کو سامنے رکھتے ہوئے وہ قلعے سے نکل کر کھلے میدانوں میں آیا تھا، صفیں درست کیں، اس کے بعد اپنے لشکر کو اس نے درد کی گہری کسک لئے بہتی طوفان بدوش موجوں اور زیست کے قرینے بگاڑتی جذبوں کی ہولناک شدت کی طرح آگے بڑھایا۔ پھر وہ سلطان محمود غزنوی کے لشکر پر دلدلوں کی چھاؤں سے اُٹھتے تباہ کن سیلاب، مبتلائے رنج و غم کرتے پُرغیض و پُرغم اور بدمست قہرمانوں کی خودسری کے سیلِ بے کراں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان نے بھی فوراً اپنے کام کی ابتدا کی۔ پہلے اس نے اپنے سارے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ کرب کے صحراؤں سے اُٹھتی سیاہ آندھیوں، سرخ کوہستانوں سے نزول کرتی خونی برق و باراں کی طرح تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد سلطان اپنے وسطی حصہ کے ساتھ کرب کے دشت سے اُٹھتے بے چین شراروں کے خروش، جسموں کی فصیلوں کو شکستہ کرتی کرب کی ہولناک ژالہ باری اور سمندر کے اُبلتے سینہ سے اُٹھتے تباہی کے دہکتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ دایاں پہلو بھی حرکت میں آیا اور سلطان کے لشکر کا وہ پہلو بھی دشمن پر صداقتوں کے زندہ نشان چھوڑتے موت کے ہولناک عذابوں، بے چہرگی کے الیے دیتی قضا کے گہرے لمحوں کی یورش، شکستہ کواڑوں پر دستک دیتی برہم مزاج آندھیوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا اور ساتھ ہی ساتھ بائیں پہلو نے بھی برہم مزاج آندھیوں، زندگی کے دشت میں ریزہ ریزہ کرتی سرسراتی ہواؤں، وقت کی گھات سے نکلتی کھولتی اذیتوں کے کہرام اور انقلابی آہنگ کی گونجوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔

اس طرح دونوں لشکر ایک بار پھر نندونہ قلعے کے نواح میں ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے تھے۔ دونوں طرف کے لشکری دفاع کا آخری بند توڑ کر خونی رقابت کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ جنگ کی بھٹی جس وقت اپنے عروج پر آ گئی تھی اور میدانِ جنگ کے اندر چارسُو حملوں کا ایک طوفان اٹھا ہوا تھا، ایسے میں مسلمان

Marfat.com

لشکریوں کے کانوں میں اپنے سلطان محمود غزنوی کی آواز پڑی۔ وہ اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے جنگ کے دوران کہہ رہا تھا۔

"وحدانیت کے پرستارو! رب قادر و قدوس کے عبادت گزارو! کُن کے پاسبانو! ابوبکرؓ کی راست گوئی و سچائی، عمرؓ کی سادگی، عثمانؓ کی حیاء و غم گساری، علیؓ کی جرأت مندی اور شجاعت کے وارثو! قافلۂ رفتگان کے وارثو! بدر و حنین، یرموک و اُحد سے ربط رکھنے والو! تم مسلم قوم کا متحرک خون، ملت کی فتح مندیوں کا سہاگ ہو۔ آؤ! ہمتِ ارجمند کی شہ نشین پر کھڑے ہو کر نعرہ مارو کہ موت کے گروہ کو اپنے سامنے زیر کریں۔ بختِ بلند کے رکھوالو! تکبیریں بلند کرو کہ بحر کے قطرے قطرے میں ہر شے کے اندر ایک نیا انوکھا انقلاب برپا کر دیں۔

سنو میرے ساتھیو! میرے بھائیو! میرے فرزندو! کائنات کی ہر شے نے ختم ہو جانا ہے۔ لافنا صرف میرے محترم رب کی ذات ہی ہے۔ نعرہ مارو کہ زمانے کی دُھول میں وقت کی باگ راس کھینچ کر مہکتی خوشبو سے اپنی کامیابی کو یقینی کریں۔

طوفانوں سے لڑنے والو! برق سے کھیل جانے والو! میرے ساتھ نعرہ مارو کہ ابلیس کی خونخوار اُمنگوں کو لات مار کر فخر و سرفرازی کی اپنی کامرانی پر اپنی مہریں لگائیں۔

رسولِ عربی کی شرافت و نجابت کے وارثو! امام انام حبیبِ خدا کے پیروکارو! نعرہ مارو کہ کوہستانی پتھروں سے زیادہ سنگین بن کر شفق کی طرح نکھری موجوں اور عرفان نصیبی جیسی اپنی فوزمندی کو آخری شکل دیں۔"

سلطان محمود غزنوی کی اس تقریر کے الفاظ نے اس کے لشکریوں اور سالاروں کے جذبات اور احساسات میں ایک آگ بھڑکا کر رکھ دی تھی۔ اور جب سلطان نے اپنی تقریر ختم کی تو کچھ لشکری پوری طرح چیخیں بلند کرتے زور زور سے تکبیریں بلند

Marfat.com

کرتے ہوئے اپنے ردِ عمل کا اظہار کرنے لگے تھے۔ اس کے بعد اپنے اپنے سالاروں کی سرکردگی میں سلطان محمود غزنوی کے لشکری اندھیروں کی طنابیں کاٹتے بگولوں، آتش فشانی طوفانوں اور زمین کی ساری سمتوں کو کھنگال دینے والے موت کے گہرے سمندر کی طرح اپنے مدِ مقابل پر ضربیں لگانے لگے تھے۔

گو اس جنگ میں لاہور کے راجہ جے پال ثانی نے کافی ہاتھیوں کو استعمال کیا، اس کے باوجود مسلمان لشکری اس پر غالب آتے دکھائی دیئے۔ مسلمان لشکریوں نے اپنے سلطان کے حکم پر کئی ہاتھیوں کو بے کار کر دیا تھا اور وہ اپنے لشکریوں کے نقصان کا باعث بننے لگے تھے۔

اس کے بعد جب راجہ جے پال ثانی نے دیکھا کہ سلطان محمود غزنوی کے مقابلے میں اس کے لشکر کی حالت گناہ و رُسوائی کی آوازوں، ہوس و حرص کے طوفانوں کے عذاب، ہولناکی و بدکاری کی اِبتلاؤں، تپتے سسکتے تڑپتے سایوں، زرد پتوں کی ان کہی کہانیوں اور ثقافت کی پستی اور تمدن کی گمراہی سی ہونا شروع ہو گئی ہے تب اس نے شکست قبول کی اور بھاگ کر قلعے میں محصور ہو گیا۔

سلطان، اس کے سالاروں اور لشکریوں پر اب ایک طرح سے جنون طاری ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے، قلعے کا انہوں نے محاصرہ کر لیا۔ قلعے پر تابڑ توڑ حملے کرتے ہوئے قلعے کی ایک دیوار کو گرا مارا اور قلعے میں داخل ہو گئے۔

اس صورتِ حال کو مؤرخین اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ”جے پال ثانی نے اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے عقب یعنی گہرائی میں لشکر کا ایک حصہ رکھا تھا۔ دونوں بازوؤں پر کئی کئی جنگی ہاتھی مع لڑاکا دستوں کے موجود تھے۔ بھیم پال یا جے پال ثانی نے محمود کے لشکر پر سامنے سے حملہ کر دیا لیکن اسے نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ پھر دشمن کے جنگی ہاتھیوں نے بازوؤں سے نکل کر زبردست حملہ کر دیا۔ اسی اثناء میں مسلمانوں کے سالار نکل کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور دشمن کو نقصان پہنچایا۔ سلطان محمود غزنوی کی تیراندازی نے ہاتھیوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ تیر ہاتھیوں کی آنکھوں اور

Marfat.com

سونڈوں میں پیوست ہو گئے اور وہ بلبلا کر اپنے لشکر کے افراد کو روندتے ہوئے واپس بھاگے۔

اس دوران سلطان محمود غزنوی نے عقب کے چند لڑاکا دستوں سے جوابی حملہ کر دیا۔ راجہ جے پال ثانی اس حملے کی تاب نہ لا سکا۔ اس کے بے شمار لشکری مارے گئے اور باقی بھاگ کر قلعے میں محصور ہو گئے۔ سلطان محمود غزنوی اور اس کے سالاروں نے ہلکی منجنیقوں کے ذریعے قلعہ کے اندر پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ قلعے کی دیوار کے تلے سرنگیں کھودی جانے لگیں۔ اسی دوران محصور لشکر پر تیراندازوں کی طرف سے تیروں کی مسلسل بوچھاڑ کی گئی۔

محصور لشکر نے بھاری نقصان اٹھاتے ہوئے اور سلطان محمودؒ غزنوی کے لشکر کی جارحانہ کارروائی سے بد دل ہو کر ہتھیار پھینکنا شروع کر دیئے۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے راجہ جے پال اپنے ساتھیوں، اپنے حواریوں کے ساتھ اپنی جان بچا کر قلعہ نندونہ سے نکل کر کشمیر کے شہر بھمبر کی طرف بھاگا۔"

راجہ جے پال کی شکست اور اس کے پڑاؤ اور اس کے اثاثوں پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان کے پاس مالِ غنیمت کی صورت میں کافی کچھ جمع ہو گیا۔ بہت سے جنگی ہاتھی بھی اسے ملے۔ قلعہ نندونہ کے اندر ایک قدیم پرانا بت تھا۔ اس بت پر کندہ تاریخ کے مطابق وہ بت چالیس ہزار برس پرانا تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے بقول مؤرخین اس بت کو توڑ دیا۔

راجہ جے پال ثانی چونکہ قلعہ نندونہ سے نکل کر کشمیر کی طرف بھاگا تھا اور پہلے اس کا رخ بھمبر کی طرف تھا چنانچہ اس سے نمٹنے کے لئے سلطان محمود غزنوی بھی دریائے جہلم کے کنارے کنارے میر پور کے راستے بھمبر کی طرف بڑھا۔ اسی دوران سلطان محمود غزنوی کے کچھ دستوں کا سامنا کشمیر کے راجہ سنگ رام کے سپہ سالار تنگا سے ہو گیا۔ ان دنوں سردی اپنے زوروں پر تھی۔ لہٰذا سلطان محمود غزنوی نے راجہ جے پال ثانی کے تعاقب میں مزید آگے جانا پسند نہ کیا۔ تاہم مؤرخین یہ

Marfat.com

ضرور لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے اس مقدمتہ الجیش نے جس کا سامنا کشمیر کے راجہ سنگ رام کے سپہ سالار تنگا کے ساتھ ہوا تھا، تنگا کے دستوں کو جنگی چال سے گھیرے میں لے لیا۔ تنگا صرف چند افراد کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہوا۔

کشمیر میں اس سے پہلے نندونہ کے قلعے کے نواح میں محمود کی فتوحات کی اطلاع آگ کی طرح پھیلنے لگی۔ مقامی حکمرانوں اور کئی چھوٹے راجاؤں نے اطاعت قبول کر کے صلح کر لی۔ کئی لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔ سلطان محمود نے چند علماء وہاں چھوڑے اور مساجد تعمیر کروانے کے احکامات دے دیئے۔ یوں قلعہ نندونہ کو فتح کر کے راجہ جے پال ثانی کو اس کی بغاوت، اس کی سرکشی کا سبق سکھانے کے بعد سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر اور ہاتھ لگنے والی ہر چیز کو سمیٹتا ہوا واپس غزنی کی طرف چلا گیا تھا۔

Marfat.com

پچھلے پہر گھڑ دوڑ سے فارغ ہونے کے بعد راجکماری کوشل دیوی رنگ محل کے قصر میں اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئی تھی کہ اس کے پیچھے ہی پیچھے سورندی اور چندوار دونوں خواب گاہ کے دروازے پر نمودار ہوئے۔

اپنی مسہری پر بیٹھنے کے بعد کوشل دیوی جونہی مڑی، اس کی نگاہ دروازے پر پڑی، ایک ساتھ چندوار اور سورندی کو اپنی خوابگاہ کے دروازے پر دیکھتے ہوئے وہ کسی قدر چونکی، بیٹھتے بیٹھتے رک گئی اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''تم دونوں کا یوں ایک ساتھ آنا، یوں اُداسی اور افسردگی کے عالم میں میری خواب گاہ کے دروازے پر آن کھڑے ہونا کسی وجہ اور علت کے بغیر نہیں ہے۔ اندر آؤ، میرے سامنے بیٹھو، پھر مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے؟''

اس پر سورندی اور چندوار دونوں خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ جن نشستوں کی طرف کوشل دیوی نے اشارہ کیا تھا، جب وہ دونوں وہاں بیٹھ گئے تب راجکماری کوشل دیوی نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا اور کہنے لگی۔

''اب بتاؤ کیا معاملہ ہے؟''

کوشل دیوی کے اس سوال پر سورندی جواب طلب سے انداز میں چندوار کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ چندوار بولا اور کہنے لگا۔

''راجکماری! ہم آپ کے لئے ایک بری خبر لے کر آئے ہیں۔''

چندوار کے ان الفاظ پر کوشل دیوی چونکی تھی، کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ چندوار پھر بول اُٹھا۔

Marfat.com

''ہمارے لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کچھ لشکری شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے شکست خوردہ لشکر کا ایک حصہ ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ مسلمانوں کے سلطان کے ساتھ دو جنگیں ہوئیں، ایک مارگلہ کے کوہستانی سلسلہ کے پاس اور دوسری دریائے جہلم کے قریب نندونہ قلعے کے نواح میں لڑی گئی۔ ان دونوں لڑائیوں میں ہمارے لشکر کو بدترین شکست ہوئی جس کے نتیجہ میں راجہ جے پال دریائے جہلم کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھتے ہوئے کشمیر کی طرف چلا گیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد چندوار جب رکا تب راجکماری کوشل دیوی کچھ دیر تک خاموش رہ کر گہری سوچوں میں ڈوبی رہی جبکہ اس کے سامنے چندوار اور سورندی چپ چاپ بیٹھے رہے۔ پھر کوشل دیوی بولی اور کہنے لگی۔

''اس میں غلطی ہماری ہے۔ جب ہم میں اتنی سکت، اتنی شکتی نہیں تو پھر ہم مسلمانوں کے سلطان کا مقابلہ کرنے کی کیوں ٹھان لیتے ہیں؟ ہمارا بھائی اچھا بھلا خیر و عافیت اور امن و سکون کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو نبھا رہا تھا۔ جو خراج کی رقم مقرر تھی، وہ ادا کی جاتی تھی۔ راج میں بالکل امن اور سکون تھا لیکن اس جے پال نے نئی رسم کی ابتدا کر دی ہے۔ یہ اپنے آپ کو کچھ زیادہ ہی دھرم دھن رکھنے والا سمجھنے لگا ہے۔ اور پھر اسے کچھ اپنی جرأت مندی، اپنی شجاعت اور دلیری پر بھی زیادہ ہی اعتماد اور بھروسہ ہے۔ اسی بناء پر تخت نشین ہوتے ہی اس نے خراج دینے سے انکار کر دیا اور سلطان کی فرمانبرداری سے نکل گیا۔ یہ خبر سن کر مسلمانوں کے سلطان نے ہندوستان میں داخل تو ہونا ہی تھا اور اس کے نتیجہ میں ہمیں شکست ہی ہونی تھی۔ اس لئے کہ محمود غزنوی کے ساتھ اب تک جو ہماری جنگیں ہوئی ہیں ان میں سے کسی ایک میں بھی ہمیں کامیابی ملنا تو بہت دُور کی بات، کامیابی کی اُمید تک دکھائی نہیں دی۔''

دم لینے کے لئے کوشل دیوی رکی، پھر دوبارہ سورندی اور چندوار کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''جو شکست خوردہ لشکری شہر میں داخل ہوئے ہیں، چندوار! کیا ان میں سے کسی

Marfat.com

سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے؟“

اس پر چندوار کہنے لگا۔

”میں انہی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پوری گفتگو اور پوری تفصیل ان سے جاننے کے بعد ہی آپ کی طرف آیا ہوں۔“

اس پر چند لمحوں تک گہری سوچوں میں ڈوبے رہنے کے بعد کوشل دیوی پھر بول اُٹھی۔

”جے پال نے جو انفرادی مقابلے کے لئے بٹھنڈہ کے مہانندن کا انتخاب کر رکھا تھا، اس کا کیا بنا؟ اور کیا وہ انفرادی مقابلے کے لئے اُترا؟ اگر اُترا تو پھر اس کا کیا ہوا؟ میرے لئے یہ سب سے اہم اور ضروری خبر ہے۔ اس لئے کہ مہانندن نے انفرادی مقابلے کے لئے اُترتے ہوئے عبداللہ قراتگین کو ہی انفرادی مقابلے کی دعوت دینا تھی۔

عبداللہ قراتگین اب میری بہن کاشی کماری کا شوہر ہے۔ اس بنا پر اس سے میرا ایک رابطہ، تعلق اور واسطہ ہے اور میں کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کروں گی کہ اسے کوئی نقصان پہنچے اور میری بہن کاشی کماری بیوہ اور ودھوا ہو جائے۔“

کوشل دیوی کے خاموش ہونے پر پہلے جیسی سنجیدگی میں چندوار کہنے لگا۔

”میں اس مقابلہ کی بھی تفصیل جان کر آیا ہوں۔ ہمارے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے سلطان کا پہلا ٹکراؤ مارگلہ سے متصل کھلے میدانوں میں ہوا اور وہیں یہ انفرادی مقابلہ بھی ہوا۔ کہنے والوں کا کہنا ہے کہ مہانندن انفرادی مقابلہ کے لئے اُترا اور عبداللہ قراتگین کو ہی اس نے مقابلہ کی دعوت دی۔ چنانچہ عبداللہ قراتگین اُترا، دونوں کی تیغ زنی کا مقابلہ ہوا اور ہمارے جو آدمی بھاگ کر آئے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مہانندن نے جب دیکھا کہ تیغ زنی کے مقابلہ میں وہ عبداللہ قراتگین کو اپنے سامنے زیر نہیں کر سکتا اور یہ کہ عبداللہ قراتگین اس پر غالب آتا دکھائی دے رہا ہے، تب اس نے اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹایا، اپنا حربہ، اپنا فریب استعمال کرنا چاہا لیکن عبداللہ قراتگین اس کے فریب میں نہیں آیا۔ جونہی اس نے اپنی تلوار دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں منتقل کی اور دائیں ہاتھ سے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا ہوا لوہے

Marfat.com

کا نیزہ سنبھالنا چاہا، اُسی وقت آندھی اور طوفان کی طرح عبداللہ قراتگین حرکت میں آیا، تلوار بلند کر کے گرائی اور مہانندن کا اس نے بایاں شانہ کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ چونکہ مہانندن اس وقت اپنی تلوار اور ڈھال دونوں بائیں ہاتھ میں لئے ہوئے تھا لہٰذا دونوں چیزیں اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئیں۔ پھر وہ خود بھی اپنے گھوڑے سے نیچے جا رہا۔ اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین اپنے گھوڑے سے اُترا اور مہانندن کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی۔"

راج کماری کوشل دیوی کے خوب صورت اور سرخ ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا تھا۔ کہنے لگی۔

"ایک عبداللہ قراتگین کو تو ہم زیر نہیں کر سکتے اور چلے ہیں سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ کرنے۔ اس سے پہلے میرے دادا کی دو جنگیں سلطان محمود غزنوی کے باپ سے ہوئیں، شکست ہمارا مقدر ہوئی۔ پھر دادا یہ سمجھ کر محمود کے خلاف حرکت میں آیا کہ محمود نیا نیا حکمران بنا ہے، جنگ کا وسیع تجربہ نہیں رکھتا ہوگا، لہٰذا اس پر غالب آیا جا سکتا ہے لیکن دادا کو محمود کے ہاتھوں پھر ایک بار شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے بعد ہمارے بھائی کو لگاتار مسلمانوں کے ہاتھوں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس سے جے پال نے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ جونہی ہمارے بھائی انند پال نے آنکھیں بند کیں، اس نے سلطان کی نافرمانی اختیار کر لی۔ خراج دینا بند کر دیا۔ جب وہ خراج دینا بند کرے گا تو پھر سلطان تو اس پر چڑھ دوڑے گا۔ اور پھر ایسے ہی ہوا۔ اب جبکہ شکست ہو گئی ہے تو میرے خیال میں جے پال کشمیر کے علاقوں میں دربدری کا شکار ہو چکا ہے اور شکست کھانے پر مجبور ہے۔"

کوشل دیوی جب خاموش ہوئی، تب چندوار پھر بولا اور کہنے لگا۔

"ہمارے جو لشکری شکست خوردہ ہو کر بھاگ کر واپس آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے سلطان میں کچھ ایسی خوبیاں ہیں کہ جن کی بنا پر اسے شکست دینا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ پہلی بات وہ یہ کہہ رہے تھے کہ سلطان محمود غزنوی کے حملے اس تیز رو تند آندھی کی طرح ہوتے ہیں جو بڑی تیزی سے گرد و غبار کا جھنکار اُڑاتی، درختوں کو گراتی اور شکستہ و خستہ دیواروں کی شکست و ریخت کرتی آتی ہے اور

Marfat.com

گزر جاتی ہے اور اپنے پیچھے تخریب و بربادی کے چند نقوش کے سوا اور کوئی بھی چیز بطور یادگار نہیں چھوڑتی۔

اس کی دوسری صفت ہمارے شکست خوردہ لشکری یہ بتا رہے تھے کہ مسلمانوں کا سلطان علم وفن اور شعر اور آرٹ کا بھی بڑا سرپرست اور مربی ہے۔ اس کے دربار میں عباسی خلیفہ مامون کے دربار کا شبہ ہوتا ہے۔ وہ ہندوستان سے جو بیش قیمت جواہرات، پتھر اور دوسری قسم کا ساز و سامان لے کر جاتا ہے اس سے اس نے غزنی شہر کو درست اور شاندار شہر بنا دیا ہے جس میں عجائب خانہ، یونیورسٹی اور کتب خانہ سب ہی کچھ ہے۔

اس کی تیسری صفت یہ بتا رہے تھے کہ وہ بڑا نرم خو اور وعدہ کی پابندی کرنے والا ہے اور اس کی مثال وہ یہ دے رہے تھے کہ تھانیسر کو فتح کرنے کے بعد جب دہلی کے راجہ نے سلطان محمود غزنوی پر ضرب لگانے کے لئے ہندوستان کے سارے راجاؤں سے اتفاق کرنا شروع کیا اور ان کو سلطان کے خلاف خطوط لکھے چنانچہ جب وہ دہلی پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلنا چاہتا تھا تو اس کے ارکانِ دولت نے کہا کہ دہلی اس وقت ہی فتح ہو سکتا ہے جبکہ تمام صوبہ پنجاب پر اسلامی قبضہ ہو جائے اور انند پال کی طرف سے کوئی خدشہ اور خطرہ باقی نہ رہے۔

لیکن اس وقت چونکہ آپ کے بھائی انند پال کے ساتھ مسلمانوں کے سلطان کا معاہدہ تھا اور اس نے اب تک معاہدہ کے خلاف کوئی بات نہ کی تھی، اس لئے مسلمانوں کے سلطان نے دہلی کو فتح کرنے کی غرض سے انند پال پر حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور تسخیر دہلی کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔

ہمارے لشکریوں نے مسلمانوں کے سلطان کی چوتھی صفت یہ بتائی ہے کہ مسلمانوں کے سلطان میں چوتھی خوبی بڑی اہم اور نمایاں ہے۔ ہمارے لشکریوں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کا سلطان شدید جنگ کے دوران یا اس کے شروع ہونے سے پہلے بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور اپنی فتح کے لئے گڑگڑا کر دعائیں مانگتا ہے۔ اس کے اسی جذبۂ احترامِ دین اور اہلِ دین کا اثر ہے کہ وہ جس قوت سے بھی ٹکراتا ہے، فتح اور کامیابی اس کا مقدر بنتی ہے۔

Marfat.com

ہمارے لشکری اس کی پانچویں صفت یہ بتا رہے تھے کہ وہ اپنے مذہب اور اپنے رسولؐ کے راستے اور شریعت کی بڑی سختی سے پابندی کرنے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قرامطہ اور دیلمیوں دونوں کا بدترین دشمن ہے۔ ان قرامطیوں اور دیلمیوں نے چونکہ مسلمانوں کے مذہب کے اندر اپنی طرف سے کافی تبدیلیاں کی ہیں لہٰذا ان کی ان حرکات کو ناپسند کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی ان کا بدترین دشمن ہو چکا ہے اور جہاں کہیں بھی اسے خبر ہوتی ہے کہ ہندوستان میں قرامطی فلاں جگہ زور پکڑ رہے ہیں، وہ ان پر ضرب لگانے سے دریغ نہیں کرتا۔ اس کے بس میں ہو تو دنیا کے اندر جہاں کہیں بھی قرامطہ بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دے۔“

چندوار جب خاموش ہوا تب سورندی کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل دیوی کہنے لگی۔

”بہرحال اس کا ایک فائدہ مجھے بھی ہوا۔ اگر تو جے پال فتح مند ہو کر واپس لاہور آتا تو وہ یقیناً میری شادی بٹھنڈہ کے راجکمار گووند راج سے کرنے کی کوشش کرتا جس کی بنا پر مجھے گوشۂ گمنامی میں جانا پڑتا۔ اب جبکہ وہ خود کوہستانی سلسلوں کے اندر اپنی جان بچانے کے لئے چھپتا پھر رہا ہے تو میں سمجھتی ہوں میرے سر پر جو بلا منڈلانے لگی تھی، وہ کچھ عرصہ کے لئے ٹل گئی ہے اور اسی دوران ہو سکتا ہے حالات ایسی کروٹ لیں کہ کوئی تبدیلی ایسی رونما ہو جائے جو کم از کم میرے حق میں بہتر ہو۔“

یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد کوشل دیوی تھوڑی دیر تک خاموش رہی، گہری سوچوں میں ڈوبی رہی۔ پھر اس نے ایک غائر نگاہ باری باری سورندی اور چندوار پر ڈالی، پھر دکھ بھرے انداز میں ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کیا کوئی ایسا طریقہ یا کوئی ایسا معاملہ ہو سکتا ہے کہ میں اپنی بہن کاشی کماری سے مل سکوں؟ ہمارا باپ مر گیا، بھائی بھی مر گیا۔ ان کے مرنے کے بعد میں اپنے آپ کو بالکل تنہا اور اکیلی محسوس کرتی ہوں۔ جے پال ثانی مجھے بٹھنڈہ والوں کے ہاتھ بیچنے کے درپے ہے۔ کوئی ایسا معاملہ ہو کہ میں کاشی سے مل سکوں یا کاشی چند دن کے لئے یہاں میرے پاس آ کر رہ جائے۔ ان دنوں اسے یہاں کوئی خطرہ بھی نہیں ہے اس لئے کہ جے پال اور بڑے بڑے دیگر سالار اور اُمراء جے پال کے ساتھ لشکر

Marfat.com

میں شامل تھے اور ان میں سے اکثر تو مارے گئے ہوں گے۔ جے پال ان دنوں کشمیر کی طرف ہے۔ اگر ان دنوں میری ملاقات میری بہن کاشی سے ہو جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ میں خوش قسمت ہوں۔"

کوشل دیوی کے یہ دکھ بھرے الفاظ سن کر سورندی اور چندوار دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر چندوار بولا اور کہنے لگا۔

"راجکماری! اس سلسلہ میں نارائن سے مشورہ کرنا چاہئے۔ وہ آپ کی عزت، آپ کا احترام ایک بہن کی طرح کرتا ہے۔ وہ ضرور کوئی نہ کوئی درمیانی راستہ بتائے گا جس کی بنا پر آپ کی خواہش کا احترام ہو سکے گا۔"

چندوار کے ان الفاظ پر کوشل دیوی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی پھر کہنے لگی۔

"اگر یہ معاملہ ہے تو تم اُٹھو۔ نارائن کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی چندوار وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد لوٹا، اس کے ساتھ نارائن بھی تھا۔ کوشل دیوی کے کہنے پر نارائن راجکماری کوشل دیوی کے سامنے جو نشستیں تھیں ان میں سے ایک پر بیٹھ گئی، باقی نشستوں پر چندوار اور سورندی بیٹھے ہوئے تھے۔

گفتگو کا آغاز نارائن نے کیا اور کوشل دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ کی حیثیت میری بہن کی سی ہے اور میں بہن کی خواہش پورا کرنے کی حتیٰ الامکان کوشش کروں گا۔ اگر آپ اپنی بہن کاشی کماری سے ملنا چاہتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں آپ کا وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ پہلی بات یہ کہ کاشی کماری مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتگین کی بیوی ہے اور آپ عبداللہ قراتگین کو قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔"

اس پر کوشل دیوی جھٹ سے بولی۔

"نارائن! اب ایسی بات نہیں ہے۔ میں اپنے اس ارادے کو ترک کر چکی ہوں۔ عبداللہ قراتگین میری بہن کاشی کماری کا شوہر ہے، اس لحاظ سے اس کا میرے ساتھ ایک رشتہ اور تعلق ہے اور میں اس رشتہ اور تعلق کو کبھی پامال نہیں کروں گی۔ کیا میں خود یہ پسند کروں گی کہ میری وہ بہن جسے میں اپنی جان، اپنی آتما کی طرح عزیز

Marfat.com

اور پیارا سمجھتی ہوں اسے بیوہ اور ودھوا کر دوں؟ اگر میں نے عبداللہ قراتگین کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، سوگند کھائی تھی تو ایسا جذباتی فیصلہ تھا، وقتی فیصلہ تھا جو آپ ہی آپ میرے من میں ختم ہو گیا۔"

کوشل دیوی کے یہ الفاظ سن کر ہلکا سا تبسم نارائن کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر کہنے لگا۔

"راجکماری! اگر یہ بات ہے تو پھر یہ کوشش کرتے ہیں کہ چند دن کے لئے کاشی کماری کو یہاں بلوا لیں۔ چند دن آپ کے پاس رہے، پھر اسے خیر و عافیت کے ساتھ غزنی پہنچا دیں گے۔ دیکھ میری بہن! غزنی اس کی منزل ہے۔ اس نے عبداللہ قراتگین سے شادی کر رکھی ہے، لہٰذا اب تک جو وہ غزنی میں قیام کئے ہوئے ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنے شوہر عبداللہ قراتگین کے ساتھ خوش ہے۔ راجکماری! اگر تم اجازت دو تو میں اپنے کچھ مسلح ساتھی غزنی بھجواتا ہوں۔ عبداللہ قراتگین کے پاس وہ جائیں گے اور کاشی کماری کو لاہور لانے کی کوشش کریں گے۔ بس اس کے لئے آپ کو یہ تکلیف کرنا ہو گی کہ ان لوگوں کو کوئی ایسی نشانی دیں جسے دیکھ کر راجکماری یہ جان جائے کہ وہ مسلح جوان واقعی ہمارے بھیجے ہوئے ہیں اور وہ اسے آپ کے پاس لانا چاہتے ہیں۔"

اس پر کوشل دیوی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، اپنی خواب گاہ کے ایک کونے میں گئی، چمڑے کا چھوٹا سا صندوق اس نے کھولا۔ اس میں سے ایک تھیلی نکالی، اس کا منہ کھولا اور پھر اسے اپنی ہتھیلی پر اُلٹا، اس میں جواہرات جڑی دو انتہا درجہ کی قیمتی انگوٹھیاں تھیں۔ وہ انگوٹھیاں کوشل دیوی نے نارائن کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ دو انگوٹھیاں ہمارے باپ نے ہمارے لئے بنوائی تھیں۔ ایک میرے لئے، ایک میری بڑی بہن کاشی کے لئے۔ یہ بہت مہنگی اور نایاب انگوٹھیاں ہیں۔ جس کسی کو بھی آپ کاشی کو لانے کے لئے بھیجیں اسے یہ انگوٹھیاں دے کر بھیجیں۔ یہ انگوٹھیاں جب کاشی کماری کو پیش کی جائیں گی تو وہ آپ سے آپ سمجھ جائے گی کہ معاملہ کیا ہے اور کون اسے بلا رہا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی کوشل دیوی نے وہ دونوں انگوٹھیاں دوبارہ چھوٹی خرجین میں

Marfat.com

ڈال دیں اور وہ خرجین اور تھیلی اس نے نارائن کو تھماتے ہوئے کہا۔

''میرے بھائی! یہ معاملہ جلد ہونا چاہئے۔ میں چاہتی ہوں جے پال کے آنے سے قبل کاشی کماری میرے پاس چند دن رہ کر خیر و عافیت کے ساتھ جلدی غزنی روانہ ہو جائے۔''

نارائن، چندوار اور سورندی نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر تینوں راجکماری کوشل دیوی کی خواب گاہ سے نکل گئے تھے جبکہ کوشل دیوی اپنی مسہری پر لیٹ کر انجانے خیالوں میں کھوسی گئی تھی۔

Marfat.com

عبداللہ قراتکین اور کاشی کماری دونوں میاں بیوی ایک روز اپنی خواب گاہ میں اپنی تیاری کو آخری شکل دے رہے تھے اس لئے کہ سلطان محمود غزنوی نے کشمیر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لاہور کا راجہ جے پال ثانی جب قلعہ نندونہ میں شکست کھا کر کشمیر کی طرف بھاگا تو کشمیر کے راجہ سنگ رام نے اسے اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ سلطان محمود غزنوی اس کے پیچھے پیچھے کشمیر کی طرف گیا تھا لیکن حالات ایسے ہوئے تھے کہ سلطان محمود کو اپنی یہ مہم ادھوری چھوڑ کر واپس غزنی جانا پڑا۔ اب اس نے پھر اپنی تیاریاں مکمل کیں اور کشمیر کے راجہ سنگ رام کو اس نے اپنا ہدف بنانے کا عزم کیا اس لئے کہ اس نے اس کے دشمن کو پناہ دی تھی۔

دراصل سلطان محمود غزنوی پنجاب کے علاقے اور اس کے راجہ کو بڑی اہمیت دے رہا تھا۔ پنجاب کا علاقہ ایسا تھا جہاں اگر کوئی بغاوت اُٹھتی تھی تو اس سے سلطان محمود غزنوی کا علاقہ بھی متاثر ہوتا تھا اور پھر آئے دن ہندوستان کا کوئی نہ کوئی راجہ پنجاب کے راجہ کو سلطان محمود غزنوی کے خلاف اُکساتا رہتا تھا اور ان علاقوں میں بغاوت اور سرکشی برپا ہو جاتی تھی جس کے نتیجہ میں سلطان محمود غزنوی کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ اگر پنجاب کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے رہیں تو پھر اس کی سرحدیں محفوظ رہیں گی اور اگر ہندوستان کا کوئی دوسرا راجہ اس کے خلاف کارروائی کرتا ہے تو پھر وہ پنجاب کی سرزمینوں سے گزر کر ہندوستان کے ہر راجہ سے باآسانی نمٹ سکتا ہے اور اس صورت میں اٹھنے والے خطرات کو دبا اور سنبھال سکتا ہے۔

Marfat.com

انہی عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان محمود غزنوی نے اب کشمیر پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس لئے کہ کشمیر کے راجہ نے جے پال ثانی کو اپنے ہاں پناہ دی تھی اور سلطان محمود غزنوی کشمیر کے راجہ سنگ رام کو اس کی سزا دینے کے در پے تھا اور اسی سلسلہ میں عبداللہ قراتگین اور کاشی کماری دونوں میاں بیوی اپنی تیاری میں مصروف تھے۔ اس لئے کہ اسی روز عشاء کی نماز کے بعد لشکر نے غزنی سے ہندوستان کی طرف کوچ کرنا تھا۔

بہر حال عبداللہ قراتگین اور کاشی کماری دونوں میاں بیوی اپنی خواب گاہ میں اپنا سامان سمیٹ رہے تھے کہ کمرے کے پاس سے عبداللہ قراتگین کے چھوٹے بھائی سنجر نے اسے آواز دی۔ عبداللہ قراتگین اپنی خواب گاہ سے نکلا، دروازے کے قریب ہی سنجر کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین سوالیہ انداز میں کہنے لگا۔

"کیوں، خیریت ہے؟ کیا بات ہے؟"

اس پر سنجر عبداللہ قراتگین کے نزدیک ہوا اور کہنے لگا۔

"لاہور سے ہماری بہن کاشی کے جاننے والے کچھ آئے ہیں اور وہ آپ لوگوں سے ملنا چاہتے ہیں۔"

کاشی بھی اس وقت کمرے میں سامان سمیٹنے میں مصروف تھی۔ سنجر کے یہ الفاظ اس نے بھی سن لئے تھے لہٰذا وہ بھاگتی ہوئی باہر آئی اور سنجر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بھائی! کون آیا ہے؟"

اس پر سنجر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری بہن! آپ خود آئیں اور دیوان خانہ میں دیکھیں کون آیا ہے؟"

اس موقع پر سوالیہ سے انداز میں حسین اور خوب صورت کاشی نے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھا۔ عبداللہ قراتگین مسکرایا، پھر وہ سنجر کے ساتھ دیوان خانہ کی طرف ہولیا۔ کاشی ان دونوں کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔

تینوں جب دیوان خانہ میں داخل ہوئے تب سورندی کو وہاں دیکھ کر کاشی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بھاگ کر آگے بڑھی سورندی کو گلے لگا کر ملی، پھر اس نے

Marfat.com

چندوار کا حال پوچھا۔ اس وقت وہاں پانچ مسلح جوان بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر گفتگو کا آغاز سورندی نے کیا اور کاشی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کاشی! ہم آپ کو لینے کے لئے آئے ہیں۔''

سورندی کے ان الفاظ پر کاشی ہی نہیں، خود عبداللہ قراتگین، اس کا باپ، بھائی اور سنجر کی بیوی ارجان بھی چونکے تھے۔ اس کے بعد کاشی سورندی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''سورندی! کیا بات ہے؟ کھل کر کہو کیا معاملہ ہے؟''

اس پر سورندی نے ساری گفتگو تفصیل کے ساتھ اس سے کہہ دی تھی، جو کوشل دیوی نے نارائن، چندوار اور اس کی موجودگی میں کی تھی۔

سورندی جب خاموش ہوئی تب ایک مسلح جوان حرکت میں آیا، اپنی جگہ سے اُٹھا، اپنے لباس کے اندر سے چھوٹی سی ایک تھیلی نکالی اور وہ تھیلی اس نے کاشی کے قریب رکھ دی اور کہنے لگا۔

''راجکماری! یہ جو تھیلی ہے، آپ اسے پہچانتی ہوں گی۔ اسے ہم اس لئے ساتھ لے کر آئے ہیں کہ ہوسکتا ہے آپ ہمیں شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھیں۔ یہ تھیلی میں نے اپنے پاس اس لئے رکھی ہے کہ میرے خیال میں آپ اس تھیلی کو بھی پہچانتی ہوں گی اور اس تھیلی کے اندر جو ہے اس سے بھی آشنا ہوں گی۔''

اس تھیلی کو دیکھ کر کاشی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی، کہنے لگی۔

''یہ تو ہماری خاندانی تھیلی ہے۔ اسے میں پہچانتی ہوں۔''

پھر اس نے تھیلی کا منہ کھولا، اس کے اندر جب اس نے دونوں انگوٹھیاں اپنی ہتھیلی پر اُلٹیں تب ایک لمبا سانس لیا، خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگی۔

''ان میں سے ایک انگوٹھی میری اور دوسری میری چھوٹی بہن کوشل کی ہے۔ یہ ہمارے باپ نے ہمیں بنا کر دی تھیں۔''

اس پر وہی مسلح جوان کہنے لگا۔

''آپ کی بہن نے ہی ہمیں آپ کو لانے کے لئے بھیجا ہے۔ اس وقت ہمارا سالار نام جس کا نارائن ہے وہ لاہور میں اس لشکر کا کماندار ہے جو شہر کے اندرونی

Marfat.com

حالات درست کرنے پر مامور ہے۔ اسی نے ہمیں آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اس لئے کہ وہ آپ اور کوشل دونوں کو اپنی بہن سمجھتا ہے۔ ہم نے شک وشبہ کا اظہار کیا تھا کہ اگر راجکماری کاشی نے ہمارے ساتھ آنے سے انکار کر دیا تو ہمارے پاس ثابت کرنے کے لئے کیا ثبوت ہوگا کہ راجکماری کوشل نے ہمیں بھیجا ہے؟ پھر یہ دونوں انگوٹھیاں راجکماری کوشل نے ہمیں دی تھیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ جے پال ثانی نندونہ میں شکست اٹھانے کے بعد کشمیر کی طرف بھاگ گیا ہے۔ لہٰذا لاہور کے ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کی بہن آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ اس کی بڑی خواہش ہے کہ آپ چند دن اس کے پاس رہیں، اس کے بعد خیر و عافیت کے ساتھ آپ کو واپس بھیج دیا جائے۔ ان دنوں کوشل ویسے بھی ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔ جے پال ثانی اس کی شادی بھٹنڈہ کے راجہ کے بیٹے گووند راج سے کرنا چاہتا ہے اور کوشل ایسا نہیں چاہتی۔ ابھی تو جے پال کشمیر کی طرف بھاگا ہوا ہے اور کوشل مطمئن ہے تاہم یہ طے پایا ہے کہ اگر جے پال نے کسی بھی وقت زبردستی یہ شادی بھٹنڈہ کے راجکمار گووند راج سے کرنا چاہی تب کوشل نارائن کے ایک تہہ خانے میں روپوش ہو جائے گی اور یہ سارا معاملہ نارائن کے ساتھ مل کر طے کیا جا چکا ہے اور اسے آخری شکل بھی دی جا چکی ہے۔ بہرحال آپ کے خاندان کے حالات درست نہیں ہیں، آپ کی بہن بڑی بے چینی سے آپ کو یاد کرتی ہے۔ ہم آپ پر زور نہیں دیتے کہ آپ ضرور ہمارے ساتھ چلیں بس ہماری تو ایک التماس ہے یا یوں جانیں ہم نے تو راجکماری کوشل دیوی کا پیغام آپ تک پہنچانا ہے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ جانے کے لئے رضامند ہو جاتی ہیں تو یہ ہماری خوش قسمتی ہے اور اس میں کوشل دیوی کا بھی اطمینان ہوگا۔ اور اگر آپ جانے کا ارادہ نہیں رکھتیں تو پھر ہم یہاں زیادہ دن قیام نہیں کریں گے بلکہ آج ہی لاہور کی طرف کوچ کر جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مسلح جوان جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک کاشی گہری سوچوں میں ڈوبی رہی پھر ان پانچوں مسلح جوانوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"جو کچھ میں کہنے لگی ہوں وہ غور سے سننا۔ اب میں لاہور نہیں غزنی کی رہنے

Marfat.com

والی ہوں۔ اب میں جے پال نہیں، قراتگین کی بیٹی ہوں۔ اب میں انند پال کی بہن کم اور سنجر کی بہن زیادہ ہوں۔ اب میرے اہلِ خانہ کا حق مجھ پر کم بنتا ہے اس لئے کہ مجھ پر سب سے زیادہ حق میرے شوہر عبداللہ قراتگین کا ہے جسے میں نے اپنی خوشی سے اپنی زندگی کا ساتھی بنایا ہے۔ اس وقت میرے باپ قراتگین، میرے شوہر عبداللہ قراتگین دونوں یہاں موجود ہیں۔ لہٰذا میرے جانے یا نہ جانے کا فیصلہ میں نے نہیں، میرے ان دو محترم رشتوں نے کرنا ہے۔ اگر یہ پسند کریں گے کہ میں جاؤں اور اپنی بہن سے ملوں تو میں جاؤں گی۔ اگر انہوں نے فیصلہ کیا کہ مجھے نہیں جانا چاہئے تب میں نہیں جاؤں گی۔"

کاشی کماری کے ان الفاظ پر قراتگین اور عبداللہ قراتگین دونوں باپ بیٹا مسکرا رہے تھے۔ یہی حالت سنجر اور اس کی بیوی ارجان کی بھی تھی۔ اس موقع پر عبداللہ اور اس کے باپ قراتگین نے ذومعنی انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر قراتگین بولا اور کاشی کماری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کاشی! میری عزیز بیٹی! تجھے جانے کی اجازت ہے۔ یہ اجازت میری ہی نہیں، عبداللہ کی طرف سے بھی ہے۔ اگر تم کسی شک و شبہ میں مبتلا ہو تو پھر تمہارا شوہر عبداللہ اس وقت تمہارے پاس کھڑا ہے، اس سے پوچھ لو۔"

سوالیہ سے انداز میں جب کاشی نے اپنے قریب ہی کھڑے عبداللہ کی طرف دیکھا تب عبداللہ قراتگین نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی، ساتھ ہی ان مسلح جوانوں کو کہنے لگا۔

"تم لوگ بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔ لشکر آج رات کے پہلے حصہ میں یہاں سے کوچ کرے گا۔ اس لئے کہ ہمارا سلطان کشمیر پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ میں اور میری بیوی کاشی دونوں تمہارے ساتھ دریائے جہلم تک تو جائیں گے کیونکہ لشکر جہلم سے اپنا رخ بدلے گا اور کشمیر کا رخ کرے گا۔ وہاں سے تم میری بیوی کاشی کو لے کر لاہور کا رخ کر جانا، میں کشمیر کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ بس کوشش یہ کرنا کہ کاشی چند دن اپنی بہن کوشل کے پاس قیام کرنے کے بعد واپس آ جائے۔ اگر اُس وقت تک کشمیر کی مہم ختم ہو چکی ہو گی تب ہم کشمیر سے نکل کر جہلم کے میدانی علاقوں کی طرف آ

Marfat.com

چکے ہوں گے۔ تم ہمیں وہیں آن ملنا، وہیں سے تم واپس چلے جانا۔ کاشی میرے ساتھ واپس آ جائے گی۔ اور اگر ہماری کشمیر کی مہم طول پکڑتی ہے تو پھر دریائے جہلم تک آنے کے بعد اپنا رخ بدلنا، دائیں ہاتھ جانا اور ادھر کشمیر کی طرف آنا۔ وہاں کاشی کو میرے پاس چھوڑ کر واپس چلے جانا۔"

ان مسلح جوانوں کے علاوہ چندوار اور سورندی نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ شام تک چندوار، سورندی اور ان پانچ مسلح جوانوں نے وہاں آرام کیا اور اسی روز عشاء کی نماز کے بعد جس وقت سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ غزنی سے کوچ کیا، وہ پانچوں مسلح جوان، چندوار اور سورندی بھی عبداللہ قراتگین اور کاشی کماری کے ساتھ غزنی سے دریائے جہلم کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

دریائے جہلم تک اکٹھے ہی سفر کیا گیا، اس کے بعد پانچوں مسلح جوان، چندوار اور سورندی راجکماری کاشی کو لے کر لاہور کی طرف روانہ ہو گئے تھے جبکہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جہلم کے کنارے کنارے کشمیر کے راجہ سنگ رام پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا۔

چندوار، سورندی اور ان کے پانچوں مسلح ساتھی کاشی کماری کو لے کر رات کے وقت لاہور شہر میں داخل ہوئے۔ کاشی نے اس وقت مردانہ جنگی لباس پہن رکھا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے چندوار اور سورندی کے ساتھ پانچ نہیں چھ مسلح جوان ہوں۔

آخر وہ انہیں لے کر رنگ محل کے قصر میں داخل ہوئے اور اس کمرے کی طرف لے گئے جو کمرہ کوشل دیوی کی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ کوشل اُس وقت جاگ رہی تھی۔ اس نے جب مشعلوں کی جلتی روشنی میں اپنی خواب گاہ کے دروازے پر اپنی بڑی بہن کاشی کو دیکھا تو اس کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بھاگ کر آگے بڑھی، کاشی کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، کئی بار اس کی پیشانی، گال اور منہ چوما، پھر لپٹائے ہی لپٹائے اپنی مسہری تک لے گئی۔ کاشی کو وہاں بٹھایا، پھر ان مسلح جوانوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"تم قصر کے اندر ہی چوکنے اور مستعد رہنا۔ چندوار! تم اور سوندری بھی یہیں ساتھ والے کمرے میں قیام کرنا۔ میں کوشش کروں گی کہ میری بہن کاشی قصر سے

Marfat.com

باہر ہی نہ نکلے اور چند دن قصر کے اندر ہی میرے ساتھ رہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان اور چندوار وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ سورندی بھی جب جانے لگی تب اسے مخاطب کرتے ہوئے کوشل کہنے لگی۔

"سورندی! کسی اور کو مت بھیجنا۔ میرا اور کاشی کا کھانا تم اور چندوار لے آنا۔ جب تک کاشی میرے پاس قیام کرتی ہے، چندوار اور تمہارے علاوہ کوئی بھی میری خواب گاہ کی طرف نہیں آئے گا۔"

سورندی اور اس کے ساتھ چندوار نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ دونوں وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ کوشل نے پہلے اپنی خواب گاہ کو اندر سے زنجیر لگائی، اس کے بعد کاشی کو لے کر اپنی مسہری پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اس موقع پر کاشی اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"کوشل! تم تو میری طرف یوں دیکھ رہی ہو، جیسے اس سے پہلے میری تمہاری شناسائی نہیں ہے اور پہلی بار میری طرف دیکھ رہی ہو۔"

کوشل اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی، کہنے لگی۔

"میری بہن! تیرا کہنا درست ہے۔ تیرے جانے کے بعد میں بالکل اکیلی اور تنہا ہو گئی تھی۔ اتنے بڑے قصر میں بالکل دل نہیں لگتا تھا۔ اب تُو آئی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ میری زندگی کی ساری رونقیں لوٹ آئی ہیں۔ اب یہ بتا کیا تُو غزنی میں اپنے گھر کے اندر خوش ہے؟"

کاشی مسکرائی، غور سے کوشل کی آنکھوں میں جھانکا، پھر کہنے لگی۔

"کوشل! برا مت ماننا۔ اتنی خوش میں اس قصر میں نہ تھی، جتنی خوش میں اپنے شوہر کے ساتھ غزنی شہر میں ہوں۔ کوشل! میں تم سے معذرت کرتی ہوں۔ جس وقت میں تمہارے ساتھ عبداللہ قراتگین کا نندی وردن کے ساتھ انفرادی مقابلہ دیکھ رہی تھی، میں اچانک تمہارے پاس سے کھسک کر ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کی طرف چلی گئی تھی۔ وہاں میں نے قاضی شیراز کے پاس قیام کیا، انہی کے ہاں میں نے اسلام قبول کیا اور انہی کی وجہ سے میں عبداللہ قراتگین کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ کوشل! میں دراصل عبداللہ کو اس وقت سے چاہنے اور پسند کرنے

Marfat.com

لگی تھی جس وقت اس نے پہلی بار انفرادی مقابلے میں کوی راج کو زیر کیا تھا۔ اور جب اس نے اس کے بعد راج کنور کو بھی چت کر دیا تب اس سے میری محبت اپنے عروج پر آ گئی۔ اسی بنا پر نندی وردن کے ساتھ مقابلہ کے دوران میں اپنے پڑاؤ سے کھسک کر مسلمانوں کے لشکر میں چلی گئی۔

کوشل! یوں جانو میں خوش ہوں، خوش قسمت، اچھے بخت والی ہوں کہ جس نوجوان کو میں نے پسند کیا، اسے ہی اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیا۔ کوشل! یہ دو بھائی ہیں عبداللہ اور سنجر۔ عبداللہ قد کاٹھ کا تم جانتی ہو خوب ہے۔ سنجر اس سے ذرا کم تر ہے۔ ان کا باپ زندہ ہے، نام اس کا قراتکین ہے۔ دونوں کی ایک ہی بہن ہے، اس کا نام خیسار ہے اور وہ شادی شدہ ہے۔ بہت اچھی ہے۔ میرے ساتھ یوں پیش آتی ہے جیسے میں اس کی سگی بہن ہوں۔ اس کے علاوہ سنجر کی بیوی کا نام ارجمان ہے، اس کا سلوک بھی میرے ساتھ بہنوں جیسا ہے۔ بس تو یوں جانو، میں غزنی شہر میں اپنے گھر میں اتنی خوش ہوں کہ اس خوشی کو میں تمہارے سامنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

کاشی جب خاموش ہوئی تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل کہنے لگی۔

"کاشی! میں تمہاری انتہا درجہ کی شکرگزار ہوں کہ تم نے میری خواہش کا احترام کیا اور غزنی سے یہاں مجھ سے ملنے کے لئے چلی آئیں۔ دیکھ میری عزیز بہن! اب تُو چند دن میرے پاس یہیں رہ۔ دن کے وقت قصر سے باہر نہیں نکلنا، بس دونوں بہنیں کہیں نہیں جائیں گی۔ رات کے وقت اِدھر اُدھر گھوم پھر لیا کریں گی اور جب یہ خبریں آئیں گی کہ جے پال جو کشمیر کی طرف بھاگ گیا ہے اور وہ کشمیر سے نکل کر پھر لاہور کا رخ کرنے والا ہے تو پھر تُو میری بہن! یہاں سے نکل کر غزنی کی طرف روانہ ہو جانا۔ جو مسلح جوان تمہیں لے کر آئے ہیں وہی تمہیں اپنے ساتھ غزنی کی طرف لے جائیں گے۔ میں خوش ہوں کہ تم نے عبداللہ قراتکین کو اپنی زندگی کا ساتھی بنا لیا ہے۔ اب بھٹنڈہ کا راجہ اپنے راج کمار گووند راج کے لئے میرے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اس نے جے پال کو یہ پیغام بھیجا ہے کہ کاشی کماری اسلام قبول کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی کے سالار عبداللہ قراتکین کی بیوی بن چکی ہے۔ لہٰذا بھٹنڈہ اور

Marfat.com

لاہور کی راجدھانیوں میں اتفاق اور تعاون پیدا کرنے کے لئے دونوں راجدھانیوں کو آپس میں ایک رشتہ اور تعلق میں پیوست ہو جانا چاہئے۔ اس بنا پر بھٹنڈہ کے راجہ پریم یو نے یہ پیغام بھجوایا کہ اس کے بیٹے گووندراج کے لئے کوشل کا رشتہ دیا جائے۔ اس کے لئے جے پال نے حامی بھی بھرلی ہے۔ میں نے بھی وقتی طور پر اس معاملہ کو ٹالا تھا اور جے پال سے میں نے کہا تھا کہ نندونہ کے قلعے کی جس مہم پر وہ روانہ ہو رہا ہے اس مہم کے بعد دیکھا جائے گا۔

اب جبکہ جے پال کو شکست ہوئی ہے اور وہ کشمیر کی طرف بھاگا ہے تو میرے خیال میں چند روز تو وہ وہیں رہے گا۔ جتنے دن وہ وہاں رہتا ہے تو میرے پاس قیام کرنا۔ اس کے آنے پر تو میں کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کروں گی، لیکن لاہور پہنچ کر اگر اس نے میری شادی کی بات سرگرمی سے آگے بڑھائی اور مجھے بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کے بیٹے گووندراج سے بیاہنا چاہا تو پھر میں یہ بیاہ پسند نہیں کروں گی۔ اس سلسلے میں اپنے سالار نارائن کو میں نے اپنے ساتھ ملا رکھا ہے، وہ ہم دونوں کو اپنی بہن خیال کرتا ہے اور اس نے مجھے یہ تسلی اور ضمانت دی ہے کہ جب مجھے زبردستی گووند راج سے بیاہنے کی کوشش کی جائے گی تو نارائن مجھے اپنی حویلی کے تہہ خانہ میں منتقل کر دے گا۔ جب حالات میرے حق میں درست ہوں گے تو پھر میں پہلے کی طرح معمول کے مطابق اپنی زندگی کے دن گزارنے لگوں گی۔"

کوشل جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر سوچ بچار کرنے کے بعد کاشی اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"کوشل! میری عزیز بہن! اگر یہاں حالات تیرے لئے ابتر ہو گئے تو جو مسلح جوان مجھے غزنی سے یہاں لے کر آئے ہیں تو انہی مسلح جوانوں کے ساتھ لاہور سے غزنی پہنچ جانا۔ وہاں میرے پاس رہنا۔ پھر دیکھنا کہ ہماری حویلی میں کیسا سکون اور طمانیت ہے۔ اس طرح میں وہاں کسی اچھی جگہ تیری شادی کا اہتمام کر دوں گی اور اس طرح ہم دونوں بہنیں اکٹھی ایک ہی شہر میں رہ سکیں گی۔"

اس پر کوشل کہنے لگی۔

"نہیں کاشی! میں چاہتی ہوں تم غزنی کی بجائے یہاں میرے پاس آ کر رہو۔

Marfat.com

میری بہن! جو حالات اس وقت ہمارے اردگرد منڈلا رہے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آج نہیں تو کل مسلمانوں کا سلطان محمود لاہور پر قبضہ کر لے گا۔ اس لئے کہ ہمارے باپ کی راجدھانی کی حدود سلطان محمود غزنوی کی سلطنت سے ملتی ہیں۔ ہندوستان کے سارے ہی راجہ اور اکثر و بیشتر پہلے ہمارے باپ کو، اس کے بعد ہمارے بھائی کو سلطان محمود کے خلاف اُکساتے رہے ہیں اور ہمارا باپ اور ہمارا بھائی دونوں ہی ان کی اُکساہٹ میں آتے ہوئے سلطان محمود کے خلاف سرکشی کا اظہار کرتے رہے ہیں۔

پھر ہماری بدبختی کہ جتنی بار بھی ہمارے عساکر سلطان محمود سے ٹکرائے ہمیں ناکامی اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں کہہ سکتی ہوں کہ اگر لاہور کی راجدھانی کے حالات ایسے ہی رہے تو پھر اپنی سلطنت کو محفوظ رکھنے کے لئے سلطان محمود غزنوی کم از کم ہماری راجدھانی کے سارے علاقوں پر قبضہ کر لے گا۔ اس طرح سلطان محمود غزنوی کو دو فائدے ہوں گے۔

پہلا یہ کہ اس کی اپنی آبائی سلطنت محفوظ ہو جائے گی۔ دوسرا یہ کہ اس کی سلطنت میں وسعت ہو جائے گی اور اگر ہندوستان کا کوئی بھی راجہ اس کے خلاف قسمت آزمائی کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ غزنی سے نکل کر لاہور پہنچے گا۔ یہاں اپنے لشکریوں کو استوار کرے گا اور اپنے خلاف اُٹھنے والے ہر باغی راجہ کا قصہ پاک کر کے رکھ دے گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے کوشل کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کوشل کی خواب گاہ کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ کوشل اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی اور دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"کون ہے؟"

باہر سے آواز آئی۔

"راج کماری! دروازہ کھولو۔ میں سورندی ہوں۔"

اس پر کوشل نے جب دروازہ کھولا تو دروازے پر سورندی اور چندوار دونوں کھانے کے طشت لئے کھڑے تھے۔

Marfat.com

دونوں کھانے کے طشت لے کر کمرے میں داخل ہوئے اور مسہری کے سامنے جو آبنوس کی لکڑی کی میز تھی اس پر انہوں نے کھانے کے برتن رکھ دیئے اور خود باہر نکل گئے۔

کوشل نے اپنی خواب گاہ کے دروازے کو اندر سے زنجیر لگائی پھر دونوں بہنیں اکٹھی بیٹھ کر کھانا کھانے لگی تھیں۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ کشمیر میں داخل ہوا۔ اس وقت کشمیر کا حکمران سنگ رام، لوہ کوٹ کے قلعہ میں محصور تھا۔ چنانچہ سلطان محمود نے آگے بڑھ کر لوہ کوٹ کا محاصرہ کر لیا۔

اسی دوران لاہور کے راجہ جے پال ثانی نے سلطان محمود سے رابطہ کیا۔ اس لئے کہ وہ بھی کشمیر میں پناہ لئے ہوئے تھا۔ اس نے درخواست بھیجی کہ میری ناتجربہ کاری اور نوعمری پر نظر فرما کر میری گستاخی معاف فرمائی جائے کہ آئندہ اپنے باپ کے زمانے کا مقرر کردہ خراج بلا حیلہ روانہ کرتا رہوں گا اور اطاعت وفرمانبرداری کی شرائط بجالانے میں ہرگز کوتاہی عمل میں نہیں لاؤں گا۔

سلطان نے جس طرح اس کے باپ اور دادا کو بارہا معاف کیا تھا اسی طرح جے پال کی خطاؤں کو بھی معاف کر کے پنجاب کی سندِ حکومت اس کے پاس بھیج دی۔

چنانچہ سلطان نے بڑی شدت سے قلعہ لوہ کوٹ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ چند روز ہی جاری رہا اور قریب تھا کہ یہ قلعہ فتح ہو جائے کہ اسی اثناء میں سلطان محمود کو خبر پہنچی کہ حاکم خوارزم جو سلطان کی بہن کا شوہر تھا اسے خوارزم کے باغیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد سلطان نے لوہ کوٹ کا محاصرہ ترک کر دیا۔ کشمیر سے وہ غزنی پہنچا اور غزنی سے اپنے لشکر کو لے کر اس نے بلخ اور پھر وہاں سے خوارزم کا رخ کیا تھا۔

جہاں تک خوارزم کا تعلق ہے تو خوارزم نے علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کی

Marfat.com

پیش رفت میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ اس مردم خیز خطہ سے وقتاً فوقتاً بڑے بڑے جلیل القدر علماء اُٹھے۔ اس ریاست کے دو دارالخلافہ تھے۔ ایک دریائے آمو کے مشرقی کنارے پر ترکستان کی حدود میں اور دوسرا مغربی کنارے پر۔

اوّل الذکر کا نام کاش اور آخر الذکر کا نام جرجانیہ یا اُورگنج تھا۔

چوتھی صدی ہجری میں کاش کا شہر دریا کی طغیانی کی نظر ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دریا کے کنارے پر کافی فاصلہ پر اسی نام کا ایک اور شہر بسایا گیا۔ اس طرح قدیم شہر کے باغات کے عین وسط سے پانی کی نہر گزرتی تھی۔ قدیم شہر بھی اسی سہولت سے بہرہ ور تھا اور تقریباً تمام گلی کوچوں سے چھوٹی چھوٹی نہریں گزرتی تھیں۔

بہ مشکل ایک صدی گزری ہو گی کہ نیا شہر بھی دریا کی لپیٹ میں آ گیا اور اکثر باشندگانِ شہر گھر بار چھوڑ کر دریائے آمو کے مغربی کنارے پر آباد ایک شہر میں منتقل ہوئے۔

اس کے بعد جب قتیبہ بن مسلم نے 93ھ یعنی 714ء میں کاش کو فتح کر کے اسے اسلامی مقبوضات میں شامل کیا تو کچھ عرصہ کے بعد اس کی سابق رونق پھر عود کر آئی اور اس کا نام المنصوریہ پڑ گیا۔ لیکن یہ صورت بہت عرصہ تک قائم نہ رہ سکی چونکہ دریا نے پھر اپنی گزرگاہ بدل دی اور لوگوں کی آبادی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

دراصل یہ دریائے آمو تھا جو بار بار اپنا رخ بدلتا تھا اور بار بار شہر کو تباہ و برباد کرتا تھا۔

چونکہ ترکستان کے تجارتی قافلوں کی تمام تر آمدورفت اسی راستہ سے ہوتی تھی اس لئے یہاں تجارتی مال کی بہت بڑی منڈی قائم ہو گئی تھی۔ بعد میں جب سرکاری دفاتر بھی یہیں منتقل ہو گئے تو جرجانیہ کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ آخر کچھ عرصہ بعد جرجانیہ کا لفظ زبانوں سے اتر گیا اور خود ریاست کا نام دارالسلطنت میں منتقل ہو گیا۔

منگولوں کے حملوں سے پہلے یاقوت حموی خوارزم میں موجود تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ میں نے اتنا عظیم، خوب صورت اور دولت مند شہر اور کہیں نہیں دیکھا۔"

جب منگولوں کے حملہ کے کچھ عرصہ بعد مشہور عالم سیاح ابنِ بطوطہ یہاں سے گزرا تو خوارزم اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت کو پھر سے حاصل کر چکا تھا اور منگولوں

Marfat.com

کی تباہی و بربادی کے آثار تقریباً مٹ چکے تھے۔ لیکن نامہربان زمانے کے ترکش میں حوادث و مصائب کے کچھ اور تیر ابھی باقی تھے جنہیں اس سخت جان شہر کے سینہ میں پیوست ہونا تھا۔

چنانچہ تیمور لنگ نے آٹھویں صدی ہجری کی آخری دہائی میں خوارزم پر حملہ کر دیا اور اہلِ شہر محصور ہو گئے۔ یہ محاصرہ تین ماہ تک جاری رہا۔ جب لوگ عاجز آ گئے اور شہر فتح ہو گیا تو تیمور نے اپنے مورثِ اعلیٰ چنگیز کی تقلید میں شہر کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ لیکن چونکہ عسکری لحاظ سے خوارزم کی جائے وقوع خاص اہمیت کی حامل تھی اور تیمور اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا اس لئے کچھ عرصہ کے بعد از سرِ نو تعمیر شہر کا حکم دیا۔ لوگ جو تیمور کے حملہ سے پہلے گھربار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ پھر آ گئے اور خوارزم پھر سے آباد ہو گیا۔

اس علاقے میں خوارزم کے بعد خیوہ دوسرا بڑا شہر تھا جو دریائے جیحوںؔ کے جنوبی کنارے پر واقع تھا اور اسی دریا سے ایک نہر کاٹ کر زمینوں کو سیراب کیا گیا تھا۔ تیمور کے بعد جب ازبک خاندان کو عروج حاصل ہوا تو اس شہر کی اہمیت کہیں زیادہ ہو گئی۔ ہزار اسپ کا شہر اس ریاست میں تیسرے نمبر پر تھا جو دریائے جیحوں کے شمالی کنارے پر واقع تھا۔ اس شہر کی آبادی بھی اسی دریا کے پانی سے سیراب ہوتی تھی۔ یعقوت حموی جب اس شہر سے گزرا تو اس کی رونق پورے شباب پر تھی اور اس کی منڈی میں انواع و اقسام کا تجارتی سامان پایا جاتا تھا۔

خوارزم کے ان تین شہروں کے علاوہ ہزار اسپ اور بحریہ کے درمیان تین چھوٹے چھوٹے شہر اور بھی تھے جن میں سے ایک کا نام جلکن بند تھا جس کے اردگرد پھلوں کے باغات تھے۔ دوسرے کا نام درقان تھا جس کے چاروں طرف صرف انگور کے باغات تھے۔ تیسرے کا نام سکور تھا جو عین دریا کے کنارے واقع تھا۔

چونکہ دریائے جیحوں کے آس پاس کی زمین سطح آب کے متوازی واقع ہوئی تھی اس لئے دریا کے دونوں کناروں سے نہریں کاٹ کر یہ زمینیں سیراب کی گئی تھیں جن سے علاقے کی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔ مشرقی کنارے سے جو نہر نکالی گئی تھی وہ اتنی بڑی تھی کہ اس میں کشتیاں چلتی تھیں اور شمال میں دور دور تک اس سے

Marfat.com

آب رسانی کا کام لیا جاتا تھا۔

مغربی کنارے سے جو نہریں نکالی گئی تھیں ان کی تعداد کافی زیادہ تھی اور ان سے ہزار اسپ اور خیوہ کے درمیان کا سارا علاقہ سیراب ہوتا تھا جس کی وجہ سے عوام بڑے خوش حال تھے۔ ریاست کی زرعی پیداوار اناج، دالوں اور پھلوں پر مشتمل تھی۔ کپاس بھی کافی مقدار میں پیدا ہوتی تھی۔ اس کے سرسبز مرغزاروں اور چراگاہوں میں بھیڑوں کے بڑے بڑے ریوڑ چرتے دیکھے جاتے تھے اور ترکستان اور خراسان کے تجارتی قافلے اس کی منڈیوں میں کھنچے چلے آتے تھے۔

خوارزم کو اس لحاظ سے بھی بڑی اہمیت حاصل تھی کہ اس نے مرکزی ایشیا میں تہذیب و تمدن کے نشوونما میں نہایت شاندار کردار ادا کیا تھا۔ خوارزم شاہ اس ریاست کے حاکم کا لقب تھا۔ جب عربوں نے اس علاقے کو فتح کیا تو اس وقت بھی یہاں کے حاکم کا نام خوارزم شاہ ہی کہلاتا تھا۔ بعد میں بھی یہ سلسلہ جلال الدین خوارزم شاہ کی وفات تک جاری رہا۔

مرکزی ایشیا میں یہ واحد مثال ایسی ہے جس میں عہد جاہلیت کا ایک فرمانروائی لقب اسلام کے بعد بھی کئی صدیوں تک استعمال ہوتا رہا۔ البیرونی لکھتا ہے کہ کیقباد خسرو پہلا شہنشاہ تھا جس نے اس ریاست کے فرمانروا کو خوارزم شاہ کا لقب عطا کیا تھا۔ گویا اس نے سکندر اعظم کے حملہ سے 980 برس پہلے اس ریاست کو یہ نام دیا تھا۔ چونکہ البیرونی کے سوا کہیں یہ روایت نہیں ملتی اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ اس میں صداقت کا عنصر کتنا ہے۔

اب اسی خوارزم کا رخ سلطان محمود غزنوی نے کیا تھا۔

خوارزم شاہ میں دو بڑے باغی سالار تھے۔ ایک کا نام خمرتاش اور دوسرے کا نام البتگین تھا۔ یہی دونوں خوارزم کے حکمران یعنی سلطان محمود غزنوی کے بہنوئی کے قاتل تھے۔ چنانچہ ان دونوں نے بھی سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ کرنے کے لئے ٹھان لی تھی۔ خوارزم میں جس قدر لشکر تھا اسے ان دونوں نے آپس میں تقسیم کر لیا تھا اور یہ ارادہ کیا تھا کہ دونوں مختلف سمتوں سے محمود غزنوی پر ضرب لگائیں گے اور اسے شکست دے کر بھگانے والی بات کریں گے۔

Marfat.com

خمرتاش اور الپتگین دونوں سالار اپنے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ گھات اور کمین گاہ میں چلے گئے تھے۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی جب خوارزم میں داخل ہوا اور ایک جگہ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ صبح کی نماز ادا کرنی شروع کی تو اہلِ خوارزم کے سپہ سالار خمرتاش نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ وہ اپنی کمین گاہ سے نکلا اور نماز کی حالت میں سلطان محمود غزنوی اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہوا اور سلطان کے بہت سے لشکریوں کو اس نے تہہ تیغ کر دیا۔

سلطان محمود نماز سے فارغ ہوتے ہی بڑے غضب کی حالت میں حرکت میں آیا۔ اس نے اپنے لشکر کو تیاری کرنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ خمرتاش پر اسے بے حد غصہ اور غضب تھا کہ اس نے سلطان پر نماز کی حالت میں حملہ کیا چنانچہ سلطان اسے اس کی گستاخی اور دھوکا فریب کی سزا دینے پر تُل گیا تھا۔

خمرتاش چونکہ نماز کی حالت میں سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا اور سلطان کے بہت سے لشکریوں کو اس نے موت کے گھاٹ اتارا تھا، چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر سلطان نے آندھی اور طوفان کی طرح اپنے لشکر کے ساتھ اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

آخر اپنے لشکر کے ساتھ سلطان محمود نے خمرتاش کو جا لیا۔ اس نے جب دیکھا کہ سلطان تو سائے کی طرح اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے پاؤں کے نشانات پر قدم رکھتا چلا آ رہا ہے تب وہ ہر شے کو زہر آلود کرنے والے اژدھا کی طرح پلٹا اور سلطان کے لشکر پر وہ موت و قضا کی کھلی آغوش، انسانیت کی توہین اور عریانی کا گمان کرنے والے گروہوں کے بگولوں، بے امان فتنہ انگیزیوں، تعصب کے میزان کھڑے کرتے مرگ کے سیلِ حوادث کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

ادھر سلطان کو بھی خمرتاش کے خلاف بڑا غصہ اور غضب تھا چنانچہ وہ بھی تقدیر کے فیصلے اٹھائے کسی صاعقہ بردار، موجوں کے تند ریلوں سے ساحلِ آفاق اور جہاں گرد خوفی سیاح کی طرح آگے بڑھا۔ پھر اس نے بھی سینہ میں خلش، جبیں پر شکنیں اور لہو کی رگ رگ میں زنگ آلود کرب بپا دینے والے سلگتے دھڑوں، رگوں میں لہو کی گردش، جسم و جان کے حوصلوں تک کو بے کار کر دینے والے تپتے سایوں کی

Marfat.com

صورت حملہ آور ہوا تھا۔

اس طرح خوارزم کی سرزمین میں دونوں لشکر صحرائی بگولوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ میدانِ جنگ اور رزم گاہ میں خناس کے وسوسے، دلوں کو پامال کرتی المناک گھٹن، ذلت و پستی کے کفن میں لپٹتی ہولناک تپتی آرزوئیں رقص کرنے لگی تھیں۔ ہر کوئی دوسرے پر کرب و الم کی یلغار، ظلم و ستم کی یورش کی طرح حملہ آور ہونے لگا تھا۔ یوں میدانِ جنگ میں دہکتی قضا چاروں طرف سرگرداں دکھائی دینے لگی تھی۔

تھوڑی دیر کی جنگ میں ہی سلطان محمود غزنوی نے خمرتاش کے سارے کس بل نکال کر رکھ دیئے تھے، اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور بقول مؤرخین خمرتاش کو زندہ گرفتار کر لیا تھا۔ اس کے شکست خوردہ لشکری بھاگ کر اپنے دوسرے بڑے سالار الپتگین سے جا ملے تھے۔

الپتگین کے پاس پہلے ایک خاصا بڑا لشکر تھا۔ جب خمرتاش کے شکست خوردہ لشکری بھی اس کے پاس پہنچ گئے تب اس کی طاقت اور قوت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ کچھ تازہ دم دستے اسے خوارزم کے مختلف شہروں سے مل گئے تھے۔ اس طرح اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ خم ٹھونک کر سلطان محمود غزنوی کے سامنے آئے گا اور اس کا مقابلہ کر کے اسے خوارزم سے نکال باہر کرے گا۔

دوسری طرف سلطان نے بھی الپتگین کے سامنے آنے میں دیر نہیں کی۔ آندھی اور طوفان کی طرح جس طرح اس نے خمرتاش کا تعاقب کر کے اسے جا پکڑا تھا اور اس کے لشکر کی اکثریت کا خاتمہ کر کے اسے گرفتار کر لیا تھا ویسے ہی آندھی اور طوفان کی طرح اب وہ مڑا اور الپتگین کے لشکر کے سامنے آن پہنچا تھا۔

الپتگین سلطان کی اس بھاگ دوڑ اور تھکاوٹ سے فائدہ اٹھا کر اپنے لئے کامیابی اور کامرانی کے در کھولنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے آیا اور اپنے لشکر کی صفیں درست کیں تب الپتگین نے اپنے لشکر کو ہر قدم پر ٹھوکر، ہر دوراہے پر صلیب کھڑے کرتے رحم و عدل سے بے بہرہ وسوسات اور بدگمانیوں کی طرح آگے بڑھایا۔ پھر وہ سلطان محمود کے لشکر پر چہروں کو زرد، جسموں کو

Marfat.com

لاغر، دلوں کو افسردہ کر دینے والے بدی کے طوفانوں، شرافتِ نفس، انسان دوستی کو پامال کرتے قضا کے دہکتے ساغر اور لبوں کا تریاق تک خشک کر دینے والے گرم بیابانوں کے ریگ کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان محمود غزنوی نے بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ عجیب سے انداز میں اپنے کام کی ابتدا کی تھی۔ پہلے اس نے سنگلاخوں کو آئنوں، ظلمتوں کو روشنی، ذرّوں کو صحرائی وسعتوں، لالہ و گل کو برقِ تپاں، خارزاروں کو تاکستانوں، برفانی تودوں کو شعلوں اور راہوں کے غبار کو کہکشاں میں تبدیل کرتی تکبیریں کسی مشیت کے رازداروں کی طرح بلند کی تھیں۔ اس کے بعد سلطان محمود غزنوی ایلتگین کے لشکر پر بے سوز سینوں کو دہکا دینے والی آگ کی لپٹوں، جسموں کو ریزہ ریزہ، روح کو لخت لخت کرتی سحر آفریں قوت، بے شرف و بے توقیر، بے وقعت و بے نصیب کر دینے والے غیر فانی جذبوں، بجھی ہوئی راکھ سے شعلوں کی طرح جوالا مکھی کی صورت اختیار کر دینے والے ہول ناک سلگتے جذبوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ایلتگین نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ سلطان محمود غزنوی کے سامنے جم کر مقابلہ کرے اور اپنی کامیابی اور فتح مندی کے در کھولے لیکن سلطان محمود غزنوی کے جنگ کرنے کا انداز اس کے انداز سے کہیں اعلیٰ و ارفع اور نیا اور انوکھا تھا۔ اپنے پہلے ہی چند حملوں کے دوران سلطان محمود نے ایلتگین اور اس کے لشکریوں کے حوصلوں کو پامال کرنا شروع کر دیا تھا۔ ایلتگین نے یہ بھی دیکھا کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جس سمت بھی رخ کرتا ہے، اپنے پیچھے ایلتگین کے لشکریوں کی لاشیں بساط کی صورت میں بچھاتا چلا جا رہا ہے۔

یہ صورتِ حال یقیناً ایلتگین کے لئے حوصلہ شکن تھی۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی کے ساتھ اعصابی ضعف، گرسنی، فاقہ کشی، مایوسی کے سیم وتھور، لامحدود کرب و دکھ، تنہائیوں، ڈوبتی کشتی کے بے بس ناخدا اور بدحال و رنجیدہ لمحوں کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اب ایلتگین کے لئے مصیبت یہ تھی کہ وہ بھاگ کر کہیں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس سے پہلے خمارطاش سلطان کے سامنے بھاگا تھا اور سلطان نے اس کا

Marfat.com

پیچھا کر کے اس کے لشکر کا خاتمہ کر کے اسے گرفتار کر لیا تھا۔ چنانچہ اس جنگ میں اس کا اور اس کے لشکر کا تقریباً صفایا کر دیا گیا۔ اس طرح خوارزم کے اندر جو بغاوت اور سرکشی اُٹھی تھی، اسے سلطان محمود غزنوی نے مکمل طور پر پامال کر دیا۔ چند روز تک سلطان نے خوارزم میں ہی قیام رکھا اور پھر اپنے سالاروں اور اپنے اُمراء سے مشورہ کرنے کے بعد اپنے بڑے سالاروں میں سے التون طاش کو اس نے خوارزم کا حاکم مقرر کیا، اس کے بعد سلطان اپنے لشکر کو سمیٹتا ہوا واپس خوارزم سے غزنی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

Marfat.com

کوشل اور کاشی دونوں بہنیں شام کا کھانا کھا کر فارغ ہوئی ہی تھیں کہ کوشل کی خواب گاہ کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس پر کوشل اٹھ کھڑی ہوئی اور دروازے کے قریب آ کر دھیمے لہجے میں اس نے پوچھا۔

''کون ہے؟''

باہر سے آواز آئی۔

''میری بہن! دروازہ کھولو۔ میں نارائن ہوں۔''

اس پر کوشل نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ اتنی دیر تک کاشی بھی اٹھ کر اس کے قریب آ گئی تھی۔ نارائن خواب گاہ میں داخل ہوا، ایک دم کمرے کا دروازہ اس نے بند کر دیا۔ اس کے ایسا کرنے پر کوشل اور کاشی دونوں پریشان اور فکرمند ہو گئی تھیں یہاں تک کہ نارائن نے دونوں کو مخاطب کیا۔

''آپ دونوں بہنیں فکرمند نہ ہوں۔ میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔ جے پال، سلطان محمود سے شکست اٹھانے کے بعد کشمیر کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اسی دوران سلطان محمود غزنی سے پھر نکلا اور کشمیر پر حملہ ہوا۔ اس کے ایسا کرنے پر جے پال شاید خوف زدہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے قاصد سلطان کی طرف بھجوائے، معافی مانگی اور آئندہ باقاعدگی سے خراج دینے کا وعدہ کیا جس کے بعد سلطان نے اسے سلطنت کی حکمرانی پر بحال کر دیا۔ جو کچھ لشکر کے مخبروں نے مجھے بتایا ہے اس کے مطابق کل شام تک کسی بھی وقت جے پال اپنے لشکر کے ساتھ لاہور میں داخل ہو گا۔ میں چاہتا ہوں اس کے آنے سے پہلے ہی تم دونوں بہنیں میرے تہہ خانہ میں منتقل ہو جاؤ۔

Marfat.com

کاشی کماری کا منتقل ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اگر اس سے متعلق جے پال کو بھنک بھی پڑ گئی تو وہ اس کا خاتمہ کر دے گا۔ کوشل! میری بہن! تمہارا تہہ خانے میں جانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہاں پہنچنے کے بعد جے پال آرام سے نہیں بیٹھے گا۔ پھر ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے مسلمانوں کے سلطان کے خلاف حرکت میں آ کر اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لے گا اور اس بار اگر اس نے ایسا کیا تو پھر کوئی بہت بڑا خونی انقلاب اٹھے گا۔ اس لئے کہ سلطان محمود پھر اپنے لشکر کے ساتھ لاہور میں بھی داخل ہو سکتا ہے اور ایسا کرنے سے پہلے پہلے کوشل میری بہن! جے پال تمہیں بٹھنڈہ بھی بھیج سکتا ہے تاکہ تمہاری شادی گووند راج سے کر دی جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نارائن جب خاموش ہوا تب بڑے فکر گیر انداز میں کاشی کہنے لگی۔

”نارائن! میرے بھائی! میں تہہ خانہ میں منتقل نہیں ہوں گی۔ میرے خیال میں تم نے بڑے اچھے وقت میں ہمیں جے پال کی آمد کی اطلاع دی ہے۔ میں ابھی تھوڑی دیر تک تیاری کر کے واپس جانا پسند کروں گی۔ اس لئے کہ میرے شوہر بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس بنا پر اب وقت ضائع کئے بغیر میرا ان کے پاس پہنچنا بے حد ضروری ہے۔ اگر میں تمہارے تہہ خانہ میں چلی گئی تو پھر یہاں سے نکل کر میرا واپس اپنے گھر جانا ناممکن ہو جائے گا۔ اس لئے میں چاہوں گی کہ تم لوگ آج ہی، ابھی تھوڑی دیر بعد میرے کوچ کا اہتمام کر دو۔“

کاشی کماری جب خاموش ہوئی تب کوشل بے حد سنجیدہ، افسردہ اور اُداس ہو گئی تھی، کہنے لگی۔

”نارائن! میرے بھائی! کاشی ٹھیک کہتی ہے۔ اس کا ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کرنا اس کی سلامتی کے لئے بھی بے حد ضروری ہے۔ جہاں تک میرا تہہ خانہ میں منتقل ہونے کا سوال ہے میرے بھائی! ابھی اس معاملہ کو التواء میں رکھو۔ جونہی جے پال نے میرے متعلق بٹھنڈہ والوں سے بات کی اور مجھے بٹھنڈہ والوں کے حوالے کرنا چاہا، میں اسی وقت ہی قصر سے نکل کر تمہارے تہہ خانہ میں منتقل ہو

Marfat.com

جاؤں گی۔ اس سلسلے میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس تمہاری مہربانی کہ تم ابھی اسی وقت کاشی کے کوچ کی تیاری کراؤ۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل رکی، مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کاشی کماری بول اٹھی۔

"بھائی! میرے ساتھ انہی مسلح جوانوں کو بھیجنا جو مجھے لے کر آئے تھے۔ انہوں نے غزنی سے ادھر آتے ہوئے میرا بہترین خیال رکھا تھا اور میری خوب دیکھ بھال کی تھی۔"

اس پر نارائن مان گیا اور کہنے لگا۔

"تم دونوں بہنیں کوچ کی تیاری مکمل کرو۔ میں انہی جوانوں کو بلا کر لاتا ہوں۔ گھوڑے بھی تیار کرواتا ہوں، اس کے بعد میں واپس آتا ہوں اور کوچ کا اہتمام کرتا ہوں۔"

نارائن کے ان الفاظ سے کوشل اور کاشی دونوں نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ نارائن وہاں سے چلا گیا تھا۔ کاشی فوراً اپنا سامان سمیٹنے لگی تھی جبکہ کوشل اس سلسلے میں اس کی مدد کر رہی تھی۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ نارائن ایک بار پھر آیا۔ اس کے آنے پر کوشل اور کاشی دونوں خواب گاہ سے باہر نکل آئی تھیں۔ اس موقع پر کاشی کوشل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"کوشل! تم مجھے یہیں مل لو، تم اپنی خواب گاہ میں ہی رہو۔"

اس پر کوشل نے کاشی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"نہیں کاشی! میں اصطبل تک تمہارے ساتھ جاؤں گی، اس کے بعد اپنی خواب گاہ کی طرف آ جاؤں گی۔"

بہرحال دونوں بہنیں نارائن کے ساتھ اصطبل کی طرف گئیں۔ اصطبل میں مسلح جوان اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے اور ایک جوان دو گھوڑوں کی باگیں اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے تھا۔ اس پر نارائن نے ایک گھوڑے کی طرف اشارہ کیا اور کاشی سے کہنے لگا۔

Marfat.com

"میری بہن! تم اس گھوڑے پر بیٹھو۔"

چنانچہ کاشی آگے بڑھی۔ اس موقع پر وہ مردانہ جنگی لباس پہنے ہوئے تھی، چہرے کو اس نے اپنے خود سے ڈھانپ رکھا تھا اس کے بعد جن مسلح جوانوں نے اس کے ساتھ جانا تھا وہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے، پھر نارائن کوشل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری بہن! تم اپنی خواب گاہ کی طرف جاؤ۔ میں انہیں اپنے کچھ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ شہر سے باہر چھوڑ کر آؤں گا۔"

کوشل اصطبل میں ہی کھڑی رہی۔ جب کاشی مسلح جوانوں اور نارائن کے ساتھ اصطبل سے نکل کر اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تب وہ بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی تھی۔

ادھر کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی اور کوشل دیوی اپنی مسہری پر لیٹی اپنی نیند کی کچی حالت میں تھی کہ اس کی خواب گاہ کے دروازے پر زوردار کھٹکا ہوا۔

ہڑبڑا کر وہ اٹھ بیٹھی، دروازے کے قریب گئی اور دروازہ کھولے بنا ہی دھیمی سی آواز میں پوچھا۔

"کون ہے؟"

اس پر باہر سے آواز آئی۔

"راجکماری! میں چندوار ہوں۔"

کوشل پریشان ہو گئی تھی۔ جلدی جلدی اس نے دروازہ کھول دیا، اپنا لباس درست کیا اور دروازے پر کھڑے چندوار کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"کیا ہوا؟ اس وقت میری خواب گاہ پر دستک دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

اس پر چندوار گھبرائے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

"راجکماری! غضب ہو گیا۔ راجکماری کاشی کماری کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

یہ الفاظ سن کر کوشل دیوی چکرا سی گئی تھی۔ قریب تھا کہ وہ گر جاتی پر دروازے کا سہارا لے کر سنبھلی، گردن اس کی جھک گئی تھی پھر کہنے لگی۔

"کیا ہوا؟"

Marfat.com

اس پر چندوار کہنے لگا۔

''تھوڑی دیر ہوئی نارائن کا ایک آدمی آیا تھا اور اس نے ہمیں یہ اطلاع دی جس پر میں آپ کے پاس چلا آیا۔ اس نے کچھ تفصیل بھی بتائی۔''

''کیسی تفصیل؟''

جواب میں چندوار کہنے لگا۔

''اس کا کہنا تھا کہ راجکماری کاشی کماری مسلح جوانوں کے ساتھ دریائے راوی کو پار کر گئی، تب اچانک کچھ مسلح جوان نمودار ہوئے اور انہوں نے راجکماری کاشی کماری کو اٹھا کر لے جانا چاہا۔ اس پر مسلح جوانوں کے علاوہ کاشی کماری نے بھی مزاحمت کی اس لئے کہ راج کماری کاشی اس وقت مردانہ اور جنگی لباس میں تھی اور اپنا چہرہ بھی ڈھانپے ہوئے تھی لیکن لگتا ہے کسی نے راجکماری کاشی کماری کے متعلق مخبری کی اور بٹھنڈہ کے راجکمار گووند راج کو بتا دیا کہ کاشی کماری یہاں آئی ہوئی ہے۔ میرے خیال میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھات میں رہا۔ جب راجکماری کاشی نے دریائے راوی کو پار کیا تو اس نے حملہ آور ہو کر راجکماری کاشی کو اٹھا لے جانا چاہا لیکن راجکماری نے بھی مزاحمت کی۔ مسلح جوان بھی آڑے آئے، اس پر ٹکراؤ ہوا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں راجکماری کاشی ہلاک ہو گئی اور اس کے ساتھ جو مسلح جوان تھے وہ بھی مارے گئے۔ صرف ایک زخمی حالت میں بھاگنے میں کامیاب ہوا اور سیدھا نارائن کی طرف گیا اور صورت حال سے اسے آگاہ کیا۔ چنانچہ نارائن اپنے مسلح جوانوں کو لے کر گیا اور مرنے والوں کی لاشیں اٹھا لیں لیکن بٹھنڈہ کا راجکمار اپنا کام کرنے کے بعد اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ بھاگ گیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد چندوار کو رک جانا پڑا اس لئے کہ کوشل دیوی رو دی تھی۔ کچھ دیر ایسی ہی صورت حال رہی۔ پھر کوشل نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور چندوار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب میری بہن کی لاش کہاں ہے؟''

چندوار کہنے لگا۔

''میں نے آنے والے مسلح جوان سے پوچھا تھا، اس کا کہنا تھا کہ لاش دریا کے

Marfat.com

پار ہی ہے اور نارائن کا کہنا تھا کہ چونکہ راجکماری کاشی اسلام قبول کر چکی تھی اور ایک مسلمان سالار عبداللہ قراتگین کی بیوی تھی، اس بنا پر اس کی چتا نہیں جلائی جائے گی۔ اس کے ساتھ جو مسلح جوان تھے ان کی لاشیں شمشان گھاٹ کی طرف لے جائی گئی ہیں اور آنے والے نے یہ بھی بتایا کہ نارائن وہاں وقت پر پہنچ گیا اور اس نے ایک جگہ راجکماری کاشی کی لاش کو محفوظ کر دیا ہے۔ اب یہ ساری تفصیل جو مسلح جوان لے کر آیا تھا وہ اس وقت قصر سے باہر کھڑا ہے۔ اب آپ وہاں جا سکتی ہیں۔"

اس پر کوشل دیوی کہنے لگی۔

"تم یہیں رکو، تم میرے ساتھ جاؤ گے، میں ابھی آتی ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی کوشل دیوی واپس گئی، ایک بھاری شال اس نے اوپر لی، اپنا چہرہ ڈھانپا اور چندوار کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

چندوار اس کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں اصطبل میں گئے۔ دو گھوڑوں کو تیار کیا۔ پھر وہ جب قصر کے دروازے پر آئے تو وہاں ایک مسلح جوان اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ راج کماری کوشل کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنی گردن کو جھکاتے ہوئے کوشل کو تعظیم دی تھی یہاں تک کہ کوشل نے اسے مخاطب کیا۔

"یہ کہو کہ نارائن اس وقت کہاں ہے؟"

اس پر وہ مسلح جوان کہنے لگا۔

"نارائن دریائے راوی کے اس پار ہے اور راجکماری کاشی کی لاش کو اس نے محفوظ کر رکھا ہے۔ باقی لاشوں کو شمشان گھاٹ کی طرف لے جایا گیا ہے۔"

اس پر کوشل دیوی اپنے گھوڑے پر سوار رہی اور چندوار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "چندوار! تم بھی میرے ساتھ آؤ، گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔"

اس پر چندوار بھی اپنے گھوڑے پر ہو بیٹھا۔ پھر کوشل نے اس مسلح جوان کو مخاطب کیا۔ "تم ہم دونوں کے ساتھ آؤ اور مجھے نارائن کے پاس لے کر چلو۔"

اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان بھی گھوڑے پر سوار ہوا۔ یوں تینوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے دریائے راوی کی طرف ہو لئے تھے۔

Marfat.com

مسلح جوان کوشل دیوی اور چندوار کو دریائے راوی کے اس پار درختوں کے ایک جھنڈ کے اندر لے گیا جہاں نارائن اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا اور قریب ہی ایک قبر کھودی جا چکی تھی۔ راجکماری کوشل جب وہاں جا کر اپنے گھوڑے سے اُتری تب سب نے اسے تعظیم دی۔ راجکماری جھکی، کاشی کماری کی لاش کے اوپر جو صاف سفید چادر ڈال دی گئی تھی وہ اٹھا کر اپنی بہن کا خون آلود چہرہ اس نے دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا۔ کوشل دیوی پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی اور باقی لوگ بھی گردن جھکائے کھڑے رہے۔ پھر کوشل سنبھلی اور نارائن کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''نارائن! میرے بھائی! میری بہن کاشی کو یہیں اسی قبر میں دفن کر کے زمین بالکل برابر کر دو اور ایک نشانی یہاں لگا دو تا کہ مجھے یہ پتہ ہو کہ میری بہن کہاں دفن ہے؟ اس کے مارے جانے پر مجھے بہت سے لوگوں کو جواب دینا ہو گا۔''

اس پر نارائن اور اس کے ساتھی حرکت میں آئے، کاشی کماری کو قبر میں اتار کر مٹی ڈال دی گئی۔ پھر نارائن بوجھل آواز میں کوشل دیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''راجکماری! درختوں کے اس جھنڈ کو یاد رکھئے گا۔ اس لئے کہ یہ دریائے راوی کے بالکل قریب ہے۔ میں نے جان بوجھ کر ان درختوں میں جو سب سے موٹا اور بڑا درخت ہے اس کے نیچے قبر کو کھودا ہے تا کہ یہ درخت ہی نشانی رہے۔ میں اس کے اوپر ایک وزنی پتھر رکھ دیتا ہوں۔ پتھر ہی قبر کی نشانی ہو گا۔''

کوشل نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ نارائن کے کہنے پر اس کے دو ساتھی حرکت میں آئے اور ایک بڑا پتھر وہاں سے اٹھا کر قبر کی ایک طرف رکھ دیا گیا تھا۔

جب یہ سارا کام مکمل ہو گیا تب نارائن کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل دیوی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''اب میں اپنی بہن کے شوہر عبداللہ قراتگین کو کیا جواب دوں گی؟ وہ اور اس کے گھر والے یہی سمجھیں گے کہ کاشی کماری کو ہم نے غزنی سے منگایا ہی اس لئے تھا کہ اسے لاہور بلا کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ بھٹنڈہ کے راجکمار گوبند راج نے یہ بڑا بھیانک کھیل کھیلا ہے۔ لیکن وہ بچ نہیں پائے گا۔ اس کا خاتمہ کرنے کے لئے

Marfat.com

مجھے جو بھی جتن کرنا پڑا کروں گی لیکن اس سے میں اپنی مرنے والی بہن کا انتقام ضرور لوں گی۔ میری بہن کے شوہر عبداللہ قراتگین تک پہلے ہی یہ خبر پہنچی ہوئی ہے کہ اس نے جو انفرادی مقابلے میں ہمارے سارے سورماؤں کو موت کے گھات اتارا تھا تو میں اس کے بدلہ میں عبداللہ قراتگین کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتی ہوں۔ اب وہ تو یہی سمجھے گا کہ میں اس سے انتقام نہیں لے سکی اور اس کا انتقام اس کی بیوی سے لے لیا۔ میری بہن کے سسرال والے یہی سمجھیں گے کہ اپنی بہن کی قاتل میں ہوں، لہٰذا مجھے ان کی نگاہوں میں اپنے آپ کو اس الزام سے بری الذمہ قرار دلوانا ہوگا اور اس کے لئے مجھے بہت کچھ کرنا ہوگا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل رکی، کچھ سوچا، پھر نارائن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "نارائن! میرے بھائی! اب اس سارے معاملہ کو مخفی رکھنا۔ ایک دو روز تک جے پال بھی اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ جائے گا۔ لہٰذا اسے خبر نہیں ہونی چاہئے کہ راجکماری کاشی ملنے کے لئے یہاں آئی تھی اور یہ کہ جس وقت وہ دریائے راوی کے اس پار آئی تو بھٹنڈہ کے راجکمار گووِند راج نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ اب گووِند راج سے اپنی بہن کا انتقام لینا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن کر رہ جائے گا۔"

کوشل جب خاموش ہوئی تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نارائن کہنے لگا۔ "راجکماری! میں نے آپ کو بہن کہا ہے۔ گووِند راج کا خاتمہ کرنے کے لئے میں آپ کا پورا پورا ساتھ دوں گا۔ اب آپ واپس چلیں۔ یہاں زیادہ دیر قیام کرنا اچھا نہیں ہے۔"

کوشل نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر اس نے ایک اُداس اور افسردگی سے بھرپور نگاہ اپنی بہن کاشی کی قبر پر ڈالی، بوجھل قدموں سے پیچھے ہٹی، اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور اس کے بعد وہ سب شہر کا رخ کر گئے تھے۔

Marfat.com

خوارزم کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد عبداللہ قراتگین ایک روز اپنے باپ کے پاس انتہائی اُداس اور افسردہ بیٹھا ہوا تھا اس لئے کہ قراتگین سخت بیمار تھا اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی اور اس موقع پر اس کمرے میں عبداللہ قراتگین کے بھائی سنجر اور اس کی بیوی ارجان کے علاوہ وہاں احمد نیالتگین، اس کی بیوی باشان، احمد نیالتگین کا بھائی عثمان اور اس کی بیوی اور عبداللہ قراتگین کی بہن خیسار سب اُداس اور افسردہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسے میں حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ دستک کی آواز سنتے ہی سنجر اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں کون آیا ہے؟''

اس کے ساتھ ہی سنجر کمرے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ساتھ چندوار اور دو اور مسلح جوان تھے۔ چندوار کے آنے پر عبداللہ قراتگین چونکا تھا، اپنی جگہ سے اٹھا، چندوار اور اس کے دونوں ساتھیوں سے اس نے مصافحہ کیا، انہیں اندر لے کر آیا۔ ارجان، باشان اور خیسار ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی تھیں۔ کچھ دیر تک عبداللہ قراتگین چندوار اور اس کے دونوں مسلح ساتھیوں کی طرف غور سے دیکھتا رہا، پھر چندوار کو اس نے مخاطب کیا۔

''چندوار! تمہارے ساتھ کاشی نہیں ہے؟''

عبداللہ قراتگین کے یہ الفاظ سن کر چندوار اور اس کے دونوں ساتھی رونے والے ہو گئے تھے۔ اُداسیاں اور افسردگیاں غموں کی صورت میں ان کے چہروں پر رقص کرنے لگی تھیں۔ یہ صورت حال سب کے لئے پریشان کن تھی، یہاں تک کہ

Marfat.com

چندوار بولا اور عبداللہ قراتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں آپ کے لئے ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں۔''

اس کے بعد چندوار نے کاشی کے مارے جانے کے سارے واقعات تفصیل کے ساتھ عبداللہ قراتگین سے کہہ دیئے تھے۔

اس موقع پر خیسار بڑے غور سے اپنے بھائی عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ کاشی کی موت کا سن کر جیسے اس کی روح کی تسکین تلخیوں کی عمیق گہرائیوں اور اس کے دل کی امید افزائی فنا کے آنچل میں کھو گئی ہو۔ اس نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ زندگی کی محرومیوں کے انبار اور دربدری کی تپش اس کے چہرے پر رقص کر گئی تھی۔ اس کی حالت سے یوں لگنے لگا تھا جیسے وہ قضا کی خوف ناک دستک کی طرح ہر شے کو دھول بنا کر اڑا دے گا۔

کاشی کی موت کا سن کر عبداللہ قراتگین کچھ دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا۔ دو ایک بار اس نے ہونٹ کاٹے۔ آنکھوں میں نمی بھی آئی۔ لگتا تھا اس کے سینہ میں آندھیاں، آنکھوں میں چنگاریاں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں جیسے اُس کی اُمیدوں کی بُکل کو لیر لیر کر دیا گیا ہو اور وہ کسی بھی لمحہ خون کا جوار بھاٹا بن کر اُمڈ پڑے گا۔

خیسار نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے بھائی کی حالت بڑی تیزی سے بدلنے لگی تھی۔ وہ ہونٹ کاٹے جا رہا تھا، ساتھ ہی ضبط بھی کر رہا تھا اس لئے کہ یہ خبر ہی ایسی تھی کہ جس نے اس کے جوان چمکتے ارادوں کو مُردہ خوابوں کا گھر بنا کر رکھ دیا تھا۔

کچھ دیر کاٹ کھانے والی خاموشی رہی۔ آخر خیسار جو عجیب سے انداز میں اپنے بھائی کی طرف لگاتار دیکھے جا رہی تھی، اس کی برداشت کے بند ٹوٹ گئے، آگے بڑھی، پھر عبداللہ قراتگین سے گلے مل کر وہ دھاروں دھار رونے لگی تھی۔

اپنی بہن کے اس طرح گلے مل کر رونے سے عبداللہ قراتگین کی آنکھوں میں بھی آنسو تاک جھانک کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر مسہری پر پڑے بے سُدھ قراتگین نے دو ایک بار بڑی مشکل سے آنکھیں کھولتے ہوئے عبداللہ قراتگین اور روتی خیسار کی طرف دیکھا تھا۔ آخر سنجر آگے بڑھا، اپنی بہن خیسار کو پکڑ کر اس نے علیحدہ کیا۔ اس موقع پر احمد نیالتگین نے بھی عبداللہ قراتگین کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''میرے بھائی! اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہمارے لئے ایک انتہا دجہ کی بری خبر ہے۔ پر قاتل اگر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے بچ جائیں گے تو ہم ایسا ہونے نہیں دیں گے۔ ابھی تھوڑی دیر تک میرے ساتھ مستقر کی طرف چلو۔ اپنے کچھ مخبروں کو مقرر کرتے ہیں جو ہندوستان کی سرزمینوں کی طرف جائیں گے اور بھٹنڈہ کے راجکمار گووند راج پر نگاہ رکھیں گے۔ جونہی اور جب بھی ہمیں وہ کسی مناسب جگہ پر ملا اس کا اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ ہم ضرور کریں گے۔''

کچھ دیر ایسا ہی اُداس سماں رہا، پھر عبداللہ قراتگین، چندوار، اس کے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم چند روز ہمارے پاس قیام کرو، ہمیں بھی خدمت کا موقع دو، اس کے بعد واپس جانا۔''

اس پر چندوار کہنے لگا۔

''عبداللہ قراتگین! آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے ہمیں یہ پیش کش کی لیکن ہم ایک رات غزنی سے باہر ایک سرائے میں قیام کر چکے ہیں۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ یہاں کے لوگ ہمارے لئے نقصان کا باعث بنیں گے، لیکن ہم نے کہیں بھی اپنے لئے خطرہ محسوس نہیں کیا۔ ہم قیام نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ راجکماری کوشل دیوی کا ہمارے لئے حکم ہے کہ فی الفور واپس آ کر پورے حالات سے اسے آگاہ کرنا ہے۔ کوشل کو کاشی کے مرنے کا بے حد دُکھ اور غم ہے۔ وہ بے چاری خود ان دنوں مصیبت میں گھری ہوئی ہے۔ راجہ جے پال ثانی کشمیر سے واپس لاہور پہنچ چکا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ کوشل کی شادی بھٹنڈہ کے راجکمار گووند راج سے کر دے۔ جبکہ کوشل ایسا نہیں چاہتی میں آپ لوگوں پر یہ بھی انکشاف کروں کہ نارائن جس کا اس سے پہلے میں نے اپنی گفتگو میں ذکر کیا ہے وہ کوشل اور کاشی دونوں کو اپنی بہن سمجھتا ہے اور اگر جے پال نے کوشل پر سختی کی اور زبردستی اسے بھٹنڈا کے راجکمار گووند راج سے بیاہنا چاہا تو کوشل، نارائن کے ایک تہہ خانہ میں منتقل ہو جائے گی اور اس وقت تک تہہ خانہ میں رہے گی جب تک حالات اس کے حق میں پلٹا نہیں کھا جاتے۔ عبداللہ قراتگین! ہمارے بھائی! برا نہ مانئے گا، ہمیں آپ کے دکھ، آپ کے غم کا پورا

Marfat.com

احساس ہے۔ ہم جانتے ہیں کاشی آپ کو کس قدر چاہتی تھی۔ آپ سے ہماری یہ بھی گزارش ہے کہ آپ کوشل کے سلسلہ میں اپنا دل صاف کیجئے گا۔ یقیناً آپ تک بھی یہ خبریں پہنچی ہوں گی کہ کوشل آپ کے خاتمہ کے درپے ہے۔ لیکن اب وہ پرانی کوشل مر چکی ہے۔ وہ خود بھی بھٹنڈا کے راجکمار گووند راج سے اپنی بہن کاشی کا انتقام لینا چاہتی ہے اور سب سے اچھی بات یہ کہ کوشل نے کاشی کو شمشان گھاٹ میں چتا کی طرف نہیں جانے دیا۔ جس وقت کوشل کو کاشی کے مرنے کی خبر ملی تھی، وہ پاگل سی ہو گئی تھی۔ رات کے وقت ہی وہ بھاگی بھاگی اس جگہ گئی جہاں یہ حادثہ رونما ہوا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میری بہن کاشی اسلام قبول کر چکی ہے، مسلمان ہے لہٰذا اس کی چتا نہیں جلائی جائے گی۔ دریائے راوی کے کنارے اس نے ایک بڑے درخت کے نیچے ایک قبر کھدوا کر کاشی کو وہاں دفن کر دیا ہے، زمین برابر کر دی ہے تاہم نشان کے طور پر وہاں ایک بڑا پتھر رکھ دیا گیا ہے تاکہ جب حالات پلٹا کھائیں تو باقاعدہ قبر کا نشان بنا دیا جائے۔"

اس موقع پر خیسار نے چونک کر اپنے باپ کی طرف دیکھا، اسے کچھ شک گزرا، اُٹھی، اپنے باپ کا جائزہ لیا، پھر دھاڑیں مار کر رونے لگی اور عبداللہ قراتکین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بھائی! بابا کو دیکھیں، انہیں کچھ ہو گیا ہے۔"

خیسار کے ان الفاظ پر عبداللہ قراتکین بے چین ہو کر اُٹھا، اس نے قراتکین کی نبض دیکھی، قراتکین ختم ہو چکا تھا۔ عبداللہ قراتکین نے جب اپنے باپ کا چہرہ ڈھانپا تب سب وہاں بیٹھ کر آہ و زاری کرنے لگے تھے۔ عبداللہ قراتکین کے کہنے پر چندوار اور اس کے دونوں ساتھیوں نے بھی ایک شب وہاں قیام کیا اور اگلے روز وہ وہاں سے لاہور کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

❀❀❀

کوشل دیوی ایک روز اپنی خواب گاہ میں انتہائی مغموم اور فکر مندی کی حالت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کی خواب گاہ میں سورندی داخل ہوئی۔ کوشل کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے وہ پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی، آگے بڑھ کر وہ جب کوشل کی ٹانگیں

Marfat.com

دبانے لگی، تب کوشل نے اپنی ٹانگیں سمیٹ دیں، اپنے دونوں ہاتھ سورندی کے دونوں شانوں پر رکھے، پھر کہنے لگی۔

''سورندی! تُو میری ماں کی جگہ ہے۔ ایسے نہ کیا کر۔ بس تُو میرے پاس یہاں بیٹھ، تیری یہاں موجودگی میرے لئے حوصلہ مندی کا باعث بنتی ہے۔''

اس پر سورندی ایک نشست پر ہو بیٹھی۔ اس کے بعد سورندی راج کماری کوشل کے ساتھ گفتگو کا آغاز کرنا چاہتی تھی کہ خواب گاہ کے دروازے پر چندوار نمودار ہوا۔ چندوار کو دیکھتے ہی کوشل آندھی اور طوفان کی طرح اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی، بھاگ کر دروازے کی طرف گئی، چندوار کو پکڑ کر اندر لائی، اپنی خواب گاہ کا دروازہ بند کر دیا، پھر چندوار کو سورندی کے قریب ہی ایک نشست پر بٹھایا اور انتہائی جستجو بھرے انداز میں اس نے پوچھ لیا۔

''چندوار! تم کب اور کس وقت غزنی سے لوٹے ہو؟''

اس پر چندوار کہنے لگا۔

''بس سیدھا آپ کی طرف آ رہا ہوں۔ میں کہیں رکا نہیں ہوں۔''

کوشل نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''کاشی کی موت پر عبداللہ قراتگین کے کیا تاثرات اور اس کا کیا ردِعمل تھا؟''

اس پر چندوار نے دکھ بھرے انداز میں وہاں قیام کے دوران پیش آنے والے سارے واقعات تفصیل کے ساتھ کہہ دیئے تھے۔ یہ تفصیل سن کر کوشل دیوی اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی، کہنے لگی۔

''مجھے پہلے ہی اُمید تھی کہ عبداللہ قراتگین کاشی کا انتقام ضرور لے گا۔ اگر اس نے کچھ جاسوس مقرر کرنے کا ارادہ کیا ہے جو گووند راج پر نگاہ رکھیں گے تو پھر میرا دل کہتا ہے گووند راج زیادہ دن تک عبداللہ قراتگین سے بچ نہیں پائے گا۔ ہاں! مجھے اس بات کا بے حد دکھ اور صدمہ ہے کہ کاشی کماری کی موت کا سن کر عبداللہ قراتگین کا باپ بھی چل بسا۔''

کوشل جب خاموش ہوئی تب چندوار پھر بول اٹھا۔

''راجکماری! میرے پاس آپ کے لئے ایک اور پیغام بھی ہے۔''

Marfat.com

جستجو بھرے انداز میں کوشل نے چندوار کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

''تمہارا کیا مطلب ہے کہ عبداللہ قراتگین نے میرے نام کیا کوئی پیغام بھیجا ہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ میرے لئے بہت بڑی سعادت ہوگی۔''

اس پر چندوار نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

''نہیں۔آپ کی طرف آتے ہوئے مجھے راستے میں نارائن مل گیا تھا۔اس نے مجھ سے کہا، اچھا ہوا تم آ گئے اور پھر راجکماری کی طرف جا رہے ہو۔لہٰذا اس نے بھی آپ کے نام مجھے ایک پیغام دیا ہے اور یہ پیغام بڑا اہم ہے۔''

''کیسا پیغام؟'' کوشل دیوی نے غور سے چندوار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

اس پر چندوار بولا اور کہنے لگا۔

''راجکماری! آپ کے لئے اچھی خبر یہ ہے کہ چند روز تک جے پال ثانی اپنے محافظ دستوں کے ساتھ سردا کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔ دراصل ایک بار پھر ہندوستان کے راجہ آپس میں متحد ہو کر مسلمانوں کے سلطان محمود غزنوی کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔سردا کا راجہ چونکہ جے پال ثانی کا سسر بھی ہے لہٰذا صلاح مشورے کے لئے اس نے جے پال کو وہاں بلایا ہے۔میرے خیال میں باقی راجہ بھی وہاں جمع ہوں گے اور مسلمانوں کے سلطان کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کوئی متحدہ کارروائی کریں گے اور یہ سارا کام قنوج کے راجہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔اس وقت ہندوستان میں سب سے طاقت ور راجہ قنوج ہی ہے لہٰذا اس نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ ہندوستان میں جو محمود غزنوی کو فتوحات حاصل ہوئی ہیں اس کا اس سے انتقام ضرور لیا جائے گا۔لہٰذا چند روز تک جے پال تو سردا کی طرف کوچ کر جائے گا اور لاہور کا نظم و نسق وہ نارائن کے حوالے کر جائے گا۔اس بنا پر اب آپ کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ جے پال ثانی زبردستی آپ کو بھٹنڈہ بھیج دے گا تا کہ آپ کی شادی وہاں کے راج کمار گووند سے کر دی جائے۔''

یہ خبر سن کر کوشل دیوی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، پھر چندوار کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''ابھی واپس جا کر نارائن کو میرا یہ پیغام دینا کہ میرے لئے کچھ مسلح جوان تیار

Marfat.com

کرے جن کے ساتھ میں لاہور سے نکلوں گی اور بٹھنڈہ کے راجکمار گووِند کو تلاش کروں گی اور اس سے اپنی بہن کے قتل کا انتقام لوں گی۔ میں نے سنا ہے کہ گووِند راج ان دنوں بٹھنڈہ میں قیام نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے میری بہن کاشی مسلمانوں کے سالار عبداللہ قراتکین کی بیوی تھی اور قراتکین وہ شیر دل جوان ہے جو اپنی بیوی کا گووِند راج سے انتقام لینے کے لئے ضرور نکلے گا۔ اسی بنا پر گووِند راج ان دنوں چوہے کی طرح چھپتا پھرتا ہے۔ لیکن یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟ ایک روز اسے جال میں پھنسنا ہوگا۔ اس روز ہم اس سے انتقام لیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی چندوار کوشل کا پیغام لے کر وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ کوشل اور سورندی وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے وقت گزارنے لگی تھیں۔

Marfat.com

خوارزم کی مہم کامیابی سے سر کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ کشمیر کا رخ کیا۔ کیونکہ پہلی بار جب وہ کشمیر پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا تھا تب تو وہ اس مہم کی تکمیل نہ کر پایا تھا اس لئے کہ اس مہم کے دوران ہی اسے اس کے مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ خوارزم کے حالات اس کے حق میں اچھے نہیں رہے۔ اس بنا پر کشمیر کی مہم کو ادھورا چھوڑ کر سلطان محمود غزنوی خوارزم کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ خوارزم کے معاملات احسن طریقے سے نمٹانے کے بعد سلطان محمود نے ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ کشمیر کا رخ کیا۔

اس مرتبہ سلطان جب کشمیر کی حدود میں داخل ہوا تو کشمیر کا راجہ سنگ رام بھی سمجھ چکا تھا کہ پہلی بار جو سلطان اس مہم کو ادھورا چھوڑ گیا تھا تو وہ خوارزم کے حالات کی وجہ سے تھا اور اس بار جو سلطان اپنا لشکر لے کر کشمیر کی طرف بڑھا ہے تو وہ اپنی مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر ٹلے گا نہیں لہٰذا اسے نہ صرف یہ کہ اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوا بلکہ اسے یہ بھی خوف طاری ہو گیا تھا کہ اگر اس نے سلطان سے ٹکرانے کی کوشش کی تو سلطان اس کے ساتھ ساتھ اس کے پورے لشکر کا خاتمہ کر کے پورے علاقے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس بنا پر جب سلطان اپنے لشکر کے ساتھ کشمیر میں داخل ہوا تو راجہ سنگ رام نے ایک احسن قدم اٹھایا۔ وہ اپنے اُمراء اور سالاروں کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان کے سامنے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کی درخواست بھیج کر امان طلب کی اور اپنی خدمت گزاری اور خراج گزاری کا وعدہ کر کے ایک طرح سے اس نے سلطان محمود کے غصہ کو فرو کر دیا تھا۔

Marfat.com

چنانچہ سلطان نے کشمیر کے راجہ کی درخواست کو منظور کر کے اس کے علاقے میں کہیں بھی کسی جگہ پر بھی حملہ آور ہو کر نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے راجہ سنگ رام اس جگہ اپنے امراء کے ساتھ پہنچا جس جگہ سلطان محمود غزنوی نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ جس وقت وہ سلطان کے پڑاؤ میں داخل ہوا سلطان محمود غزنوی نے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے پہلو میں جگہ دی۔

راجہ سنگ رام جب بیٹھ گیا تب کچھ دیر سلطان سوچتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم نے جو اطاعت گزاری کی درخواست بھیجی تھی اسے میں نے قبول کر لیا ہے۔ تمہارے علاقے میں کہیں بھی کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن اس سلسلہ میں تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔''

سلطان محمود غزنوی کے ان الفاظ پر راجہ سنگ رام نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا پھر کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! آپ حکم کریں۔ جو کام بھی آپ میرے ذمہ لگائیں گے میں اسے احسن طریقے سے انتہائی اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں گا۔''

اس پر سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں تمہیں کوئی بڑی زحمت نہیں دوں گا۔ میں دراصل قنوج پر حملہ آور ہونا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ قنوج کا راجہ کنور رائے جو ہندوستان کے سارے راجاؤں کو میرے خلاف برانگیختہ کر رہا ہے، ہندوستان کے حالات وہ میرے حق میں خراب کرنے کے درپے ہے اور میں ہندوستان میں امن اور آشتی پیدا کرنے کے لئے ہر صورت میں قنوج کے راجہ کنور رائے کو اس کی ان حرکتوں سے باز رکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ کسی اور مہم کی ابتدا کرنے سے پہلے میں قنوج پر حملہ آور ہونا پسند کروں گا۔ اس لئے تم میرا یہ کام کرو گے کہ مقدمتہ الجیش کی حیثیت سے تم قنوج تک میری رہنمائی کرو گے لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ میں لاہور کے راستہ یا دوسرے کسی میدانی راستہ سے قنوج کا رخ نہیں کرنا چاہتا۔ کشمیر اور اس کے علاقے اگلے پہاڑوں کے اندر ہی

Marfat.com

اندر رہتے ہوئے میں اچانک دائیں جانب مڑ کر قنوج پر حملہ آور ہونا چاہتا ہوں اور یہ پسند کروں گا کہ قنوج کے راجہ کو اس وقت خبر ہو جس وقت میں اپنے لشکر کے ساتھ اس کے علاقوں میں داخل ہو جاؤں۔ اب بولو اس سلسلہ میں تم کیا کہتے ہو؟''

سلطان محمود غزنوی کے یہ الفاظ سن کر راجہ سنگ رام کی چھاتی تن گئی تھی، کہنے لگا۔ ''سلطانِ محترم! یہ بھی کوئی کام ہے جو آپ میرے ذمے لگا رہے ہیں؟ میں آپ کے لشکر کے مقدمتہ الجیش کی حیثیت سے قنوج تک آپ کی رہنمائی کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

کشمیر کے راجہ سنگ رام کا یہ جواب سن کر سلطان خوش ہو گیا تھا۔ چنانچہ چند روز تک سلطان نے کشمیر کی انہی وادیوں میں اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کیا، اس کے بعد اس نے کشمیر کے راجہ سنگ رام کی رہنمائی میں قنوج کا رخ کیا تھا۔

اس سلسلہ میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ کشمیر کا راجہ سلطانی حکم کی تعمیل میں حاضر ہو کر خلعت و خطاب سے سرفراز ہوا اور سلطان کے لشکر کے ساتھ بطور مقدمتہ الجیش روانہ ہوا۔ سلطان نے اس کو سمجھا دیا تھا کہ ہم قنوج، مہابن اور برن وغیرہ پر حملہ آور ہو کر وہاں کے سارے حکمرانوں کو برباد اور سازشی لوگوں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو اس طرح پہاڑوں ہی پہاڑوں میں سفر کرا کر لے چلو کہ ان مذکورہ مقامات پر پہلے سے یہ خبر نہ پہنچ سکے کہ کشمیر کے راجہ نے راہبری کر کے سلطان اور اس کے لشکر کو پنجاب کے دریاؤں اور گنگا و جمنا کے دہانوں سے کوہ ہمالیہ کے اندر عبور کراتے اور گھاٹیوں ہی گھاٹیوں میں گزارتے ہوئے گنگا کے دہانے تک پہنچا دیا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ سفر شروع ہوا اور سفر بھی بڑی تیزی سے شروع ہوا۔ اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس سفر میں صرف ہندو لشکریوں کو جو سلطان کے لشکر میں تھے کسی قدر تکلیف ہوئی باقی سرحدی افغانوں، خراسانیوں، غوریوں اور ترکوں کو کوئی اذیت نہیں پہنچی کیونکہ وہ لوگ پہاڑوں کے رہنے والے اور پہاڑی سفر کے عادی تھے۔

بہر حال سلطان محمود غزنوی کا لشکر کوہ ہمالیہ سے میدان میں اتر کر اس طرح یکایک قنوج کے سامنے پہنچ گیا کہ قنوج کا راجہ کنور رائے سلطان کے لشکر کی شان و

Marfat.com

شوکت، اس کی اچانک آمد پر حواس باختہ ہو گیا۔ چنانچہ سلطان محمود کے اس عظیم و عجیب اور اچانک حملے اور پہاڑی سفر کا حال ایک روسی میجر جنرل ایل۔این۔ سیبولوف نے اپنی کتاب ''ہندوستان پر حملے'' میں اس طرح لکھا ہے:

''محمود دوبارہ کشمیر پر حملہ آور ہوا، پھر قنوج پر چڑھائی کا ارادہ کیا جو اس زمانے میں ہندوستان کا دارالسلطنت تھا۔ **1018**ء کے موسم بہار میں محمود ایک لاکھ سوار اور تیس ہزار پیدل سپاہ سے کشمیر اور پشاور کے راستے ہندوستان آیا، ایک پیچیدہ راہ اختیار کرنے سے اس کی یہ غرض تھی کہ دشمن کو ان کی آمد کا علم نہ ہو اور وہ دفعتہً اس کے سر پر جا پڑے۔

محمود اس پُرصعوبت سفر میں کامیاب ہوا۔ اس کے استقلال اور بینظیر قوتِ ارادی ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ ایسے دشوار گزار راستے سے اپنا لشکر سلامت لے گیا چونکہ وہ غیر معمولی قوتِ ارادی رکھتا تھا۔

اس کی سپاہ اور سالاروں کو اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ نہ تھا اور اس وجہ سے انہوں نے وہ اہم کام سرانجام دیا جس کی اوروں کو بمشکل جرأت ہو سکتی تھی۔ بہت سے بلند اور مرتفع کوہی سلسلے محمود کے لشکر کو عبور کرنے پڑے۔

لشکرِ مذکور کو انتہا درجہ کی کٹھن گھاٹیوں اور برف پوش ہیبت ناک درّوں اور خطرناک کوہستانی آبشاروں اور ندی نالوں کو عبور کرنا پڑا اور وہ ان تمام رکاوٹوں اور مشکلات پر غالب آیا۔

یہ ساری مصیبتیں اس لئے جھیلی گئی تھیں کہ اس کی یورش کا راز مخفی رہے۔ سلطان محمود اپنے لشکر کو کشمیر سے ایسے کوہستانی سلسلے کی طرف لے گیا جو سطح سمندر سے **11740** فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ پھر لداخ اور وہاں سے بتدریج شوشول اور ہردوار کے درّوں میں پہنچا جو **13736** فٹ سطح سمندر سے بلند ہیں۔ اس کے بعد سلسلہ کوہ ہمالیہ ڈینگور جو **18127** فٹ بلند ہے کے قریب سے طے کیا۔

اس قسم کا سفر جاری رکھنے کے لئے آہنی ارادے کی ضرورت تھی

Marfat.com

اور علاقے پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہندوؤں کو ان راستوں سے مسلمانوں کے قہر الٰہی کی طرح نازل ہونے کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ لیکن جب غزنی کا لشکر نیپال کی مغربی سرحد پر پہنچ گیا تو انہیں معلوم ہوا کہ خوف ناک سپہ سالار طاقتور لشکر کے ساتھ ہندوستان کے قلب میں معرکہ آرا ہونے کے لئے بگولے اور آندھی کی طرح تیزی سے چلا آتا ہے اور اس کے مقابلے کی تیاریوں کے لئے اب وقت کہاں تھا۔ محمود اپنے شاندار رسالے کے ساتھ قنوج پر جو وادیٔ گنگا میں واقع تھا صاعقہ کی طرح جا پڑا تھا۔

یہ الفاظ ایک روسی میجر جنرل کے ہیں جس نے کوہستانی سلسلے کے اندر سلطان محمود غزنوی کی پیش قدمی کی تصویر کھینچی ہے۔

قنوج کے راجہ کنور رائے کو جب سلطان محمود غزنوی کے اس طرح شمال ہی شمال میں رہتے ہوئے کوہستانی سلسلوں کے اندر سفر کر کے اچانک قنوج کے قریب آنے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے لشکر کو تیار کیا اور سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس لئے کہ ان دنوں قنوج کا راجہ اپنے آس پاس کے علاقوں میں سب سے زیادہ طاقت ور اور صاحب حیثیت راجہ خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اپنی آن بان کے تحفظ، اپنی انا کی پونجی کی حفاظت کے لئے اپنا لشکر لے کر وہ نکلا اور جونہی سلطان محمود اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے آیا اس نے سلطان کے لشکر کی تھکاوٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دم حملہ آور ہو کر اپنی فتح مندی کے در کھولنا چاہے۔ اس بنا پر وہ فوراً اپنے پورے لشکر کے ساتھ سلطان محمود کے لشکر پر خوابوں کے پاتال میں بے معنی لفظوں کی بہتی رال، اُجالوں کی جستجو کو اُجاڑتی بدترین لمحوں کی سیال سیاہی کی چادر بکھیرتی جبر کی شیرازہ بندی کرتے جرم کی قوت کا نشان بناتے زہر میں بجھے نشتروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان محمود غزنوی پہلے سے ہی دشمن کے حملوں کا دفاع کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد تھا۔ چنانچہ اپنی کارروائی کی ابتدا کرنے سے پہلے سلطان محمود غزنوی نے جذبوں کی محرابوں میں بے خوفی کے اسماء، آنکھوں کی راہ داریوں میں دل

Marfat.com

آشوب مناظر، سانسوں کی گردش میں بے ثمر ریاضت بھر دینے والے انداز میں پہلے تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ قنوج کے راجہ کنور رائے پر احساس کی تہوں میں زندگی کی راہداریوں میں ہلچل برپا کر دینے والے موت کے بے روک بگولوں، اندھیروں کی گھات میں انوار کے سیلِ رواں کی طرح جاری ہو جانے والی آتشی بے کراں موجوں اور تشنگی میں لپیٹتے انجانے سرکش جذبوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک کھلے اور وسیع میدانوں میں دونوں لشکر بڑے ہولناک انداز میں ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے۔ قنوج کے راجہ کنور رائے کو پکی، یقینی اور پختہ امید تھی کہ سلطان محمود کا لشکر چونکہ ایک لمبا سفر طے کرتا ہوا تھکا ہارا آیا ہے لہٰذا کامیابی اور فتح مندی اس کی ہو گی۔ لیکن تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد کنور رائے کے سارے گمان، اس کی ساری امیدیں، اس کے سارے ظن مایوسی بن کر بہنا شروع ہو گئے۔ اس لئے کہ ابھی تک سلطان محمود اور اس کے لشکریوں کے حملوں میں تازگی اور خونفا کی برپا تھی اور اپنے سامنے اس کا ایک لشکری کنور رائے کے کئی کئی لشکریوں کو موت کی گہری نیند سلاتا چلا جا رہا تھا۔

اور پھر کنور رائے نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمان لشکری سلطان محمود کی کمانداری میں ناپید کرنے والے غیر فانی جذبوں، ٹھوکر کو اس کے لشکریوں کے ہنر کا مقدر بناتے ہوئے بڑی تیزی سے کنور رائے کے لشکر کے وسطی حصہ کا رخ کر رہے تھے۔ یہ صورتِ حال جب مزید کچھ دیر جاری رہی تب راجہ کنور رائے کے لشکر کی حالت پاتال سے اٹھتے اندھے اندھیروں میں رائیگاں ہوتی جدوجہد، بے انت خواہشوں کے سمندر میں دل گرفتہ، نڈھال اور افسردہ کر دینے والے جذبوں، وسوسات اور بدگمانیوں کے اُبلتے کھولتے بحر میں دل آشوب مناظر اور بے ثمر ریاضت سے بھی زیادہ الم ناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہ صورتِ حال یقیناً کنور رائے کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ آخر شکست اٹھا کر پلٹا اور قنوج شہر میں محصور ہو گیا تھا۔

جہاں تک قنوج شہر کا تعلق ہے تو یہ شمالی ہند میں اتر پردیش کا ایک قدیم شہر تھا۔

Marfat.com

ساتویں صدی عیسوی میں یہ راجہ ہرش کی سلطنت کا دارالحکومت تھا اور تہذیب و تمدن کا بہت بڑا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ نویں صدی عیسوی میں یہ حکومت پتھاریہ کا دارالحکومت بنا۔ قنوج کے بادشاہوں کے دور میں یہ علم و ادب کا مرکز رہا۔ یہاں کے کئی عالم اور شاعر معروف ہیں۔

بہر حال شکست اٹھانے کے بعد قنوج کا راجہ کنور رائے شہر کے اندر محصور ہو گیا اور اپنی شکست کی وجہ سے اس پر بڑی دل شکنی اور ایک طرح سلطان محمود غزنوی کا خوف طاری ہو گیا تھا۔ آخر قنوج کے راجہ نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں قنوج کا راجہ کنور رائے سلطان محمود غزنوی کی صفتِ خطا بخشی سے واقف تھا اور اس کو معلوم تھا اور دوسرے لوگوں سے بھی اس نے سن رکھا تھا کہ مسلمانوں کے عادات و اخلاق کا یہ امتیازی نشان ہے کہ وہ ہر معافی مانگنے والے کو ضرور معاف کر دیتے ہیں۔

لہٰذا اس نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے گلے میں دوپٹہ ڈال کر اور اپنے ہاتھ رومال سے بندھوا کر مع اپنے بیٹوں اور قریبی رشتہ داروں کے محمود کے سامنے جا کھڑا ہو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اپنے سالاروں اور اُمراء سے مشورہ کیا اور سب نے قنوج کے راجہ کنور رائے کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ چنانچہ اس پر عمل کرنے کے لئے قنوج کے راجہ کنور رائے نے اپنے گلے میں دوپٹہ ڈالا، ایک رومال سے اپنے دونوں ہاتھ بندھوا کر اپنے امراء اور اپنے سارے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سلطان محمود فوراً حرکت میں آیا، اس کے ہاتھ کھولے، گلے سے لگایا اور اپنے برابر بٹھایا اور ہر طرح تسلی و تشفی دے کر رخصت کیا۔ چنانچہ جو حملہ اس محنت اور اس جانفروشی اور مصیبت کے ساتھ کیا گیا تھا وہ راجہ کے معافی مانگ لینے سے لمحہ بھر کے اندر ختم ہو گیا۔ کیا سلطان محمود غزنوی کا یہی سلوک ہے جسے ہندوستان کے مؤرخ اس کی ہندو کشی کہتے ہیں؟ اب اس کو محمود کی ہندو کشی کہلوایا جائے یا ہندو نوازی سمجھ لیا جائے، یہ لوگوں کی مرضی ہے۔ اس لئے کہ اب تک جو ہندوستان کے معاملے میں سلطان محمود غزنوی پر الزامات لگائے گئے ہیں

Marfat.com

وہ سب بے بنیاد، جھوٹے اور باطل ہیں۔

راجہ کنور رائے والی قنوج نے سلطان محمود اور اس کے لشکر کی ضیافت کی۔ جو سلطان غزنی سے اس کی سرکوبی کا ارادہ کر کے چلا تھا اب وہ اس کا مہمانِ عزیز بن کر قنوج میں داخل ہوا تھا۔ کئی روز تک اس نے وہاں قیام کیا۔

محمود اور اس کے لشکری قنوج میں اس طرح گھومتے پھرتے تھے جیسے اپنے وطن اور بھائیوں میں ہوتے ہیں۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ راجہ کی بے بسی کوئی پوشیدہ بات نہ تھی۔ اس نے نہایت مجبوری کے عالم میں سلطان محمود سے امان طلب کی تھی۔ اگر محمود ویسا ہی ہوتا جیسا کہ ہمارے ہاں اس سے متعلق عام لوگوں کو بتایا جاتا ہے تو وہ ہرگز راجہ کو معاف نہ کرتا بلکہ اس کو نہایت زریں موقع ملا تھا کہ وہ راجہ کو قید یا قتل کر دے، قنوج میں قتل عام کا حکم دیتا، قنوج کے مندروں کو گراتا اور وہاں کا تمام مال و اسباب گاڑیوں، چھکڑوں اور اونٹوں پر لاد کر غزنی کی راہ لیتا۔

اس لئے کہ قنوج اس زمانے میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ جس قدر مال و دولت قنوج سے آ سکتا تھا، ہندوستان کے دوسرے شہروں سے ہرگز اس قدر مال و دولت کے حصول کی توقع نہیں تھی۔ پھر محمود کی وجہ سے قنوج میں کسی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی۔

سلطان محمود غزنوی نے راجہ کنور رائے کی دوستی کو بہت قیمتی سمجھا اور اس سے دوستی اور محبت کے پیمان مستحکم کر کے اور مخالفانہ سازشی تحریکوں سے بچے رہنے کا اقرار لے کر اب اس نے اردگرد سازشی مرکزوں کا پتہ لگا کر ان کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔

ایک ہندو مؤرخ لالہ بابو رام سلطان محمود غزنوی کی اس مہم سے متعلق لکھتا ہے:

"محمود اس مرتبہ اپنا لشکر اچانک قنوج کے سامنے لے آیا۔ راجہ قنوج سے کچھ نہ ہو سکا، فوراً مع اہل و عیال دربار سلطانی میں حاضر ہوا اور سلطان کی اطاعت قبول کر لی۔ سلطان محمود نے راجہ قنوج کی بڑی عزت و توقیر کی اور کئی روز تک قنوج میں مقیم رہ کر راجہ کا مہمان رہا۔ وقتِ رخصت سلطان محمود غزنوی نے راجہ سے اقرار کیا کہ اگر تم اور تمہارے وارث ہم سے سرکش نہ ہوں گے تو جب تم یا تمہارے وارث

Marfat.com

سلطان کو مدد کے لئے پکارو گے تو وہ فوراً غزنی سے تمہاری مدد کو پہنچے گا۔
چنانچہ راجہ کو ہر طرح سے سلطان محمود نے اس موقع پر تسلی دی۔"

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ یہ وہی قنوج ہے کہ جس کے راجہ نے کبھی خلیفہ ہارون رشید کے پاس اپنا طبیب بھیجا تھا اور جہاں مسلمانوں کی آمد و رفت سینکڑوں برس پہلے پائی جاتی تھی مگر اس زمانے میں کوئی اہم مسلم کش تحریک ہندوستان میں موجود نہ تھی۔ قنوج کا راجہ سلطان محمود کے خلاف انند پال اور اس کے باپ کی امداد کر کے نتیجہ دیکھ چکا تھا۔ اس نے اب سلطان محمود غزنوی کے آگے سپر ڈال کر اور تعلقاتِ دوستی پیدا کر کے اپنی دانائی اور اپنی عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔

Marfat.com

قنوج شہر کے نواح میں ایک روز سلطان محمود غزنوی اپنے پڑاؤ میں اپنے سالاروں کے ساتھ اپنی اگلی مہم سے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ ایسے میں کچھ مخبر وہاں پہنچے، اپنے گھوڑوں سے اُترے، بلند آواز میں سلام کہا۔ ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے انہیں اپنے قریب آنے کے لئے کہا۔ جب وہ سلطان کے قریب آئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کیا۔

''کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟''

اس پر ان میں سے ایک بولا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! اس وقت ہم محترم عبداللہ قراتگین کے لئے اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔ عبداللہ قراتگین کی بیوی کو بٹھنڈہ کے راج کمار گووند راج نے قتل کیا تھا۔ گووند راج کو یہ خوف طاری ہو گیا ہے کہ اس نے عبداللہ قراتگین کی بیوی کو قتل تو کر دیا ہے لیکن عبداللہ قراتگین انتقام ضرور لے گا لہٰذا وہ جگہ جگہ چھپتا پھر رہا ہے۔

اب اس کے پاس یہ خبریں پہنچ چکی ہیں کہ آپ کے لشکر نے قنوج پر حملہ کر دیا ہے اور قنوج کے راجہ کو شکست دی ہے۔ جس وقت یہ خبر اس کے پاس بٹھنڈہ پہنچی تب اس کے حواس باختہ ہو گئے اور وہ یہ خیال کرنے لگا کہ مسلمان اچانک مشرق میں اس قدر دُور قنوج تک پہنچ گئے ہیں۔ لہٰذا وہ واپسی کا سفر شروع کریں گے اور ضرور بٹھنڈہ کے راستہ لاہور سے ہوتے ہوئے مغرب کی طرف جائیں گے۔ لہٰذا اگر وہ بٹھنڈہ کا رخ کرتے ہیں تو پھر عبداللہ قراتگین کسی بھی صورت گووند راج کو زندہ نہیں رہنے دے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ سلطان بٹھنڈہ پر حملہ آور ہو جائے اور بٹھنڈہ کے

Marfat.com

راجہ پریم دیو کا خاتمہ کر کے بٹھنڈہ کو اپنی مملکت میں شامل کر لے۔ اس بنا پر ان سارے خدشوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے بٹھنڈہ کا راج کمار گووِند راج ان دنوں تھانیسر سے چند میل دُور رام گڑھ نام کے ایک قصبہ میں قیام کئے ہوئے ہے۔ ہم اپنے ساتھیوں کو اس پر نگاہ رکھنے کے لئے چھوڑ آئے ہیں اور خود یہ اطلاع دینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔''

یہ خبر سن کر عبداللہ قراتگین کا خون کھول اُٹھا تھا۔ وہ فوراً اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! میرے خیال میں مجھے اس سے بہتر اور سنہری موقع نہیں ملے گا کہ میں گووِند راج پر حملہ آور ہو کر اس سے اپنا انتقام لوں اور اس کا کام تمام کروں۔''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''عبداللہ! تم ٹھیک کہتے ہو۔ دیکھو بیٹے! ہوسکتا ہے اس مہم کو سر کرنے میں تمہیں کچھ دن لگ جائیں۔ لہٰذا تمہاری غیر موجودگی میں شاید ہم قنوج سے کوچ کر جائیں لیکن ہمارے مخبر تمہیں بتاتے رہیں گے کہ ہمارا لشکر کس طرف گیا ہے؟ تم ابھی اسی وقت جو لشکر تمہارے تحت کام کرتا رہا ہے اس میں سے کچھ مسلح جوانوں کو اپنے ساتھ لو اور تھانیسر کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ تھانیسر کا علاقہ ہمارے لئے بہت محفوظ ہے۔ اس لئے کہ تھانیسر اب ہمارا شہر ہے۔ اگر اس کے نواح میں کہیں گووِند راج نے پناہ لے رکھی ہے تو تم بڑی آسانی سے اس سے نمٹ سکتے ہو۔''

عبداللہ قراتگین نے سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ سلطان سے اجازت لے کر وہ وہاں سے ہٹا، اپنے خیمے کی طرف گیا، اپنی تیاری مکمل کی، کچھ مسلح جوانوں کو ساتھ لیا، اس کے بعد وہ قنوج سے تھانیسر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

❁❁❁

اپنے مخبروں کی راہبری میں عبداللہ قراتگین جب تھانیسر سے چند میل دور ہی تھا تب وہ مخبر جنہیں گووِند راج پر نگاہ رکھنے کے لئے چھوڑا گیا تھا وہ سامنے کی طرف سے آئے۔ وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ عبداللہ قراتگین اور اس کے ساتھیوں کے قریب آ کر وہ رکے پھر ان میں سے ایک بڑی تیزی سے کہنے لگا۔

Marfat.com

''امیر! تھوڑی دیر پہلے تک گووِند راج نے رام گڑھ کے قصبہ ہی میں قیام کیا ہوا تھا۔ لیکن کچھ ہی دیر پہلے وہ رام گڑھ سے نکل کر مشرق کی طرف روانہ ہوا ہے۔ آپ کے خوف اور ڈر سے وہ زیادہ دن تک ایک جگہ ٹکتا نہیں ہے۔ اگر ہم تیزی سے اس کا تعاقب کریں تو بہت جلد اسے ہم پکڑ سکتے ہیں۔''

عبداللہ قراتکین نے اپنے ان مخبرون کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مخبروں ہی کی راہنمائی میں اس نے مشرق کی طرف اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ اس کے ساتھی اس کے ساتھ تھے۔ عبداللہ قراتکین نے اس شاہراہ پر سفر نہیں کیا تھا جو سرہند کے نواح سے مشرق کی طرف تھی بلکہ اس شاہراہ سے دور رہتے ہوئے اس نے ایک کاوا کاٹا جب مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ وہ تو اب گووِند راج سے آگے نکل آئے ہیں تب ایک جگہ عبداللہ قراتکین اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ رک گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد سامنے کی طرف سے کچھ سوار نمودار ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتکین بھی آگے بڑھا۔ اس احتیاط کے ساتھ کہ کہیں گووِند راج کو شک نہ پڑ جائے اور وہ بھاگ نہ جائے۔ چنانچہ گووِند راج جب اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ قریب آیا اور عبداللہ قراتکین ان کی راہ روک کھڑا ہوا تب عبداللہ قراتکین جو سب سے آگے تھا، بڑے خوف ناک انداز میں گھورنے لگا تھا۔ صرف مخبر جانتے تھے کہ گووِند راج کون ہے؟ عبداللہ قراتکین نہیں جانتا تھا اس لئے کہ اس نے اس سے پہلے گووِند راج کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ چنانچہ ایک مخبر عبداللہ قراتکین کے قریب آیا اور اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گیا، کہنے لگا۔

''یہ جو سوار سب سے آگے اس وقت رکا ہے، یہی گووِند راج ہے۔''

ان الفاظ پر عبداللہ قراتکین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ گووِند راج دھاڑتی ہوئی آواز میں بول اٹھا تھا۔

''تم لوگ کون ہو؟ اور کیوں میری راہ روکی ہے؟''

اس پر عبداللہ قراتکین نے کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''گووِند راج! تم اپنے شہر بھٹنڈہ سے نکل کر یہ تھانیسر شہر کے گرد و نواح میں

Marfat.com

کیوں خوف زدہ لومڑی کی طرح بھاگتے ہو، چھپتے پھرتے ہو؟''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ کے جواب میں تاؤ کھانے کے انداز میں گووِند راج بول اُٹھا۔

''اپنی زبان کو لگام دے کر گفتگو کرو۔ تمہیں پتہ ہونا چاہئے تم کس سے گفتگو کر رہے ہو۔''

اس پر عبداللہ قراتگین نے ایک قہقہہ لگایا، کہنے لگا۔

''میں خوب جانتا ہوں کہ میں کس سے گفتگو کر رہا ہوں۔ تم جیسے قاتل کی راہ نہیں روکوں گا تو اور کیا کروں گا؟''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر گووِند راج چونکا تھا، پھر جستجو بھرے انداز میں بول اٹھا۔

''کون ہو تم؟''

اس پر عبداللہ قراتگین نے مڑ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ شاید یہ اس کا مخصوص اشارہ تھا۔ اس پر اس کے سارے ساتھیوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں، ڈھالیں سنبھال لیں۔ ساتھ ہی عبداللہ قراتگین بول اٹھا۔

''گووِند راج! میں عبداللہ قراتگین ہوں۔ غزنی کا رہنے والا وہ شخص جس کی بیوی کاشی کماری کو تُو نے لاہور کے نواح میں قتل کیا تھا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اس طرح بچتے پھرو گے؟ یہیں تمہاری موت تم پر وارد ہو گی۔''

عبداللہ قراتگین کے یہ الفاظ ادا کرنے تھے کہ گووِند راج کے ساتھیوں نے اچانک عبداللہ قراتگین اور اس کے ساتھیوں پر تیراندازی کر دی۔ عبداللہ قراتگین کے علاوہ اس کے کچھ ساتھی زخمی بھی ہوئے۔ ایک تیر عبداللہ قراتگین کے بازو پر آ کر لگا تھا لیکن پھر عبداللہ قراتگین اور اس کے ساتھی سنبھل گئے۔ آگے بڑھ کر انہوں نے گووِند راج اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا تھا۔

گووِند راج کے ساتھی تعداد میں زیادہ تھے۔ ابھی یہ ٹکراؤ شروع ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ پشت کی جانب سے بھی کچھ مسلح جوان اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نمودار ہوئے اور گووِند راج کے ساتھیوں پر پشت کی جانب سے حملہ

Marfat.com

آور ہو گئے تھے۔ اتنی دیر تک عبداللہ قراتگین نے آگے بڑھ کر خود گووند راج پر ایک خوف ناک وار کرتے ہوئے اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس کے سارے ساتھیوں کو عبداللہ قراتگین کے مسلح جوانوں اور پشت کی جانب سے حملہ آور ہونے والوں نے تیزی سے قتل کر کے ایک طرح سے ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

جب گووند راج اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ ہو گیا تب عبداللہ قراتگین پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے والوں کی طرف غور سے دیکھنے لگا تھا۔ جو شخص ان کی رہنمائی اور رہبری کر رہا تھا وہ دُبلا پتلا سا ایک لشکری تھا اور اس نے اپنے چہرے پر اپنے خود کا نقاب گرا رکھا تھا یہاں تک کہ عبداللہ قراتگین نے انہیں مخاطب کیا۔

''عزیز ساتھیو! میں نہیں جانتا تم لوگ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور بٹھنڈہ کے راج کمار گووند راج پر حملہ آور ہو کر تم لوگوں نے کیوں اور کس بنا پر ہماری مدد کی ہے؟ کیا میں جان سکتا ہوں تم لوگ کون ہو؟''

اس پر ان کا سالار حرکت میں آیا، اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ عبداللہ قراتگین کے قریب آیا اور پھر جب اس نے اپنے خود کا نقاب اُٹھایا تو عبداللہ قراتگین دنگ رہ گیا۔ وہ لڑکی تھی اور لڑکی بھی کوئی اور نہیں، یہ کاشی کماری کی چھوٹی بہن کوشل دیوی تھی۔

ایک غائر نگاہ اس پر ڈالنے کے بعد عبداللہ قراتگین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''میں نہیں جانتا تم کون ہو اور کن سرزمینوں کی طرف سے آئی ہو؟ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں اور کس سلسلہ میں تم نے ہماری مدد کی ہے۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ تم........''

یہاں تک کہتے کہتے عبداللہ قراتگین جب رک گیا تب اپنی کھنکتی نقرئی آواز میں کوشل دیوی بول اٹھی۔

''آپ اس سے آگے کہتے کہتے رک کیوں گئے؟''

اس پر عبداللہ قراتگین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میرا دل کہتا ہے کہ تم میری مرنے والی بیوی کاشی کماری کی چھوٹی بہن کوشل دیوی ہو اس لئے کہ تمہارے چہرے کے نقوش کسی حد تک ان سے ملتے جلتے ہیں۔''

Marfat.com

اس پر کوشل دیوی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگی۔

''آپ کا کہنا درست ہے۔ میں کوشل دیوی ہوں۔ اس گووِند راج نے میری بہن کاشی کماری کو قتل کیا تھا اور میں اس کی گھات میں تھی کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گی۔ چنانچہ مجھے ان مخبروں نے جو میں نے اس کے پیچھے لگا رکھے تھے خبر دی کہ اس نے ان دنوں ان علاقوں میں قیام کر رکھا ہے۔ لہٰذا میں ادھر آئی۔ اس کے بعد جب یہ مشرق کی طرف کوچ کر رہا تھا، سامنے کی طرف سے آپ لوگ حملہ آور ہوئے۔ میں ان پر پشت کی جانب سے حملہ آور ہو گئی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل دیوی جب رکی تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''لیکن تم نے میرے قتل کی سوگند بھی کھائی تھی۔ اگر تم مجھ سے اپنی بہن کا یہ بدلہ لینا چاہتی ہو کہ اس نے کیوں مجھ سے شادی کی تو تم بدلہ لے سکتی ہو۔''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر کوشل ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔ اس کی خوب صورت آنکھوں میں پہلے نمی آئی، پھر آنکھوں سے کئی قطرے اس کے دامن سے لڑھکتے ہوئے گھوڑے کی زین پر جا گرے تھے۔ ساتھ ہی وہ اپنے گھوڑے سے اُتری، مزید عبداللہ قراتگین کے قریب آئی۔ اتنی دیر تک عبداللہ بھی اپنے گھوڑے سے اُتر گیا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے سارے ساتھی بھی گھوڑوں سے اُتر گئے تھے۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے کوشل دیوی کے ساتھی جو اس کے پیچھے تھے سب گھوڑوں سے اتر گئے تھے یہاں تک کہ کوشل نے پھر عبداللہ کو مخاطب کیا۔

''آپ کو قتل کرنے سے پہلے میں خود اپنے آپ کو قتل کر دوں گی۔ آپ سے تو مجھے اپنی بہن کاشی کماری کی خوشبو آتی ہے۔ لعنت اس پر جو آپ کو نقصان اور گزند پہنچانے سے متعلق سوچے بھی۔''

اس دوران عبداللہ قراتگین کے جو لشکری گووِند راج کے ساتھیوں کے ہاتھوں زخمی ہوئے تھے، ان کے ساتھی ان کی مرہم پٹی کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر عبداللہ قراتگین کا ایک چھوٹا سالار قریب آیا اور کہنے لگا۔

''امیر! آپ تھوڑی دیر کے لئے بیٹھیں، آپ کے بائیں بازو کے اوپری حصہ

Marfat.com

میں جو زخم آیا ہے اس پر مرہم لگا کر پٹی باندھ دیتا ہوں۔"
اس پر کوشل دیوی چونکی تھی، اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
"اگر آپ لوگ برا نہ مانیں تو کیا امیر عبداللہ قراتگین کے مرہم پٹی میں خود نہ کروں؟ اس لئے کہ میرا ان سے ایک تعلق، ایک رشتہ، ایک واسطہ........"
اس سالار نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب کوشل دیوی آگے بڑھی۔ اس موقع پر عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔
"کوشل! تمہارا بہت شکریہ۔ تمہاری بہت مہربانی۔ میرا ساتھی میری مرہم پٹی کر دیتا ہے۔ معمولی سا زخم ہے، لیکن بہرحال اس پر مرہم لگا کر پٹی باندھنا ضروری ہے۔"
اس موقع پر پہلی بار کوشل نے غور سے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔
"یہ کام میں خود بھی کر سکتی ہوں۔ ٹھیک ہے، ہم دونوں نے اس سے پہلے ایک دوسرے کو نہیں دیکھ رکھا لیکن ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی بھی نہیں ہیں۔ آپ میری بہن کے شوہر رہے ہیں، اس لئے میرے نہ صرف قابلِ احترام ہیں بلکہ اس طرح سے آپ کے ساتھ میرا ایک رشتہ بھی ہے۔"
جواب میں عبداللہ قراتگین خاموش رہا تھا۔ کوشل نے بڑے پیار اور بڑی نرمی سے جہاں تیر لگا تھا وہ جگہ دھو کر اور مرہم لگا کر پٹی باندھ دی تھی۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوئی تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔
"خاتون! میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اس لئے کہ........"
عبداللہ قراتگین اپنی بات مکمل نہ کر سکا، کوشل فوراً بول اٹھی۔
"آپ کو میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ بلکہ میں یہ کہوں گی معذرت خواہی بہت ہلکا لفظ ہے، آپ سے معافی مانگتی ہوں۔ بے شک ایک موقع پر میں نے آپ کے خلاف ایک بہت بڑا بیان دیا تھا لیکن بعد میں مجھے اپنی حماقت اور اپنے فیصلے پر بڑی شرمندگی ہوئی جب میں نے یہ جانا کہ آپ کے ساتھ میرا ایک رشتہ ہے، آپ میرے بہنوئی ہیں، آپ کے گھر میں

Marfat.com

میری بہن رہتی ہے تب اپنے فیصلے پر جس قدر شرمندگی مجھے ہوئی یا جس قدر شرمندگی کا مجھے احساس ہوا، میں کم از کم وہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

کوشل جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر تک دونوں بالکل چپ رہے۔ اس کے بعد کوشل بڑے غور سے عبداللہ قراتکین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے اس بات پر بھی بڑا دکھ، بڑی شرمندگی ہے کہ کاشی جب مجھ سے ملنے کے لئے آئی تو اسے واپس جانا نصیب نہ ہوا۔ یہ بے غیرت گووِند راج اس کے پیچھے پڑا ہوا تھا اور جونہی اس نے دریائے راوی کو عبور کیا یہ کہیں گھات میں تھا، اس پر حملہ آور ہو کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں آپ پر انکشاف کروں، میں نے دریائے راوی کے قریب ایک بڑے سے درخت کے نیچے مسلمانوں کے طریقے پر اس کی تدفین کا اہتمام کر کے نشانی کے طور پر وہاں ایک بہت بڑا پتھر رکھ دیا ہے۔ مجھے امید تھی کہ آپ ایک روز اس طرف آئیں گے، جس روز ایسا ہوگا میں آپ کو اپنی بہن کی قبر پر لے کر جاؤں گی، اس کے ساتھ بڑی زیادتی، بڑا ظلم ہوا ہے۔ وہ میری بڑی بہن تھی، میری ماں کی جگہ پر تھی۔ اس کے بعد اتنے بڑے شہر میں، میں بالکل تنہا اور اپنے آپ کو اکیلی محسوس کرتی ہوں۔ ٹھیک ہے وہ میرے پاس نہیں تھی، آپ کی بیوی کی حیثیت سے غزنی میں رہتی تھی لیکن اس کے ہونے کا ایک احساس میرے شعور اور لاشعور دونوں کے اندر موجود تھا اور میں یہ محسوس کرتی تھی کہ میں اکیلی نہیں ہوں۔ میرے بھائی کے مرنے کے بعد میری ساری توجہ اور میری ساری محبت کاشی ہی کی طرف سمٹ گئی تھی۔ پر برا ہو اس گووِند راج کا، اس نے مجھے میری بہن سے محروم کر دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل رکی، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ "میں آپ کی اس لحاظ سے بھی ممنون ہوں کہ آپ کاشی کا انتقام لینے کے لئے نکلے۔ میں خود بھی اسی مقصد کے لئے نکلی ہوئی تھی۔ میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ خواہ میری جان کو خطرہ ہو، گووِند راج کو ایک روز ضرور قتل کروں گی اور میں خوش ہوں کہ میری آمد سے پہلے ہی پہلے شیطان کے اس گماشتے کو آپ نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔"

Marfat.com

یہاں تک کہتے کہتے کوشل رو پڑی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے اور وہ ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔ اس کی آواز بھرا گئی تھی، آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

اس کے ان الفاظ سے عبداللہ قراتگین بے حد متاثر ہوا تھا۔ دوسرے لوگ بھی گردنیں جھکائے کھڑے تھے۔ عبداللہ قراتگین نے بڑی نرمی سے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا، کہنے لگا۔

''جو ہونا تھا، ہو گیا۔ اس میں تمہارا کوئی قصور اور دوش تو نہیں ہے۔ بہرحال گووِند راج نے اگر میری بیوی کو قتل کیا تھا تو یہ خود بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔''

کوشل نے جلدی جلدی اپنی آنکھیں خشک کیں، دوبارہ عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''مجھے بتایا گیا تھا کہ جس وقت کاشی کے مرنے کی اطلاع آپ کے ہاں پہنچی تھی آپ کے باپ بھی اس دنیا سے کوچ کر گئے تھے۔ مجھے ان کے مرنے کا بھی بے حد دکھ اور افسوس ہے۔''

جواب میں عبداللہ قراتگین کچھ نہ بولا اور غم میں تھوڑی دیر کے لئے اس کی گردن جھک گئی تھی۔ پھر اس نے کوشل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''مجھے پتہ چلا ہے کہ تم لاہور میں ناموافق اور برے حالات سے گزر رہی ہو۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ موجودہ جے پال تمہیں مرنے والے اسی گووِند راج سے بیاہنا چاہتا تھا۔ میرے خیال میں اب جب گووِند راج کے مرنے کی اطلاع پھیلے گی تو جے پال شاید بھٹنڈہ میں تمہاری شادی کرنے سے باز آ جائے۔ کیا اس گووِند راج کا کوئی اور بھائی بھی ہے؟ مجھے خدشہ ہے کہ جے پال کہیں اس کے کسی اور بھائی سے تمہیں بیاہنے کے لئے تیار نہ ہو جائے۔''

اس پر کوشل مسکرائی اور کہنے لگی۔

''اس گووِند راج کا کوئی بھائی تو نہیں ہے، لیکن جے پال کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ اپنی عسکری طاقت اور قوت بڑھانے یا کسی راجہ کو اپنے ساتھ ملانے اور اسے خوش کرنے کے لئے وہ مجھے کسی بھی راجہ یا اس کے راجکمار کے حوالے کر سکتا ہے۔''

کوشل جب خاموش ہوئی تب عبداللہ کہنے لگا۔

''مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ تمہارے شہر میں نارائن نام کا ایک سالار ہے جو تمہیں

Marfat.com

اور کاشی دونوں کو اپنی بہن سمجھتا ہے اور برے حالات میں اس نے تمہیں ایک تہہ خانے میں محفوظ کرنے کا اہتمام بھی کر رکھا ہے۔ دیکھو کوشل! میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ تم برے حالات کا شکار ہو۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ نارائن کے ہاں پناہ لینے کے بعد تمہاری جان، تمہاری عزت دونوں محفوظ رہیں گی تو تم بخوشی وہاں پناہ لے لینا اور اچھے دنوں کا انتظار کر لینا۔ اور اگر تم یہ خیال کرو کہ نارائن کے ہاں بھی تم غیر محفوظ ہو تو پھر میری طرف سے تمہیں کھلی پیش کش ہے کہ تم اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے غزنی آ سکتی ہو۔ میں غزنی میں تمہیں خوش آمدید کہوں گا، تمہاری عزت، تمہاری جان کی حفاظت کروں گا۔"

عبداللہ قراتگین جب خاموش ہوا تب تشکر آمیز انداز میں ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کوشل نے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

"آپ کی اس پیش کش پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ساتھ ہی یہ بھی پوچھتی ہو کہ کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ لاہور آئیں؟"

اس پر عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔ "کوشل! میں لاہور کیسے آ سکتا ہوں؟ اگر میں آؤں تو کیا مجھے وہاں کوئی زندہ سلامت چھوڑے گا؟"

اس پر خوش کن انداز میں کوشل کہنے لگی۔

"میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ ان حالات میں لاہور آئیں جس وقت وہاں جے پال حکومت کر رہا ہو۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سلطان کا لشکر بڑے بڑے شہروں کو اپنے سامنے زیر کر رہا ہے۔ اب مجھے پتہ چلا ہے کہ سلطان قنوج پر حملہ آور ہوئے ہیں اور قنوج کی طرف جانے کے لئے انہوں نے شمال کے کوہستانی سلسلوں کے اندر ہی اندر سفر کیا ہے۔ یہ بڑا مشکل اور کٹھن سفر تھا۔ مختلف دریاؤں کو عبور کرنا پڑتا ہے اور اگر وہ لاہور کو پہلے فتح کریں تو پھر مشرقی علاقوں میں جہاں بھی حالات سلطان کے خلاف ہوں ان پر حملہ آور ہونے میں کیا سلطان کو آسانی پیش نہیں آ سکتی؟"

اس پر اپنا منہ عبداللہ قراتگین، کوشل کے قریب لے گیا، پھر سرگوشی میں کہنے لگا۔

"کسی سے ذکر مت کرنا کوشل! عنقریب تم دیکھو گی کہ ہمارا لشکر لاہور پر حملہ آور ہوگا۔ اس لئے کہ جے پال اپنی حرکتوں سے باز نہیں آ رہا، بار بار وہ سلطان کے

Marfat.com

خلاف نہ صرف سازشیں کر رہا ہے بلکہ دوسرے راجاؤں کو بھی ہمارے خلاف انگیخت کرتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اب ہمارا لشکر بہت جلد لاہور پر حملہ آور ہو گا اور لاہور جے پال کے بجائے عنقریب ہمارے پاس ہو گا۔“

جواب میں کچھ دیر کوشل سوچتی رہی، پھر کہنے لگی۔

”اگر ایسا ہو گا تو پھر کئی لوگوں کی جانیں بھی ضائع ہوں گی۔ ایسے میں کہیں میں بھی آخرت کو نہ سدھار جاؤں۔ اس لئے......“

جواب میں عبداللہ قراتگین مسکرایا اور کہنے لگا۔

”کوشل! تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں جب ہمارا لشکر لاہور پر حملہ آور ہو گا تو حملہ سے پہلے میری طرف سے تمہاری حفاظت اور تمہارے تحفظ کا بہترین اہتمام کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“

جواب میں کوشل نے عبداللہ قراتگین کا شکریہ ادا کیا، پھر عبداللہ قراتگین پیچھے ہٹا، اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور کوشل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور میرے یہاں کھڑے ہی کھڑے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔“

اس پر کوشل نے اپنے خود کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال لیا، اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی، پھر وہ اپنے ان محافظ دستوں کے ساتھ مڑی اور وہ سب اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے مغرب کا رخ کر رہے تھے۔ جب تک وہ دکھائی دیتے رہے، عبداللہ قراتگین اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہیں کھڑا رہا۔ جب ان کے گھوڑے شاہراہ کے اندر اڑتی ہوئی دھول کے اندر غائب ہو گئے تب عبداللہ قراتگین بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ساتھی بھی سوار ہوئے۔ پھر وہ بھی اسی شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے مشرق کا رخ کر گئے تھے۔

Marfat.com

قنوج کے راجہ کی اطاعت قبول کرنے کے بعد اور عبداللہ قراتگین کے تھانیسر چلے جانے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا اور انہیں مختلف سمتوں میں دوسرے شہروں پر حملہ آور ہو کر انہیں فتح مند اور اپنا مطیع و فرمانبردار بنانے کے لئے روانہ کیا۔

لشکر کا ایک حصہ دہلی اور میرٹھ کی طرف بڑھا۔ دہلی دریائے جمنا کے مغربی کنارے پر واقع ہندوستان کے مشہور اور بڑے شہروں میں سے ایک تھا۔ یہ شمالی ہندوستان کے شاہی خاندانوں کا پایہ تخت بھی رہا۔

کچھ مدت کے لئے بے شک دولت آباد، آگرہ اور لاہور کو بھی کچھ حکمرانوں نے اپنا مرکز بنایا۔ 1911ء میں برطانوی حکومت کا دارالسلطنت قرار پایا اور اگست 1947ء میں بھارت کا دارالحکومت بنا۔

تاریخی کتب سے ثابت ہے کہ پرانے زمانے میں ہندوستان کے فرمانرواؤں کا دارالسلطنت ہستناپور ہوا کرتا تھا۔ یہ شہر دریائے گنگا کے ساحل پر آباد تھا۔ جب کوروں، پانڈوؤں کی مشترکہ فرمانروائی میں نفاق و اختلاف پیدا ہوا تو پانڈوؤں نے دریائے جمنا کے کنارے شہر اِندر پت یعنی اِندر پرست کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ قرنوں بعد 440 بکرمی میں راجہ انند پال تردور نے اندر پت کے نزدیک دتی شہر آباد کیا، اس کے بعد رائے پتھورا نے 1200 بکرمی میں یہ قلعہ اور شہر اپنے نام پر تعمیر کیا۔

بعد میں قطب الدین ایبک اور شمس الدین التمش کا مسکن بھی یہی شہر رہا۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے دوسرا قلعہ بنایا جو 666ھ میں مرزغن کے نام سے مشہور ہوا۔

Marfat.com

686ھ میں کیقباد نے دریائے جمنا کے کنارے قیلوکری نام کا ایک نفیس شہر آباد کیا۔ جلال الدین خلجی نے شہر کوشک لعل اور علاؤالدین خلجی نے کوشک سیری آباد کر کے انہیں اپنے دارالحکومت قرار دیا۔

غیاث الدین تغلق نے ایک اور شہر کی بنیاد ڈالی۔ فیروز شاہ تغلق نے 755ھ میں فیروز آباد کی بنیاد رکھی جسے دریائے جمنا سے نکالی ہوئی نہر سیراب کرتی تھی۔

مبارک شاہ نے مبارک آباد بسایا۔ ہمایوں نے 938ھ میں قلعہ اندرپت کی مرمت کرا کر دین پناہ نام رکھا اور تخت گاہ قرار دیا۔ شیر شاہ سُوری نے شہر کوشک سیری کو ویران کر کے ایک اور شہر آباد کیا اور اس کے بیٹے سلیم شاہ نے 953ھ میں قلعہ سلیم گڑھ تعمیر کیا۔ اگرچہ ان فرمانرواؤں نے الگ الگ بستیاں بسا کر تخت گاہ قرار دیں لیکن بیرونی ممالک میں دہلی ہی کو ہندوستان کا دارالسلطنت سمجھا جاتا تھا۔

شاہ جہان نے 1048ھ میں دہلی کے نزدیک شاہ جہان آباد نام کا شہر آباد کیا۔ اس شہر کی آبادی کی رونق اتنی بڑھی کہ تمام پرانے شہر اس میں شامل ہو گئے۔ شاہ جہان نے 9 محرم 1049ھ کو ایک نئے قلعے کی بنیاد رکھی جسے لال قلعہ کہتے ہیں۔ 1857ء میں خاندانِ مغلیہ کے خاتمہ کے بعد انگریزوں نے جنگِ آزادی کے دوران یادگار عمارات کو شدید نقصان پہنچایا اور دارالحکومت کلکتہ منتقل کر دیا۔

دہلی شہر کی یادگار عمارتوں میں جامع مسجد، موتی مسجد، کلاں مسجد، کھڑکی کی مسجد، کوٹلہ کی مسجد، مسجد قطب الدین ایبک، لال قلعہ، قطب مینار، مقبرہ کبیر الدین، مقبرہ نظام الدین، مقبرہ امیر خسرو، مقبرہ نصیر الدین چراغ، مقبرہ قطب الدین بختیار کاکی، مقبرہ التمش، مقبرہ ناصر الدین محمود، مقبرہ علاؤالدین خلجی، مقبرہ غیاث الدین خلجی، مقبرہ فیروز اودھم خان، مقبرہ عبدالرحیم خان خاناں اور مقبرہ ہمایوں ہیں۔

بہرحال سلطان کے لشکر کا یہ حصہ بڑی تیزی سے دونوں شہروں یعنی دہلی اور میرٹھ کی جانب بڑھا اور ان دونوں شہروں کو بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر لیا۔

ایک اور لشکر ساروا کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ جگہ ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا اور میرٹھ سے پندرہ میل جنوب میں واقع تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے لشکر کا حصہ جب اس قلعے کی طرف بڑھا تو مؤرخین کہتے ہیں کہ وہاں کا راجہ بھاگ گیا مگر قلعہ والوں

Marfat.com

نے چند دن کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔ تاوان میں دس لاکھ درہم اور تیس ہاتھی پیش کئے اور صلح کر لی۔

ان علاقوں میں برن یعنی بلند شہر کے راجہ کی بڑی عسکری طاقت اور قوت تھی۔ برن یعنی بلند شہر کے راجہ کا نام ہردت تھا۔ چنانچہ اس نے خم ٹھونک کر سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اسی دوران اسے ایک تقویت بھی مل گئی اور وہ یہ کہ مہابن اور متھرا کا راجہ کل چندر بھی ایک خاصا بڑا لشکر لے کر اس کی مدد کو پہنچ گیا۔ اس طرح بلند شہر کے راجہ ہردت کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا۔ اب تو وہ اس زعم اور گھمنڈ میں پڑ گیا کہ پہلے تو وہ اکیلا ہی سلطان محمود کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر چکا تھا اور اب تو مہابن اور متھرا کا راجہ کل چندر بھی اس کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے لہٰذا سلطان محمود غزنوی کے مقابلے میں اب اس کی فتح بالکل یقینی ہے۔ جہاں تک بلند شہر کا تعلق ہے تو یہ ہندوستان کے صوبہ اُتر پردیش کا ان دنوں ایک خاصا اہم شہر تھا جو مشرقی سمت آگرہ اور علی گڑھ سے میرٹھ جانے والی شاہراہ پر واقع تھا۔ شہر کالی ندی کے کنارے جو شہر کے پاس بہتی ہوئی گزرتی ہے ایک اونچی جگہ آباد ہے اور اسی اونچائی کے سبب اسے بلند شہر کہا جاتا ہے۔ اس شہر کا قدیم نام اس کے بانی برن کے نام پر پہلے برن بھی تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی نے 409ھ میں اس شہر کو فتح کیا اور ہندو راجہ نے سلطان کی اطاعت کر لی اور اپنی دس ہزار رعایا کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ بعد میں اس کی اولاد نے اسلام ترک کر دیا۔ 590ھ میں قطب الدین ایبک نے اس شہر کو فتح کر کے اپنے داماد اور جانشین التمش کو دے دیا۔ سلطان محمد تغلق کے عہد میں یہ شہر کسانوں کی بغاوت کا مرکز بن گیا۔ سلطان نے بغاوت فرو کرتے ہوئے اس علاقے کے اردگرد تمام علاقہ ویران کر دیا۔

مغلیہ دورِ حکومت میں اس شہر میں امن و امان اور اورنگ زیب کے عہد حکومت میں یہاں کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ بارھویں صدی ہجری اور اٹھارھویں صدی عیسوی میں مرہٹے شہر کو تباہ و برباد کر کے خود اس پر قابض ہو گئے۔ 1218ھ میں یہ شہر انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

Marfat.com

بہرحال اسی شہر کے نواح میں دو لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔ ایک لشکر سلطان محمود غزنوی کا تھا اور دوسرا متحدہ لشکر مہابن اور متھرا کے راجہ گل چندر اور برن شہر کے راجہ ہردت کا تھا۔

چنانچہ دونوں لشکر جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو مہابن اور متھرا کے راجہ گل چندر اور برن شہر کے راجہ ہردت نے جنگ کی ابتدا کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دونوں نے اپنے لشکر کو فنا خیز مرئی سرسراہٹوں میں تاریکی کے لبادے اوڑھے ادبار کی لامتناہی پرچھائیوں کی طرح آگے بڑھایا۔ پھر وہ سلطان محمود غزنوی کے لشکر پر قلب کو دریدہ، روحوں کو غم گزیدہ کرتے پت جھڑ کے بے روک طوفانوں، ہر شے کو غبارِ راہ بنا کر اُڑا دینے والے قہر کے کاروانوں اور ہلاکت خیزیاں بڑھاتے وحشتوں کے آسیب اور ہولناک آتشیں لاووں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف حسب سابق سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ مرکزی حصہ اپنے پاس اور دائیں بائیں اپنے سالار مقرر کیے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے سلطان نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ سلطان نے حسب سابق پہلے لبوں پر تبسم کی جوت، خیالوں کے حسین راز، احساسات کے فسوں، اطمینان کے سایوں، سلامتی کے گوشوں اور رحمت کے عطیوں کو خمار آلود کر دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کو ماضی کی عظمتوں کے نشان تلاش کرتے زیست کے حروف ارقام، ٹوٹے کھنڈروں کے سموں میں اُجاڑ ویرانیوں اور سکوت کے صحرا میں شورشوں کی صداؤں کی طرح آگے بڑھایا۔ پھر وہ اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ برن کے راجہ ہردت اور مہابن اور متھرا کے راجہ گل چندر کے لشکر پر جیحوں اور سیحوں کی کھولتی وادی میں انوکھی اور نئی تہذیب کی آندھیوں، دجلہ و فرات کے دشت کی انگڑائیوں سے اُٹھ کر غسلِ آتش دیتے صحرائی طوفانوں اور نیل کی متحرک غضب ناکیوں سے پیاسے صحرا کے پیچ و تاب کھاتے بگولوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے حملہ آور ہونے کے بعد اس کے لشکر کا دایاں حصہ اسی کے انداز میں تکبیریں بلند کرتا ہوا حرکت میں آیا اور وہ بھی دونوں راجاؤں کے متحدہ لشکر پر ہر لمحہ بے کراں اذیت، ہر ساعت کو اُٹھتی قیامت میں تبدیل کرتے اشتیاق و اضطراب کے

Marfat.com

انقلاب، بے کارواں مسافروں کی آنکھوں میں منزل کا قرب بڑھاتے آندھیوں میں چراغ جلاتے مجاہدوں اور چہروں کی اذیت ناکی بڑھاتے درد کے ہولناک الفاظ کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

لشکر کے دائیں حصہ کے بعد اسی کے انداز میں بایاں حصہ بھی حرکت میں آیا پھر وہ بھی تکبیریں بلند کرنے کے بعد مہیب شب کے ہراس میں ساحلوں پر چیختی پاگل کرتی ہواؤں، موت کے پیرہن پہناتی چڑھتے ساگر کی خونی موجوں، شام کی بے انت تاریکیوں اور طلسماتی سنسانیوں میں جبر کے تیز جھکڑوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس طرح برن یعنی بلند شہر کے نواح میں دونوں لشکر اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔ مہابن اور متھرا کے راجہ گل چندر اور بلند شہر کے راجہ ہردت کا خیال تھا کہ وہ ہر صورت میں سلطان محمود غزنوی کے لشکر کو شکست دے کر مار بھگائیں گے لیکن جب کچھ دیر کی جنگ کے بعد انہوں نے اپنے لشکر کے وسط میں رہتے ہوئے جنگ کا جائزہ لیا تھا تو انہیں اپنے پاؤں تلے سے زمین سرکتی دکھائی دی۔ اس لئے کہ ان کی اگلی صفیں لہولہان ہو کر کٹے ہوئے کھیت کی طرح بچھ چکی تھیں اور اس کے ساتھ ہی سلطان محمود غزنوی اور اس کے سالاروں اور لشکریوں کے حملوں میں پہلے کی نسبت زیادہ تیزی اور کاٹ آ چکی تھی۔ یہاں تک کہ کچھ ہی دیر بعد راجہ ہردت اور راجہ گل چندر نے دیکھا کہ ان کے لشکر کی حالت زخموں کے حروف سی اجنبیت، ادھورے خوابوں میں جواں مرگ خواہشوں، ہیبت ناک صورت میں زہر بھری ویران خاموشیوں اور دکھوں کے اندھے کہرام جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مہابن اور متھرا کا راجہ گل چندر تو اپنے بچے کھچے لشکر کو سمیٹتا ہوا اپنے علاقوں کی طرف بھاگ گیا، راجہ ہردت نے شکست قبول کی اور گرفتار ہو کر سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے اپنے رویہ پر سلطان سے معافی مانگی اور سلطان نے کمال رحم دلی سے کام لیتے ہوئے بلند شہر کے راجہ ہردت کو معاف کر دیا جس کے نتیجہ میں راجہ ہردت نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ بلند شہر کے دس ہزار آدمیوں نے بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا اعلان کیا۔ اس طرح بلند شہر کے نواح میں مہابن اور متھرا اور بلند شہر کے راجہ ہردت دونوں کی طاقت و

Marfat.com

قوت کو سلطان نے کچل کر رکھ دیا تھا۔

❀❀❀

کوشل دیوی سے رخصت ہونے کے بعد عبداللہ قراتگین نے ابھی چند میل کا سفر طے کیا ہوگا کہ پشت کی جانب سے ان علاقوں میں سرگرداں مسلمان مخبر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس سے آن ملے۔ پشت کی جانب سے انہیں آتا دیکھ کر عبداللہ قراتگین نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ جس قدر مسلح جوان تھے انہوں نے بھی اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچ لی تھیں۔ پشت کی طرف سے آنے والے مخبر سیدھے عبداللہ قراتگین کے پاس آکر رکے، بلند آواز میں انہوں نے سب کو سلام کہا۔ وہ کچھ پریشان اور حواس باختہ تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔

"تمہاری حالت، تمہارے چہروں کے تاثرات بتاتے ہیں کہ تم کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آئے ہو۔ بتاؤ کیا معاملہ ہے؟"

اس پر آنے والوں میں سے ایک عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر! ہم واقعی یہ بری خبر لے کر آئے ہیں۔ لاہور کی راجکماری کوشل دیوی آپ سے رخصت ہونے کے بعد جب واپس گئی تو اس نے ابھی چند میل ہی کا سفر طے کیا تھا کہ بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کے کچھ مسلح جوانوں نے جو تعداد میں کافی تھے، اسے اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لیا۔ انہوں نے سب کو مارنے کی دھمکی دی اور ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا۔ چنانچہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اب بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کے وہ لشکری کوشل دیوی اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے بھٹنڈہ کا رخ کئے ہوئے ہیں۔ وہ اسے بھٹنڈہ کے راجہ کے سامنے پیش کریں گے۔ اگر تو بھٹنڈہ کے راجہ کو یہ خبر نہیں ہوئی کہ اس کے بیٹے گووند راج کو قتل کر دیا گیا ہے تب تو شاید وہ کوشل دیوی کو اپنے یا اپنے کسی عزیز کے حرم میں داخل کر دے گا اور اگر اسے یہ خبر ہو گئی کہ اس کے بیٹے گووند راج کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے اور اسے مارنے میں کوشل دیوی کا بھی ہاتھ ہے تب ہمیں خدشہ ہے وہ کوشل دیوی کو زندہ نہیں

Marfat.com

چھوڑے گا۔"

اس مخبر کے ان الفاظ پر عبداللہ قراتگین پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا، کہنے لگا۔

"پہلے یہ کہو کہ کیا بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کے آدمیوں کو ہم بھٹنڈہ سے پہلے پکڑ سکتے ہیں؟"

اس پر آنے والوں میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

"بھٹنڈہ تو بہت دور ہے۔ ہم انہیں بہت جلد پکڑ سکتے ہیں اور اس کے لئے ہم مختصر، آسان اور ایسا راستہ اختیار کریں گے جو بالکل ان کے سامنے جا نمودار ہو گا۔"

اس مخبر کے ان الفاظ پر عبداللہ قراتگین نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر عبداللہ قراتگین انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر اپنے گھوڑوں کو آگے رکھو۔ میں بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کے آدمیوں کو کوشل دیوی کو بھٹنڈہ نہیں لے جانے دوں گا۔"

عبداللہ قراتگین کا جواب سن کر سب خوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے آنے والے مخبروں کی رہنمائی میں وہ ایک بار پھر شمال مغرب کی جانب اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

❁❁❁

بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کے آدمی جو تعداد میں کافی زیادہ تھے، وہ کوشل دیوی اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے لے جا رہے تھے۔ کوشل دیوی کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ وہ انتہا درجہ کی پریشان اور فکرمند تھی۔ اس کے ساتھیوں کی بھی یہی حالت تھی۔ جہاں تک پریم دیو کے ان مسلح جوانوں کا تعلق تھا تو جس قدر مسلح جوان عبداللہ قراتگین کے ساتھ تھے ان میں اگر کوشل دیوی کے مسلح جوانوں کو بھی ملا دیا جائے تب بھی پریم دیو کے آدمیوں کی تعداد پانچ گنا زیادہ رہی ہو گی۔ چنانچہ بھٹنڈہ کے راجہ پریم دیو کے مسلح جنگجو جس وقت کوشل دیوی اور اس کے ساتھیوں کو لے کر ایک شاہراہ سے ایسی جگہ سے گزر رہے تھے جہاں دونوں جانب گھنے درخت تھے، تب اچانک دونوں سمت سے سرسراتے ہوئے تیروں کی ایسی بوچھاڑ آئی کہ بھٹنڈہ کے ان جنگجوؤں میں سے کافی تیروں سے چھد کر اپنے گھوڑوں سے گر گئے تھے۔

Marfat.com

یہ صورت حال بٹھنڈہ والوں کے لئے واقعی نئی اور پریشان کن تھی اور ابھی وہ چاہتے تھے کہ اپنے گھوڑوں سے اتر کر جائزہ لیں کہ تیروں کی کچھ اور بوچھاڑیں آئیں اور ان کے مزید ساتھی اپنے گھوڑوں سے گر گئے۔ اتنی دیر تک دائیں بائیں سے کچھ مسلح جوان ان کی راہ روک کھڑے ہوئے اور ان مسلح جوانوں سے آگے عبداللہ قراتکین آن کھڑا ہوا تھا۔

اس افراتفری کے عالم میں جب کوشل دیوی نے راہ روکنے والوں کے سامنے عبداللہ قراتکین کو دیکھا تو اس کی خوشی اور اطمینان کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اچانک اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر سرپٹ دوڑایا اور عبداللہ قراتکین کے پہلو میں جا کھڑی ہوئی۔ اس سے کوشل دیوی کے ساتھیوں نے بھی فائدہ اٹھایا اور وہ بھی اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے عبداللہ قراتکین کے ساتھیوں میں جا شامل ہوئے تھے۔

قبل اس کے کوشل دیوی عبداللہ قراتکین کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہتی، بٹھنڈا کے ان مسلح جوانوں کا جو سالار تھا اس نے اپنے آپ کو سنبھالا، اس کے جو جنگجو ابھی تک بچے تھے، زخمی نہیں ہوئے تھے وہ اس کے پیچھے جمع ہو گئے تھے۔ پھر اس نے عبداللہ قراتکین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

''تم اور تمہارے ساتھی کون ہو؟ کیوں ہماری راہ روکی ہے؟''

اس پر عبداللہ قراتکین بڑی سنجیدگی میں کہنے لگا۔

''تو مجھے انتہا درجہ کا احمق اور بے وقوف لگتا ہے۔ یہ کوشل دیوی جو تمہارے اندر سے بھاگ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرے پاس آن کھڑی ہوئی ہے تو اس سے تم نے یہ اندازہ نہیں لگایا کہ راہ روکنے والے کون ہیں؟ کوشل دیوی تمہارے پاس سے ہٹ کر کسی اجنبی کی طرف نہیں جائے گی۔ سن بٹھنڈا کے لشکریوں کے سالار! میں مسلمانوں کے سلطان محمود غزنوی کے لشکر کا ایک سالار ہوں۔ میرا نام عبداللہ قراتکین ہے۔ بٹھنڈا کے راج کمار گووند رنج نے میری بیوی کاشی کماری کو دریائے راوی کے اس پار موت کے گھاٹ اتارا تھا، لہٰذا میں گووند راج سے اپنا انتقام لے چکا ہوں۔ اسے میں موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔ میں تم میں سے سب کو بچ کر جانے نہیں دوں گا، تم میں سے صرف ایک زندہ رہ کر واپس جا سکتا ہے، باقی کو یہیں ابدی نیند

Marfat.com

سونا ہو گا۔"

اس پر بڑی غضب ناکی میں بٹھنڈا کا وہ سالار کہنے لگا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔ تمہیں خود یہاں سے جانا نصیب نہیں ہو گا۔"

اس نے یہیں تک الفاظ کہے تھے کہ عبداللہ قراتکین نے پھر مخصوص اشارہ اپنے ساتھیوں کو دیا۔ اس کا اشارہ کرنا تھا کہ تیروں کی ایسی بوچھاڑیں لگاتار چلیں کہ ان میں سے اکثر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اور پھر اچانک عبداللہ قراتکین کے اشارے پر اس کے لشکری آگے بڑھ کر ان پر حملہ آور ہوئے اور ایک کے سوا سب کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ جو باقی بچ گیا تھا، عبداللہ قراتکین اس کے پاس آیا، وہ لرز کانپ رہا تھا۔ عبداللہ قراتکین نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، کہنے لگا۔

"دیکھو، ڈرو مت۔ خوف زدہ نہ ہو۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ یہاں سے سیدھے بٹھنڈا جانا۔ بٹھنڈا کے راجہ پریم دیو سے کہنا کہ اس کے بے راہ رو بیٹے گووند راج نے غزنی کے عبداللہ قراتکین کی بیوی کاشی کماری کو موت کے گھاٹ اتارا تھا، لہٰذا غزنی کے اس شخص عبداللہ قراتکین نے گووند راج کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ بس اسے یہ پیام دے کر تم اپنے گھر چلے جانا۔ اب تم جا سکتے ہو۔ ہم تم سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے چل دیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد کوشل دیوی کچھ دیر تک مغموم اور اُداس کھڑی رہی اور عبداللہ قراتکین غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ عبداللہ قراتکین نے اسے مخاطب کیا۔

"کوشل! اب بولو، تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

اس پر کوشل دیوی نے آہستہ آہستہ گردن سیدھی کی، ایک گہری نگاہ عبداللہ قراتکین پر ڈالی اور کہنے لگی۔

"اب میرا لاہور جانا بھی خطرناک ہے۔ گووند راج کے مرنے کی خبر بہت جلد پھیل جائے گی اور یہ بھی مشہور ہو جائے گا کہ اس کے قتل میں، میں بھی شامل ہوں۔ لہٰذا لاہور کا نیا راجہ جے پال بغیر کسی سوچ بچار کے مجھے یقیناً بٹھنڈا کے راجہ پریم دیو

Marfat.com

کے حوالے کر دے گا اور وہ میرے ساتھ یقیناً ایسا سلوک کرے گا بلکہ ایسا برا سلوک کرے گا جس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔"

عبداللہ قراتکین کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر کہنے لگا۔

"اگر تم پسند کرو تو میں اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ تمہیں غزنی بھیج دیتا ہوں وہاں تم محفوظ رہ سکو گی۔ وہاں میرا بھائی ہے، اس کی بیوی ارجان ہے۔ میری بہن کی ساس ہے۔ ان کے نام پیغام بھیج دوں گا۔ وہ تمہارا خیال رکھیں گے اور جب تم دیکھو کہ لاہور کے حالات تمہارے حق میں درست ہو گئے ہیں تو پھر تم پہلے کی طرح اپنے شہر میں آ کر قیام کر لینا۔"

اس موقع پر کوشل نے ایک گہری نگاہ عبداللہ قراتکین پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

"غزنی میں نہ میرے ساتھ کسی کا تعارف ہے، نہ کوئی مجھے جانتا ہے۔ لہٰذا میں وہاں رہ کر کیا کروں گی؟ کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں آپ کے لشکر میں رہ سکوں۔ وہاں میں سب جگہوں سے زیادہ محفوظ ہوں گی۔ وہاں نہ بھٹنڈا کا راجہ مجھ پر ہاتھ ڈال سکتا ہے نہ لاہور کا راجہ جے پال مجھے اپنا ہدف بنا سکتا ہے۔"

کوشل دیوی کے ان الفاظ پر عبداللہ قراتکین کچھ سوچنے لگا تھا کہ کوشل نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں وہاں رہتے ہوئے آپ کے لئے کسی خطرے کا باعث نہیں بنوں گی۔"

اس موقع پر ہلکے سے انداز میں عبداللہ قراتکین نے کوشل دیوی کا سر تھپتھپایا، کہنے لگا۔

"کوشل! ایسی بات نہیں ہے۔ بہرحال اگر تم لشکر میں رہنا چاہتی ہو تو میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گا۔ اچھا، چلو اپنے گھوڑے پر سوار ہو اور یہاں سے کوچ کرتے ہیں اور لشکر کا رُخ کرتے ہیں۔"

عبداللہ قراتکین کے ان الفاظ پر کوشل دیوی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ پیچھے ہٹی، جو مسلح جوان اس کے ساتھ آئے تھے، ان کے ساتھ اس نے تھوڑی دیر بڑی رازدارانہ گفتگو کی۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے رخصت ہو گئے۔

Marfat.com

اچھلنے کے انداز میں بڑی تیزی کے ساتھ کوشل اپنے گھوڑے پر بیٹھی، عبداللہ قراتکین اور اس کے ساتھی بھی اپنے گھوڑوں پر بیٹھ چکے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھوڑوں کو مشرق کے رخ پر سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

Marfat.com

برن یعنی بلند شہر کی شاندار فتح کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ دہلی، ریواڑی اور الور کے راستے مہابن کے راجہ گل چندر کے علاقوں کا رخ کیا تھا۔ راجہ گل چندر کے پاس بہت بڑا لشکر تھا اور اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ بے شک بلند شہر سے باہر اسے اور بلند شہر کے راجہ ہردت کو سلطان محمود کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے لیکن اسے یہ بھی زعم اور گھمنڈ تھا کہ چونکہ وہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ سلطان محمود کا مقابلہ کرنے کے لئے بلند شہر کی طرف نہیں آیا تھا، لہٰذا یہ شکست اس کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی اس لئے کہ اس کے علاقوں میں اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر تھا جس کے ساتھ اس نے سلطان محمود کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

سلطان محمود کو بدترین شکست دینے کے لئے اس نے یہ بھی چال چلی کہ کسی طریقہ سے سلطان محمود اور اس کے لشکریوں کو اپنی سازش کے جال میں پھنسا کر تباہ و برباد کر دے۔ چنانچہ اپنی اس چال کی کامیابی کے لئے اس نے اپنے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ جنگلوں میں چھپا دیا تھا تاکہ سلطان محمود غزنوی جب اس کی طرف پیش قدمی کرے تو جنگل میں چھپے ہوئے دستے راستے میں اس پر حملہ آور ہوتے رہیں، اس سے گوریلا جنگ کی ابتدا کر دیں اور جب سلطان محمود غزنوی کا اس کے ساتھ ٹکراؤ ہو تو اس ٹکراؤ کے دوران بھی جنگل میں چھپے ہوئے وہ دستے اچانک نکل کر سلطان محمود کے لشکر پر حملہ آور ہوں اور اپنی فتح اور سلطان کی شکست کو یقینی بنا دیں۔

چنانچہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے مہابن یا مہابان کی طرف

Marfat.com

بڑھا۔ آخر سلطان نے دریائے گنگا کے کنارے جا پڑاؤ کیا۔ دوسری طرف مہابن کا راجہ گل چند یا گل چندر اپنے لشکر کے ایک خاصے بڑے حصہ کے ساتھ جنگل کے اندر پڑاؤ کیئے ہوئے تھا۔ جبکہ لشکر کا ایک حصہ اس نے اپنے مرکزی شہر مہابن کی حفاظت کے لئے بھی چھوڑا ہوا تھا۔

یہ بڑی مشکل مہم تھی۔ ایک طرف راجہ جنگل میں گھات لگا چکا تھا، دوسری طرف اس کا ایک لشکر شہر کے اندر بھی موجود تھا۔ چنانچہ سلطان نے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا اور فیصلہ یہ کیا کہ جنگل کے اطراف میں رہتے ہوئے ہنکارا شروع کیا جائے اور جنگل میں راجہ گل چندر کا جو بھی لشکر سامنے آئے، اسے موت کے گھاٹ اُتارتے ہوئے آگے بڑھا جائے اور اس طرح ہنکارا کرتے ہوئے راجہ گل چند کو اس کے لشکر کے ساتھ جنگل سے نکال کر اسے جمنا کی طرف لایا جائے۔

چنانچہ اسی تجویز پر عمل کیا گیا۔ سلطان کے لشکر نے جب جنگل کا گھیراؤ کر کے ہنکارا شروع کیا، تب راجہ گل چندر بڑا فکرمند ہوا۔ اسے یقین تھا کہ اگر ہنکارا اسی طرح جاری رہا تو اسے بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ لہٰذا اس نے خفیہ راستوں کے ذریعہ اپنے کچھ مخبر اپنے مرکزی شہر مہابن کی طرف روانہ کیئے اور وہاں جو لشکر کا سالار تھا اسے اس نے پیغام دیا کہ مسلمانوں کے سلطان نے اس طرح جنگل کے اندر اس کا ہنکارا شروع کر دیا ہے لہٰذا وہ اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ نکلے اور مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصہ پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو ایسا نقصان پہنچائے کہ جنگل کے اندر مسلمان اس کا ہنکارا کرنا ترک کر دیں۔

اُس کے اس حکم کا اتباع کرتے ہوئے جب اس کے سالار نے اپنے مرکزی شہر مہابن سے نکل کر سلطان کے لشکر کے ایک حصہ پر پشت کی جانب سے حملہ کیا۔ تب اس حصہ نے ایسی مزاحمت کی کہ حملہ آوروں میں سے انہوں نے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا، باقی شکست اٹھا کر بھاگ گئے۔ اس طرح جنگل کے اندر ہنکارا اسی طرح جاری رہا۔ یہاں تک کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ مہابن کے راجہ گل چندر کو جنگل سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ آخر جنگل سے نکل کر راجہ گل چندر اپنے جرار لشکر کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارے نمودار ہوا۔

Marfat.com

راجہ گل چندر کی بدقسمتی کہ ان دنوں دریا اپنی پوری طغیانی پر تھا۔ اس نے سوچا کہ اب میرے پاس دو ہی راستے ہیں۔ پہلا یہ کہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جمنا میں کود پڑوں اور اس طرح اس کا لشکر بھی تباہ و برباد ہو جائے گا اور وہ خود بھی ختم ہو جائے گا۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ خم ٹھونک کر مسلمانوں کے سامنے آئے، پوری طاقت اور قوت کو استعمال کرتے ہوئے سلطان کے لشکر کا مقابلہ کرے اور اسے شکست دینے کی کوشش کرے۔ چنانچہ ان دونوں عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے راجہ گل چندر نے دوسری تجویز پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا یعنی اس نے دریائے جمنا کے کنارے سلطان محمود غزنوی سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔ چنانچہ راجہ گل چندر دریائے جمنا کے کنارے اپنے مقدر سے جنگ لڑتے کسی گمراہ صورت گر، خاموش آسمان تلے تخیل کی کھوکھلی اڑانوں کی طرح آگے بڑھا۔ اس کے بعد وہ سلطان کے لشکر پر آہوں کی دل سوزی کھڑی کرتے آتشی طوفانوں، صدیوں کی رفتار میں فکر کے سائبانوں کو جھیر جھیر کرتے تند و سفاک لمحوں اور ذہن کے خالی کشکول میں بدبختیوں کے سکے ڈالتے اندھے خوف ناک بگولوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

حسب سابق سلطان نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت راجہ گل چندر حملہ آور ہوا، سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی وسطی حصہ سے خود اپنے لشکر کے ساتھ جوابی کارروائی کرتے ہوئے حرکت میں آیا۔ چنانچہ وہ بھی راجہ گل چندر کے لشکر پر کوہستانوں کا جگر شق کرتی وحشی تند آندھیوں، دل خراش صداؤں میں دل شکن انحطاط طاری کرتے سنگ وخشت کے طوفانوں اور تاریخ کے جلتے الاؤ میں حقارت کا نشانہ بناتے تشنگی کے اُبلتے بحر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے بعد اس کے لشکر کا دایاں حصہ اپنے کام کی ابتدا کر گیا اور وہ بھی راجہ گل چندر کے لشکر پر قرن ہا قرن سے انگڑائیاں لیتے آتش فشاں بد دماغوں کے گروہ پر غضب ناک انداز میں حملہ آور ہوتے ہوئے دل کا سکون چھینتے روح کے صبر و تحمل سے محروم کرتے قہرمانیوں کی بے کراں آتش اور آخرِ شب کی سلگتی تنہائیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس کے ساتھ ہی بائیں حصے نے بھی اپنے کام کی ابتداء کر دی تھی اور وہ بھی

Marfat.com

شام کی بے انت تاریکیوں میں قہر کے تیز جھکڑوں، ساکن کر دینے والے کڑے وقت میں طلسماتی سنسانیوں، شورِ قیامت کی سی گونج کھڑی کرتے برق کے نادیدہ لمحوں اور شب کی سلوٹیں تک درست کر دینے والے قضا کے طلسم و فسوں اور شعلہ فشاں طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

چنانچہ کچھ دیر تک دریائے جمنا کے کنارے ہولناک انداز میں جنگ ہوتی رہی۔ اس جنگ کے نتیجہ میں بہت جلد راجہ گل چندر کے سالاروں اور لشکریوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ مسلمانوں کے لشکر کے سامنے یقیناً ان کی حالت اُجاڑ راتوں کی تنہائیوں، زندگی کے رنگوں کے خوابوں میں حل ہو جانے والے زہر، ظلمتوں کے اندھیر نگر، سوختہ مقدر، ندامت کی تھکن، درد کی اندھی سنسان اور اُداس راہوں اور بے حسی کے طلسم کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ بقول مؤرخین جب راجہ گل چندر نے اندازہ لگایا کہ دریائے جمنا کے کنارے اس کی اور اس کے لشکریوں کی بربادی یقینی ہے تب اس نے اپنے لشکر کے وسطی حصہ میں آگ کا ایک الاؤ روشن کیا اور خود اپنے اہل و عیال کے ساتھ آگ میں کود کر اس نے خودکشی کر لی تھی۔ اس طرح سلطان محمود غزنوی بلند شہر کے بعد مہابن کو بھی فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مہابن کے راجہ گل چندر کو اپنی طاقت اور اپنی عسکری حیثیت پر بڑا گھمنڈ، بڑا زعم تھا۔ اسی بنا پر وہ اپنے علاقوں سے نکل کر بلند شہر کے راجہ کی مدد کے لئے گیا تھا اور وہاں شکست اٹھانے کے بعد بھی اس نے کوئی سبق نہیں سیکھا، پلٹا۔ اُسے اُمید تھی کہ جو لشکر وہ اپنے مرکزی شہر میں چھوڑ کر گیا ہے اسے ساتھ ملا کر وہ یقیناً سلطان کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا، اُلٹا حالات نے اس کے چہرے پر شکست اور خودکشی کے داغ لگا دیئے۔ اس طرح بلند شہر کے بعد مہابن کے نواحی جنگلوں کے کنارے دریائے جمنا کے پاس گل چندر کو شکست دینے کے بعد سلطان محمود غزنوی مہابن کو بھی فتح کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

مہابن کی فتح کے بعد سلطان محمود غزنوی نے دریائے جمنا کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

ایک روز سلطان محمود غزنوی اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ خیمے کے

Marfat.com

دروازے پر عبداللہ قراتگین نمودار ہوا اور سلطان کو اس نے مخاطب کیا۔

''سلطانِ محترم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟''

سلطان کی اس وقت پیٹھ دروازے کی طرف تھی لہٰذا سلطان ایک دم مڑا۔ جب اس نے اپنے خیمے کے دروازے پر عبداللہ قراتگین کو کھڑے پایا تب سلطان اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا، مسکراتے ہوئے اپنے خیمے کے دروازے کی طرف بڑھا، کہنے لگا۔

''بیٹے! تم یہاں خیمے کے دروازے پر کیوں کھڑے ہو گئے؟ ایسی اجنبیت تم نے پہلے تو کبھی نہ برتی تھی۔''

اس پر عبداللہ قراتگین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! آپ کی پیٹھ میری طرف تھی، اس بنا پر اجازت طلب کرنا ضروری تھا۔''

چنانچہ سلطان محمود غزنوی عبداللہ قراتگین کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمے میں لے گیا، اسے اپنے سامنے بٹھایا، پھر سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

''بچے! پہلے یہ بتا کہ جس مہم پر تُو گیا تھا اُس کا کیا بنا؟''

جواب میں عبداللہ قراتگین نے سارے معاملات تفصیل کے ساتھ کہہ دیئے تھے اور سب کچھ سننے کے بعد سلطان نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا، کہنے لگا۔

''سب سے اچھی بات کہ تم قاتل گووند راج کو ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ جہاں تک کوشل دیوی کا تعلق ہے تو لشکر میں اس کے قیام کا عمدہ اہتمام کیا جائے گا۔ اس کی حیثیت ہماری بیٹیوں کی سی ہے۔ اگر وہ اب لاہور کے علاوہ ہر جگہ غیر محفوظ ہے تو یقیناً ہم اس کا تحفظ کریں گے، اس کی جان، اس کی عزت، اس کی آبرو کے محافظ بنیں گے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے اسے اس وقت کہاں چھوڑا ہے؟''

اس پر عبداللہ قراتگین کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

''پہلے میں تم سے یہ کہوں کہ تمہاری غیر موجودگی میں جہاں کہیں بھی ہمارا پڑاؤ ہوتا رہا ہے، تمہارے ساتھی لشکری ہر بار تمہارا خیمہ نصب کرتے رہے ہیں۔ بے شک وہ خالی ہی رہا ہے۔ لیکن وہ ایک عقیدت اور ارادت مندی کے تحت تمہارا خیمہ ضرور نصب کرتے تھے۔''

Marfat.com

اس پر عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! اس وقت میں کوشل کو اپنے خیمے ہی میں ٹھہرا کر آیا ہوں اور....''

بیچ میں سلطان بول پڑا اور کہنے لگا۔

''تمہارے خیمے کے قریب ہی کوشل دیوی کے خیمے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور لشکر میں شامل عورتوں میں سے ایک معمر عورت کو کوشل دیوی کے ساتھ ٹھہرایا جائے گا تاکہ وہ اکیلے پن میں خوف اور ڈر محسوس نہ کرے۔ بیٹے! اس وقت وہ اکیلی بیٹھی خوف زدہ ہو رہی ہوگی۔ اس لئے کہ ہمارے لشکر میں وہ اس وقت اجنبی ہے۔ تم اس کے پاس جا کر بیٹھو۔ میں اس کے لئے ایک خیمہ نصب کرنے کا حکم دیتا ہوں پھر اس کے بعد تم خود ہی اسے نئے خیمے میں منتقل کر دینا۔''

سلطان کا یہ حکم پا کر عبداللہ قراتگین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہاں سے نکل کر جب وہ اپنے خیمے میں آیا تو خیمے سے باہر اس کے لشکری پہرہ دے رہے تھے اور اندر کوشل ڈری سہمی بیٹھی ہوئی تھی۔ عبداللہ قراتگین جب اپنے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا تو اسے دیکھتے ہی کوشل ایک دم اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی اور جب عبداللہ قراتگین اندر داخل ہوا تب کوشل نے اسے مخاطب کیا۔

''آپ سلطان کے پاس گئے تھے۔ کیا سلطان نے مجھے لشکر میں قیام کرنے کی اجازت دے دی ہے؟''

اس پر عبداللہ قراتگین نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''کوشل! تم کیا بچوں کی سی باتیں کر رہی ہو؟ تم کیا سمجھتی ہو کہ سلطان تمہیں اپنے لشکر میں ٹھہرانے کی اجازت نہیں دیں گے؟ سلطان نے تمہارے لئے بیٹی کا لفظ استعمال کیا ہے اور تمہاری جان اور تمہاری آبرو کے تحفظ کا عہد کرنے کے ساتھ ساتھ تمہارے ساتھ عمدہ سلوک کے لئے کہا ہے۔ دیکھو! تم تھوڑی دیر بیٹھو۔ سلطان نے تمہارے لئے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی جو گفتگو سلطان کے ساتھ ہوئی تھی عبداللہ قراتگین نے کوشل سے کہہ دی تھی۔

ساری گفتگو سن کر کوشل مطمئن ہو گئی تھی اور اس لمحہ اس کے لبوں پر انتہائی

Marfat.com

خوبصورت مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ عبداللہ قراتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں جب تک زندہ رہوں گی، آپ کی شکر گزار رہوں گی۔ میں سمجھتی ہوں گووِند راج کے مرنے کے بعد اب میں کہیں بھی محفوظ نہیں۔ اب تک لاہور میں جے پال کو گووِند راج کے مرنے کی اطلاع ہو چکی ہوگی اور اسے یہ بھی بتا دیا گیا ہوگا کہ گووِند راج کے قتل میں آپ کے ساتھ میں بھی ملوث ہوں۔ لہٰذا اس نے اپنے آدمی مقرر کر دیئے ہوں گے کہ مجھے تلاش کیا جائے اور وہ ہر صورت میں جھنڈا کے راجہ کو خوش کرنے کے لئے مجھ سے گووِند راج کے قتل کا انتقام لینے کی کوشش کرے گا۔''

اس پر عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''اس کی ایسی تیسی جو تم سے انتقام لے۔ اب تم بالکل محفوظ ہاتھوں میں ہو اور اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

عبداللہ قراتگین جب رکا، تب کوشل کہنے لگی۔

''میں آپ کو ایک بات بتانا بھول گئی تھی۔ راستے ہی میں بتانا چاہتی تھی، پر میرے ذہن سے یہ بات نکل گئی، میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ سے پوچھے بغیر اور آپ سے مشورہ لئے بغیر اور آپ سے اجازت چاہے بغیر میں نے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔''

''کیسا فیصلہ؟'' غور سے کوشل کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے پوچھ لیا تھا۔

کوشل نے اس موقع پر ایک گہری نگاہ عبداللہ قراتگین پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

''آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے جس وقت گووِند راج کا خاتمہ کیا تھا تو میں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کے ساتھ رازدارانہ گفتگو کی تھی۔ میں چاہتی تھی اس گفتگو سے متعلق میں آپ کو آگاہ کروں گی لیکن میں آپ سے کہنا بھول گئی تھی۔''

''کیسی گفتگو؟'' عبداللہ قراتگین نے پھر غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

اس پر کوشل کہنے لگی۔

''بات دراصل یہ ہے کہ میں نے اپنے اس محافظ سے کہا تھا کہ وہ لاہور پہنچ کر

Marfat.com

سورندی کو میرا یہ پیغام دے کہ میری خواب گاہ میں میری ماں، میرے باپ کی طرف سے جو کچھ بھی سرمایہ مجھے ملا تھا، اس کے علاوہ بھی جو کچھ میں نے وہاں جمع کیا ہوا ہے وہ سب لے کر سلطان کے لشکر میں پہنچ جائے۔ میں نے اس محافظ کے ہاتھ یہ بھی پیغام بھیجا ہے کہ اس سلسلہ میں وہ جے پال کے سالار نارائن سے ملے، وہ ہمارا بھائی بنا ہوا ہے اور وہ سورندی کو یہاں آپ کے لشکر میں پہنچانے کا اہتمام کر دے گا۔ میں نے اس کے ہاتھ یہ بھی پیغام بھیجا ہے کہ نارائن جن مسلح جوانوں کو سورندی کے ساتھ مقرر کریں وہ یہ جانتے ہوئے سفر کریں کہ سلطان نے کہاں قیام کر رکھا ہوگا۔''

کوشل جب خاموش ہوئی تب عبداللہ قراتکین کچھ دیر مسکراتا رہا۔ اس کی اس مسکراہٹ پر کوشل کچھ پریشان ہوگئی تھی، کہنے لگی۔

''لگتا ہے آپ کو میرا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا؟''

اس پر عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

''کوشل! یہ بات نہیں ہے۔ تمہیں سورندی کے ہاتھوں وہ سارا سامان منگوانے کی کیا ضرورت ہے؟ دیکھو کوشل! اب تم ہمارے لشکر میں محفوظ ہاتھوں میں ہو۔ تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔ جس کسی بھی چیز کی تمہیں ضرورت ہوگی، تمہیں مہیا کی جائے گی۔ کوشل! میری بیوی! کاشی کماری مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ تم اُس کی بہن ہو لہٰذا تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھنا میرے فرائض میں شامل ہے۔''

اس سلسلہ میں کوشل کچھ کہتے ہوئے عبداللہ قراتکین کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی کہ دروازے پر ایک لشکری نمودار ہوا اور عبداللہ قراتکین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! آپ کے خیمے کے پہلو میں نیا خیمہ نصب کر دیا گیا ہے۔''

اس پر عبداللہ قراتکین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور کوشل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کوشل! تم میرے ساتھ آؤ۔ تمہارا خیمہ نصب ہو گیا ہے۔ میرے خیال میں سفر کے باعث تم تھکی ہاری ہو۔ پہلے آرام کر لو۔ اگر تمہیں بھوک لگی ہے تو میں اس کا

Marfat.com

اہتمام کر دیتا ہوں۔"

اس پر کوشل کہنے لگی۔

"بھوک کیسی؟ آپ کے ساتھ پچھلی منزل پر تو کھانا کھایا تھا، اب شام کو کھانا کھائیں گے۔"

چنانچہ دونوں خیمے سے نکلے، ساتھ والے خیمے میں داخل ہوئے۔ اندر ڈھلی ہوئی عمر کی ایک خاتون کھڑی تھی۔ عبداللہ قراتکین جب اس خیمے میں داخل ہوا تو اس عورت نے مسکراتے ہوئے عبداللہ قراتکین اور کوشل کا استقبال کیا۔ اس عورت کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل کو مخاطب کرتے ہوئے عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

"یہ جو خاتون خیمے میں کھڑی ہے، بہت اچھی ہے۔ یہ تمہاری مقامی عورت ہے۔ نام اس کا پورینہ ہے۔ اسلام قبول کر چکی ہے اور ایک عرصہ سے ہمارے لشکر میں ہے۔ لشکر میں جو عورتیں ہوتی ہیں یہ ان کے ساتھ رہی ہے، ان کی خدمت کرتی ہے۔ تھوڑا بہت طب کا کام بھی جانتی ہے اور جنگ کے دوران یہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ یہ تمہارے ساتھ خیمے میں رہے گی تاکہ تم اکیلا پن اور تنہائی محسوس نہ کرو۔"

پورینہ آگے بڑھی، کوشل کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، کہنے لگی۔

"بیٹی! تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا دیئے گئے ہیں۔ اب تم بالکل محفوظ ہو۔ کسی کی جرأت نہیں کہ لشکر میں شامل ہو کر تمہیں نقصان پہنچا جائے۔"

کوشل نے اس عورت کا شکریہ ادا کیا، پھر خیمے کا جائزہ لیا۔ ایک طرف کونے میں خیمے سے باہر طہارت خانہ بنا ہوا تھا، خیمے کے اندر دو بستر لگے ہوئے تھے۔ آخر عبداللہ قراتکین کوشل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کوشل! تمہارا گھوڑا میں دوسرے گھوڑوں میں بندھوائے دیتا ہوں۔ تمہارے گھوڑے کے ساتھ جو خرجین بندھی ہے جس میں تمہارا سامان اور کپڑے ہیں وہ بھی میں تمہارے خیمے میں بھجواتا ہوں۔ میرے خیال میں تم آرام کرو اس طرح تمہیں تھکاوٹ سے نجات مل جائے گی۔"

Marfat.com

کوشل نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا عبداللہ قراتگین باہر نکل گیا اور کوشل کے گھوڑے کے ساتھ جو خرجین بندھی ہوئی تھی وہ اتار کر اس نے کوشل کے حوالے کی اور خود اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر پہلے عبداللہ قراتگین سو کر اٹھا، وضو کیا، اتنی دیر تک مغرب کی اذان ہوئی تھی۔ خیمے سے نکل کر اس نے مغرب کی نماز ادا کی اور جب وہ واپس آیا اور اپنے خیمے کا رخ کر رہا تھا، تب اچانک کوشل اپنے خیمے سے نکلی اور بڑی تیزی سے عبداللہ قراتگین کی طرف لپکی۔

اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر عبداللہ قراتگین رک گیا تھا۔ لشکر گاہ کے اندر اب جگہ جگہ مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں۔ عبداللہ قراتگین کے رک جانے پر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کوشل اس کے سامنے آئی، پھر کہنے لگی۔

''امیر! پورینہ کہہ رہی تھی کہ تھوڑی دیر تک کھانا آ جائے گا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ مغرب کے بعد کھانا پیش کر دیا جاتا ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ کھانا میرے خیمے میں آ کر کھائیں؟''

اس پر عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''کوشل! میں تمہاری دل شکنی نہیں کرنا چاہتا۔ پر سنو! میرا تمہارے خیمے میں اس طرح جانا اچھا نہیں ہے بلکہ معیوب ہے۔ کوشل! نہ یہ گھر ہے نہ کوئی دوسری رہائش گاہ ہے۔ یہ لشکر ہے۔ تم دیکھتی ہو لشکر کے پڑاؤ میں ہر وقت گہما گہمی رہتی ہے۔ رات کو بھی تم دیکھو گی کہ لشکر گاہ کے اندر پہرے دار اِدھر اُدھر ٹہلتے پھر رہے ہوں گے۔ اور جب وہ دیکھیں گے کہ اس خیمے میں ایک نوجوان اور انتہائی خوب صورت لڑکی رہتی ہے، جو لاہور کے راجہ کی راج کماری ہے اور عبداللہ قراتگین اس کے خیمے میں جاتا ہے تو یہ معیوب خیال کیا جائے گا اور میری ذات کے لئے بھی اچھا نہیں ہے۔''

عبداللہ قراتگین جب رکا، تب کوشل غور سے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگر وہ اس قدر جانتے ہیں یا ایسا خیال کر سکتے ہیں تو کیا وہ یہ نہیں سوچیں گے کہ عبداللہ قراتگین لاہور کی راج کماری کاشی کماری کے شوہر بھی رہے ہیں اور کاشی

Marfat.com

کماری کی میں چھوٹی بہن ہوں۔ اس لئے امیر عبداللہ قراتگین کے ساتھ میرا ایک رشتہ اور رابطہ ہے۔ اسی رشتہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ میرے خیمے میں آسکتے ہیں اور کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔"

یہاں تک کہتے کہتے کوشل کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ عبداللہ قراتگین کی پشت کی جانب سے سلطان محمود غزنوی کی آواز سنائی دی تھی۔

"بیٹی! تیرا کہنا درست ہے۔ واقعی کسی کو کوئی اعتراض ہونا نہیں چاہئے۔"

سلطان کے یہ الفاظ سن کر عبداللہ قراتگین چونکا تھا۔ جب وہ مڑا تو اس نے دیکھا اس کی پشت پر سلطان محمود غزنوی، احمد نیالتگین، ارسلان، عبداللہ طائی اور امیر ایاز بن الحق کے علاوہ بہت سے سالار کھڑے تھے۔

سلطان جب خاموش ہوا تب امیر ایاز بول اٹھا اور عبداللہ قراتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عبداللہ قراتگین! ہم نے تمہاری اور اپنی بہن کوشل کی گفتگو سن لی ہے۔ دیکھو! کوشل کا کہنا درست ہے۔ اس کی بہن کاشی کماری تمہاری بیوی تھی، اس لحاظ سے اس کا تمہارے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ اگر وہ یہ پسند کرتی ہے کہ تم اس کے خیمے میں جا کر کھانا کھاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کوئی اعتراض کھڑا نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے کوئی معیوب سمجھے گا۔"

ایاز بن اسحاق جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے سلطان محمود کہنے لگا۔

"عبداللہ قراتگین! ایاز ٹھیک کہتا ہے۔ بچے! تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب جانتے ہیں کہ لاہور کی راجکماری کاشی کماری تمہاری بیوی رہی ہے اور اب لوگ یہ بھی جان چکے ہیں کہ کاشی کماری کی چھوٹی بہن نے لشکر میں پناہ لی ہے جس کے ساتھ تمہارا ایک رشتہ ہے۔ لہٰذا اگر کوشل یہ چاہتی ہے کہ تم کھانا اس کے ساتھ کھاؤ تو جاؤ! میری طرف سے اجازت ہے۔ کوئی اعتراض کھڑا نہیں کرے گا۔ تم اس کے خیمے میں جا کر کھانا کھاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین کی پیٹھ تھپتھپائی، پھر وہ آگے بڑھا۔ اس موقع پر عبداللہ قراتگین نے کوشل کو مخاطب کیا۔

Marfat.com

"کوشل! یہ سلطان ہیں۔"

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر کوشل چونکی تھی، سر کو اس نے خم کیا تھا۔ پھر سلطان مسکراتے ہوئے آگے بڑھا، شفقت بھرا ہاتھ اس نے کوشل کے سر پر رکھا، پھر کہنے لگا۔

"بیٹی! یوں جانو اب تم اپنوں کے اندر ہو۔ تمہیں نقصان پہنچانا تو بہت دور کی بات، کوئی میلی نگاہ تم پر نہیں ڈال سکتا۔ اب تم عبداللہ قراتگین کے ساتھ جاؤ۔ تم دونوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہو۔"

اس کے ساتھ ہی سلطان محمود غزنوی اپنے سالاروں کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ کوشل مسکرا رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد کوشل نے پھر عبداللہ قراتگین کو مخاطب کیا۔

"کیا اب بھی آپ میرے خیمے میں جا کر میرے ساتھ کھانا کھانے سے انکار کرتے ہیں؟"

عبداللہ نے جب نفی میں گردن ہلائی تب کوشل مسکرا دی۔ پھر عبداللہ قراتگین اس کے ساتھ ہو لیا۔ تھوڑی دیر بعد کھانا آ گیا اور کوشل، پورینہ اور عبداللہ قراتگین تینوں خیمے میں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی نے چند روز تک اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع دینے کے بعد متھرا پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ متھرا ہندوستان کی مبالغہ آمیز تاریخ اور مذہب کا ایک طرح سے مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ جہاں تک ان کی مبالغہ آمیز تاریخ کا تعلق ہے تو ہندو قوم کی تاریخ کہیں محفوظ نہیں ہے۔ مؤرخین کی یہ تحقیق ہے کہ 1200ء سے پہلے ہندوستان کی تاریخ سے متعلق کوئی قابل ذکر کتاب جس کو تاریخ کی کتاب کہا جا سکے یا کوئی ایسی تصنیف جس سے اس ملک کے سوانح حیات معلوم ہو سکیں اس ملک کے باشندوں یعنی ہندوؤں نے نہیں لکھی۔

اسی بنا پر ایک بار الفسٹن جو بمبئی کا گورنر بھی رہا تھا، اس نے تاریخ ہند میں لکھا:

"جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی کیسی ہی جاہل اور اکھڑ قوم کیوں نہ ہو، وہ اکثر اپنے آباؤ اجداد کے حالات کی کوئی نہ کوئی کتاب رکھتی ہے تو اس پر کمال تعجب ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے پاس باوجود یہ کہ ان کی قوم نہایت عمدہ شائستگی اور تربیت کے درجہ پر پہنچ گئی تھی، کوئی کتاب تاریخ سے ملتی جلتی بھی نہیں ہے۔ ہندوؤں کے حالات کی تحریروں میں سے جو کچھ موجود ہے وہ جھوٹی کہانیوں اور مبالغہ آمیز جھوٹے تاریخی واقعات سے اس طرح خلط ملط ہے کہ ان میں سے کوئی سچی مسلسل تاریخ نکلنے کی توقع نہیں ہو سکتی اور نہ کسی اہم واقعہ کی تاریخ سکندر کی یورش کرنے سے پہلے قائم ہو سکتی ہے اور نہ کوئی مسلسل بیان ہندوؤں کے حالات کا ہندوستان پر مسلمانوں کے تسلط کرنے

Marfat.com

تک لکھا جا سکتا ہے۔"

مشہور فرانسیسی مؤرخ عالم ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے:

"ان ہزار ہا جلدوں میں سے جو ہندوؤں نے اپنے تین ہزار سال کے تمدن میں تصنیف کی ہیں ایک تاریخی واقعہ بھی صحت کے ساتھ درج نہیں ہے۔ اس زمانے میں کسی واقعہ کو پیش کرنے کے لئے ہمیں بالکل بیرونی سہاروں سے کام لینا پڑتا ہے۔ ان کی تاریخی کتابوں میں یہ عجیب رسمیت ہے یعنی ہر چیز کو غلط اور غیر رسمی صورت میں دیکھنے کی نہایت بیّن طور پر پائی جاتی ہے اور انسان کو اس خیال پر مجبور کرتی ہے کہ ان کا دماغ ہی ٹیڑھا ہے۔ قدیم ہندوؤں کی کوئی تاریخ ہی نہیں اور نہ ہی عمارات اور یادگاروں کی صحت کی تلافی ہوتی ہے۔"

وہ مزید لکھتا ہے کہ ہندوستان کا تاریخی زمانہ فی الواقعہ مسلمانوں کی فوج کشی کے بعد سے شروع ہوا اور ہندوستان کے پہلے مؤرخ مسلمان ہی ہیں۔

مشہور ہندو عالم بھائی پرمانند لکھتا ہے:

"ہندوستان میں جو عام تاریخی کتابیں رائج ہیں ان کے تین حصے ہیں۔ زمانہ قدیم جو کہ بالکل نامکمل ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے بزرگوں کو اپنے حالات درستگی سے قلمبند کرنے کا شوق نہ تھا اور جو کچھ لکھے ہوئے ملتے ہیں وہ شاعرانہ مبالغہ سے بھرے ہوئے ہیں جن کی مدد سے صحیح واقعات پر پہنچنا محال ہے۔ غالباً سوسائٹی کے اندر ایسی تبدیلیاں ہوئی نہ ہوں گی جن کو قلمبند کرنے کا انہیں خیال آتا۔"

اس کے علاوہ پنڈت جواہر لال نہرو اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"اہلِ چین، اہلِ یونان اور عربوں کے برعکس قدیم ہندوستان کے لوگ مؤرخ نہیں تھے۔ یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہے اور اسی نے یہ دشواری پیدا کر دی ہے کہ ہم گزشتہ عہد کے واقعات کا زمانہ یا تاریخ متعین کر سکیں۔ یہ واقعات کچھ اس طرح باہم گتھم گتھا ہو رہے ہیں کہ ان سے عجیب خلفشار پیدا ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں صرف ایک کتاب

Marfat.com

یعنی 'کلہاں کی راج ترنگی' ایسی ہے جسے ہم تاریخی کتاب کہہ سکتے ہیں۔
یہ کتاب کشمیر کی تاریخ ہے اور بارہویں صدی عیسوی میں لکھی گئی تھی۔
باقی واقعات کے لئے ہمیں تصورات کی دنیا میں جانا پڑتا ہے۔"
ہندوؤں کا یہی لیڈر مزید لکھتا ہے:

"اہلِ یونان، اہلِ چین اور اہلِ عرب کی مثل اور مثال کے طور پر بکرمی سمت کو لیجئے۔ یہ 57 قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن اس زمانہ کے اِدھر اُدھر تاریخ میں کسی بکرماجیت کا اتا پتہ ہی نہیں ملتا۔ ایک بکرماجیت چوتھی صدی میں گزرا ہے لیکن یہ چوتھی صدی عیسوی کا بکرماجیت اس سمت کا موجد کیسے ہو سکتا ہے جو 57 قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ اس بکرماجیت کو سمت سے متعلق ثابت کرنے کے لئے ہمارے پڑھے لکھے طبقہ نے جس طرح تاریخ سے کھیل کھیلا ہے وہ نہایت تعجب انگیز ہے۔ وہ اس بات پر بھی بڑا زور دیتا ہے کہ یہی بکرم ہے جس نے باہر سے آنے والوں کے خلاف جنگِ آزادی کو برپا کیا اور اس بات کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دی کہ ہندوستان اکھنڈ رہے اور ایک ہی قوم اور حکومت کے ماتحت ہو۔ حالانکہ وکرم کی سلطنت شمالی اور وسطی ہندوستان سے آگے نہیں تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ ہندوستانی یعنی ہندو اپنی قدیم روایات ہی کو تاریخ تسلیم کر لیتے ہیں اور اس پر کسی قسم کی ناقدانہ نگاہ نہیں ڈالتے۔ ان کے اس غیر ذمہ دارانہ طریقۂ فکر اور نہایت آسانی سے نتائج تک پہنچ جانے کے مسئلہ کو بالآخر چھوڑنا پڑے گا۔"

ہندو اپنے آپ کو آریا کہتے ہیں اور آریا کے اصلی وطن کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ پروفیسر میکس ملر ان کا وطن وسطی ایشیا بتاتا ہے جبکہ کچھ مؤرخین انہیں روس کے علاقے کے رہنے والے بتاتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مؤرخ کہتے ہیں کہ وہ کہیں باہر سے نہیں آئے تھے بلکہ تبت یا کشمیر میں آباد تھے جہاں سے وہ سارے ہندوستان میں پھیل گئے اور یورپ وغیرہ بھی گئے۔

Marfat.com

ان کا زمانہ آمد بھی یقین کے ساتھ متعین نہیں کیا جا سکتا۔ غالباً ان کا سب سے پہلا جتھہ 1700 ق م میں ہندوستان آیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے ان کے گروہ ہندوستان میں وارد ہونا شروع ہو گئے اور یہاں کے دراوڑ باشندوں کو جنوب اور مشرق کی طرف دھکیل کر ان کی زمین پر قابض ہو گئے اور شمالی ہندوستان آریا ورت کے نام سے مشہور ہوا۔

آریا قوم کا دھرم کیا تھا۔ آریا کہتے ہیں کہ ہندو بمعنی غلام استعمال ہوتا ہے۔ یہ سنسکرت کا لفظ نہیں بلکہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی چور، غلام وغیرہ کے ہیں۔ یہ نام ہمارے مخالفین اور دشمنوں نے رکھا ہے۔ اسی وجہ سے دیانند بانی آریا سماج اور پنڈت لیک رام نے اپنے اس نام کے خاف بڑے غم و غصہ کا اظہار کیا اور لکھتا ہے کہ ہمیں ہندو نام ترک کر کے آریا لگانا چاہئے۔ آریا کا لفظ ہندو کی مذہبی کتابوں وید اور شاستری میں موجود ہے لیکن یہ لفظ دھرم کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ ایک قوم کا نام ہے۔

آریاؤں کے دھرم کی بنیاد ان کے چار وید ہیں۔ آریائی قوم اپنے مسلک اور روایتوں کا خزانہ لے کر ہندوستان میں وارد ہوئی، وقت کے ساتھ ساتھ قدیم قوموں کے عقیدے بھی ان میں مدغم ہو گئے۔

ان اقوام کی مستند اور معتبر تفسیرات نہیں ملتیں۔ اس وجہ سے قیاس اور مفروضات سے کام لینا پڑتا ہے کہ یہ اقوام شرک کی پُر ظلمت وادی میں بھٹک رہی تھیں۔ سحر و فسوں کا عام چرچا تھا۔ البتہ بحیرہ روم سے آنے والی دراوڑ قوم کے متعلق اب معلومات کا خزانہ ہڑپہ اور موہنجوداڑو کی کھدائی سے ملا ہے۔ وہاں کے آثارِ قدیمہ سے جو چیزیں دستیاب ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ درختوں، جانوروں مثلاً بیل، ہاتھی، ہرن اور چیتا وغیرہ کی پرستش کرتے تھے۔ وشنو اور کچھ دوسرے دیوتاؤں کے مجسموں کی پرستش کرتے تھے۔

تاریخ تو ایک طرف رہی، ہندوؤں کو اپنی مذہبی کتابوں اور ویدوں سے متعلق بھی اختلاف ہے۔ آریاؤں کے وطن کے متعلق ہندو علماء میں شدید ترین اختلافات پائے جاتے ہیں۔ شناتن دھرم کے نظریہ کے مطابق ویدوں کا وطن شمالی ہندوستان یا

Marfat.com

آریا ورت ہے جس کا حدود اربعہ کچھ اس طرح ہے کہ آریا ورت کے ایک طرف سندھ تو دوسری طرف دریائے جمنا، تیسری جانب کشمیر ہے تو چوتھی حدود کی طرف راجپوتانہ۔ بندھیا چل سے نیچے کا ملک آریاورت سے خارج ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب اور دوسرے علاقے بھی آریا ورت میں نہیں آتے۔

جبکہ آریا سماج کا خیال ہے کہ وید ملک تبت میں نازل ہوئے تھے حالانکہ فزیولوجیکل تحقیقات میں ہمالیہ اور تبت کے پہاڑ بندھیا چل کی نسبت بہت نئے ہیں۔ وید میں کسی جگہ تبت کا ذکر نہیں۔ دیانند نے لفظ تردش تب سے تبت مراد لی ہے۔ یہ لفظ گوپتھ، برہمن اور مہابھارت میں بھی استعمال ہوا ہے اور کسی جگہ بھی اس سے مراد تبت نہیں ہے۔

ان دو نظریوں کے علاوہ مؤرخین کا یہ دعویٰ ہے کہ آریا وسط ایشیا سے ہندوستان میں آیا۔ وید وسط ایشیا میں رہائش کے زمانہ میں بننے شروع ہوئے تھے اور پنجاب میں آکر مکمل ہوئے۔ پروفیسر امیاس چندر داس نے اس نظریہ کی مخالفت کی ہے۔ وہ فزیولوجیکل تحقیق سے ثابت کرتا ہے کہ وسط ایشیا اس وقت زیر آب تھا اور ہمالیہ کا نام ونشان اس وقت نہ تھا۔ راجپوتانہ اس وقت سمندر تھا۔ صرف پنجاب کا علاقہ ایسا تھا جو اس وقت موجود تھا لہٰذا ہندوؤں کی مقدس کتابوں کا وطن پنجاب ہے۔

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے متعلق چوتھا نظریہ مہاتما تلک کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وید قطب شمال میں بننے شروع ہوئے۔

پانچواں نظریہ پروفیسر پران ناتھ کا ہے اور اس نے اپنے نظریات میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ ہندوستان کی کتاب نہیں۔ وہ مزید کہتا ہے کہ ہندوؤں کی مقدس کتاب رگ وید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں جن شہروں، قوموں اور راجوں کا ذکر ہے ان کا تعلق شام اور دوسرے مذہبی ممالک کے ساتھ ہے۔ اس نے اپنے مضامین میں ثابت کیا ہے کہ موجودہ رگ وید کا پانچواں حصہ بابل اور شام کے علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا وید بابل سے بننا شروع ہوا اور ہندوستان میں آکر مکمل ہوگیا۔ وشنو اور شیو جیسے بڑے بڑے دیوتاؤں کے علاوہ ان کے ثانوی حیثیت کے بھی کچھ دیوتا ہیں جن میں مثال کے طور پر اپسرائیں، یہ جنت

Marfat.com

کی رقاصائیں جو راہبوں کی سبھا جماتی ہیں۔ نمبر 2، ساوی موسیقار۔ ان کا اوپر کا حصہ جسم انسان کا اور نیچے کا غیر انسانی ہے۔ نمبر 3، ناگا یعنی سانپ۔ نمبر 4، ورکش دیوتا اس کا محافظ ہے۔ نمبر 5، لکشمی اور لکش مرد جو دولت کے دیوتا کبیر کے ماننے والے ہیں۔ نمبر 6، راکشس یا جن میں سے مشہور راون ہوا ہے جس کے دس سر تھے۔ مذکورہ بالا دیوی دیوتاؤں کے علاوہ ذاتی، خانگی اور گاؤں کے الگ الگ دیوی دیوتا بھی خیال کیے جاتے تھے۔ ہندوؤں کے کُل دیوی دیوتاؤں کی تعداد لگ بھگ 33 کروڑ ہے۔

حیوانات کی پرستش وحشی قوموں کی یادگار ہے۔ وہ حیوانات کو انسانی دیوی اور دیوتاؤں سے برتر خیال کرتے تھے۔ ہندو کلچر کی بنیاد بھی گائے، بیل کی عظمت اور پرستش پر ہے۔ ہندوؤں میں ویدوں سے لے کر پرانوں اور سمرتیوں اور مذہبی قصے کہانیوں تک میں اس کی پرستش اور عظمت کا ذکر ہے۔

اسی تعلیم کا اثر یہ ہوا کہ قدیم ہندوستان میں مہاتما لوگ گائے کے گوبر میں سے دانے چن چن کر کھاتے اور پانی نچوڑ کر پیتے۔ مہابھارت اور تمام دھرم شاستروں میں اس کا گوبر اور پیشاب پینا گناہوں کی معافی کا ذریعہ خیال کیا گیا ہے۔ یہ باتیں منوسمرتی میں درج کی گئی ہیں۔ منوسمرتی میں لکھا ہے کہ برہما جی منوں گوبر روزانہ نچوڑ کر اس سے غسل کرتے تھے۔ مہابھارت میں کرشن جی بیل پر سوار ہونے سے پہلے اس کی پیٹھ کو چھو کر اسے تعظیم دیتے تھے۔ اس کے علاوہ مہاتما گاندھی نے ایک موقع پر کہا تھا جب تک ہندوستان میں ایک گائے بھی ذبح ہو گی، اس وقت تک ملک حقیقی معنوں میں آزاد تصور نہیں کیا جائے گا۔

ہندوؤں کے سوامی دیانند کہتے ہیں کہ وید کی رُو سے گائے کے ذبح کے جرم میں ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو ذبح کر کے گائے کو خوش کرنا چاہیے۔

ویدوں میں یہ صریح حکم ہے کہ اگر شودر کے پاس گائے ہو تو اس سے چھین لینی چاہیے۔ صوبہ بہار میں ویکٹ نام کی ایک بستی میں ایک اچھوت قوم رہتی تھی۔ اس کے پاس گائے اور دولت تھی۔ ان کے اس جرم کی وجہ سے آریاؤں نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور اپنے سپہ سالار اِندر کو کہا۔

Marfat.com

Marfat.com

کوشل چونکی اور کہنے لگی۔

''کیوں، کیا ہوا؟ میں آپ کے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھا سکتی؟ ایسی کون سی وجہ ہے؟ کیا آپ مجھے اچھوت خیال کرتے ہیں؟ اور پھر میں تو آپ کے پاس دو کاموں کے سلسلے میں آئی تھی۔ پہلا میرا کام یہی تھا کہ میں کھانا آج یہیں کھاؤں گی۔ اس لئے کہ پورینہ اپنے پہلے خیمے میں کھانا کھا کر آئے گی۔''

کوشل جب رکی، تب عبداللہ قراتکین نے پوچھ لیا۔

''تمہارا پہلا کام تو یہ ہوا کہ تم کھانا یہاں کھاؤ گی۔ اور دوسرا کام کون سا ہے؟''

اس پر کوشل بڑی سنجیدگی میں کہنے لگی۔

''دوسرا کام میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گی جب تک آپ یہ نہیں بتائیں گے کہ میں آپ کے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھا سکتی؟''

اس پر لمحہ بھر کے لئے عبداللہ قراتکین نے غور سے کوشل کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''کوشل! بات دراصل یہ ہے کہ تم لوگ گائے کو مقدس خیال کرتے ہو، تمہارے لوگ گائے کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ آج چونکہ لشکر میں گائے کے گوشت ہی کا کھانا ہے، لہٰذا تم کیسے میرے ساتھ بیٹھ کر کھا سکو گی؟''

اس پر ہلکا سا تبسم اس موقع پر کوشل کے لبوں پر نمودار ہوا اور کہنے لگی۔

''میں کسی گائے وائے کو مقدس جانتی ہوں نہ اس کی پوجا پاٹ کی قائل ہوں۔ میں انسان کی عظمت اور اس کے تقدس کی قائل ہوں۔ انسان سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے، باقی جانور خداوند قدوس نے اسی کے لئے پیدا کئے ہیں۔''

چونکنے کے انداز میں عبداللہ قراتکین نے کوشل کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''کوشل! تمہارے خیالات مقامی ہندوؤں سے بڑے مختلف ہیں۔''

اس پر کوشل کہنے لگی۔

''پہلے میرے خیالات بھی مقامی ہندوؤں جیسے تھے لیکن جب میری بہن کاشی غزنی سے آ کر چند دن میرے پاس رہی اور جتنے دن وہ رہی، میں اور وہ دونوں اسلام کے متعلق گفتگو کرتی رہیں۔ لہٰذا اس کی گفتگو کے دوران میں نے اسلام سے

Marfat.com

خاندان کو بدنامی کا دھبہ ڈالے گی۔

(10) عورت کو جوئے میں ہارنے اور فروخت کرنے کا جواز ہے۔

(11) جن لڑکیوں کے بھائی نہ ہوں ان کی شادی نہیں ہو سکتی۔

(12) لڑکیوں کی موجودگی میں لڑکے پیدا کرنے کا حکم ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل رکی، کچھ سوچا، دوبارہ عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اس کے علاوہ بھی عورت کے لئے کچھ باتیں ہیں جو ان پر پابندی عائد کرتی ہیں۔

ان میں سے اوّل یہ ہے کہ عورت کے لئے مذہبی تعلیم کی ممانعت ہے۔

دوئم، مرد اور عورت دونوں کے لئے نجات کے الگ الگ راستے ہیں۔ مرد اپنے زورِ بازو سے مکتی یعنی نجات پکڑ سکتا ہے اور عورت کی نجات خاوند پر مر مٹنے ہی سے ہو سکتی ہے۔ وہ براہِ راست خدا سے نجات حاصل نہیں کر سکتی۔

سوئم، گیتا میں عورت اور شودر کو پاپ یعنی گناہ کے قابل قرار دیا گیا ہے۔

چہارم، عورت کی عصمت و پاکیزگی کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ عورت کو بدترین اخلاق قرار دیا گیا ہے۔

پنجم، اگر کسی عورت کے دس خاوند ہوں مگر اس کے بعد برہمن اس کا ہاتھ پکڑ لے تو یہ برہمن کی ہو جاتی ہے۔ برہمن ہی خاوند ہے۔ نہ کھشتری، نہ ویش۔ تمام لوگوں میں اس امر کا اعلان کرتا ہوا سورج ہر روز چلتا ہے۔"

(ایک ہندو وکیل کی رائے ہے کہ جس طرح درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح قوموں کے تمدن اور تہذیب پر اس کے رسم و رواج کا اثر ہے۔ ہندو دھرم میں مردوں کے حقوق نہایت احتیاط کے ساتھ ان تمام معاملات میں محفوظ کر دیئے گئے ہیں مگر یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کی گئی۔ نہایت رنجیدہ بات یہ ہے کہ قدیم ہندو دھرم کی بنا پر عورت کو جائیداد سمجھا گیا ہے یا ایک ایسی ہستی جو مرد سے افضل اور اخلاق کی بنا پر نہایت کم درجہ پر ہے۔ اس لئے ہندو شاستروں کا زور عورت کے فرائض پر ہے، حقوق پر نہیں۔ اس لئے یہ نتیجہ

Marfat.com

نکالا جا سکتا ہے کہ سوسائٹی کے بنانے میں عورت کا کوئی حصہ نہیں۔ عورت کے پیدائش سے لے کر وفات تک تمام افعال زندگی مشکل اور مسائل بلکہ زندگی کے معمولات یعنی کھانے پینے، سونے جاگنے، غسل کرنے، باہر کے معمولی کاروبار میں مرد کے رحم پر چھوڑ دیا گیا ہے اور اسے عورت کے لئے خدا بنا دیا گیا ہے۔)

کوشل دم لینے کے لئے رکی، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"جو باتیں اب تک ہوئی ہیں اس کے علاوہ اسلام میں مجھے دو باتیں بے حد پسند اور عزیز ہیں۔ پہلی انسانیت کی عظمت۔ اسلام سب انسانوں کو برابر سمجھتا ہے اور قابلِ قدر وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے۔ ہمارے معاشرے کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور یہ تقسیم ایک منو نام کے شخص نے کی تھی جسے منو کا قانون کہا جاتا ہے۔ منو، کوشل خاندان سے بادشاہ تھا۔ اس منو نے ہندو قوم کے لئے 880 ق م میں قانون وضع کیا۔ اسے منوسمرتی کہتے ہیں۔ منو کے قانون میں اچھے قانون کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ جہاں تک میں سمجھتی ہوں اچھے قانون کی خصوصیت میں کم از کم پانچ باتیں ضرور ہونی چاہئیں۔

پہلی یہ کہ قانون انسانی فطرت کے مطابق ہو۔ دوسرا یہ کہ اس کی بنیاد انسانی مساوات اور انسانی عظمت پر ہو۔ تیسرا یہ کہ عقل کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ چوتھا یہ کہ معاشرہ کے ہر طبقہ کے انسانوں کے حقوق کی نگہداشت ہوتی ہو اور پانچواں یہ کہ اس میں لچک ہو تا کہ اس کو عسکری تقاضوں کے مطابق جانا جا سکے۔

منو نے تمام معاشرے کو درجہ بندی کے ساتھ چار ذاتوں میں تقسیم کر کے ایک طرح سے معاشرے کی ستیاناسی کر کے رکھ دی۔ منو نے سب سے افضل برہمن کو، پھر کھشتری، اس کے بعد ویش، اس کے بعد شودر کا درجہ رکھا ہے اور پھر ہر ذات کے لئے الگ الگ فرائض مقرر کئے ہیں۔ ان چار ذاتوں میں شودر نہایت ہی ذلیل خیال کیا گیا ہے۔

ویش کا کام کھیتی کرنا، سود لینا، چار پایوں کی پرورش کرنا ہے۔ یہ سب کام ویش سے کرائے جائیں۔ برہمن، کھشتری اور ویش کی سیوا شودروں سے کرائی جائے۔

منو کہتا ہے، شودر کو برہمنوں کی خدمت کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس لئے خواہ

Marfat.com

شودر ہو یا غلام ہو، اس سے کام برابر لینا چاہئے۔ منو نے یہ بھی کہا کہ شودر اپنے جسم کے جس عضو سے بھی برہمن کی ہتک یا توہین کرے وہ کاٹ دینا چاہئے۔ شودر اگر برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو کمر پر داغ لگا کر چوتڑ کٹوا کر ملک سے باہر نکال دینا چاہئے اور شودر کو نیک صلاح مشورہ نہ دینا چاہئے۔

اس کے علاوہ منو کہتا ہے کہ نچلی قوم کی عورت اوپر کی قوم کے مرد سے اور اوپر کی قوم کی عورت نچلی قوم کے مرد سے شادی نہیں کر سکتی۔ اپنی ذات سے اونچی ذات کو چاہنے والی کنیاں تھوڑا ڈنڈ بھی نہیں پا سکتیں اور اپنی ذات سے نیچی ذات کو چاہنے والی کنیا کو گھر میں نہیں رکھنا چاہئے۔

اونچی ذات کی کنیا اگر رذیل آدمی سے شادی کرے تو ذات کی تفاوت کی وجہ سے اس آدمی کے جسم کا حصہ کاٹ دینا چاہئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل رکی، مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے عبداللہ قراتگین بول اٹھا۔

"کوشل! جو کچھ تم نے کہا ہے، جو کچھ تم مزید کہنا چاہتی ہو میں سب سمجھ گیا ہوں۔ اس سے پہلے ان سے متعلق کچھ روشنی کاشی نے بھی ڈالی تھی۔ بہرحال تمہارے خیالات جاننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تم یہاں میرے ساتھ کھانا کھاؤ گی۔ خواہ اس کھانے میں گائے کا گوشت ہی کیوں نہ پکا ہوا ہو۔ اس لئے کہ تم نے اب تک جو گفتگو کی ہے اس سے میں یہ اندازہ لگا چکا ہوں کہ تم نہ گائے کی پرستش اور نہ اس کی تقدیس کی قائل رہی ہو۔ پہلے اگر رہی ہو گی تو وہ ایک علیحدہ بات، اب نہیں ہو۔"

جواب میں کوشل مسکرائی اور کہنے لگی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ اب پوچھیں گے کہ میرا دوسرا کام کون سا ہے۔"

عبداللہ قراتگین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"وہ تو میں پوچھنے ہی لگا ہوں کہ تمہارا پہلا مسئلہ تو حل ہوا کہ پورنیہ کے اپنے خیمے کی طرف جانے کے بعد تم یہیں میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ گی۔ اب اپنا دوسرا کام کہو۔"

Marfat.com

کچھ کہنے سے پہلے کوشل نے غور سے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

"جو کام میں اب بتانے لگی ہوں، وہ کام میں چاہتی ہوں کھانا کھانے سے پہلے کر لیا جائے۔ اور وہ کام یہ ہے کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر آپ کے لشکر میں قیام کرنا چاہتی ہوں۔ اب بولیں، آپ اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

گہری مسکراہٹ اس موقع پر عبداللہ قراتگین کے چہرے پر نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

"میں نے اس سلسلہ میں کیا کہنا ہے؟ اگر تم دائرۂ اسلام میں داخل ہونا چاہتی ہو تو میرے لئے یہ بڑی خوشی اور طمانیت کا باعث ہوگا۔"

اس پر کوشل اُٹھ کھڑی ہوئی۔ عبداللہ قراتگین اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور کہنے لگا۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ کھانا یہیں کھا کر جاؤ گی تو اب تم کہاں جانے لگی ہو؟"

اس پر کوشل مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ بھی اُٹھیں، میرے ساتھ چلیں۔ پہلے لشکر کے قاضی کے پاس چلتے ہیں، وہاں میں ان کی موجودگی میں اسلام قبول کروں گی اور دوبارہ آپ کے خیمے میں آ کر آپ کے پاس بیٹھوں گی۔ اس لئے کہ اب میرے لئے ایک اور کام اور مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے اور وہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد واپس آ کر آپ سے بیان کروں گی۔"

خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عبداللہ قراتگین اپنی جگہ سے اٹھا، کوشل کو لے کر وہ لشکر کے قاضی کے پاس گیا، جہاں کوشل نے لشکر کے چند سرکردہ لوگوں کی موجودگی میں اسلام قبول کر لیا۔ اس پر جو لوگ وہاں تھے انہوں نے نہ صرف کوشل بلکہ عبداللہ قراتگین کو بھی مبارک باد دی اور بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد کوشل دوبارہ عبداللہ قراتگین کے ساتھ اس کے خیمے میں آئی۔ دونوں پھر ان نشستوں پر بیٹھ گئے جہاں سے اٹھ کر گئے تھے۔ گفتگو کا آغاز عبداللہ قراتگین نے کیا اور کوشل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب کہو! خیمے سے نکلتے وقت تم نے کہا تھا کہ تمہارے لئے ایک اور مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے اور اسلام قبول کرنے کے بعد اس تیسرے مسئلہ سے متعلق تم واپس آ کر

Marfat.com

گفتگو کرو گی۔ اب بولو، کیا معاملہ ہے؟''

عبداللہ قراتگین کے خاموش ہونے پر کچھ دیر تک ہچکچاتے ہوئے کوشل اس کی طرف دیکھتی رہی، کچھ کہنا چاہتی تھی، کہہ نہیں پا رہی تھی۔ شاید اسے حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''کوشل! تمہیں رکنے یا ہچکچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ سے کوشل کو کچھ ہمت ہوئی، کہنے لگی۔

میں نے سنا ہے چند دن تک لشکر متھرا پر حملہ آور ہوگا اور متھرا کی تسخیر اور اس کی فتح یابی کے بعد سلطان واپس غزنی کا رخ کریں گے۔ اس لئے کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ مغرب کے کچھ علاقوں کے حالات سلطان کی توجہ کے طالب ہیں، اس لئے سلطان ان علاقوں کا رخ کریں گے۔ ظاہر ہے پورا لشکر متھرا کی مہم کے بعد غزنی جائے گا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ میں آپ کے ساتھ غزنی جاؤں گی۔ میں نہ لاہور میں رہ سکتی ہوں اور نہ کسی اور شہر میں قیام کر سکتی ہوں۔ جو تحفظ مجھے آپ کے ساتھ ہے، وہ کہیں اور حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اب میرے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ میں غزنی میں آپ کے ہاں کس حیثیت سے رہوں گی؟''

اس موقع پر عبداللہ قراتگین نے غور سے کوشل کی طرف دیکھا تھا، کہنے لگا۔

''کوشل! تم نہ میرے لئے اجنبی ہو نہ میرے گھر والوں کے لئے۔ میرے گھر میں اب ہے ہی کون؟ پہلے ماں مر چکی تھی، اب باپ بھی مر چکا ہے۔ لے دے کر ایک بھائی ہے اور ایک بہن ہے۔ بھائی کا نام سنجر، بہن کا نام خیسار ہے اور میرے بھائی سنجر کی بیوی کا نام ارجان ہے یعنی ہماری حویلی میں ان دنوں میرا بھائی سنجر اور اس کی بیوی رہتے ہیں۔ تم ان کے ساتھ رہو گی اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں وہ کافی بڑی حویلی ہے اور اس حویلی میں میرے بھائی کی بیوی اور ساتھ والی حویلی میں میری بہن خیسار تمہیں حویلی کے علاوہ غزنی شہر میں بھی اجنبیت محسوس نہیں ہونے دے گی۔''

عبداللہ قراتگین جب خاموش ہوا تب گھورنے کے انداز میں کوشل بول اٹھی۔

Marfat.com

''آپ نے میرے سوال کا صحیح جواب نہیں دیا۔ میں نے صرف یہ پوچھا تھا کہ میں بحیثیت کس رشتہ کے تحت وہاں رہ سکوں گی؟ اگر آپ مزید کھل کر سننا چاہتے ہیں تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ اس سے پہلے میری بہن کاشی وہاں رہتی تھی، اس کا آپ کے ساتھ رشتہ تھا، وہ آپ کی بیوی تھی لہٰذا اس کا وہاں رہنا بنتا تھا۔''

کوشل نے جب یہ الفاظ ادا کئے تب عبداللہ قراتگین کچھ دیر تک غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''کوشل! میں نہیں جانتا تمہارے خیالات، تمہارے جذبات میرے متعلق کیسے اور کس طرح کے ہیں؟ میں بس یہ جانتا ہوں کہ اس سے پہلے تم میرے خلاف تھیں اور جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے تمہیں اس بات کا بھی دکھ تھا کہ تمہاری بہن لشکر سے نکل کر میری محبت کی خاطر غزنی چلی گئی تھی اور وہاں اس نے مجھ سے شادی کر لی تھی۔ مجھے تمہارے متعلق خبریں ملتی رہی ہیں، اس بنا پر اس وقت جو بات میرے دل میں ہے، وہ میں کھل کر تم سے نہیں کہہ سکتا۔ ہو سکتا ہے میرے متعلق تمہارے جذبات واحساسات اس کا الٹ ہوں۔''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر ہلکی سی مسکراہٹ کوشل کے لبوں اور خوب صورت چہرے پر نمودار ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک اس نے عبداللہ قراتگین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا، پھر کہنے لگی۔

''جس کوشل کے اس سے پہلے آپ کے متعلق یہ خیالات تھے وہ کوشل مر چکی ہے۔ یوں جانیں اس کا گلا گھونٹ کر میں نے اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اور پھر اس وقت جو میرے جذبات اور احساسات آپ سے متعلق تھے ان کی میں آپ سے معافی مانگ چکی ہوں اور معذرت بھی کر چکی ہوں۔ اب جو کوشل آپ کے سامنے ہے، وہ بالکل مختلف ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ جو جذبات اس وقت میرے متعلق آپ کے دل میں ہیں، ماضی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے آپ ان کا اظہار نہیں کر سکتے تو جو جذبات اس وقت میرے ہیں، میں ان کا اظہار ضرور کروں گی۔''

کوشل رکی، پھر دوبارہ عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

'آپ جانتے ہیں اب نہ میری ماں ہے نہ باپ نہ بہن نہ بھائی۔ اس دنیا میں،

Marfat.com

میں اکیلی ہوں اور جو کچھ میں نے اپنی ذات کے لئے کرنا ہے وہ خود ہی کرنا ہے۔ اب میرے جذبات جو آپ سے متعلق ہیں تو کوئی دوسرا آپ تک میرے جذبات نہ پہنچا سکتا ہے اور نہ پہنچائے گا۔ اس لئے کہ میرا ایسا کوئی رشتہ دار اور عزیز ہے ہی نہیں۔ لہٰذا آج آپ کے سامنے بیٹھ کر میں خود اقرار کرتی ہوں کہ میں آپ کو پسند کرتی ہوں اور آپ کی زندگی کی ساتھی بننا چاہتی ہوں۔"

کوشل کے ان الفاظ پر عبداللہ قراتگین کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، کہنے لگا۔

"اب میں نے کچھ نہیں کہنا۔ اس لئے کہ تم نے یہ الفاظ کہہ کر گویا سارے ہی پردے چاک کر دیئے ہیں۔ اب میرے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ ہاں میں تم سے ضرور یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس قدر تم مجھے چاہتی ہو یا پسند کرتی ہو اس سے کہیں زیادہ میں تمہیں چاہتا ہوں۔ اب بولو۔"

جواب میں کوشل کھل کر مسکرا دی، کہنے لگی۔

"اب میں یہی کہہ سکتی ہوں کہ ہم دونوں کو شادی کر لینی چاہئے۔ میں یہ پسند کروں گی کہ جب میں واپس غزنی جاؤں تو آپ کی حویلی میں آپ کی بیوی کی حیثیت سے وہاں داخل ہوں۔ ساتھ ہی کیا ایسا ممکن نہیں کہ آج شام کا کھانا ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے اس خیمے میں کھائیں؟ میں اب اس علیحدہ خیمے میں رہنا پسند نہیں کروں گی۔"

اس پر عبداللہ قراتگین اپنی جگہ سے اٹھا، کوشل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم یہیں بیٹھو، میں اس موضوع پر سلطان سے بات کرتا ہوں اور پھر دیکھتے ہیں کہ سلطان کیا فیصلہ کرتے ہیں۔"

کوشل نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ عبداللہ قراتگین خیمے سے نکل گیا تھا۔

تیز تیز چلتا ہوا عبداللہ قراتگین سلطان محمود کے خیمے کے جب سامنے آیا تو سلطان نے اسے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ جونہی عبداللہ قراتگین خیمے کے دروازے پر آیا، ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے اندر آنے کے لئے کہا۔ لہٰذا عبداللہ قراتگین چپ چاپ خیمے میں داخل ہوا۔ سلطان کے اشارہ کرنے پر وہ سلطان کے سامنے بیٹھ گیا، پھر دھیمے لہجے میں سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

''سلطانِ محترم! میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔''

یہ الفاظ سن کر سلطان کسی قدر متفکر ہو گیا تھا، غور سے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''خیریت تو ہے؟ کیا تمہارے لئے کوشل کی طرف سے کوئی مسئلہ اٹھا ہے؟''

جواب میں عبداللہ قراتگین نے خیمے کے اندر جو کوشل سے بات ہوئی تھی، اس کی تفصیل کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل سن کر کچھ دیر تک سلطان مسکراتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''عبداللہ! میرے بیٹے! یہ تو تمہارے حق میں بہت اچھا ہے۔ میں اس حق میں ہوں کہ تم اس سے شادی کر لو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لڑکی پہلے تمہاری مخالف تھی لیکن اب وہ تمہیں پسند کرنے لگی ہے۔ اس سے پہلے اس کی بڑی بہن راجکماری کاشی بھی تمہارے عقد میں رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں اس نے تمہاری بہترین خدمت کی ہے۔ میرا دل کہتا ہے کوشل اس سے بھی بڑھ کر تمہاری خدمت کرے گی۔ اور یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تمہیں ایسی لڑکیاں زندگی کے ساتھی کے طور پر مل رہی ہیں۔ تم ایسا کرو اپنے خیمے کی طرف جاؤ۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے یہ بھی اطلاع مل چکی ہے کہ کوشل نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں اس کی بھی اسے مبارک باد دوں گا۔ میں ابھی سارے سالاروں کو بلاتا ہوں اور سب تمہارے خیمے میں آتے ہیں اور تمہارے اور کوشل کے نکاح کا بھی اہتمام کرتا ہوں۔''

سلطان کے کہنے پر عبداللہ قراتگین اپنی جگہ سے اُٹھ کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

جب وہ خیمے میں داخل ہوا تو وہاں کوشل بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جونہی وہ خیمے میں آگے بڑھ کر کوشل کے سامنے گیا، فکرمندی اور تجسس بھرے انداز میں کوشل نے پوچھ لیا۔

''کیا کہتے ہیں سلطان؟''

عبداللہ قراتگین مسکرایا اور کہنے لگا

Marfat.com

''پہلے اطمینان سے بیٹھو، پھر بتاتا ہوں۔''

کوشل بیٹھ گئی۔ اس کے سامنے عبداللہ قراتکین بھی ہو بیٹھا۔ پھر جو گفتگو سلطان کے ساتھ ہوئی تھی، وہ عبداللہ نے کوشل سے کہہ دی تھی جسے سن کر کوشل کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ پھر وہ بڑے شوق، بڑی محبت اور چاہت میں عبداللہ قراتکین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب میں سمجھتی ہوں میں نے زندگی میں کچھ نہیں کھویا۔''

اس کے بعد کوشل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، پھر عبداللہ قراتکین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپ یہیں بیٹھیں، میں اپنے خیمے سے اپنا ضروری سامان لے آتی ہوں۔''

اس پر عبداللہ بھی اٹھا اور کہنے لگا۔ ''تمہیں اکیلے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ دونوں سارا سامان سمیٹ لاتے ہیں۔''

عبداللہ قراتکین کے ان الفاظ پر کوشل خوش ہو گئی تھی۔ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے ساتھ والے خیمے میں داخل ہوئے اور وہاں جس قدر کوشل کا ضروری سامان تھا، وہ عبداللہ قراتکین نے اپنے خیمے میں منتقل کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد خیمے میں سلطان محمود غزنوی کے علاوہ لشکر کے قاضی، سالاروں میں سے ارسلان، عبداللہ طائی، امیر ایاز بن اسحاق، احمد نیالتگین، التون تاش اور دوسرے کئی سالار اور اُمراء تھے۔ ان سب کی موجودگی میں لشکر کے قاضی نے عبداللہ قراتکین اور کوشل کا نکاح پڑھایا۔ نکاح کے بعد سلطان نے اپنے لباس کے اندر سے ایک تھیلی نکالی اور وہ تھیلی اس نے کوشل دیوی کی گود میں رکھی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کوشل! میری بیٹی! میرے لشکر میں اس وقت تمہاری حیثیت میری بیٹی کی سی ہے۔ چونکہ آج تمہارا نکاح ہوا ہے لہٰذا ایک باپ کی طرف سے یہ رقم قبول کرو۔ بیٹی! یہ تمہارے کام آئے گی۔''

کوشل نے چونک کر سلطان کی طرف دیکھا۔ سلطان کے ان الفاظ سے وہ ایسی متاثر ہوئی تھی کہ تھیلی دیکھ کر اس نے کپکپاتی آواز میں سلطان کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے

Marfat.com

بعد سلطان نے کوشل کو اسلام قبول کرنے پر بھی مبارک باد دی۔

کچھ دیر تک سب وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے۔ پھر جب مغرب کی اذان سنائی دی تو نماز کے لئے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ قراتکین بھی ان کے ساتھ نکل گیا تھا۔ نماز کے بعد عبداللہ قراتکین جب واپس آیا تب بڑے شوق سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل کہنے لگی۔

''آپ آج رات کو مجھے عبادت کرنے کے سارے طریقے بھی سکھائیں گے۔ اس کے علاوہ ارکانِ اسلام سے متعلق مجھے تفصیل سے بتائیں گے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو میں آج آپ کو سونے نہیں دوں گی''

عبداللہ قراتکین مسکرا دیا تھا۔ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دونوں کا کھانا وہاں آ گیا تھا۔ عبداللہ نے کھانے کے برتن لے کر خیمے میں رکھے، کھانے کے برتنوں پر کوشل نے ایک گہری نگاہ ڈالی، عبداللہ قراتکین کا کہنا درست تھا۔ کھانے میں گوشت آیا تھا۔ کچھ دیر تک کھانے کی اشیاء کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل مسکراتی رہی، پھر پیار اور محبت میں وہ عبداللہ قراتکین کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''کیا میں اب بھی آپ کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتی؟''

اس پر عبداللہ قراتکین کھلکھلا کر ہنس دیا، کہنے لگا۔

''اب تو تم ہر چیز میرے ساتھ بیٹھ کر کھا پی سکتی ہو۔ پہلی بات یہ ہے کہ اب تم مسلمان ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری بیوی ہو اور میری بیوی کی حیثیت سے تم میری ہر چیز کی مالک ہو''

اس پر مسکراتے ہوئے کوشل کہنے لگی۔ ''اگر یہ بات ہے تو دونوں میاں بیوی پہلے ایک برتن سے کھانا شروع کریں گے، پھر دوسرے برتن کو ہاتھ لگائیں گے''

عبداللہ قراتکین مسکراتے ہوئے مان گیا اور اس کے بعد دونوں میاں بیوی پُرسکون ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی نے اب متھرا پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ متھرا ہندوؤں کے مشہور اوتار کرشن جی کی جائے پیدائش تھا۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق متھرا دیوتاؤں نے تعمیر کیا تھا۔ شہر بہت مضبوط تھا، اس کے دو دروازے دریا کی جانب تھے اور شہر میں داخل ہونا آسان نہ تھا۔ وہاں ایک ہزار مندر تھے جو پختہ تھے اور لوہے کی سلاخوں سے بندھے ہوئے تھے۔ شہر کے درمیان ایک بہت بڑا مندر تھا۔ ہزاروں پختہ اور شاندار مکانات شہر کے اندر موجود تھے۔ دراصل اپنے اوتار کرشن ہی کی وجہ سے ہندوستان کے لوگ متھرا شہر کو بڑا مقدس اور قابلِ عزت خیال کرتے تھے۔ اس لئے کہ کرشن کو وہ اپنا اوتار سمجھتے تھے۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق ان کے دس اوتار ہیں۔ ان کا پہلا اوتار مچھلی کی صورت میں، دوسرا اوتار کچھوے کی صورت میں، تیسرا اوتار سوّر کی صورت میں، چوتھا اوتار انسان اور شیر کی مرکب صورت میں، پانچواں اوتار مورتی کی صورت میں، چھٹا اوتار رام کی صورت میں، ساتواں اوتار رام چندر کی صورت میں، آٹھواں اوتار کرشن کی صورت میں، نواں اوتار بدھ کی صورت میں تھا اور ابھی ان کا دسواں اوار آئے گا اور اس کا نام وہ کالکی اوتار رکھتے ہیں۔

ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس دنیا کو تباہی سے بچانے کے لئے وشنو نے نو اوتار دیئے۔ جبکہ دنیا کی اخلاقی حالت خراب ہو جاتی ہے تو خدا اس کی اصلاح کے لئے حیوان یا انسان کی صورت میں زمین پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس نظریہ کی بنا پر بعض دیگر مذاہب ہندو مذہب میں ضم ہو گئے مثلاً بدھ مت اور بھاگوت مذہب۔ جہاں تک

Marfat.com

ہندوؤں کے اوتار کرشن کا تعلق ہے تو کرشن متھرا میں پیدا ہوئے جو دریائے جمنا کے کنارے پر واقع ہے۔ ان کے والد کا نام واسدیو اور والدہ کا نام جیوکی تھا۔ اُس وقت متھرا کا حکمران راجہ کنس تھا جس کی رعایا اس کے ظلم و ستم اور بے رحمی اور ناانصافی کی وجہ سے تنگ آئی ہوئی تھی۔ کسی نجومی نے اسے بتایا کہ اس کی بہن دیوکی کا آٹھواں لڑکا اس کا قاتل ہوگا۔ اس نے فوراً اپنی بہن کو مار ڈالنے کا قصد کیا لیکن وہ منت سماجت کر کے اس شرط پر رہا ہوئی کہ وہ اپنے ہر لڑکے کو قتل کرنے کے لئے بادشاہ کے سپرد کر دیا کرے گی۔

چنانچہ بادشاہ نے ان دونوں میاں بیوی کو اپنے محل میں قید رکھا۔ دیوکی کے بطن سے سات لڑکے پیدا ہوئے جو راجہ کے حوالے کر دیئے گئے۔ اس بے رحم نے سب معصوم بچوں کو قتل کرا دیا۔

جب آٹھواں بچہ کرشن پیدا ہوا، واسدیو فوراً اسے کپڑے میں لپیٹ کر محل سے نکلا اور گوکل کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں ان کا دوست نند جی رہتا تھا۔ وہ شیر فروش فرقہ کا سردار تھا، اپنے اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے وہ بہت مشہور تھا۔ اس کی بیوی جسودھا بھی عمدہ اخلاق کی مالک تھی۔ واسدیو نے اپنے فرزند کو نند جی کے حوالے کیا۔ جس وقت واسدیو اپنے بچے کو لے کر گوکل پہنچا تو نند جی کے ہاں بھی لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ وہ اپنے دوست کی لڑکی کو لے کر متھرا روانہ ہو گیا۔ تیسرے روز کنس کو معلوم ہوا کہ اس کی ہمشیرہ کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

جسودھا نے کرشن مہاراج کی خوب دیکھ بھال کی اور والدین کی محرومی کا احساس نہ ہونے دی۔ بہت جلد وہ اپنی بہادری اور خوش خلقی کی وجہ سے گوکل اور اس کے نواحی علاقوں میں مشہور ہو گئے۔

ایک دن اہالیانِ گوکل ایک بڑے یگ کی تیاری میں مصروف تھے۔۔ اس زمانے میں اندر دیوتا کی پرستش کی جاتی تھی اور اس کی خوشنودی کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی جاتی تھیں۔ اس موقع پر کرشن جی نے ایک ایسا وعظ کیا جو اس وقت مروجہ مذہب اور عقیدے کے خلاف تھا۔

اس موقع پر کرشن نے نند جی سے دریافت کیا کہ یہ انتظام کس لئے ہو رہے

Marfat.com

ہیں؟ اور آپ کس کی عبادت کرنا چاہتے ہیں؟ نند جی نے جواب دیا کہ ملکی رسم و رواج کے مطابق اِندر دیوتا کے حضور قربانی دی جائے گی تاکہ وہ خوش ہو کر بارش برسائے اور فصلیں اچھی ہوں۔ اس وقت سری کرشن نے کہا۔

"اے بزرگوار! اللہ کی پرستش ایک فعلِ عبث ہے۔ انسان کی خوشی اور راحت کا سرچشمہ اس کے افعال اور اعمال ہیں اور دنیا میں اعلیٰ شے اعمال ہیں۔ اسی پر زندگی کا انحصار ہے۔

جب کرشن اپنے نظریات کی وجہ سے مشہور ہو گئے تو راجہ کو خوف لاحق ہوا اور کرشن کو ہلاک کرانے کی بھی کوشش کی گئی۔ جب راجہ کو یہ علم ہوا کہ کرشن نند کے فرزند نہیں بلکہ اس کی ہمشیرہ کے لڑکے ہیں تو وہ خوف زدہ ہوا۔ اب کرشن کو قتل کرانا بھی آسان نہ تھا کیونکہ وہ تمام قلمرو میں مشہور ہو چکے تھے۔ ہر آدمی ان کے لئے جان قربان کرنے کے لئے تیار تھا۔ اب کرشن کو دغا سے قتل کرانے کا مصمم ارادہ کرلیا گیا۔

ایک شخص اکرور متھرا میں رہتا تھا۔ اس کے سری کرشن کے ساتھ نہایت ہی دوستانہ تعلقات تھے۔ راجہ نے اس کو بلا کر کہا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ کرشن میری ہمشیرہ کے فرزند ہیں۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ وہ گوالوں کے لڑکوں میں زندگی بسر کرے۔ تم جاؤ اور اس کو محل میں لے کر آؤ تاکہ وہ شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرے۔"

اکرور پیغام لے کر گوکل پہنچا اور اس نے کرشن کو اس بات کی طرف مائل کیا کہ وہ متھرا جا کر راجہ کے پاس زندگی بسر کرے۔ چنانچہ کرشن اہلِ گوکل کو غم کی وادی میں چھوڑ کر اب اپنے دوست کے ساتھ متھرا کی طرف روانہ ہو گئے۔

راجہ نے کرشن کا نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ استقبال کیا اور اس کی آمد کی خوشی میں مختلف تفریحوں کا انتظام کیا۔ ان کھیلوں میں مکہ بازی کی لڑائی بھی تھی۔ اس میں کرشن کو بھی شامل ہونے کی دعوت دی اور مکہ زنوں سے راجہ نے خفیہ طور پر کرشن کو ہلاک کر دینے کے لئے کہہ دیا تھا۔ چنانچہ کرشن بھی اس معاملہ کو تاڑ گئے۔ انہوں نے نہایت ہی آسانی سے مکہ باز کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد راجہ کنس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا آخر لوگوں نے متفقہ طور پر سری کرشن کو تخت

Marfat.com

پر بٹھا دیا۔ کرشن نے پھر کہن سالہ راجہ اگرسین کو جسے راجہ کنس نے قید میں ڈال رکھا تھا، طلب کیا اور اس کو تخت پر بٹھا دیا۔

اس موقع پر یکا یک کرشن کی طبیعت میں انقلاب آیا اور انہوں نے ایک رشی کے مکان پر علومِ فلسفہ و الٰہیات، سیاست، مدن اور اصول و حکمت کی تعلیم پانا شروع کر دی۔ ان علوم کے ساتھ ساتھ انہوں نے فنِ تیر انداز، سپہ گری اور جنگی فنون میں بھی مہارت حاصل کی۔

جن دنوں کرشن ان علوم کو حاصل کرنے کے لئے متھرا سے باہر تھے ان کی غیر موجودگی میں ایک ہمسائے راجہ جراسندھا نے متھرا پر چڑھائی کی اس راجہ کی دو بہنیں مرنے والے راجہ کنس کے عقد میں تھیں۔ اپنے بہنوئی کا بدلہ لینے کے لئے راجہ نے متواتر اٹھارہ حملے کئے۔ ہر دفعہ شکست کھائی۔ اٹھارہویں دفعہ جراسندھا نے طاقت ور شودر کال باھن کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔ شمال کے پہاڑی شودر اس کے لشکر میں شامل تھے۔ جب کرشن کو راجہ جراسندھا کی قیادت میں ایک لشکرِ جرار کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً سمندر کے ساحل پر ایک نیا شہر دوارکا تعمیر کرایا جس پر قبضہ کرنا مشکل تھا اور محاصرہ کے وقت تھوڑا سا لشکر بھی اس کا دفاع کر سکتا تھا۔ چنانچہ متھرا کے تمام مرد، عورتیں اور بچے اس شہر میں بھیج دیئے۔

میدانِ جنگ میں کال باھن کرشن کے ہاتھوں مارا گیا اور دشمن کی سپاہ کے پاؤں اُکھڑنے ہی والے تھے کہ جراسندھا کرشن کے لشکر پر ٹوٹ پڑا اور سب بہادر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے مگر کرشن کسی تدبیر سے دوارکا پہنچ گئے۔

الغرض کہ چند ہی سالوں میں کرشن نے سب حکمرانوں پر فوقیت حاصل کر لی یہاں تک کہ کورو اور پانڈو جو ہند کے شہنشاہ تھے وہ بھی کرشن کے مطیع اور فرمانبردار بن گئے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ کرشن عمر بھر ظلم و ستم اور بے انصافیوں کے خلاف سینہ سُپر رہے اور غریبوں اور مظلوموں کے حامی اور ناصر بنے۔ ایک دفعہ راجہ یدھشٹر نے اپنی فتوحات کو شہرت دینے کے لئے راج سوجاگ کرنے کا ارادہ کیا۔ راجہ یدھشٹر کوئی کام بھی شری کرشن مہاراج کے مشورے کے بغیر نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ قاصد نے

Marfat.com

مہاراج کو بلایا۔ اسی اثناء میں کرشن کے پاس چند مقید شہزادوں کا پیغام آیا کہ وہ یک بدکردار ظالم راجہ جراسندھا کی قید میں گل سڑ رہے ہیں۔ یہاں سے نجات کا کوئی ذریعہ نہیں۔ صرف آپ ہی ہمیں یہاں سے نجات دلا سکتے ہیں۔ جب کرشن راجہ یدھشٹر کے پاس پہنچے تو انہوں نے راجہ کو پہلے راج سوجگ کرنے کا مشورہ دیا اور کہا۔

"اے بادشاہ! آپ جنگی طاقت اور جہاں دارانہ خوبیوں کی بدولت سب شاہوں کے مقابلہ میں شہنشاہ عالی مرتبت ہیں۔ اگر چند ستم رسیدہ تاجور جراسندھا کے قید خانے میں پڑے سڑ رہے ہیں، اپنی رہائی سے مایوس ہو کر دائم الحبس قیدیوں کی طرح ناشاد اور نامراد قیدیوں کی طرح زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں، جب تک جراسندھا ہے وہ اپنے ہتھکنڈوں سے باز نہ آئے گا اور نئے نئے فتنے اور ہنگامے برپا کرتا رہے گا۔ اس لئے میری رائے میں پہلے اس جراسندھا سے نمٹ لیا جائے، پھر سوجگتی رسم ادا ہو۔"

آخر یہ طے پایا کہ کرشن ارجن اور بھیم تینوں جائیں اور دست بدستہ لڑنے کی درخواست کریں۔ ارجن، بھیم اور یدھشٹر تینوں بھائی تھے اور پانڈو تھے۔ چنانچہ برہمنوں کے بھیس میں وہ راجہ جراسندھا کے پاس گئے اور دست بدست لڑائی کا چیلنج دیا۔ راجہ نے بھیم کے ساتھ مقابلہ کرنے کا اظہار کیا۔ آخر کار اہلِ شہر کے سامنے مقابلہ ہوا، راجہ مارا گیا اور قیدی شہزادیوں کو وہاں سے رہائی دلوائی۔

پانڈوؤں اور کوروؤں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ پانڈو مظلوم تھے انہوں نے سری کرشن کی مدد لی اور کوروؤں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔

کوروؤں اور پانڈوؤں کی لڑائی کے بعد شری کرشن کو ایک اور معرکہ پیش آیا۔ جس میں خوب قتل و غارت گری ہوئی۔ کرشن ان بے کفن لاشوں پر نگاہ ڈال کر ایک طرف چل دیئے۔ ایک جنگل میں پہنچ کر ایک درخت کے نیچے سوئے۔ وہاں سے ایک شکاری کا گزر ہوا۔ اس نے دُور سے گھنے درختوں میں سمجھا کہ کوئی شکار ہے۔ اس نے فوراً نشانہ لگایا اور شری کرشن مہاراج کو ابدی نیند سلا دیا۔

ہندوؤں کی کتاب بھگوت گیتا شری کرشن ہی سے منسوب کی جاتی ہے کہ یہ ان

Marfat.com

کی لکھی ہوئی ہے اور ان کی تصنیف کردہ ہے۔ کرشن کی لکھی ہوئی کتاب گیتا خدا کے بارے میں کہتی ہے کہ اس کا نہ کوئی شروع ہے نہ کوئی آخر۔ وہ سب میں بسا ہوا ہے اور سب سے الگ ہے اور وہ سب کے دلوں میں ہے۔ پر وہ خیال کی پہنچ سے بھی پرے ہے۔ آدمی کا دماغ اس کا تصور نہیں کر سکتا اور نہ اس کی زبان اسے بیان کر سکتی ہے۔ واحدانیت سے متعلق گیتا کہتی ہے کہ خدا کی پرستش کی تعلیم دینی چاہئے اور ایک خاص طریقۂ عمل پیش کر دیا یعنی انسان کو نتیجہ سے بے نیاز ہو کر اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔

بہرحال سلطان محمود غزنوی ہندوؤں کے اوتار کرشن جی ہی کے شہر متھرا پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ متھرا شہر کے اندر جو محافظ لشکر تھا اس لشکر کو جب سلطان محمود غزنوی کے آنے کی اطلاع ملی تو لشکر شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس طرح اس لشکر نے سلطان محمود غزنوی کا کام خود ہی آسان کر دیا اور سلطان فاتح کی حیثیت سے متھرا شہر میں داخل ہوا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ متھرا شہر میں داخل ہونے کے بعد سلطان محمود غزنوی کو پانچ سونے کے بڑے بُت اور 200 سونے کے چھوٹے بُت مندروں سے دستیاب ہوئے۔ سلطان نے تمام بتوں کو توڑ دیا۔ ایک بُت کی آنکھ میں یاقوت کے ٹکڑے جڑے ہوئے تھے۔ اس کا وزن 45 مثقال تھا۔ سونے اور چاندی کے بتوں کا بوجھ ایک سو اونٹوں نے اٹھایا تھا۔ مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشہ تھا۔ سونے کا سکہ اسلامی ممالک میں رائج تھا۔ وہاں سے محمود کو مالِ غنیمت میں 9730 مثقال سونا ملا۔ متھرا سے سلطان محمود کو جو کچھ ملا اسے سمیٹ کر سلطان محمود نے اپنے لشکر کے ساتھ بندرابن کا رخ کیا اور بندرابن والوں پر بھی سلطان محمود کا ایسا خوف، ایسی دہشت طاری ہوئی کہ لڑے بغیر ہی انہوں نے بندرابن خالی کر دیا۔ چنانچہ وہ شہر بھی لڑے بغیر اور بغیر کسی نقصان کے سلطان کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ ان ساری کارروائیوں کے بعد سلطان ہر چیز کو سمیٹتا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ غزنی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

Marfat.com

ایک روز عبداللہ قراتگین، کوشل اور احمد نیالتگین تینوں غزنی شہر میں عبداللہ قراتگین کی حویلی کے سامنے رکے۔ تینوں اپنے گھوڑوں سے اُترے۔ عبداللہ قراتگین آگے بڑھ کر اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ حویلی کا دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا عبداللہ قراتگین کا چھوٹا بھائی سنجر تھا اور اس کے ساتھ عبداللہ قراتگین کی بہن خیسار، سنجر کی بیوی ارجان، عبداللہ قراتگین کا بہنوئی عثمان اور احمد نیالتگین کی بیوی باشان کھڑے سب مسکرا رہے تھے۔

اس موقع پر عبداللہ قراتگین کوشل کی طرف اشارہ کر کے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس کا بھائی سنجر بول اٹھا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”بھائی! آپ یہ نہ بتایئے گا کہ یہ ہماری بہن کوشل ہے اور آپ کی بیوی ہے۔ اس کی ہمیں خبر ہو چکی ہے۔ ہندوستان سے جو لوگ وقفہ وقفہ سے ادھر آتے رہتے ہیں وہ ہمیں اطلاع کرتے رہتے ہیں کہ آپ کی شادی کوشل سے ہو چکی ہے۔ ہم تو بڑی بے چینی سے آپ دونوں کی آمد کے منتظر تھے اور پھر آج جب لشکر آیا تو ہمارے انتظار کی بے چینی اور بڑھ گئی۔ ہم سب یہاں دروازے کے پاس کھڑے تھے اور یہ ٹھان رکھی تھی کہ جونہی آپ تینوں حویلی کے سامنے آ کر اپنے گھوڑوں سے اُتریں گے، ہم ایک دم حویلی کا دروازہ کھول دیں گے۔“

سنجر کے ان الفاظ پر جہاں عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین مسکرا رہے تھے، وہاں کوشل بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر کوشل کو مخاطب کرتے ہوئے عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

”کوشل! یہ میرا بھائی سنجر ہے۔ اس کے ساتھ ارجان اس کی بیوی ہے۔ ارجان کے ساتھ ارجان کی بھابی، احمد نیالتگین کی بیوی باشان ہے اور سنجر کے پہلو میں جو کھڑی ہے وہ میری بہن خیسار ہے۔“

پھر عبداللہ قراتگین نے کوشل کو اندر داخل ہونے کے لئے کہا۔ جونہی کوشل دروازے سے اندر گئی، خیسار بھاگ کر آگے بڑھی اور اس نے کوشل کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اس کا چہرہ چوما۔ اس کے بعد باشان اور ارجان نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس موقع پر سنجر حرکت میں آیا، عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین کے علاوہ کوشل اور تینوں کے

Marfat.com

گھوڑے وہ اصطبل کی طرف لے جا رہا تھا۔ جبکہ ارجان، باشان اور خیسار حسین و خوب صورت کوشل کو اپنے ساتھ لپٹائے حویلی کے اندرونی حصہ کی طرف لے جا رہی تھیں۔ عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتگین ان کے پیچھے پیچھے تھے۔

Marfat.com

متھرا اور بندرابن کی شاندار فتح کے بعد چند ہفتوں تک سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ غزنی میں ہی قیام کرتے ہوئے اپنی سلطنت کے انتظام و انصرام کی طرف توجہ دی اس لئے کہ وہ ایک بہترین منصف اور ایک عمدہ فرمانروا تھا۔ اس کے علاوہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ محمود بڑا عادل اور انصاف پسند فرمانروا تھا اور وہ وقتاً فوقتاً اپنی سلطنت کے مختلف حصوں کا دورہ کرتا رہتا تھا تاکہ اسے مختلف علاقوں کے حالات سے آگاہی ہوتی رہے، اہلکار چوکس رہیں اور اپنے فرض سے غفلت نہ برتیں۔ اس نے سوداگروں اور دکانداروں کی نگرانی کے لئے جابجا افسر مقرر کئے۔ کوئی تاجر مول تول میں گاہک کو دھوکا دیتا تو پکڑا جاتا اور اسے سخت سزا دی جاتی۔

سلطان محمود غزنوی کی سلطنت بڑی مضبوط ہو چکی تھی۔ ساری سلطنت میں امن و امان تھا۔ سڑکیں محفوظ تھیں اور لوگ خوشحال اور مطمئن تھے۔ دوسری خوبیوں کے علاوہ سلطان محمود علماء اور شعراء کا بڑا قدردان تھا۔ احکامِ شریعت پر بھی پوری طرح عمل کرتا تھا لیکن تعصب اور مذہبی تنگ نظری سے ہمیشہ اس کا دامن پاک رہا۔ اس نے ہندوؤں کی اچھی خاصی بڑی تعداد کو اپنے لشکر میں شامل کر کے اپنے لشکر کا ایک حصہ ان پر مشتمل کیا تھا اور یہ لشکر غزنی ہی میں رہتا تھا اور بڑی آزادی سے اپنی مذہبی رسمیں بجالاتا تھا۔ اس نے کبھی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔

اس کے علاوہ سلطان محمود غزنوی کے انتظامات وفتوحات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی مستقل حکومت قائم کرنے کا سہرا محمود ہی کے سر ہے۔ اس نے اوپر تلے ایسے میدان مارے، ایسے حملے کئے کہ

Marfat.com

ہندوستان میں مسلمانوں کی شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی۔ ہندو شاہی خاندان اتنا طاقتور تھا کہ کابل اور غزنی پر فتح کا پرچم لہرانے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن سلطان محمود نے ان کا زور توڑ کر ایک طرح سے ہندوستان کے محدود علاقوں میں محصور کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے پنجاب میں بھی قدم جمانے شروع کر دیئے تھے اور وہاں اپنی حالت کو مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔

سلطان محمود میں بڑی خوبیاں تھیں۔ وہ بڑی سختی سے اسلام کا پابند تھا۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھتا اور ہر روز قرآنِ مقدس کی تلاوت کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑا شجاع اور بہادر تھا۔ خطرے کے وقت ذرا نہ گھبراتا تھا اور کیسی ہی مصیبت کیوں نہ آن پڑے، ہمت نہ ہارتا تھا۔ میدانِ جنگ میں لشکر کے آگے آگے نظر آتا اور بڑھ چڑھ کر تلواریں مارتا تھا۔ اس کی ذاتی شجاعت کی وجہ سے لشکریوں کے حوصلے بڑھتے تھے اور وہ جان توڑ کر لڑتے تھے۔

سلطان محمود نے نہ صرف فتح ممالک اور جمع اموال میں کمال حاصل کیا بلکہ علم و ادب کی بھی سرپرستی کی اور اپنے دربار میں زمانے بھر کے منتخب شعراء اور علماء و فضلاء جمع کر دیئے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ برگزیدہ شعراء کا جو جمگھٹا محمود کے دربار میں تھا، ایران اور توران کے کسی دوسرے فرمانروا کو میسر نہیں ہوا تھا۔ ان شعراء کی بذلہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں نے محمود کی فتوحات کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

جن شعراء نے سلطان محمود کے دربار میں شہرت پائی، ان میں فردوسی، عنصری، ارشدی اور عمر فرخی خاص طور پر مشہور ہیں۔ اسی زمانہ میں البیرونی ہندوستان میں آئے اور ہندوستانی علوم اور رسوم کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد اس علاقے اور ہندوؤں کے متعلق ایک نہایت اہم اور سیر حاصل کتاب لکھی۔

سلطان محمود غزنوی بہت دل گردے کا مالک تھا اور زبردست قوتِ ارادی کا انسان تھا۔ بڑے سے بڑے معرکہ میں بھی وہ کبھی گھبراتا نہ تھا۔

اپنے لشکریوں کا بہترین خیال رکھتا تھا۔ لشکریوں کو ہر تین ماہ کے بعد تنخواہ ملتی تھی۔ دورانِ جنگ عساکر کے اہل و عیال کی خبر گیری بھی اپنے ذمہ سمجھتا تھا۔ فتح کے بعد تمام مالِ غنیمت جمع کرتا اور اسلامی روایات کے مطابق اس کی تقسیم کرتا۔ تقسیم

Marfat.com

غنیمت کے سلسلہ میں ہمیشہ اس نے شرعی طریقہ مدِنظر رکھا۔ پیادے کو سوار سے دُگنا حصہ ملتا اور غنیمت کا پانچواں حصہ سلطان کے خزانے میں بھیجا جاتا۔

شروع میں اس کے لشکر کی تعداد کم تھی، لیکن اب اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہو چکی تھی اور جنگ کے دوران رضا کاروں کی شرکت سے اور بھی اضافہ ہو جاتا تھا۔ اس کے لشکر کے عہدوں کی تقسیم کچھ اس طرح تھی۔

دس سوار یا پیدل جوانوں کا افسر خیل تاش کہلاتا تھا، سو جوانوں یا پیدلوں کا افسر قائد، پانچ سو سواروں یا پیدلوں کا افسر سرہنگ، ایک ہزار کا حاجب اور بڑے لشکریوں کا کمانڈار سالار کہلاتا تھا۔ سلطان محمود کو اپنی سالاری اور فنِ حرب کی مہارت پر پورا پورا اعتماد اور بھروسہ تھا۔ اس کے لشکر میں عرب، مغل، سلجوق، ترک، افغان، غوری، ہندی سب قسم کے لوگ تھے مگر محمود کی زندگی میں اس لشکر نے کبھی بغاوت اور حکم عدولی نہ کی اور ہمیشہ نازک اور خطرناک حالات میں بھی اپنی جان پر کھیلتے ہوئے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

اس کے علاوہ سلطان محمود غزنوی نے جہاں اپنی سلطنت کے بہترین انتظام اور انصرام کی طرف دھیان دیا وہاں وہ لشکر کے مسائل سے بھی بخوبی واقف ہونے کے باعث تنظیم و تربیت اور دیگر انتظامی معاملات میں پوری دلچسپی لیتا تھا۔ لشکریوں کی دیکھ بھال اور بہبود کے علاوہ جانوروں میں سے گھوڑوں کی دیکھ بھال اور اسلحہ و سامانِ رسد و حرب وغیرہ کے ذمہ داروں پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر سال کم از کم ایک بار اپنے سارے لشکریوں کا معائنہ کرتا۔ سلطان بہ نفسِ نفیس اس معائنے میں شرکت کرتا، کمزور جانوروں کو چراگاہوں میں اور ہاتھیوں کو موٹا ہونے کے لئے ہندوستان بھیج دیا جاتا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی سکندرِ اعظم کی طرح ایک خوش بخت نوجوان تھا جس کے قابل اور منتظم باپ نے اس کے ورثہ میں بہت بڑی سلطنت دی تھی۔ سکندر کی طرح محمود کو بھی اپنے باپ کی طرف سے ایک جرار، آزمودہ کار اور منظم لشکر ملا۔ سکندر کی طرح محمود کو بھی بچپن سے ہی نہ صرف تربیت گاہ اور ورزش کے اکھاڑے نے فنِ سپہ گری کا ماہر بنایا بلکہ ابھی وہ سات برس کا بھی نہ

Marfat.com

ہوا تھا کہ اس کو اپنے حکمران اور سپہ سالار باپ امیر سبکتگین کے ہمراہ خراسان کی مہم میں شرکت کرنا پڑی۔ اس طرح سلطان محمود نے پندرہ برس کی عمر میں غور اور دیگر جنگوں میں اپنی شمشیر زنی اور بہادری کے جوہر دکھا کر اپنا یہ مستقبل متعین کرلیا تھا کہ وہ دنیا کا ایک عظیم فاتح ہوگا۔ اس کے علاوہ غزنی شہر کو مضبوط اور خوب صورت بنانے میں بھی سلطان محمود غزنوی کا بڑا ہاتھ تھا۔

❁❁❁

ایک روز کوشل اپنی حویلی کے دیوان خانہ میں خیسار، باشان، ارجان، عثمان اور سنجر کے ساتھ بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھی جبکہ عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتکین دونوں سلطان کے بلانے پر اس کی طرف گئے ہوئے تھے۔ دورانِ گفتگو عبداللہ قراتکین کی بہن خیسار کو اچانک کچھ خیال آیا اور کوشل کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"کوشل میری بہن! اس موقع پر میں اگر تم سے ایک بات کہوں تو مانو گی؟ اور یہ کہ تم برا بھی محسوس نہیں کرو گی۔"

خیسار کے ان الفاظ کے جواب میں کوشل نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"خیسار میری بہن! تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟ تمہاری حیثیت میری سگی بہن کی سی ہے اس لئے کہ تم میرے شوہر کی بہن ہو۔ کہو! تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانوں گی۔ اگر تم اس طرح کا سوال مجھ سے کرتی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے اس گھر کا فرد خیال نہیں کرتیں۔ اس لئے کہ........"

خیسار نے چونک کر کوشل کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا، ساتھ ہی کہنے لگی۔

"میری بہن! ایسی بات نہیں ہے۔ اور آئندہ ایسے الفاظ بھی ادا نہ کرنا۔ تم اس حویلی کی مالک ہو۔ یہ گھر تمہارا ہے۔ بس میں ایک موضوع پر تم سے وضاحت کرنا چاہتی تھی اور مجھے اُمید ہے کہ میری بہن انکار نہیں کرے گی۔ دراصل میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ ہندوستان کے اتنے بڑے علاقے پر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی کی حکومت رہی ہے کیا تمہارا خاندان شروع سے ہی ان سرزمینوں کا رہنے والا تھا، یا.....؟"

Marfat.com

یہاں تک کہتے کہتے خیسار کو رک جانا پڑا اس لئے کہ کوشل کے خوب صورت سرخ لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگی۔

”خیسار! میری بہن! تم نے بہت اچھا سوال کیا ہے۔ میرا خاندان شروع سے ہندوستان کا رہنے والا نہیں ہے۔ یوں جانو ہندوستان میں ہم راجپوت کہلاتے ہیں اور میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ راجپوت ہندو قوم نہیں ہے بلکہ بنیادی طور پر یہ منگول اور ترک ہیں جو مسلمانوں کی آمد سے کچھ عرصہ پہلے ہندی قوم میں شامل ہوئے تھے۔

دراصل جنوبی راجپوت ہندوستان کی غیر آریائی قوموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں بدھوں کی حکومت اور سلطنت کمزور ہو کر بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی تو برہمنی مذہب کے ماننے والوں یا یوں کہئے کہ برہمنوں نے بدھوں کی حکومت کے اس ضعف سے فائدہ اٹھانے اور قدیم عہد میں جسے منو کا عہد بھی کہتے ہیں اس کے برہمنی اقتدار کو پھر واپس لانے کی کوشش کی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”اس کوشش کی کامیابی کا انحصار بہت کچھ جنگی طاقت پر تھا۔ چنانچہ منو کے زمانے کی تقسیم کے موافق چونکہ ہندوستان کے اندر ہندوستان کی اقوام کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا چکا تھا جو برہمن، چھتری، ویش اور شودر کہلاتے تھے، چنانچہ منو کے زمانے کی تقسیم کے موافق ہی چھتری لوگ طاقت کے وارث اور جنگی کاموں کے لئے مخصوص تھے اور برہمن، چھتری، ویش، شودر کی تخصیص بالکل غیر فطری تقسیم کے موافق تھی۔

چھتریوں کی نسل کو چونکہ پرس رام تخم سوخت کر چکا تھا لہٰذا برہمنوں نے اب بدھ مذہب اور حکومت کو مٹانے کے لئے ایک نئی جنگی قوم تیار کر کے اس سے وہ کام لیا جو چھتریوں سے لیا جاتا تھا۔ یہ نئی قوم منگولوں اور ترکوں کے جنگی قبائل اور غیر آریاؤں یعنی شودروں کے ذی حوصلہ اور بہادر لوگوں کو اپنا ہمدرد اور ہوا خواہ بنا کر تیار کی گئی اور ان کو راجپوت کا خطاب دیا گیا۔

Marfat.com

یہ منگول اور ترک اور غیر آریا یقیناً وہ لوگ تھے جو ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا پیشہ رکھتے تھے۔ ان کو برہمنوں نے اپنی سیادت میں شریک کر کے باقاعدہ طور پر اپنی قوم اور مذہب کا ایک رکن بنالیا۔"

(یہ مؤرخ لالہ لجپت اپنی تاریخ ہن میں لکھتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ سوسائٹی میں بہت سے آدمی ایسے شامل ہیں جو خالص آریا نسل سے نہیں، مشرق یا مغرب سے ہندوستان میں آئے جن کو ہندوؤں نے اپنے مذہب میں شامل کر کے اپنی سوسائٹی کا معزز ممبر بنا لیا۔ اسی طریقہ سے انہوں نے بہت سی ایسی قوموں کو بھی ہندو سوسائٹی میں داخل کر لیا جو ملک کے ابتدائی باشندوں گونڈ، بھیل وغیرہ سے ہیں۔ یہ طریقہ قدیم زمانے سے جاری رہا اور اب تک جاری ہے۔ ہندو سماج میں نئی جاتیاں روز بنتی ہیں اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے کہ بعضوں کو اونچا اور بعضوں کو نیچا درجہ دیا جاتا ہے۔ یہ عمل بھی تاریخی طور پر ثابت شدہ سمجھ لینا چاہئے کہ اونچی قوم کے بہت سے آدمی جو کہ ترکمانی نسل سے تھے، سن عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں اس ملک میں آئے اور ہندو سوسائٹی میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ یورپین محقق جاٹ، اہیر اور گرجروں کو بھی انہی قبیلہ جات میں گنتے ہیں لیکن یہ بحث بہت حد تک فضول ہے۔ راجپوتوں کو، جاٹوں کو، گجروں کو اور ہیسروں کو ہندو سماج اپنا رکن سمجھتی ہے اور یہ امر کہ وہ کب اور کس طرح ہندو سوسائٹی میں داخل ہوئے بالکل غیر متعلق ہے اور اس پر زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ جس طرح بیسیوں خاندان برہمنوں کے اصلی آریا نسل سے نہیں ہیں اور جس طرح بہت سی جاتیاں بھی اصلی آریا نسل سے نہیں ہیں، بالکل مخلوط ہیں اسی طرح موجودہ راجپوت بھی ہو سکتے ہیں۔ اس طرح لالہ لجپت رائے بھی راجپوتوں کی قوم کو برہمنوں کی ترتیب دی ہوئی نئی قوم تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اور ان کا منگول اور ترک یا غیر آریائی نسل سے ہونا مانتے ہیں۔)

کوشل دم لینے کے لئے رکی، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"بہرحال جس طرح یہ نئی قوم تیار ہوئی اسی طرح مذہب بھی بالکل نیا ترتیب دیا

Marfat.com

گیا۔ پرانے برہمنی مذہب یا ویدک دھرم میں عناصر پرستی کا زور تھا جس کو سمرتیوں کے عہد اور منو کے زمانے میں اس میں تغیر اور تبدل کیا گیا۔ دراصل سمرتیاں ایک طرح سے ہندوؤں کے قدیم حکمران منو ہی کی ترتیب دی ہوئی کتب ہیں جنہیں سمرتیاں کہتے ہیں۔

اس کے بعد بدھ مذہب نے اس کو بالکل مٹا ڈالا اور ذات پات کی قیود کو جو منو کے زمانے میں بہت ہی سخت ہو گئی تھیں، بالکل اٹھا دیا۔ بدھ مذہب میں بت پرستی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی اور برہمنوں نے چونکہ منگولوں اور ترکوں کو جو بدھ مذہب کے پیروکار تھے اپنی سیادت میں شریک کیا لہٰذا بہت سی باتیں بدھ مذہب کی بھی اپنے اس جدید مذہب میں شامل کر کے ان کے بہت سے بتوں کی پرستش کو جائز رکھا اور بدھ کو بھی وشنو کا اوتار تسلیم کر لیا۔ اس طرح غیر آریاؤں کی بھی بہت سی باتوں کو اپنے جدید مذہب میں شامل کر لیا گیا تھا۔"

کوشل ذرا رکنے کے بعد پھر کہہ رہی تھی۔

"یہ سلسلہ غالباً مسلمانوں کی آمد سے تھوڑے ہی دن پہلے تک جاری رہا ہو گا۔ مسلمانوں کا مذہب چونکہ سب سے پہلے جنوبی ہند، سری لنکا اور مالابار میں آیا تھا، لہٰذا ہندوستان کے علماء سے کمار یلا، برہمن اور شنکر اچاریہ نے اسلامی دلائل سے بہت فائدہ اٹھا کر شمالی ہند کی طرف خروج کیا اور بدھوں سے مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ جاری کیا۔

جس زمانے میں سندھ پر اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی، اس زمانے میں شنکر اچاریہ یقیناً پیدا نہیں ہوا تھا۔ شنکر اچاریہ غالباً خلافتِ عباسیہ کے ابتدائی زمانہ میں پیدا ہوا۔ شنکر اچاریہ سے پہلے راجپوتوں کی اس نوزائیدہ قوم میں جان پیدا ہونا شروع ہوئی تھی اور وہ بعض چھوٹے چھوٹے قطعات پر قابض ہونے لگے تھے۔ شنکر اچاریہ نے جب بتوں کے خلاف جہاد شروع کیا اور نوزائیدہ برہمنی مذہب کی تائید شروع کی تو راجپوتوں کی اس جدید قوم اور جدید طاقت میں شنکر اچاریہ کی خوبیاں عیاں نہ تھیں اور شنکر اچاریہ نے راجپوتوں کی طاقت سے فائدہ اٹھانے میں خوب مستعدی دکھائی۔

قنوج، بنارس، وسطِ ہند اور دامنِ کوہ ہمالیہ تک برہمنوں اور راجپوتوں کو نمایاں

Marfat.com

غلبہ حاصل ہو گیا اور اس جدید مذہب اور جدید قومیت کی تعمیر میں چونکہ شنکر اچاریہ سب سے پہلا مصنف اور مقنن تھا لہٰذا اس کی تعلیمات خصوصی وقعت اور عزت کی نظر سے دیکھی گئیں۔ چونکہ برہمنوں کی مجوزہ تاریخ ایک سیاسی تاریخ تھی لہٰذا جا بجا نئے نئے مذہبی اصول قائم ہوئے۔ کہیں وشنو کو سب سے بڑا اوتار مانا گیا، کہیں برہما کو، کہیں مہیش کو۔ اس طرح ہندو مذہب کے نام سے ہزارہا فرقے پیدا ہو گئے جن میں کوئی اصولی اتفاق بجز ہندو کے نہیں پایا جاتا تھا۔

الغرض مسلمانوں کی آمد اور حملہ آوری کے وقت بدھوں کی قومیت، مذہب اور حکومت پر برہمنوں اور راجپوتوں نے حملہ آوری شروع کر رکھی تھی اور ملک میں ضرور ایک ہلچل مچی ہوئی تھی۔ اس کشمکش اور افراتفری کا سلسلہ محمد بن قاسم کے حملہ سے بعد کے حملوں تک بھی جاری رہا۔

اس مدت میں کوئی علامت ایسی ظاہر نہیں ہوئی جسے قطعی طور پر یہ حکم لگایا جا سکے کہ اگر مسلمان اس ملک میں نہ آتے تو جدید ہندو مذہب بدھ مذہب پر غلبہ پا کر اپنی حکومت قائم کر لیتا۔ چونکہ سندھ میں مسلمانوں کو بدھوں کی حکومت کا مقابلہ کرنا پڑا، سندھ کی فرمانروا قوم تو برہمن تھی لیکن مذہب اس قوم کا بدھ ہی تھا۔ چنانچہ ہمارے آباؤ اجداد بھی بدھ مذہب سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ اس کو میں یوں بھی کہہ سکتی ہوں کہ میرے باپ جے پال اور بھائی انند پال گو منگول اور ترک تھے پر مذہب بدھ تھا۔"

(بنگال اور آسام کو بھی مسلمانوں نے بدھ حکومتوں سے چھینا۔ علاؤ الدین خلجی نے دکن کا ملک بھی بدھ حکومت کو شکست دے کر فتح کیا۔ صرف قنوج اور کالنجر کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں کے راجہ جدید برہمنی مذہب کو اختیار کر چکے تھے لیکن پنجاب اور سندھ کے راجاؤں نے جس بہادری کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا، قنوج اور کالنجر سے اس ہمت کا اظہار نہیں ہوا۔

قنوج کے راجہ نے محمود غزنوی کی کامل اطاعت قبول کر لی جس پر کالنجر کے راجہ کو بہت غصہ آیا لیکن اگلے ہی سال اس نے بھی خود محمود غزنوی کی فرمانروائی کا جوا اپنے کندھے پر رکھا اور محمود غزنوی کی تعریف میں ایک قصیدہ بھی لکھا۔)

Marfat.com

کچھ دیر خاموش رہ کر کوشل نے کچھ سوچا، پھر اس تاریخی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''پس موجودہ ہندو مذہب یا برہمنی مذہب جس کام کو پانچ سو سال میں بھی پورا نہ کر سکا، وہ مسلمانوں نے اب بہ آسانی انجام دے دیا ہے۔ اگر مسلمان اس ملک پر حملہ آور نہ ہوتے تو بہت زیادہ ممکن بلکہ یقینی تھا کہ بدھ مذہب اپنی قوت کو مجتمع کر کے اس دینِ جدید اور مذہبی طاقت کو جو بتوں کے مقابلے میں پیدا ہو رہی تھی، اس کو کچل ڈالتا اور ان مظالم کا انتقام لیتا جو قنوج، بنارس اور الہ آباد وغیرہ میں برہمنوں اور راجپوتوں نے بدھوں پر شنکر اچاریہ کی رہبری میں کئے تھے۔

لیکن سندھ کی اسلامی حکومت اور کابل، خراسان اور ماور النہر میں مسلمانوں کی فتوحات نے ہندوستان میں بدھ حکمرانوں کو ششدر اور حیران بن کر قنوج وغیرہ کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیا۔ یہی وجہ تھی کہ میرے باپ اور میرے بھائی نے مجبور ہو کر تمام ہندو اور بدھ راجاؤں کو متحد ہونے اور متفقہ طاقت سے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ ہندوستان کی بدھ حکومتوں کے خلاف برہمنوں اور راجپوتوں کی تحریک کامیاب ہو جاتی تو وہ تمام ہندوستان پر قابض اور متحرک ہو جاتے تو غیر ممکن تھا کہ بابل، خراسان، کشمیر اور تبت وغیرہ کے بدھ خاموش بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھتے بلکہ کابل، خراسان اور بخارا کے جنگجو لوگ جو بدھ مذہب کے پیروکار تھے، یقیناً ہندوستان پر حملہ آور ہوتے اور جس طرح ان لوگوں نے قدیم راجہ کنشک کے زمانہ میں اپنی شہنشاہی اس ملک میں قائم کر لی تھی، پھر کابل میں متصرف ہوتے اور تمام ملک میں بدھ مذہب کا دور ہوتا۔ لیکن مسلمانوں نے چونکہ پہلے ہی کابل، خراسان اور ماور النہر کو فتح کر کے بیرونی بدھوں کے حملوں کو غیر ممکن بنا دیا تھا اور اس کے بعد اب چونکہ وہ ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے ہیں لہٰذا برہمنوں کو جدید قوم اور مذہب کی ترتیب دینے کی ترغیب ہوئی۔''

(آخر مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کر کے ہندوستان کے اس جدید مذہب کو باقی رہنے دیا اور بربادی کے خطرے سے بچا لیا۔ مسلمانوں کے فتح مند ہونے کے باوجود ہندو مذہب اور موجودہ ہندو قومیت پھر بالکل محفوظ اور مامون ہو گئی۔ انہوں

Marfat.com

نے مسلمانوں کے سائے میں نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے قومی اور مذہبی اصول مرتب کیے۔ چنانچہ موجودہ ہندو مذہب کی تصانیف اور مذہبی اصولی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ اسلامی عہد حکومت میں ہی تیار کیا گیا اور بڑے بڑے عظیم الشان مذہبی فرقے جو آج اپنی آغوش میں تقریباً تمام ہندو آبادی کو لئے ہوئے ہیں، سب کے سب اس زمانے میں مرتب و مدوّن ہوئے جبکہ اسلامی شہنشاہیت ہندوستان میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ قائم تھی۔ اسلامی مساوات، اسلامی درگزر، اسلامی مذہبی آزادی کا غالباً اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس سلسلے میں مسٹر جے ایم۔ پائن کار لکھتا ہے کہ شنکر اچاریہ نے جس ہندو مذہب کی تعلیم و تلقین کی وہ اس بھینٹ اور قربانی والے مذہب سے بالکل جدا تھا جس کے خلاف گوتم بدھ صدائے احتجاج بلند کر چکا تھا۔ سر آر ڈی بھنڈارکر نے ایک فاضلانہ تصنیف میں لکھا کہ کرشنا اور شیوا فرقوں نے کس طرح بتدریج ہندو مذہب کی شکل اختیار کی اور یہ فرقے ابتدا میں کس قدر مرکب اور مخلوط نظر آتے تھے۔۔ ادھر مدرسوں میں ماہرینِ مذہب اور مخالف فرقوں پر نکتہ چینیاں کر رہے تھے، اُدھر عوام میں عام پسند مذہب کے عقائد پختہ پڑ رہے تھے۔ مذہب کے فنا ہو جانے سے شنکر اچاریہ کو وید کے فلسفہ پر عام مذہب کے ڈھالنے میں آسانی ہوئی۔ نئے مذہب کا بانی شنکر اچاریہ مالا بار کا رہنے والا تھا۔ شنکر اچاریہ نے ایک طرف مقامی دیوتاؤں کی پوجا جائز قرار دے کر چھوٹے چھوٹے مقامی مخلوق خداوندی کو پوران کے ایک نہ ایک دیوتا سے ملا دیا، دوسری طرف اپنے فلسفہ کی مناظرت کی بنیاد رکھی جسے اس نے واحدانیت سے تعبیر کر دیا۔)

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل خاموش ہو گئی اور پھر خیسار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''خیسار! میری بہن تم نے جو تفصیل جاننا چاہی تھی، وہ میں نے بتا دی ہے۔''

اس پر خیسار بڑی دلچسپی سے کوشل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''کوشل! میری بہن! کیا ایسا ممکن نہیں، تم ہمیں رام اور سیتا کی کہانی سے متعلق بھی کچھ بتاؤ۔ اس سے متعلق ہم عموماً اکثر لوگوں سے سنتے رہتے ہیں۔''

Marfat.com

جواب میں کوشل مسکرائی، پھر کہنے لگی۔

''اچھا میری بہن! میں اس کی تفصیل بھی تم سے کہتی ہوں۔''

اور پھر ایک لمبا سانس لینے کے بعد جونہی کوشل نے کچھ کہنا چاہا، حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس پر سنجر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں کون ہے۔ ہوسکتا ہے بھائی واپس آئے ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی سنجر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا تو اس کے ساتھ عبداللہ قراتکین بھی تھا۔ عبداللہ قراتکین جب دیوان خانہ میں داخل ہوا تو کوشل بڑے پیار سے مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ عبداللہ قراتکین جب آگے بڑھ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کوشل نے پوچھ لیا۔

''آپ اور بھائی نیالتکین کو سلطان نے طلب کیا تھا۔ خیریت تو ہے؟''

اس پر عبداللہ کہنے لگا۔

''کوشل! تمہیں یاد ہوگا کہ اس سے پہلے جب سلطان قنوج کے راجہ کنور رائے پر حملہ آور ہوئے تھے تو کنور رائے نے سلطان سے صلح کر لی تھی اور اس نے سلطان کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ یہ بات کالنجر کے راجہ نندا کو پسند نہیں آئی۔ چنانچہ اس نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں کو خطوط لکھے اور انہیں شرم دلائی کہ اتنے راجہ ہو کر ہم سلطان محمود کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں سلطان محمود کے خلاف کمربستہ ہو جانا چاہئے۔ ہندوستان کے سارے راجاؤں نے کالنجر کے راجہ نندا کی اس پکار پر لبیک کہا ہے۔ اب سارے راجہ اپنی متحدہ قوت کے ساتھ قنوج کے راجہ کنور رائے پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آج قنوج کے راجہ کنور رائے کی طرف سے تیز رفتار قاصد یہاں پہنچے تھے۔ ان قاصدوں کے ذریعہ قنوج کے راجہ نے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کے خلاف سلطان سے مدد طلب کی ہے۔ اس بنا پر سلطان نے اپنے سارے سالاروں کو بلایا تھا۔ اب جو فیصلہ ہوا ہے اس کے مطابق لشکر تیاری کر کے کل شام تک یہاں سے کوچ کرے گا۔''

عبداللہ قراتکین جب خاموش ہوا تب خیسار نے پوچھ لیا۔

Marfat.com

"بھائی! کیا آپ کے ساتھ بھائی نیالتگین بھی آئے ہیں؟"
اس پر عبداللہ کہنے لگا۔
"وہ بازار گیا ہے۔ اگر میرے ساتھ آتا تو یہیں آ جاتا۔ میرے خیال میں وہ تھوڑی دیر تک آئے گا۔"
عبداللہ کے خاموش ہو جانے پر خیسار نے پھر اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔
"بھائی! ہم اپنی بہن کوشل سے ہندوستان کے متعلق مختلف معلومات حاصل کر رہے تھے۔ اگر آپ تھوڑا سا اور وقت دیں تو ہم کوشل سے........"
اس پر عبداللہ قراتکین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔
"تم کوشل سے جو کچھ سننا چاہتی ہو، سنو۔ اتنی دیر تک میں نہا کر یہیں واپس آتا ہوں۔"
اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتکین کمرے سے نکل گیا تھا۔ یہاں تک کہ خیسار نے کوشل کو مخاطب کیا۔
"کوشل! میری بہن! اب تُو ہمیں تفصیل کے ساتھ رام اور سیتا سے متعلق کچھ بتا۔"
خیسار کے خاموش ہونے پر کوشل نے ایک آہ بھری اور کہنے لگی۔
"یہ بھی ایک عجیب و غریب داستان ہے۔ اگر سچائی پر رہتے ہوئے یہ داستان سنائیں تو ہندوؤں کی برہمی کا باعث بنتی ہے، ان کی دل شکنی ہوتی ہے اور اگر ایسا نہ کریں تو پھر سچائی کا گلا گھٹتا ہے۔ بہر حال رام اور سیتا سے متعلق جو کچھ میں جانتی ہوں وہ میں تم سے کہتی ہوں۔
کہتے ہیں اجودھیا (موجودہ فیض آباد) میں راجہ دسرتھ کا راج تھا۔ راجہ کی چار بیویاں تھیں۔ ہر ایک سے اولاد تھی۔ سب سے بڑے رام تھے لیکن رانی کیکئی راجہ کی منہ چڑھی تھی اس نے چاہا کہ رام کو ہٹا کر اپنے بیٹے کو راج پاٹ دلا دے۔
چنانچہ اس نے راجہ سے کہہ کر رام کو 14 سال کا بن باس دلا دیا یعنی جنگلوں میں پھرنے کا حکم دے دیا۔ رام نے نہایت سعادت مندی سے حکم کی تعمیل کی۔ ان کی بیوی سیتا نے ساتھ جانے پر اصرار کیا تو بھائی لکشمن بھی ساتھ ہو لیا۔

Marfat.com

وہ ضلع باندہ کے مقام پر چتر کوٹ گئے، وہاں سے جنوب کی طرف چل پڑے اور شہر ناسک میں چند دن قیام کر کے دریائے گوداوری کے ساتھ ساتھ گھومتے گھامتے پنچولی کے مقام پر جا کر ٹھہر گئے۔

وہاں سیر وشکار کر کے یا جنگلی پھل کھا کر دن گزارتے رہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامی سیاہ فام لوگ ان گورے نوواردوں کو تقدس اور احترام کی نظروں سے دیکھتے تھے جیسے کہ ان کی عادت ہے۔ سیاہ فام اقوام گوروں کو آسمانی مخلوق سمجھتی تھیں اور پوجنے لگتی تھیں۔

لیکن اس جنگل میں ایک حادثہ پیش آ گیا۔ ہوا یوں کہ لنکا کے راجہ کی بہن ان نوواردوں کی آمد کا سن کر ان کو دیکھنے کے لئے آئی۔ جب راون کی بہن سروپ لکھاروتی نے ان کے پاس آ کر دیکھا اور ان کا حال معلوم کیا اور جب معلوم ہوا کہ لکشمن غیر شادی شدہ ہے تو اس پر وہ ریجھ گئی۔ چنانچہ گورے چھتری کی یہ بات پسند نہ آئی کہ وہ ایک سیاہ فام شہزادی سے شادی کرے۔ اس کا آریائی خون اس کی اجازت نہ دے سکتا تھا۔ لکشمن نے تلوار سے اس کی چھاتی کاٹ دی۔

چنانچہ راجہ راون کی بہن سروپ لکھاروتی چیختی چلاتی بھائی کے پاس پہنچی اور دہائی دی اور راون نے گورے نوواردوں کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کی راجدھانی میں رہ کر وہ اس کی بہن کے ساتھ ایسے سلوک کے مرتکب ہوئے تھے۔ وہ آیا اور سیتا کو پکڑ کر لے گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ راون نہایت رحم دل اور شریف راجہ تھا۔ اس کا قصور صرف اس قدر تھا کہ وہ گوری چمڑی کا نہ تھا۔ اگرچہ ذات کا برہمن تھا مگر شمالی ہند کے برہمن جنوبی ہند کے برہمنوں کو اپنا ہم سر نہیں سمجھتے۔ انہیں کالا برہمن کہتے ہیں۔

چنانچہ جس وقت راجہ راون، سیتا کو اُٹھا کر لے گیا تو اس وقت رام اور لکشمن باہر شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ رام اور لکشمن شام کو گھر آئے تو سیتا کو غائب پایا۔ لوگوں نے بتایا کہ اسے راون لے گیا ہے۔ انہوں نے آہ و بکا اور واویلا شروع کر دیا۔ مہینوں اسے تلاش کرتے پھرے۔

پھر ان کی ملاقات ہنومان سے ہوئی۔ ہنومان لنکا کے راجہ راون کے لشکر کا ایک

Marfat.com

سالار تھا اور اس سے اس کا تعلق تھا۔ یہ واقعہ سن کر اسے رام سے ہمدردی ہو گئی چنانچہ اس نے رام کے لئے سیتا کو نکالنے کا تہیہ کر لیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہنومان نے جو لشکر کا سالار تھا، رام کو تسلی و تشفی دی اور ان کی مدد کی۔ وہ اس طرح کہ راون کا ایک بھائی تھا نام اس کا بھبھشن تھا اور یہ نہ صرف تاج و تخت کا آرزومند تھا بلکہ اپنے آپ کو راون کی جگہ تخت کا مالک خیال کرتا تھا۔ اس ہنومان نے راون کے بھائی بھبھشن کو اپنے ساتھ ملا لیا اور سازش کر کے ایک دن راون کو قتل کر دیا اور رام کو لے کر لنکا پہنچے تاکہ بھبھشن کی تخت نشینی میں شریک ہوں۔

چنانچہ رام اور لکشمن نے اسے تخت پر بٹھایا اور جب جشن ختم ہو گیا تو بھبھشن کے حکم سے سیتا کو نہلا دُھلا کر شاہی لباس پہنا کر دربار میں پیش کیا گیا۔

رام نے سیتا کو دیکھا تو کہا۔

''میں نے تمہیں آزاد کرا کر اپنے چہرے سے بے آبروئی کا داغ دھو لیا ہے مگر میں تمہیں قبول نہیں کر سکتا کیونکہ تم ایک سیاہ فام راکھشش کا پہلو گرم کر چکی ہو۔''

سیتا نے کہا۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟ اس نے مجھے چھوا ضرور ہے، مگر میں پاک دامن ہوں۔ یقین نہ ہو تو ایک چتا تیار کرو۔ میں اس میں کود کر اپنی بے گناہی کا ثبوت دوں گی۔''

چنانچہ لکشمن نے فوراً چتا تیار کی اور سیتا اس میں کود گئی۔

داستان میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حاضرینِ دربار یہ منظر دیکھ کر چیخ پڑے۔ رام کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ اتنے میں آگ کا دیوتا وشنو آ گیا۔ اس نے رام سے کہا۔ سیتا بے داغ ہے۔ اسے لے کر گھر جاؤ اور اس کا دل نہ توڑو۔ اس نے سیتا کو چتا سے نکال لیا۔

چنانچہ جو داستان کہی جاتی ہے اس کے مطابق مزید یہ کہا جاتا ہے کہ بندروں اور راکشسوں نے یہ منظر دیکھا تو رام اور سیتا کی جے کار یعنی زندہ باد لگا دی اور فوراً سجدے میں گر گئے۔ دونوں کو دیوتا تسلیم کر لیا گیا۔ یہاں بندر اور راکشس سے جنوبی ہند کے سیاہ فام افراد مراد ہے۔ یہ خطاب آج بھی گورے برہمن سیاہ فام افراد کے

Marfat.com

لئے استعمال کرتے ہیں۔ انہیں ریچھ یا لنگور کہتے ہیں۔

پھر رام جی وطن پہنچے تو وہاں سیتا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ عوام میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

کسی نے کہا۔ ہائے بھگوان! رام 14 سال معہ اپنے بھائی کے کوشش کرتے رہے تو ایک چوہا نہ ہوا۔ راون کے پاس سیتا صرف چھ مہینے رہ گئی تو چاند سا بیٹا مل گیا۔ یہ تو راون جی کا چمتکار ہے۔ سیتا نے لاکھ اپنی پاک دامنی کے ثبوت دیئے مگر کسی نے نہ مانا۔ مجبوراً رام جی، سیتا کو دریا پار لے جا کر جنگل میں چھوڑ آئے۔ وہاں ایک سنیاسی پیر رہتا تھا اس نے سیتا کو اپنی کٹیا میں رکھ لیا اور دونوں کو پالنے لگا۔

ایک دن سنیاسی کٹیا میں آیا تو دیکھا، کٹیا سے بچہ غائب ہے۔ وہ ڈرا کہ سیتا کو معلوم ہوا کہ بچہ کو بھیڑیا اُٹھا لے گیا ہے تو رو رو کر جان دے دے گی۔ بس اس نے مٹی کا ایک پُتلا بنایا، دعا کر کے اس میں جان ڈال دی اور جھولے میں سلا دیا۔ سیتا جب پانی بھر کر آئی تو دیکھا کہ ایک بچہ سو رہا ہے۔ وہ اپنا بچہ ساتھ لے گئی تھی۔ خیر طے پایا کہ دونوں بچے پالے جائیں۔

اُدھر رام جی کو سیتا کی جدائی کی وجہ سے ایک پل چین نہ تھا۔ آخر لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ اپنی بیوی اور بچہ کو لے آئیں اور عوام کی بکواس کی پروا نہ کریں۔ چنانچہ رام جی راضی ہو گئے اور معہ اپنے لاؤ لشکر سیتا کو واپس لانے پہنچے تو دیکھا وہاں ایک کی بجائے دو بچے کھیل رہے تھے۔

رام جی نے سر پیٹ لیا۔ سیتا سے کہا۔

"ہائے بھولی! یہ کیا کر کے رکھا؟ یعنی ایک نہ شد، دو شد۔"

سیتا نے لاکھ سمجھایا لیکن بھگوان کیا سمجھتے؟ کہتے ہیں سیتا نے زمین سے کہا کہ وہ پھٹ جائے اور اس کو نگل لے۔ زمین نے حکم کی تعمیل کی اور بس بھگوان جی کو معلوم ہوا کہ سیتا سچ کہتی تھی۔ انہوں نے بڑھ کر اس کو بچانا چاہا تو صرف چٹیا ہاتھ لگی تھی۔ یہی چٹیا آج کل برہمن اپنے سر پر رکھے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رام چندر نے خالی ہاتھ گھر لوٹنا پسند نہ کیا، دریائے سرسوتی کی خطرناک لہروں میں کود کر جان دے دی۔

Marfat.com

ان کے دونوں بیٹے لو اور کشن جوان ہو کر بڑے بہادر چھتری نکلے۔ انہوں نے ملک فتح کیا اور بادشاہت حاصل کی۔ برہمنوں نے ان کو رام کی صحیح اولاد تسلیم کر لیا۔ ان کی شمولیت کے بعد رام لکشمن لو اور کشن کو پنج چنا کا پنجہ بنا دیا اور ان کی پوجا ہونے لگی۔

یہاں اس کہانی میں اعتراض کرنے والے یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ جب رام کو ہندو مذہب میں خدا کا اوتار خیال کیا جاتا ہے، ایشور سمجھا جاتا ہے تو پھر ایشور کی حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ رام اوتار میں آ کر دکھ کے سوا کوئی سُکھ نہ دیکھ سکے۔ کاش! وہ آسمان کے اوپر رہ کر ہی کچھ کرتے۔ مگر ان میں کچھ کرنے کی سکت کہاں تھی؟ ورنہ جب سیتا کے حکم سے زمین پھٹی اور ان کو نگلنے لگی تو رام جی زمین کو حکم دیتے کہ اُگل دے مگر رام جی کو معلوم تھا کہ برہمنوں کی طرح زمین بھی اُن کا کہا نہ مانے گی۔ بے شک بھگوان کو بھی دنیا میں آ کر دکھ ہی اٹھانا پڑتے ہیں۔ چونکہ یہ دکھ کا سنسار ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل رکی، پھر خیسار کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
"اب آپ لوگ پوچھیں گے کہ برہمنوں میں اوتار یا گیان اور حلول کا طریقہ کیوں ایجاد کیا؟ جبکہ اس کا ذکر ان کے ویدوں میں نہیں ہے۔ اور پھر اس تصور میں کیا جان تھی کہ خدا جسے ساری دنیا بلکہ کائنات کا کام سنبھالنا چاہئے وہ دنیا میں آ کر رحم کے غلیظ اور تاریک قید خانے میں نو ماہ گزارے۔ ایک لاچار بچہ کی شکل میں انسانی ماں کا دودھ پی کر نشوونما پائے، جوان ہو کر دنیا کے نشیب و فراز دیکھے اور بالآخر کسی کے ہاتھوں مارا جائے یا ڈوب کر مرے تو اس کا جواب یہی ہے کہ آپ برہمن کی شرارت نہیں سمجھتے۔ وہ انہی کمالات کو دکھاتا ہے۔ وہ انسانوں کو خدا بنا کر اپنا اُلو سیدھا کرتا ہے۔ بادشاہوں سے انعام حاصل کرتا ہے اور عوام کو گمراہ کر کے بادشاہوں کو مطیع اور فرمانبردار بناتا ہے تاکہ وہ اس کی نسل ہا نسل تک پرستش کرتے رہیں۔ کبھی بغاوت کا نہ سوچیں۔ بادشاہ اور حاکم سے تو بغاوت کی جا سکتی ہے مگر دیوتاؤں اور ایشور کے اوتاروں سے سرتابی کی جرأت کون کر سکتا ہے۔ ان برہمنوں اور چھتریوں نے انہی ہتھکنڈوں سے ہندوستان کے عوام کو تقریباً 3000 سال تک

Marfat.com

غلام بنائے رکھا ہے اور کبھی کسی کو احتجاج یا بغاوت کا موقع نہ دیا حالانکہ وہ آبادی میں برہمنوں اور چھتریوں سے کئی گنا کم ہوتے ہیں۔ لیکن بھلا ہو ان مسلمانوں کا کہ انہوں نے یہاں آ کر برہمنوں کا قفل توڑا ہے اور ان کی خدائی اور دیوتائی نکال دی۔''

یہاں تک کہتے کہتے کوشل کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ دیوان خانہ میں احمد نیالتگین داخل ہوا تھا۔ پھر وہ اپنے بھائی عثمان، اپنی بیوی باشان اور خیسار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے ساتھ گھر چلیں۔ لشکر نے کل کوچ کرنا ہے۔ میری تیاری بھی کرانی ہے۔ اور یہ عبداللہ کہاں چلا گیا ہے؟''

اس پر سنجر بولا اور کہنے لگا۔

''بھائی تو نہانے کے لئے گئے ہیں۔''

سنجر نے ابھی یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ عبداللہ قراتگین بھی نہا کر دیوان خانہ میں داخل ہوا۔ اس موقع پر جب باشان، خیسار اور عثمان جانے کے لئے اُٹھے تب احمد نیالتگین کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''بھائی! میرے خیال میں سب کھانا یہیں کھا کر سو جاؤ۔''

اس پر احمد نیالتگین بول اٹھا۔

''عبداللہ! میرے عزیز بھائی! ابھی جا کر بہت کچھ کرنا ہے۔ لشکر نے کل جانا ہے اور میری کوئی تیاری بھی نہیں ہے۔''

اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین خاموش ہو رہا جبکہ احمد نیالتگین، عثمان، خیسار اور باشان اٹھ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد عبداللہ قراتگین، سنجر اور ارجان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم دونوں میاں بیوی بیٹھو۔ میرے خیال میں کوشل میرے ساتھ میری تیاری مکمل کرتی ہے۔''

سنجر اور ارجان نے جب اس سے اتفاق کیا تب کوشل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی عبداللہ قراتگین اور کوشل دونوں میاں بیوی اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ اس موقع پر کچھ کچھ اُداس اور پریشان تھی۔ عبداللہ قراتگین کچھ دیر تک غور سے اس کی

Marfat.com

طرف دیکھتا رہا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بڑی اپنائیت اور محبت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا بات ہے؟ میں دیکھتا ہوں تم کچھ اُلجھی اُلجھی، پریشان اور فکر مند ہو۔ کیا کسی نے تم سے کچھ کہا ہے؟ کیا کسی موضوع پر تمہاری دل شکنی ہوئی ہے؟''

عبداللہ قراتکین کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل مسکرائی اور کہنے لگی۔

''یہاں کوئی میری دل شکنی نہیں کرتا۔ یہاں تو مجھے اپنوں سے بھی زیادہ پیار ملا ہے۔ ہر کوئی میرا بہترین خیال رکھتا ہے، کوئی میری دل شکنی کیوں کرے گا؟''

کوشل جب خاموش ہوئی تب عبداللہ قراتکین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''اچھا! تمہاری اُداسی اور تمہارے اس طرح غمگین ہونے کی وجہ میں سمجھ گیا ہوں۔ تم یہ خیال کر رہی ہو گی کہ میں کل اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کُوچ کر جاؤں گا اور تم یہاں اکیلی کیسے وقت گزارو گی تو میں تم سے کہوں کہ میں تمہیں یہاں چھوڑ کر تو نہیں جاؤں گا۔ تم میرے ساتھ لشکر میں رہو گی اور میرے ساتھ ہی یہاں سے کُوچ کرو گی۔''

عبداللہ قراتکین کے ان الفاظ پر کوشل کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بس چپ چاپ اس نے بڑے خوش کن انداز میں بڑے پیار سے اپنا سر عبداللہ قراتکین کے شانے پر رکھ دیا تھا۔ ساتھ ہی عبداللہ قراتکین اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے خیال میں شام کا کھانا کھانے سے پہلے پہلے ہم دونوں مل کر اپنی تیاری مکمل کر لیں۔''

کوشل نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر عبداللہ قراتکین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کیا ہم یہاں سے سیدھا قنوج کا رخ کریں گے؟ اگر ایسا کریں گے تو راستہ کون سا اختیار کیا جائے گا؟''

اس پر عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

''سلطان کے ساتھ جو ہماری گفتگو ہوئی ہے اس کے مطابق مخبروں نے یہ اطلاع کر دی ہے کہ راجہ جے پال اپنے لشکر کے ساتھ ہماری راہ روکے گا۔ اصل میں ہندوستان کے سارے راجاؤں نے ایک بار پھر اتفاق کر لیا ہے اور وہ قنوج کے راجہ

Marfat.com

کے خلاف حرکت میں آئے ہیں۔ اس لئے قنوج کے راجہ نے سلطان کے ساتھ صلح جوئی اور مصالحت کر لی تھی اور یہ معاملہ ہندوستان کے راجاؤں کو پسند نہیں آیا۔

اب جے پال کے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ پہلے وہ سلطان سے ٹکرائے۔ اگر تو جے پال سلطان کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تو پھر ہندوستان کی سرزمینوں میں جے پال کی واہ واہ ہو جائے گی اور جے پال سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں چھینے ہوئے اپنے علاقے واپس لینے کی ابتدا کر دے گا۔ اور اگر جے پال کو سلطان کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو پھر جے پال بھاگ کر دوسرے راجاؤں کے لشکر سے جا ملے گا۔ اس طرح سارے راجہ متحد ہو کر سلطان کے خلاف ضرب لگائیں گے۔ اس بنا پر ہمارا پہلا ٹکراؤ تو دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد کہیں بھی راجہ جے پال کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ہمارا لشکر لاہور کا رخ نہیں کرے گا۔ سلطان ابھی تک لاہور سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔ ویسے سلطان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ جس طرح لاہور کے راجہ بار بار سلطان کے خلاف حرکت میں آتے ہیں تو سلطان چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی مناسب دن لاہور پر حملہ آور ہو کر لاہور پر قبضہ کر لیا جائے اور پھر لاہور کو ہندوستان کا مرکز بنا کر وہاں اپنی ایسی طاقت اور قوت کو رکھا جائے کہ ہندوستان کا کوئی راجہ غزنی کی سلطنت کے خلاف کام کرنے یا ضرب لگانے کی ہمت نہ کرے۔

آج جو فیصلے ہوئے ہیں ان میں سلطان نے یہ بھی اشارہ دے دیا ہے کہ جب سلطان لاہور پر حملہ آور ہو گا اور لاہور کی فتح کے بعد ان سارے علاقوں پر اپنی گرفت کر کے سارے علاقوں کا مرکزی شہر لاہور کو بنایا جائے گا اور وہاں کا حاکم امیر ایاز بن اسحاق کو بنایا جائے گا اور ساتھ ہی سلطان نے میرا نام بھی لیا ہے کہ میں وہاں امیر ایاز بن اسحاق کے ساتھ لاہور میں قیام کروں گا اور میری حیثیت ان علاقوں میں اپنے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ کی ہو گی۔ میرے خیال میں کیا یہ خبر تمہارے لئے خوش کن نہیں ہے؟"

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کوشل کہنے لگی۔

"یہ خبر میرے لئے واقعی بہت اچھی ہے۔ اگر ہم دونوں میاں بیوی لاہور میں

Marfat.com

قیام کرتے ہیں تو پھر میری خوشی، میرے اطمینان کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔"

کوشل کے خاموش ہونے پر عبداللہ قراتکین پھر بولا اور کہنے لگا۔

"لیکن اس بار سلطان لاہور سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔ سلطان کا ارادہ یہی ہے کہ پہلے جے پال کو ہار بھگایا جائے گا۔ اور جب وہ بھاگ جائے گا تو سلطان کچھ دور تک اس کا تعاقب کرے گا۔ اس کے بعد سلطان تھانیسر کے راستہ قنوج کا رخ کرے گا اور جو راجے قنوج کے راجہ کے خلاف حرکت میں آنے کی ٹھانے ہوئے ہیں ان سے نمٹا جائے گا۔ اس لئے کہ تھانیسر اب ہماری گرفت میں ہے اور وہاں ہمارا حاکم مقرر ہے۔"

عبداللہ قراتکین کی اس گفتگو سے کوشل خوش ہو گئی تھی۔ پھر دونوں میاں بیوی اپنی تیاری میں لگ گئے تھے اور یوں اگلے روز دونوں اپنے لشکر میں غزنی سے کوچ کر گئے تھے۔

Marfat.com

راجہ جے پال نے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کی انگیخت پر ایک بہت بڑے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے سلطان کی راہ روکی۔ سلطان محمود غزنوی لاہور کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے تھانیسر کے راستے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے قنوج کی طرف نکل جانا چاہتا تھا کہ قنوج کے راجہ کنور رائے نے سلطان کو مدد کے لئے طلب کیا تھا لیکن ایک جگہ راجہ جے پال سلطان کی راہ روک کھڑا ہوا جس کی بنا پر سلطان کو اس سے نمٹنے کے لئے اس کے سامنے پڑاؤ کرنا پڑا

اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے۔ جے پال شاید آخری بار سلطان محمود غزنوی کے خلاف اپنی قسمت، اپنے بخت کو آزمانا چاہتا تھا اور یہ اُمید لگائے بیٹھا تھا کہ اگر ایک مقام پر اس نے سلطان محمود کو شکست دے کر اسے مار بھگانے میں کامیابی حاصل کر لی تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو جائے گا بلکہ ہندوستان کی سرزمین میں وہ سب سے بڑا اور طاقت ور راجہ بن کر سامنے آئے گا۔

چنانچہ اپنے انہی خیالات، اپنے انہی تصورات کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے جنگ کی ابتدا کی اور سلطان محمود غزنوی کے لشکر پر وہ سورج کی پھیلتی حدت میں مستی پر آئے طوفانوں، وقت کی بے ثباتی کے قصوں میں حیات کے سارے جذبے بھسم کر دینے والی اُداس رُتوں کے نوحوں اور زاویے بدل بدل کر چار سُو بکھرتے بھاپ اور تیل کے غبار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

Marfat.com

دوسری طرف سلطان محمود غزنوی نے حسب سابق اپنے لشکر کے تین ہی حصے کیے۔ وسطی حصے میں وہ خود رہا چنانچہ جب راجہ جے پال حملہ آور ہوا تب اپنے کام کی ابتدا کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ پہلے سرفروشوں کی سرفرازی کرتی سعی، روحوں کو تازہ رو، بازو شل کر دینے والے مد و جذر کے انداز میں تکبیریں بلند کی تھیں۔ اس کے بعد اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ سلطان محمود غزنوی آفات کے ادراک میں تعبیروں کو بانجھ اور منجمد خوابوں کو ادھورا کرتے قہرمانی بھرے خوف ناک قلب و جگر کی تہوں میں پستیاں، رسوائیاں اور نخوت بھرے کبر و پندار تک کو دھو دینے والے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ اس کے لشکر کا دایاں پہلو بھی حرکت میں آیا اور وہ بھی بدن سے جی اُکھاڑتے موت کے ہولناک قہقہوں، جذبوں کی کائنات کھڑی کرتی قضا کی دمادم پکار، چارسُو کُو بہ کُو پھیل جانے والی لہو کی بے کراں جوئے رواں اور پُرخار اور دشوار گزار سنگستانی راستوں پر دکھ کے چڑھتے آسیب کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس کے ساتھ ہی سلطان کے لشکر کا بایاں پہلو بھی شب و روز کی گردشوں اور اندھیری رات کی پرچھائیوں میں وقت کی آنکھ، چشمِ الہام کے سامنے راکھ کے اندر سے چنگاری کی صورت میں نمودار ہو کر پھیلتی بارود کی ہواؤں کے آتشی طوفانوں کی صورت اختیار کرتے ہوئے ہیبت و جلال کے پیکر اور بربادی کی ساعتوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

راجہ جے پال نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ ٹڈی دل کی طرح یلغار کرتے سوالات اور قہر اور بربادی کے دوش پر سوار کرم خوردہ ہنگاموں کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی اور کامرانی کے در کھولے لیکن دوسری طرف سلطان اور اس کے لشکری ہر غرور اور تکبر، ہر تعصب و گھمنڈ، ہر نفس پرستی کے طوفانوں پر چھا جانے والے موت کے بے کراں ہیولوں، دریاؤں کے اضطراب اور سمندر کی خوف ناک صداؤں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے راجہ جے پال کے ہر جتن، اس کی ہر ہنرمندی کو خاک میں ملاتے جا رہے تھے۔

Marfat.com

اس جنگ میں بقول مؤرخین راجہ جے پال کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ شکست اُٹھانے کے بعد راجہ جے پال لاہور کی طرف نہیں بھاگا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ وہاں سے بھاگ کر لاہور میں داخل ہوا تو سلطان محاصرہ کر لے گا اور اس وقت تک محاصرہ ترک نہیں کرے گا جب تک وہ راجہ جے پال کو گرفتار نہیں کر لیتا۔ اس بنا پر اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر کالنجر کے راجہ نندا کی طرف بھاگ گیا تھا۔

پہلے راجہ جے پال کے لشکر کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کیا گیا، اس کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کو ستانے کا حکم دیا تھا۔

عبداللہ قراتگین جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس کی حالت دیکھتے ہوئے کوشل پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی۔ بھاگ کر خیمے کے دروازے کی طرف بڑھی۔ اس لئے کہ جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے عبداللہ قراتگین کا لباس بری طرح خون آلود ہو چکا تھا۔ جب وہ عبداللہ قراتگین کے نزدیک گئی تب عبداللہ قراتگین نے اپنا ہاتھ آگے کیا اور کوشل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کوشل! میرے نزدیک نہ آنا، تمہارے کپڑے خراب ہو جائیں گے۔ میں پہلے لباس تبدیل کرتا ہوں۔"

کوشل کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی۔ اس نے جان لیا تھا کہ عبداللہ قراتگین کے کوئی زخم نہیں آیا بلکہ جنگوں میں حصہ لینے کی وجہ سے اس کے کپڑوں کی یہ حالت ہوئی ہے۔ لہٰذا مطمئن اور پیار بھرے انداز میں وہ عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ جا کر لباس تبدیل کر لیں، نہا لیں۔ میں رسّی پر آپ کے نئے کپڑے رکھتی ہوں۔ جو کپڑے آپ نے پہنے ہوئے ہیں یہ وہیں ڈال دیجئے گا، میں دھو لوں گی۔"

جواب میں عبداللہ قراتگین مسکرایا اور سیدھا طہارت خانہ کی طرف چلا گیا تھا۔ نہایا، کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلا۔ اتنی دیر تک اس کے خون آلود کپڑے کوشل نے دھو کر طہارت خانہ کے سامنے پردے کے لئے لگی رسّی کے اوپر ڈال دیئے تھے۔ اس کے بعد وہ مطمئن سی ہو کر عبداللہ قراتگین کے سامنے ہو بیٹھی تھی، پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

Marfat.com

''آج جو جے پال کو شکست ہوئی ہے تو اس کی مجھے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ اب وہ کدھر بھاگا ہے؟ کیا لاہور کی طرف گیا ہے یا....''

اس پر عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

''بھاگا تو ضرور ہے لیکن یہ نہیں پتہ کدھر گیا ہے۔ اور میرا اندازہ ہے کہ لاہور کی طرف نہیں جائے گا۔ مجھے پتہ ہے کہ اگر اس نے شہر میں محصور ہونے کی کوشش کی تو مسلمان شہر کا محاصرہ کر کے اس کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیں گے۔ دراصل........''

عبداللہ قراتکین کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کوشل غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب ہمارے لشکر کو یہاں سے اٹھ کر لاہور کا محاصرہ کر لینا چاہئے اور میری یہ بہت بڑی بلکہ یوں جانیں بڑی بے چینی سے آرزو ہے کہ لاہور پر ہمارا قبضہ ہو جائے۔ آپ کو یاد ہی ہو گا کہ آپ نے ایک بار کہا تھا کہ سلطان نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جب وہ لاہور کو فتح کرے گا تو وہ ان سارے علاقوں کا حاکم امیر ایاز بن اسحاق اور ان علاقوں میں جس قدر عساکر ہوں گے ان کا سپہ سالار آپ کو مقرر کرے گا۔''

اس پر عبداللہ قراتکین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''بالکل کہا تھا اور میں اس سے پھر تو نہیں رہا۔''

''میں بس یہ چاہتی ہوں کہ ہم دونوں میاں بیوی لاہور ہی میں قیام کریں۔ دراصل میں اس شہر سے مانوس ہوں........''

کوشل کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات مسکراتے ہوئے عبداللہ قراتکین نے مکمل کر دی تھی۔

''میں اس شہر سے مانوس ہوں۔ اس لئے کہ بچپن سے اپنے باپ تک زمانہ میں نے اسی شہر میں گزارا ہے۔''

عبداللہ قراتکین کے ان الفاظ پر کوشل کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔ پھر عبداللہ قراتکین نے کوشل کو مخاطب کیا۔

''کوشل! مجھے ایک بار کاشی نے اشارتاً بتایا تھا کہ مرنے والا انند پال تمہارا سگا

Marfat.com

بھائی نہیں تھا۔“

جواب میں کوشل مسکرائی اور کہنے لگی۔

”کاشی نے آپ سے ٹھیک کہا تھا۔ دراصل ہمارے باپ کی کئی بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے انند پال تھا۔ یوں جانیں انند پال تو ہم سے بہت بڑا تھا۔ جس وقت میں پیدا ہوئی، اس وقت انند پال کے اپنے بیٹے جوان تھے۔ گویا میرے پیدا ہونے پر میرے بھتیجے جوان تھے۔ اس لئے کہ میری ماتا سے میرے پتا نے سب سے بعد میں شادی کی۔ اس بنا پر جو اولاد میری ماں سے ہوئی وہ پہلی اولاد سے بلکہ اس کی اولاد سے بھی چھوٹی رہی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کوشل رکی، کچھ سوچا اور پھر کہنے لگی۔

”کیا یہاں سے اُٹھ کر سلطان لاہور پر حملہ آور ہوں گے؟“

اس پر مسکراتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

”لشکر صرف آنے والی شب کو یہاں قیام کرے گا تاکہ جنگ کے دوران جو زخمی ہوئے ہیں ان کی دیکھ بھال کی جا سکے، لشکری آرام کر لیں، ستا لیں اور آنے والی صبح کو لشکر یہاں سے کُوچ کرے گا۔ سلطان کا رخ سیدھا قنوج کی طرف ہو گا۔ کوشل! تمہیں پتہ ہے، قنوج کے راجہ نے سلطان کو مدد کے لئے پکارا ہے۔ لہٰذا قنوج کی طرف جاتے ہوئے سلطان راستے میں کہیں بھی نہیں رکے گا، سیدھا قنوج کا رخ کرے گا۔ اس کے بعد شاید سلطان لاہور کی طرف متوجہ ہوگا اور سلطان نے مجھے اسی طرح بتایا ہے کہ پہلے قنوج کی مدد کی جائے گی، وہاں کے راجاؤں نے اگر پَر پُرزے نکالے تو ان کو درست کرنے کے بعد پھر لاہور پر حملہ آور ہوا جائے گا۔ اگر لاہور ہمارے قبضہ میں آ جاتا ہے تو پھر پورے ہندوستان پر ہماری گرفتار ہو جائے گی اور کوئی بڑے سے بڑا اور طاقتور سے طاقتور راجہ بھی ہمارے خلاف سرکشی یا بغاوت کر کے پھلنے پھولنے نہیں پائے گا۔“

اسی دوران مغرب کی اذان سنائی دی تھی۔ عبداللہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کوشل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کوشل! تم بھی نماز پڑھو۔ میں نماز پڑھ کر آتا ہوں۔ اتنی دیر تک کھانا آ جائے

Marfat.com

گا، پھر اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔"

کوشل نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ عبداللہ قراتگین اٹھ کر خیمے سے نکل گیا تھا۔

اگلے روز سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر قنوج کی طرف سفر شروع کیا تھا۔

Marfat.com

سلطان کے قنوج پہنچنے سے پہلے ہی پہلے کالنجر کا راجہ نندا حرکت میں آ چکا تھا۔ لاہور کا راجہ جے پال بھی اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ اس سے جا ملا تھا۔ چنانچہ کالنجر کے راجہ نندا نے دوسرے راجاؤں کو ملا کر قنوج کے راجہ کنور رائے پر حملہ کرا دیا اس لئے کہ اس نے محمود کے ساتھ صلح کر کے اطاعت قبول کر لی تھی۔ اس سے پہلے اسی راجہ نندا نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں کو ملامت بھرے خط لکھے تھے اس لئے کہ قنوج کے راجہ نے چونکہ سلطان محمود کے ساتھ صلح کر لی تھی لہٰذا سلطان جب ہندوستان سے غزنی چلا گیا تب کالنجر کے راجہ نندا نے قنوج، متھرا، مہابن، میرٹھ، مہابن وغیرہ کے راجاؤں کو ملامت آمیز خطوط لکھے اور سلطان محمود کے اس طرح آنے اور کامیاب واپس چلے جانے کو ان راجاؤں کی بزدلی اور نامرادی پر محمول کر کے غیرتیں دلائیں۔

قنوج کا راجہ کنور رائے اس قول وعہد میں جو اس نے سلطان محمود سے کیا تھا، قائم رہا لیکن باقی راجاؤں نے نندا کی بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کی تعریف کی اور آئندہ کے لئے مستعد رہنے اور نندا کی راہبری میں کام کرنے کا وعدہ کیا۔

نندا نے ان راجاؤں کو اپنے محافظ اور مستعد دیکھ کر قنوج پر چڑھائی کی۔ ایسا ہی خط اس نے چونکہ پنجاب کے راجہ جے پال ثانی کو بھی لکھا تھا کہ جس میں لعنت ملامت کی تھی، لہٰذا سلطان محمود غزنوی سے شکست اٹھانے کے بعد جے پال بھی کالنجر کے راجہ نندا کی طرف چلا گیا تھا۔

یہ ساری صورت حال دیکھتے ہوئے قنوج کے راجہ نے ان سارے راجاؤں کے

Marfat.com

خلاف سلطان سے مدد طلب کی تھی لیکن سلطان کے پہنچنے سے پہلے ہی پہلے یہ سارے راجہ مل کر قنوج پر حملہ آور ہوئے، کنور رائے کو شکست دی، اس کا خاتمہ کر دیا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے ترلوچن پال کو قنوج کا حاکم اور راجہ بنانے کے بعد اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب کالنجر کے راجہ نندا کی اسی کارروائی پر سلطان مشتعل ہو چکا تھا اور اس سے ٹکرانے کا عزم کئے ہوئے تھا۔

اس موقع پر ہندوستان کے چونکہ بہت سے راجہ کالنجر کے راجہ نندا کا ساتھ دے رہے تھے، اس بنا پر نندا کے پاس ایک بہت بڑی عسکری طاقت اور قوت جمع ہو گئی تھی۔ اس کا ساتھ دینے والے راجاؤں میں قنوج، متھرا، مہابن، میرٹھ، برن اور گوالیار تک کے لشکر شامل تھے۔

چنانچہ اس موقع پر راجہ رائے نندا نے ایک فیصلہ کیا۔ جو لشکر اس کا اپنا تھا، اسے لے کر اس نے دریائے گنگا کے پاس گنگا کے کناروں پر ہی پڑاؤ کر لیا تھا اور جو دوسرا حصہ تھا جس میں دوسرے راجاؤں کے بھی بہت سے لشکری شامل تھے اسے دریائے جمنا کے پاس رکھا۔ ایسا کرنے سے نندا کا ارادہ یہ تھا کہ سلطان محمود غزنوی پہلے دوسرے عساکر سے ٹکرائے۔ اگر تو دوسرے راجاؤں کے لشکر سلطان محمود کو پسپا کرنے اور شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو پھر راجہ نندا کو سلطان کے خلاف حرکت میں آنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ اور اگر سلطان محمود نے اس لشکر کو شکست دے دی اور اس نے رائے نندا کی طرف بڑھنا چاہا تب جب سلطان محمود غزنوی دریائے گنگا کو پار کرے گا اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ جس وقت سلطان دریائے گنگا کے دائیں کنارے پہنچا تو اس نے دیکھا بائیں کنارے پر تو ان کا لشکر تھا۔ یہ صورتِ حال کافی گمبھیر تھی۔ اس لئے کہ سلطان کو اس کے مخبروں نے دشمن کے دونوں لشکروں سے تفصیل اور ان کے محلِ وقوع سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔ جب سلطان کو یہ اطلاع ملی، تب سلطان نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس اپنے خیمے سے باہر طلب کر لیا تھا۔

چنانچہ سلطان کے بلاوے پر سارے چھوٹے بڑے سالار وہاں جمع ہو گئے۔ اس موقع پر سلطان نے کچھ دیر کے لئے ایک غائر نگاہ باری باری سب پر ڈالی، اس کے

Marfat.com

بعد انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! ہمارے مخبر اور طلایہ گر جو خبریں لے کر آئے ہیں ان کے مطابق کالنجر کے راجہ نندا نے ہم پر حاوی ہونے، ہمارے خلاف فتح مندی اور فوز مندی حاصل کرنے کے لئے دو عساکر تیار کئے ہیں۔ ایک لشکر ہمارے سامنے دریائے جمنا کے بائیں کنارے پر ہے اور دوسرا لشکر دریائے گنگا کے قریب ہے۔ جو لشکر دریائے گنگا کے قریب ہے اس میں کالنجر کا راجہ نندا بذاتِ خود موجود ہے اور ہندوستان کے متحدہ راجاؤں کا جو لشکر اس وقت جمنا کے کنارے ہے اس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ وہ ہمارے لشکر کو دریائے جمنا عبور نہ کرنے دے۔ اور اگر ہم جمنا کو عبور کریں تو ہمارے اوپر تیر اندازی کی جائے اور ہمیں دریا میں غرق کر دیا جائے۔ یہ دشمن کی منصوبہ بندی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم یہیں سے ناکام اور نامراد لوٹ جائیں۔ دریائے جمنا کو پار کر کے گنگا اور جمنا کے درمیان کی وادیوں میں داخل نہ ہوں۔ اس موقع پر اس ساری صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے میرے پاس ایک منصوبہ بندی ہے وہ میں تم لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ کسی کو بھی اس کے خلاف کوئی اعتراض ہو تو میں پہلے سے اسے بولنے کی اجازت دیتا ہوں تاکہ اس منصوبہ بندی میں قابلِ عمل اصلاح کی جا سکے۔

اب جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں غور سے سنو۔ جہاں ہم نے اس وقت پڑاؤ کیا ہوا ہے بالکل ہمارے سامنے دریا کے دوسرے کنارے دشمن کا لشکر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ ایسا انہوں نے اس لئے کیا ہے کہ مغرب سے آنے والی شاہراہ دریائے جمنا کے اسی حصہ میں آ کر دریا کو عبور کرنے کے بعد وہاں جاتی ہے لہٰذا دشمن کا یہ خیال ہے کہ اسی شاہراہ کے کنارے کنارے ہم دریائے جمنا کے کنارے آئیں گے اور یہیں سے دریا کو عبور کر کے اپنی کارروائیوں کی ابتدا کریں گے۔ جبکہ ہمارے مخبر، ہمارے طلایہ گر خبر دے چکے ہیں کہ اس جگہ دریائے جمنا کو عبور کرنا ذرا مشکل ہے۔ ذرا اوپر شمال کی طرف جائیں تو وہاں ایک پاٹ ایسا ہے جہاں سے دریائے جمنا کو با آسانی عبور کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہم وہیں سے اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو عبور کر کے دریا کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ دوسری طرف آئیں گے اور جو دشمن کا لشکر

Marfat.com

اس وقت دریا کے دوسرے کنارے پر ہے، اس کے سامنے آکر خیمہ زن ہوں گے۔
اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہماری نقل و حرکت سے متعلق دشمن یقیناً آگاہ ہو جائے گا اور شمال سے بھی یقیناً ہمیں دریا کو عبور نہیں کرنے دے گا اور اس پر قابو پانے کے لئے ہی ایک تجویز ہے اور اس طرح کہ تھوڑی دیر بعد اپنی رسد گاہ کے سامنے ان گنت الاؤ جلا دیئے جائیں، خیمے نصب نہ کئے جائیں۔ جو تھوڑے بہت خیمے نصب ہو چکے ہیں جن میں زیادہ تر کھانے پینے کی اشیاء رکھنے کے ہیں وہ سب عشاء کی نماز کے بعد لپیٹ سمیٹ دیئے جائیں۔ اس کے بعد لشکر بڑی آہستگی اور رازداری کے ساتھ شمال کی طرف کوچ کرے گا۔ کوچ کرنے سے پہلے آگ کے جو الاؤ ہمارے پڑاؤ کے سامنے روشن ہوں گے ان کے اندر خوب لکڑیاں ڈال دی جائیں تاکہ وہ کافی دیر جلتے رہیں۔ چنانچہ آگ کے وہ الاؤ جب جلتے رہیں گے تو دریا کے اس پار دشمن کا لشکر بیٹھا ہوا ہے، اس کے وہ لشکری جو پہرہ دے رہے ہیں وہ یقیناً یہی خیال کریں گے کہ چونکہ آگ کے الاؤ جل رہے ہیں لہٰذا مسلمانوں نے اپنے لشکر کے ساتھ یہیں قیام کیا ہوا ہے جبکہ ہم خوب شمال کی طرف جا چکے ہوں گے اور وہیں سے دریا کو عبور کر کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ دشمن کے سامنے آکر اس پر ضرب لگانے کی کوشش کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود رکا، کچھ سوچا، پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میں نے جو کہنا تھا، وہ کہہ چکا۔ اب تم لوگوں میں سے اگر کسی کے پاس کوئی اس سے بہتر تجویز ہو یا اس میں کوئی ایسی تبدیلی کرنا چاہے کہ جو ہمارے لئے مفید ہو تو اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو؟"

کچھ دیر تک گہری خاموشی طاری رہی، یہاں تک کہ امیر ایاز سب کی نمائندگی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! جو کچھ آپ نے کہا ہے، ہمارے لئے یہی حرفِ آخر ہے۔ یہ جو سارے سالار اس وقت خاموش بیٹھے ہیں تو ان کی خاموشی اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ وہ بخوشی آپ کی اس تجویز کو قبول اور منظور کرتے ہیں اور اسی پر ہی

Marfat.com

عملدرآمد کر کے یقیناً ہم دشمن کو اپنے سامنے سرنگوں کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہ جواب سن کر سلطان مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر اُٹھو۔ لشکر کے کھانے کا اہتمام کرو۔ اس کے بعد کچھ دیر ستانے کا موقع فراہم کیا جائے گا، پھر ہم اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے۔"

سارے سالاروں نے اس سے بھی اتفاق کیا تھا۔ سب اٹھ کر وہاں سے چل دیئے تھے۔

سلطان اُٹھ کر اپنے خیمے میں آیا۔ جب لشکر گاہ میں عشاء کی نماز ہوئی اس نے عشاء کی نماز پڑھی، دوبارہ اپنے خیمے میں آ کر کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، اس کے بعد خیمے کے اندر وہ سربسجود ہوا اور اس کے بعد انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ خداوند قدوس کے حضور دعا مانگتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اے اللہ! تُو ہی مشرق و مغرب میں کائنات کا جمال پھیلاتا ہے۔ خلق کو تُو ہی اس کا عروج، آدم کو تُو ہی اس کا شرف عطا کرنے والا ہے۔ اے دونوں جہاں کے مالک! تُو ہی رات کو سحر کا پیکر عطا کرتا ہے اور گل و لالہ کو رنگ و حُسن عطا کرنے والا ہے۔ تُو ہی آفاق کو زبرجد نکھار، صبا کو اس کی لالہ کاری اور ابرِ نیساں کو تجلی آفرین چمک سے ہمکنار کرتا ہے۔

میرے مالک! مجھے توفیق دے کہ میں بُت کدوں کے اندر تکبیریں بلند کروں۔ میرے اللہ! میں اور میرے لشکری لوح و قلم کے فروغ کی خاطر دشمن کے خلاف صناع اور ہنر پیشہ لشکریوں کی طرح حرکت میں آنے کے درپے ہیں۔ میرے اللہ! تیرا ہی نام لے کر ہم نیکی اور خیر سے اجتناب کرتے عناصر کے خلاف شعور کے سنگم پر قضا و قدر کے عناصر کی طرح حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔

میرے اللہ! دریا کے اس پار جہل کا ایک طوفان ہے۔ ایسے لوگ ہیں جو غریب کی کٹیا میں جلتے بجھتے چراغ رات کو تھپیڑے مارتی برفانی آندھیوں کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ میرے اللہ! مجھے اور میرے ساتھیوں کو توفیق دے کہ ہم انجانے سنگِ

Marfat.com

میل کے مسافروں کی طرح اپنے دشمنوں کے دروازوں پر دستک کی دھمک جما کر رکھ دیں۔ صدیوں کی کالی سازشوں کی بربریت پر سات سمندر کے طوفانوں کی طرح چھا جانے کی ہم میں ہمت و استقامت عطا فرما۔

اے اللہ! مجھے اور میرے ساتھیوں کو توفیق دے کہ ہم وقت کی پیاس، فخر و تکبر کے الاؤ جیسے اپنے دشمن کے خلاف اپنی یک جہتی، تنظیم اور عزم و مستقل مزاجی کے ساتھ حاوی ہونے میں کامیاب ہو جائیں۔

اے اللہ! تُو بڑا مہربان ہے۔ ہم تیرے عاجز خواستگار بندے ہیں۔ تیرے علاوہ نہ کسی کو معبود مانتے ہیں نہ تیرے علاوہ اور کوئی خالق و مالک ہے۔ نہ ہی تیرے علاوہ ہم کسی کی بندگی اور عبادت کرتے ہیں۔ لہٰذا تیرے ہی حضور میری یہ گزارش ہے کہ میرے اللہ! میرے مولیٰ! دشمن کے مقابلے میں ہمیں کامیابی اور کامرانی عطا فرما۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود غزنوی سجدہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہیں بیٹھ کر وہ خداوند قدوس کی تسبیح اور تحلیل میں مصروف ہو گیا تھا۔

رات کا جب کچھ حصہ گزر گیا تب سلطان کے حکم پر آگ کے جلتے الاؤ کے اندر مزید لکڑیاں ڈال دی گئیں جس کے بعد وہ الاؤ پہلے کی نسبت مزید بھڑک اٹھے اور پھر اس کے بعد چند خیمے جو پڑاؤ میں نصب کیے جا چکے تھے، انہیں سمیٹ اور لپیٹ دیا گیا، پھر بغیر کوئی آواز پیدا کیے سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارے کنارے شمال کی طرف کوچ کیا تھا۔

یہاں تک کہ سلطان اس جگہ پہنچا جہاں اس کے مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ وہاں سے دریا کو عبور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سلطان نے وہاں سے بلا جھجک دریائے جمنا کو اپنے لشکر کے ساتھ عبور کر لیا۔ اس کے بعد سلطان پلٹا اور بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھا تھا اور جس وقت صبح کا سورج طلوع ہونے کے درپے تھا سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارے پہلے سے پڑاؤ کیے دشمن کے سامنے اپنا پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

دوسری طرف مختلف راجاؤں کے متحدہ لشکر نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا

Marfat.com

سلطان تو اچانک دریائے جمنا کو عبور کر کے ان کے سامنے پڑاؤ کر گیا ہے تب ان کے پاؤں تلے سے زمین کھسک کر رہ گئی۔ وہ یہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ راتوں رات سلطان اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو عبور کر لے گا اور انہیں خبر تک نہ ہو گی۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ سلطان کے پڑاؤ کے سامنے دریا کے دوسرے کنارے جو آگ کے الاؤ روشن کئے گئے تھے وہ پہلے کی طرح روشن تھے۔ اور اب جبکہ صبح ہونے والی تھی تو آگ کے وہ الاؤ بھی آہستہ آہستہ ماند پڑنا شروع ہو گئے تھے۔

ہندوستان کے راجاؤں کے اس متحدہ لشکر کو یہ حیرت بھی ہو رہی تھی کہ آخر سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے جمنا کو کیسے اور کہاں سے پار کر لیا تھا۔ لیکن اب ایسی باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اب تو سلطان محمود غزنوی دریائے جمنا کو عبور کر کے چونکہ ان کے سامنے پڑاؤ کر گیا تھا لہٰذا راجاؤں کے متحدہ لشکر کو اس موقع پر اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے تھے۔ لیکن جب انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ مسلمانوں کا سلطان محمود جو لشکر لے کر آیا ہے اس کے مقابلے میں ان کے پاس اس سے کئی گنا بڑا لشکر ہے چنانچہ اس عددی فوقیت کی بنا پر انہیں کچھ حوصلہ ہوا لہٰذا ان کے لشکر کے اندر بھاگ دوڑ مچنے کے علاوہ بڑے بڑے طبل بڑی خوف ناک آوازوں کے ساتھ بج اٹھے تھے۔ ایسے میں ایک بار پھر سلطان محمود غزنوی نے دشمن پر ضرب لگانے کے لئے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے سالار سلطان کے خیمے میں جمع ہو گئے تب سلطان نے انہیں کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز ساتھیو! خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر کہ ہم بڑی عافیت اور بڑے تحفظ کے ساتھ دریائے جمنا کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اب دشمن کا ہم سے ٹکراؤ ہو گا اور اس سے ٹکرانے کے لئے ہمیں کیا طریقۂ کار عمل میں لانا ہے، اس کی تفصیل میں تم سے کہتا ہوں اور سب اسی پر عمل کریں گے۔

پہلی بات یہ کہ دشمن کے لشکر کی تعداد ہم سے کئی گنا زیادہ ہے۔ لہٰذا میں تم لوگوں پر انکشاف کروں کہ راجاؤں کا یہ متحدہ لشکر ہم پر حملہ آور ہونے میں پہل کرے

Marfat.com

گا اس لئے کہ وہ اپنی طاقت وقوت کے نشے میں چُور ہوں گے۔ چنانچہ ان کی یہ کارروائی یقیناً ہمارے لئے سود مند ہو گی۔ جب وہ ہم پر حملہ آور ہوں گے تب ہم انہیں بتائیں گے کہ ایسے حملے کے نتائج کیا برآمد ہوتے ہیں۔

حسب سابق لشکر کے تین بڑے حصے کئے جائیں گے۔ ایک چھوٹا لشکر پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کیا جائے گا۔ وسطی حصہ میں، میں خود رہوں گا۔ باقی حصوں پر سالار تھوڑی دیر بعد تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ اب جو بات کہنے اور سننے کی ہے، کچھ اس طرح ہے کہ دشمن سے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ٹکرایا جائے گا۔ اس کے بعد میں اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کروں گا کہ مجھ پر زیادہ دباؤ پڑا ہے لہٰذا میں شکست اٹھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا ہوں۔ اس موقع پر دائیں بائیں حصے کے کماندار اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے اور وہ نہ صرف یہ کہ دشمن پر حملہ آور ہوتے رہیں گے بلکہ تھوڑا سا آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اندر کی طرف بھی جانا شروع ہو جائیں گے۔ اس طرح دشمن کے خلاف ایک نیم دائرے کی صورت بن جائے گی۔

میں جب پیچھے ہٹتا چلا جاؤں گا تو دائیں بائیں طرف کے ہمارے دونوں عساکر آپس میں ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے چلے جائیں گے۔ پھر مناسب فاصلے پر جا کر میں رک جاؤں گا۔ اتنی دیر تک دشمن کا ایک خاصا بڑا لشکر اس خلا میں آ جائے گا جو میرے پسپا ہونے سے پیدا ہو گا۔ چنانچہ اب یہ کارروائی کی ابتدا کی جائے گی۔ سامنے کی طرف سے میں حملہ آور ہوں گا، دایاں اور بایاں پہلو دشمن پر ضرب لگائیں گے اور اگر ہم اپنی اس کارگزاری پر صحیح طور پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں فتح ہماری ہو گی اور جب یہ کارروائی مکمل ہو جائے گی تب میں پسپائی بند کر کے جوابی حملہ کروں گا۔ اتنی دیر تک ہمارے لشکر کے دائیں بائیں پہلو بھی چونکہ اندر کی طرف جھک آئیں گے لہٰذا دشمن کے لشکر کے خلاف ایک نیم دائرے کی صورت اختیار کر لیں گے اور وہ بھی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں ہماری فتح یقینی ہو گی اور دشمن کی ان گنت سپاہ کو کاٹ کر ہم ان کی تعداد اس قدر کم کر دیں گے کہ آنے والے دور میں

Marfat.com

ہمارے لئے خطرے کا باعث نہ بنیں۔"

سلطان کی اس تجویز پر سب نے اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان سمیت سب سالار اٹھ کھڑے ہوئے۔ چونکہ دشمن اپنی صفیں درست کرنے لگا تھا، اس بنا پر سلطان اور اس کے سالاروں نے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے لشکر کا جائزہ لیا، پھر وہ اپنے اپنے حصہ کے لشکر کے سامنے مستعد اور استوار ہو گئے تھے۔

جس وقت راجہ نندا اور اس کے حمایتی راجاؤں کا لشکر مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے اپنی آخری تیاریوں میں مصروف تھا اس وقت سلطان اپنے لشکر کے وسطی حصہ کے سامنے بڑے انہماک اور غائر نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس موقع پر سلطان نے کچھ سوچا، پھر اس کا سر اپنے گھوڑے کے ہنے پر جھک گیا تھا۔ ساتھ ہی اس کی بڑی عاجزی اور انکساری میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ خداوند قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی دعا مانگ رہا تھا۔ اپنی کپکپاتی اور لرزتی آواز میں سلطان کہہ رہا تھا۔

"اے خدائے محترم! اس کائنات میں کھولتے بھنور کی گونجیں، یہ آتش بکف سورج، یہ اُجالوں کے سرور بکھیرتا چاند، یہ انجم و کہکشاں کی روشنی سب تیرے ہی حکم سے رواں دواں ہیں۔ اے کائنات کے مالک! تُو نہ چاہے تو بہتے وقت کے گرداب میں بھاگتا دوڑتا دن رک جائے۔ تُو نہ چاہے تو اے میرے مالک! پرنالوں کی طرح بہتا رات کا اندھیرا منجمد ہو جائے۔ تُو نہ چاہے تو میرے اللہ! انگڑائیاں لیتا یہ کھولتا بحر خشک بنجر زمین کی صورت اختیار کر جائے۔ میرے اللہ! ہم بھی تیرے حکم کے تابع ہیں۔ تیرے فرمانبردار، تیرے عبادت گزار ہیں۔ حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے دشمن کے مقابلے میں میرے مالک! میں تجھ سے ہی مدد اور اعانت کی التماس کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہماری مدد فرما۔ اے اللہ! امتحان کی اس گھڑی میں ہم تیری مدد اور نصرت کے خواہاں ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی سلطان نے اپنا سر اُٹھایا، اُس کی چھاتی تن گئی تھی۔ آنکھوں

Marfat.com

کے اندر ایک قہرمانی انگڑائیاں لینے لگی تھی۔ اس موقع پر راجہ نندا اور اس کے حمایتی اور حلیف راجاؤں نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ چنانچہ اپنے لشکر کو انہوں نے آگے بڑھایا اور اس کے بعد وہ سلطان کے لشکر پر اسم و جسم، نبض و نفس میں ادبار کا انتشار پیدا کرتے مستی میں جھاگ اُڑاتے تند گام طوفانوں، خون پیتی یورشوں اور کرم خوردہ ہنگاموں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سب سے پہلے سلطان نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ پہلے حسب عادت اس نے اور اس کے لشکریوں نے خوف ناک اور ہولناک انداز میں تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ اس طرح اپنے کام کی ابتدا کی جیسے کوئی انمول خزانوں کے تجسس میں اَن گنت مخفی حروف کو جلی الفاظ میں ڈھالنے پر مجبور کرنے کے لئے سمندر کی طرح چیخ چلا اُٹھا ہو۔ ساتھ ہی سلطان نے قرن ہا قرن سے منتظر موجوں کے تلاطم آشنا طوفانوں، امن و آشتی کی رِدا اُتار کر بے روک جوالا مکھی کی طرح دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ اس کے لشکر کا دایاں پہلو بھی حرکت میں آیا اور وہ بھی راجاؤں کے متحدہ لشکر کے سر پر موت بن کر کھیل جانے والی جلتی تقدیر، پرت در پرت خون بکھیرتی قضا، شام سے لپٹ کر روتی بربادیوں میں ارادوں کی اتھاہ سنگینیوں اور تکبیروں کی آوازوں کی ہولناکی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ دائیں پہلو کا یہ حملہ انتہائی ہولناک تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں انہوں نے دشمن کے لشکر کو تھوڑا سا اس طرح پیچھے دھکیلا تھا جیسے وہ زمین کے لعل و مرجان بننے والے نوجوانوں کو لامحدود پیاسے صحرا میں لحوں کی طرح اُڑانے کی کارروائی کی ابتدا کرنا چاہتے ہوں اور اس کے بعد ہر آنے والے کی حالت دھیمے دھیمے سلگتی چوب، شام کی بے نوائیوں اور محدودیت کا شکار ضمیر کی سی کرنا شروع کر دی تھی۔

دائیں حصہ کے ساتھ ہی ساتھ سلطان کے لشکر کا بایاں حصہ بھی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا۔ پھر وہ منہ چڑاتے لہو کو انگارہ کرتے انہماک بھرے قیامت خیز جبر، موسموں کی سختیوں میں گرم ہواؤں تک کو اُدھیڑتی سلگتی خوف ناک دوپہر کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے سامنے آنے والے دشمن کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی

Marfat.com

سے پتھریلی مسافتوں کے مسافروں، کالے قہر میں پھنسے تشنہ جنوں کی سی کرنا شروع کر دی تھی۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا، اس کے بعد سلطان محمود غزنوی اور اس کے سارے سالاروں نے اپنے حملوں میں ٹھہراؤ پیدا کر لیا تھا۔ پہلے جو تیزی تھی، اسے ختم کر دیا۔ اس کے بعد سلطان نے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تھا جبکہ اس کے لشکر کے دائیں بائیں کے دونوں پہلوؤں نے تھوڑا سا آگے بڑھتے ہوئے ایک طرح کا نیم دائرہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

راجہ نندا اور اس کے حمایتیوں نے جب دیکھا کہ سلطان پسپا ہونا شروع ہو گیا ہے تو ان کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

اس سے پہلے ان کی جس قدر جنگیں سلطان محمود کے ساتھ ہوئی تھیں ان سب میں سلطان نے انہیں شکستِ فاش دی تھی اور انہیں پسپا ہونا پڑا تھا۔ اب جو انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا سلطان ان کے مقابلے میں پسپا ہو رہا ہے تو انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں چونکہ ان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہے لہٰذا مسلمان اور ان کا سلطان ہمارے حملوں کے دباؤ کو برداشت نہیں کر سکے، لہٰذا پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

راجہ نندا اور اس کے حمایتی راجاؤں نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ شروع میں مسلمان بڑے زوردار انداز میں حملہ آور ہوئے تھے اور ان کے لشکر کو انہوں نے خاصا نقصان بھی پہنچایا تھا لیکن بعد میں ان کے حملوں میں کسی قدر دھیما پن اور کمزوری کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ یہ صورتِ حال شاید ان کی پسپائی کا باعث بن گئی ہے۔

چنانچہ اسی ظن و گمان اور انہی تخمینوں کے تحت وہ آگے بڑھنا شروع ہوئے۔ اب انہوں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ تیزی سے آگے بڑھ کر پہلے مسلمانوں کے وسطی حصے کو تباہ اور برباد کر کے ان کے سلطان کا خاتمہ کریں، اس کے بعد دائیں بائیں کے جو مسلمانوں کے لشکر کے پہلو ہیں ان سے نمٹنا ان کے لئے آسان ہو جائے گا۔

اس بنا پر وہ آگے بڑھے، ہاتھیوں کو اپنے آگے آگے رکھا تا کہ دشمن کے لشکر کے اندر ایک ہلچل، ایک افراتفری برپا کر کے رکھ دیں۔ اور اس کے پیچھے نیزہ بردار، تیر انداز

Marfat.com

اور تیغ زن بے پناہ خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھے تھے۔ شاید یہ خبر ان کے لئے حوصلہ افزا تھی کہ مسلمان ان کے مقابلے میں پسپا ہوئے ہیں اور اب انہیں شکست دینا اتنا مشکل نہیں ہے۔

چنانچہ اپنے انہی ارادوں اور انہی ظن و گمان کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے پہلے ہاتھیوں کو آگے رکھتے ہوئے مسلمانوں پر ضرب لگانا چاہی لیکن راجہ نندا اور اس کے حلیفوں کی بدقسمتی کہ جونہی یہ ہاتھی آگے بڑھے سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے دائیں بائیں حصوں میں جو تیر انداز تھے انہوں نے ان ہاتھیوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس لئے کہ ان ہاتھیوں سے نمٹنے کے لئے پہلے ہی سے منصوبہ بندی کی جا چکی تھی۔ چنانچہ جب وہ ہاتھی آگے بڑھے، تب ان پر ایسی زوردار اور موسلا دھار بارش قسم کی تیراندازی ہوئی کہ ہاتھی چھد کر رہ گئے۔ آگے بڑھ کر مسلمانوں کے لشکر کو نقصان پہنچانے کے بجائے وہ پلٹ پڑے۔ اس صورتِ حال سے راجہ مستعد ہو گئے لہٰذا انہوں نے پلٹنے والے ہاتھیوں کو راستہ دیا اور مہاوتوں کو حکم دیا کہ وہ ان ہاتھیوں کو پشتی حصہ کی طرف لے جائیں۔ اس کے بعد وہ سلطان کے لشکر کے خلاف مزید کارروائی کرنا چاہتے تھے کہ سلطان نے اپنی طرف سے کارروائی شروع کر دی۔ اس لئے کہ سلطان نے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ جہاں تک پسپا ہونا تھا، ہو چکا تھا اور اب صورتِ حال یہ سامنے آئی تھی کہ ان راجاؤں کے متحدہ لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ کافی آگے بڑھ آیا تھا اور اس حصہ کے سامنے سلطان خود تھا اور دائیں بائیں سے سلطان کے لشکر کے دونوں پہلوؤں نے انہیں گھیر لیا تھا۔ چنانچہ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے سلطان محمود غزنوی اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ سمندر کی بے اتھاہ گہرائیوں سے غیظ و غضب کے نہاں لمحوں، بین کرتی خون آشامیوں اور ہست کو نابود کرتی آندھیوں کی طرح پسپائی ختم کر کے آگے بڑھا۔ اس کے بعد وہ راجاؤں کے متحدہ لشکر پر گردِ ہستی کے خوابوں، سرابوں پر تپتی صدیوں کی خوفناک آوازوں، زمین کو روندتے، ذرّوں کو پامال کرتے تند آندھیوں کے دمساز محرم بگولوں، راستوں کی لہولہان اور جسموں میں خون کی حدت بڑھاتی دہکتی آگ کی چنگاریوں اور تاریخ کی آنکھوں تک کو چندھیا دینے والے برق و شرر کے بے امان رقص کی طرح حملہ آور

Marfat.com

ہوا تھا۔

سلطان محمود غزنوی کا یہ حملہ بڑا خوف ناک اور انتہائی جان لیوا تھا۔ اس کے اس خوف ناک حملے کے باعث دشمن کے لشکر کے اندر دہکتے عزائم کی سسکاریاں، سوچوں کی خونی لکیریں، تپتے ہونٹوں کی تشنگیاں اور خونی لفظوں کے خنجر کی سی کیفیت طاری ہونا شروع ہوگئی تھی۔

اسی کے ساتھ سلطان کے لشکر کا دایاں پہلو بھی حرکت میں آیا، آگے بڑھا اور وہ بھی دشمن پر سناٹوں کے سمندر میں آندھیوں کی طرح اٹھتی قرنوں کی آوازوں، ہجر و فراق پھیلاتی نالہ و ماتم کھڑا کرتی ہیجان آفرین شدید ترین نفرت اور خوابوں کی تعبیروں تک کو ادھیڑ دیتی خون فشاں تلواروں کے رقص کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دائیں پہلو کے ساتھ ہی بایاں پہلو بھی اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا اور اس نے بھی دشمن کے لشکر پر وقت کے ہولناک دشت میں سماعت اور بصارت پر محرومی کی مہریں لگاتے حشر کے رقص، بادلوں کی گرج، آندھیوں کے شور اور جسموں کی چاردیواری میں خوف و نا اُمیدی اور تلخی بھرتی لہروں اور فطرت کے دامن میں انگڑائیاں لیتے طوفانوں کے عذابوں، قلب و نظر کو خوف زدہ کرتے خدشات کے گرداب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح ایک بار پھر سلطان کا پورا لشکر راجاؤں کے متحدہ لشکر پر حملہ آور ہوا تھا اور اس موقع پر سلطان نے جو اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر اپنے لشکر کا ایک حصہ مقرر کیا تھا وہ بھی اس کے سالار کی سرکردگی میں سلطان کے لشکر کے حصہ سے آن ملا تھا۔ اس طرح سلطان کے لشکر کو مزید تقویت ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد راجہ نندا نے یہ اندازہ لگا لیا کہ اب اُسے اپنے سامنے شکست صاف دکھائی دے رہی ہے۔ لہٰذا اسے خدشہ پیدا ہوا کہ اگر پسپا ہونے، بھاگنے، فرار اختیار کرنے میں زیادہ دیر کی تو ہوسکتا ہے کہ سلطان کا لشکر انہیں چاروں طرف سے گھیر لے۔ اس لئے کہ ان کے لشکر کا جو حصہ کافی آگے بڑھ گیا تھا اسے تو سلطان کے لشکر کے تینوں حصوں نے ایک طرح سے گھیر کر اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور اب سلطان اور اس کے لشکر کے دوسرے حصے آگے بڑھ کر بڑی تیزی سے

Marfat.com

راجاؤں کے متحدہ لشکر کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے راجہ نندا فوراً حرکت میں آیا۔ اپنے حصہ کے لشکر کو اس نے سمیٹا اور دریائے گنگا کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرے راجہ بھی جدھر کسی کا منہ اُٹھا اپنی جان بچانے کو بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اور پھر یہ سارے راجہ چکر لگاتے ہوئے کالنجر کے راجہ نندا کے پیچھے پیچھے دریائے گنگا کے اس پار ہو لئے تھے۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی کو جب خبر ہوئی کہ سارے راجہ اپنے لشکر کو لے کر دریائے گنگا کے اس پار چلے گئے ہیں اور متحد ہو کر ایک بہت بڑی طاقت کی صورت میں اس کے سامنے آنا چاہتے ہیں تو اس نے بڑی برق رفتاری کے ساتھ پیش قدمی کی اور دریائے گنگا کو عبور کرنے کے بعد جن کھلے میدانوں کے اندر دشمن قیام کئے ہوئے تھے، وہاں اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ راجہ نندا اور اس کے حمایتیوں نے بڑی سوچ بچار کے بعد ایک بار سلطان محمود غزنوی کو اپنے سامنے زیر کرنے کے لئے ایک عمدہ منصوبہ بندی کی تھی اور وہ یہ کہ انہوں نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا اور تین مختلف سمتوں میں انہوں نے سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے پڑاؤ کر لیا تھا۔ سامنے کی طرف ہندوستان کے متحدہ لشکروں کا پڑاؤ تھا، بائیں جانب دریائے گنگا سے ذرا دور راجہ نندا اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا اور حیرت کی بات یہ کہ اس موقع پر لاہور کا راجہ بھی اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ راجہ نندا سے آن ملا تھا اور دائیں جانب قنوج کا نیا راجہ ترلوچن پال اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔

چنانچہ سلطان کے آتے ہی دشمن قوتوں نے سلطان سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔ پہلے انہوں نے انفرادی مقابلے کی ابتدا کی اور اپنا ایک عمدہ اور نہایت ہنرمند تیغ زن میدان میں اتارا اور اس نے میدان کے وسطی حصہ میں آنے کے بعد عبداللہ قراتگین کا نام لے کر اسے مقابلہ کی دعوت دی۔

ایسا شاید سارے متحدہ راجہ اس لئے کرنا چاہتے تھے کہ عبداللہ قراتگین نے اس

Marfat.com

سے پہلے مختلف راجاؤں کے راجکماروں کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا لہٰذا وہ لوگ اس کے دشمن ہو چکے تھے اور کسی نہ کسی صورت میں اُسے نقصان پہنچا کر اپنے مرنے والے راجکماروں کا انتقام لینا چاہتے تھے۔

چنانچہ جب آنے والے نے عبداللہ قراتگین کا نام لے کر مقابلے کی دعوت دی، اس موقع پر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا عبداللہ قراتگین سلطان کے پاس آیا، انفرادی مقابلے پر اُترنے کی اجازت لی جس پر سلطان نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دی۔ عبداللہ قراتگین مسکرایا، اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی اور میدان کے وسطی حصہ کی طرف بڑھا تھا۔

ایسے میں مسلمانوں کے پڑاؤ کے اندر بھی بڑی ہلچل موجود تھی اور عورتیں اپنے آپ کو تلواروں سے مسلح کرنے کے بعد پڑاؤ میں اِدھر اُدھر پڑاؤ کی حفاظت کے لئے چکر لگانے لگی تھیں۔

عورتوں کا ایک گروہ جس وقت عبداللہ قراتگین کے خیمے کے باہر سے گزرنے لگا تو انہوں نے دیکھا، کوشل سجدے میں گر کر انتہائی عاجزی و انکساری اور تقریباً روتے ہوئے انفرادی مقابلے میں عبداللہ قراتگین کی کامیابی اور فتح مندی کے لئے دعا مانگ رہی تھی۔ بیچ بیچ میں سسک بھی رہی تھی۔

یہ ساری صورتِ حال دیکھتے ہوئے ایک عورت اپنی ساتھی عورتوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اس کو کہتے ہیں انقلابِ زمانہ۔ خداوندِ قدوس کا یہ جہاں بھی عجیب ہے۔ کوشل نام کی یہ لڑکی کبھی امیر عبداللہ قراتگین کی بدترین دشمن تھی اور اس کے قتل کے درپے تھی اور اب ایسا انقلاب ہوا کہ اس کی طرف غور سے دیکھو، مصلے پر گری ہوئی ہے اور رو رو کر عبداللہ قراتگین کی کامیابی اور اس کی فتح مندی کے لئے بڑی عاجزی اور انکساری سے دعائیں مانگ رہی ہے۔''

ساری عورتوں نے کوشل سے متاثر ہو کر اس عورت کے ان خیالات کی تائید کی تھی۔ پھر وہ مسلح عورتیں پڑاؤ کی حفاظت کی خاطر چکر لگاتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھیں۔

Marfat.com

عبداللہ قراتگین اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا جب میدان کے وسطی حصہ میں انفرادی مقابلہ میں اُترنے والے کے سامنے گیا، تب وہ دیو پیکر انسان جو انفرادی مقابلہ کے لئے اُترا تھا، بڑے غور سے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھنے لگا، پھر عبداللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرا نام سوم دیو ہے اور تم یقیناً سلطان محمود غزنوی کے سالار عبداللہ قراتگین ہو۔''

اس پر عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''جب تم نے عبداللہ قراتگین کو انفرادی مقابلہ کی دعوت دی ہے تو پھر وہی تمہارے مقابلہ پر اُترے گا۔ میں ہی عبداللہ قراتگین ہوں۔''

جواب میں اس نے ایک ہلکا ہلکا لیکن بڑا مکروہ قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

''اس سے پہلے کوئی تم سے انتقام نہیں لے سکا........ میں تم سے پوچھتا ہوں کیا بھٹنڈا کے دونوں راجاؤں، لاہور کے راجہ جے پال کے ایک سورما، اس کے علاوہ گکھڑ قوم کے سالار کو تُو نے ہی انفرادی مقابلہ میں زیر کر کے ان کی گردن کاٹی تھی؟''

اس موقع پر عبداللہ قراتگین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''تیرا کہا درست ہے۔ لیکن اس میں تُو ایک اضافہ کرنا بھول گیا۔''

''کیسا اضافہ؟'' سوم دیو نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

جواب میں عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''تُو نے بھٹنڈا کے راجکماروں کے علاوہ لاہور کے راجکمار، پھر کھکروں کے سالار اعلیٰ نندی وردن کا ذکر کیا۔ ان کے علاوہ بھی اب ایک شکار ہے۔''

''وہ کون سا؟'' سوم دیو نے پوچھا۔

اس پر اپنی تلوار اس کی طرف لہراتے ہوئے عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''وہ تم ہو۔ ان چاروں کا خاتمہ کر کے اب تُو نے انفرادی مقابلے کا یہ میدان سجایا ہے تو میرے ہاتھوں انفرادی مقابلہ میں مرنے والوں میں پانچواں نمبر تمہارا ہو گا۔ سوم دیو! کسی وہم و گمان میں نہ رہنا، اس لئے کہ........''

Marfat.com

سوم دیو نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا، پھر عبداللہ قراتگین کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔

''تیری بھول، تیری غلط فہمی ہے۔ میں تو اپنے مدِ مقابل کی روح زخمی، جسم گھائل کر کے رکھ دیتا ہوں اور اس کی حالت سوکھے پتوں، ٹوٹے آئینوں سے بھی ہولناک بناتا ہوں۔ سن وقت گزیدہ انسان! جب تُو میرے ساتھ ٹکرائے گا، تب تیری زندگی کے محور کو میں بے منظر و بے وقعت کروں گا۔ تیری حالت بھڑکتی آگ کے غضب میں بے وارثی کی شام، کھوئی پرواز کے متلاشی طیور اور دیارِ وقت میں فنا کے ہاتھوں شام کے لمحوں میں ناتواں زرد پتوں کی سی بنا کر رکھوں گا۔''

سوم دیو کے ان الفاظ کے جواب میں ایک غائر نگاہ عبداللہ قراتگین نے اس پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''سن سوم دیو! یہ تو وقت بتائے گا۔ جب ہم دونوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں گی، تب ہی فیصلہ ہوگا کہ لفظوں سے محروم نطق اور تذلیل و بے چارگی کی وراثت کس کے مقدر میں آتی ہے۔ سُوم دیو! ایک بات یاد رکھنا، جب میں جبرِ مسلسل کے حصار میں اندھی ہواؤں کی سرسراہٹوں کی طرح تم پر وارد ہوں گا تب تمہاری حالت میرے ہاتھوں بے آواز الفاظ، لاسمت جذبوں سے بھی زیادہ ابتر ہو کر رہے گی۔''

عبداللہ قراتگین کے ان الفاظ پر سوم دیو زیادہ برہمی کا شکار ہو گیا تھا۔ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عبداللہ قراتگین نے اسے مخاطب کیا۔

''اب لاف و گزاف کے سلسلے میں مزید کچھ مت کہنا۔ آ! مقابلہ کی ابتدا کریں اور پھر دیکھتے ہیں، کون لفظوں سے مجروح نطق اور ناتواں زرد پتوں سا ہوتا ہے اور کون کس کو سوچوں کی خونی لکیروں اور تپتے ہونٹوں کی تشنگی جیسا بنا کر رکھتا ہے۔''

سوم دیو نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور عبداللہ قراتگین پر وہ مجنونانہ جستجو میں آگ اور آہن کے کھیل، مقدر کی راہوں پر نزول کرتی وقت کی بے رحم خونی چٹانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے عبداللہ قراتگین بھی آتش فشاں کے کرب وجدان

Marfat.com

کی نئی اداؤں، ایمان کی تازہ صداؤں اور دریدہ دہن کر دینے والے خونخوار عناصر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک دونوں بڑے خوف ناک انداز میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے۔ آخر کار وقت کی آنکھ، دیکھنے والوں کی بصارت نے دیکھا، سوم دیو پر تھکاوٹ کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس کی تلوار کو حرکت میں لانے کی رفتار سست پڑ گئی تھی۔ اسی بنا پر جب ایک موقع پر عبداللہ قراتکین نے اس پر خوف ناک وار کیا تو اسے روکنے میں سوم دیو نے جب سستی کا مظاہرہ کیا تو عبداللہ قراتکین نے دوسرا وار کیا اور سوم دیو کو اس نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ سوم دیو نے ایک ہولناک چیخ بلند کی، پھر لاش کی صورت میں وہ اپنے گھوڑے سے گر کر دم توڑ گیا تھا۔

عبداللہ قراتکین اپنے لشکر میں واپس آ گیا تھا۔ اس کے بعد اجتماعی جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے دشمن کے لشکر میں بڑے بڑے طبل بج اُٹھے تھے۔ چنانچہ سلطان نے سب سے پہلے اپنے سالاروں کے ساتھ اپنی جنگی منصوبہ بندی طے کی۔ سارے مسلمان سالاروں کو پتہ تھا کہ دشمن تین اطراف سے ان پر حملہ آور ہو گا۔ لہٰذا تینوں اطراف سے ان کا دفاع کرنا ہو گا۔ طے یہ پایا تھا کہ پورے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ تین حصے دشمن کے تین مختلف حصوں سے ٹکرائیں گے اور چوتھا حصہ بالکل تیار رہے گا۔ اپنے لشکر کے جس حصہ میں بھی وہ کمزوری کے آثار دیکھے گا، اس کی مدد کو پہنچے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ پہلے سارے کا سارا لشکر اکٹھا رہے گا اور پسپا ہونے والے دشمن پر ضرب لگائے گا اور جب کالنجر کا راجہ نندا اور قنوج کا نیا راجہ حملہ آور ہوں گے تو سلطان کے لشکر کے دائیں اور بائیں پہلو کے کماندار ان سے ٹکرا جائیں گے۔

چنانچہ یہ سارے فیصلے کرنے کے بعد سلطان بھی اپنے لشکر کے ساتھ تیار ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے دشمن کے لشکر کے سامنے والے حصہ نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ وہ آگے بڑھے اور فاصلوں کے دشت میں ہزیمت کے سیاہ عفریت، دلوں کے درد کھڑے کرتی ساعتوں کی بے کلی، ہر گرانی کو ارزاں کرتی زمستانی ہواؤں، ٹھٹھرتی عریانیوں اور محرومیوں کی زنجیریں دراز کرتی حسرتوں کی تیز دھوپ کی طرح سلطان

Marfat.com

کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

اس کے ساتھ ہی سلطان نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی۔ دشمن کے سامنے والے حصہ پر وہ ذہنی سراب کھڑے کرتی گرم سورج کی تمازت، چٹانوں کے جگر تک ریزہ ریزہ کر کے ریت کے تودوں میں بھر دینے والے تیز طوفانوں کے جھکڑوں، درد کی صوتی لہروں کو جنم دیتی زوال و انحطاط کی لہروں اور رگ رگ میں چنگاریاں بھرتی خوف ناک بیداریوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

گو اس حملے میں سلطان کے ساتھ اس کے دائیں بائیں کے حصے بھی شامل ہوئے تھے لیکن انہوں نے سامنے والے لشکر پر معمولی سی ضرب لگائی تھی۔ اس لئے کہ ان کی زیادہ توجہ دائیں بائیں سے نمودار ہونے والے کالنجر اور قنوج کے راجاؤں کے لشکر پر تھی۔

چنانچہ سب سے پہلے قنوج کے راجہ کا لشکر بائیں طرف سے حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا۔ اسے دیکھتے ہی سلطان کے لشکر کا دایاں پہلو حرکت میں آیا اور کالنجر کے راجہ نندا پر وہ تحفظ کی پناہ گاہوں میں وقت کو سرنگوں کرتی غموں کی یلغار، خاموشیوں میں ڈوبی چیخوں میں ساعتوں کو فاصلوں میں ڈھالتی خونبار آندھیوں، شب کی تنہائی میں سوچتے ستاروں کو بے نور گزر گاہوں کی دھول میں تبدیل کرتے آتش کے بھڑکتے شعلوں کی طرح کود پڑا تھا۔

اتنی دیر تک بائیں جانب سے قنوج کا راجہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔ لہٰذا سلطان کا بایاں پہلو بھی حرکت میں آیا اور وہ قنوج کے راجہ پر ہر خصومت اور عداوت، ہر رعونت کی ہولناکی کو ندامت انفعال، زعم وظن، گمان و خیال رویاء و خواب میں تبدیل کرنے والے طوفانِ برق و باراں کی ضربتِ قوی طاقت کے مظہر اور کُن کی جلالی قوت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں لشکر کچھ دیر تک ہولناک انداز میں ٹکراتے رہے۔ راجاؤں کو اپنی طرف سے یہ پختہ پکی اُمید تھی کہ ایک تو وہ سلطان پر تین اطراف سے حملہ آور ہوئے ہیں اور اس طرح انہوں نے سلطان کے لشکر کو تین حصوں میں بٹ کر مقابلہ کرنے پر مجبور کیا ہے۔ دوسرے انہوں نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کے لشکر کی تعداد سلطان

Marfat.com

کے لشکر سے بہت زیادہ ہے لہٰذا فتح مندی انہی کی ہوگی۔

لیکن کچھ دیر کی لڑائی کے بعد جنگ کا پانسہ بدلنا شروع ہوگیا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے تیز حملوں کے باعث راجاؤں کے متحدہ لشکر کی حالت بڑی تیزی سے تخلیق کے لمحوں کی کرب خیزی، لہو میں وحشی نغموں کی سرشاری، بنجر زمین میں نمی کی خواہش، کوری آنکھوں میں بے دلی کی لہروں، بچھڑے خوابوں، ادھورے لمحوں، ٹوٹی سانسوں، ذہنی تناؤ، محرومیوں سے لکھے سوالوں اور درد و الم کے نصاب سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہوگئی تھی۔

یہ ایک ہولناک شکست تھی جو سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کے متحدہ راجاؤں کو دریائے گنگا کے کنارے دی تھی۔ آخر شکست اٹھا کر راجہ نندا اور قنوج کے راجہ کے علاوہ لاہور کا راجہ جے پال اور دوسرے چھوٹے بڑے راجہ جو اس متحدہ لشکر میں شامل ہوئے تھے، شکست اٹھا کر کالنجر کے راجہ نندا کے ساتھ ہی ہو لئے تھے۔

شکست اٹھانے کے بعد کالنجر کے راجہ نندا نے اپنے مرکزی شہر کالنجر کا رخ کیا تھا۔ چونکہ اسے گنگا کے کنارے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا لہٰذا اس نے گنگا کو عبور کیا، گنگا کو عبور کرنے کے بعد اس نے جمنا کو بھی عبور کیا، اس کے بعد وہ بڑی تیزی سے اپنے مرکزی شہر کالنجر کی طرف بڑھا تھا۔

کالنجر کو دو بڑی شاہراہیں شمال سے جنوب کی طرف جاتی تھیں۔ ایک شاہراہ پنجاب کے شہر بھیرہ سے شروع ہو کر دریائے چناب کو عبور کر کے پاکپتن، وہاں سے حصار، حصار سے ہانسی، ہانسی سے ریواڑی، ریواڑی سے بھرت پور، بھرت پور سے گوالیار، گوالیار سے کچھ ہوتی ہوئی کالنجر کی طرف جاتی تھی۔

دوسری شاہراہ دریائے جمنا کے کنارے کنارے اوڑیا سے تھانیسر، وہاں سے ہانسی، ہانسی سے دہلی پھر آگے متھرا اور مزید جنوب کی طرف جاتے ہوئے باندہ پہنچ کر اپنا رخ دائیں جانب موڑتے ہوئے کالنجر شہر کی طرف چلی جاتی تھی۔

دریائے گنگا کے کنارے جب سلطان محمود غزنوی نے راجاؤں کے متحدہ لشکر کو شکست دی، تب قنوج کے راجہ نے تو سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی گزشتہ کوتاہیوں اور جرائم کی معافی مانگ لی تھی۔ سلطان نے عفو عام سے کام لیتے ہوئے

Marfat.com

اسے معاف کر دیا اور وہ قنوج کی طرف چلا گیا تھا جبکہ سلطان نے اپنے لشکر کو وہیں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا تا کہ لشکر ستا سکے اور زخمیوں کی دیکھ بھال ہو سکے۔

چنانچہ لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد جب عبداللہ قراتگین اپنے خیمے کے قریب آیا تب خیمے سے باہر اس وقت کوشل لشکر کی بہت سی عورتوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ ایسے میں ایک عورت عبداللہ قراتگین کے پاس آئی اور انتہائی ارادت مندی اور عقیدت میں کہنے لگی۔

''آج آپ نے جو انفرادی مقابلہ کیا ہے اس انفرادی مقابلے میں آپ فتح مند رہے۔ اس فتح میں صرف آپ اکیلے کا ہاتھ نہیں بلکہ اس فتح مندی اور کامیابی میں آپ کی بیوی کوشل کی دعائیں بھی شامل ہیں۔ جس وقت آپ انفرادی مقابلے کے لئے نکلے تھے، یہ بے چاری مصلے پر بیٹھ کر اپنے خیمے کے اندر انتہائی عاجزی سے گڑگڑاتے ہوئے، روتے ہوئے آپ کی کامیابی اور فتح مندی کی دعا مانگتی رہی تھی۔

اس موقع پر مسکراتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے کوشل کی طرف دیکھا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کوشل فوراً بول پڑی۔

''آپ اندر چلیں، میں آپ کا لباس تبدیل کراتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین اپنے خیمے میں داخل ہوا باقی عورتیں بھی اپنے اپنے خیموں کی طرف چلی گئی تھیں۔ عبداللہ کے پیچھے پیچھے کوشل بھی داخل ہوئی۔ جب وہ عبداللہ قراتگین کے سامنے گئی تب عبداللہ قراتگین نے شکر گزاری اور ممنونیت میں اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''مجھے اس بات کی بے حد خوشی اور اطمینان ہے کہ میری اس کامیابی میں جہاں میری تلوار کی ہنرمندی اور میرے خداوند قدوس کی مدد شامل ہے، وہاں تمہاری دعائیں بھی میری فتح مندی اور کامیابی کا حصہ ہیں۔''

عبداللہ قراتگین جب خاموش ہوا تب دھیمے سے لہجے میں کوشل کہنے لگی۔

''اس میں جتانے اور ذکر کرنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ میں آپ کی بیوی ہوں۔ آپ کے دکھ درد اور خوشی و مسرت میں برابر کی شریک ہوں۔ اگر آپ کی کامیابی اور آپ کی فتح مندی کے لئے میں نے دعا نہیں کرنی تو پھر کون کرے گا۔

Marfat.com

آپ میرے جسم کا ایک حصہ ہیں، آپ کی بہتری آپ کی بھلائی آپ کی خوشی آپ کی مسرت کو میں کیسے بھول سکتی ہوں، کیسے فراموش کر سکتی ہوں۔''

جب تک کوشل بولتی رہی، عبداللہ قراتگین مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کوشل کہنے لگی۔

''آپ نے مجھے دوسری ہی باتوں میں لگا دیا۔ چلیں میں آپ کا لباس تبدیل کرواتی ہوں، نہا کر لباس تبدیل کریں۔''

اس پر چپ چاپ عبداللہ قراتگین کوشل کے ساتھ طہارت خانہ کی طرف ہو لیا تھا۔

Marfat.com

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی سے شکست اٹھانے کے بعد کالنجر کا راجہ نندا بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنے مرکزی شہر کالنجر کی طرف بھاگا تھا اور بے کار نہیں بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ گوالیار، کنج، باندہ اور اس کے علاوہ بھرت پور اور باری کے کچھ دستے بھی اس کے لشکر میں آن شامل ہوئے تھے جبکہ گوالیار، کنج اور باندہ کے راجاؤں نے تو کھل کر اس کی مدد کی تھی اور اپنے لشکر کے بڑے بڑے حصے سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ کرنے کے لئے کالنجر کے راجہ نندا کے پاس پہنچا دیئے تھے۔ اس طرح ایک بار پھر کالنجر کے راجہ نندا کے پاس ایک بہت بڑی طاقت اور قوت جمع ہو گئی تھی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس تیاری کے بعد راجہ نندا کے پاس لگ بھگ 36 ہزار سوار، ایک لاکھ پیادے اور 640 جنگی ہاتھی شامل ہو گئے تھے۔ اب راجہ نندا نے یہ فیصلہ کیا کہ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ جنگ اپنے مرکزی شہر کالنجر کے نزدیک نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ سلطان محمود کی راہ روکنے کے لئے اس نے دریائے چنبل کے کناروں کا انتخاب کیا۔ یہ دریا گوالیار اور دھول پور کے درمیان بہتا ہے۔ اس دریا کی سطح دلدلی تھی، اس لئے ہاتھی اور گھوڑے اسے عبور نہ کر سکتے تھے۔ پانی بھی کافی تیز تھا، دریا کی تمام گزرگاہوں پر راجہ نند نے پہرہ بٹھا دیا تھا۔

اسی دریائے چنبل کے کنارے سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا۔ سلطان چاہتا تھا کہ پڑاؤ کرنے کے بعد دریائے چنبل کو عبور کر کے راجہ نندا پر ضرب لگانے کی کوئی تدبیر کی جائے۔

Marfat.com

چند روز تک قیام کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر میں جانوروں کی کھالوں سے مشکیزے تیار کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی اس نے لمبے لمبے رسوں کا اہتمام بھی کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ سب کچھ سلطان دریائے چنبل کو عبور کرنے کی تدبیریں کر رہا تھا۔

پھر ایک گہری رات عشاء کی نماز کے بعد سلطان نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کیا، جس میں چھوٹے بڑے سب ہی سالار شامل تھے۔ جب سب سلطان کے پاس آ گئے، تب سلطان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''عزیز ساتھیو! دریائے چنبل کی جو حالت ہے، اس سے میں بھی آگاہ ہوں اور تمہیں بھی آگاہی ہو چکی ہے۔ اس میں چونکہ دلدل ہے، لہٰذا ہاتھی اور گھوڑے اسے عبور نہیں کر سکتے۔ میں نے اپنے تحت بڑے سالاروں سے مشورہ کیا ہے اور جو تجویز ہم نے اپنے سامنے رکھ کر اس پر اتفاق رائے کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ دو طرح سے دریائے چنبل کو عبور کیا جائے اور دو طرح کے طریقے اپنانے کے لئے گزشتہ کئی دنوں سے ہم نے اس کا اہتمام اور انتظام بھی کرنا شروع کر دیا ہے۔

کافی تعداد میں جانوروں کی کھالوں سے مشکیزے تیار ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ان گنت رسوں کا بھی اہتمام کیا جا چکا ہے۔ جس قدر مشکیزے تیار ہیں، اتنے ہی لشکری ان مشکیزوں کے ذریعے دریائے چنبل کے پار چلے جائیں گے لیکن جس جگہ ہم نے پڑاؤ کیا ہے، یہاں دریائے چنبل کو عبور نہیں کیا جائے گا، نیچے کی سمت جایا جائے گا اور جس جگہ دیکھا جائے گا کہ دریا کو عبور کرنا آسان ہے یا اس کا پاٹ وہاں تنگ ہے تو وہاں سے دریا کو عبور کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اس انداز میں دریا کو عبور کیا جائے گا کہ دریا کے اس پار دشمن قوتوں کو خبر تک نہ ہو کہ رات کے وقت ہم نے دریائے چنبل کو عبور کر لیا ہے۔

چنانچہ ہمارے جو لشکری کھالوں کے بنے ہوئے مشکیزوں کے ذریعہ دریائے چنبل کو عبور کرتے ہوئے دریا کی دوسری سمت جائیں گے، وہ اپنے ساتھ رسوں کا ایک سرا بھی لیتے جائیں گے۔ بہت سے رسے دریائے چنبل کے اس کنارے پر موجود درختوں سے باندھ دیئے جائیں گے اور دوسرے سرے جو مشکیزوں پر دریا کو

Marfat.com

عبور کرنے والے ہمارے لشکری لے کر جائیں گے وہ دریا کے دوسرے کنارے پر موجود درختوں کے ساتھ باندھ دیئے جائیں گے اور انہی رسوں کے ذریعے ہمارے لشکری با آسانی دریائے چنبل کو عبور کرنے کے بعد دوسرے کنارے پر پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چونکہ ہم نیچے کی طرف گئے ہوں گے، لہٰذا دریا کو عبور کرنے کے بعد بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے ہم اوپر آئیں گے اور کالنجر کے راجہ نندا اور اس کے حمایتی راجاؤں کے لشکر کے سامنے اپنا پڑاؤ کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود غزنوی رکا، پھر کہنے لگا۔

"عزیز ساتھیو! جس وقت راجہ نندا اور اس کے دوسرے حلیف ہمیں اپنے لشکر کے ساتھ اپنے سامنے پڑاؤ کرتے دیکھیں گے تو یاد رکھنا، ان کے پاؤں تلے سے زمین کھسک کر رہ جائے گی۔ لشکر میں جس قدر عورتیں اور ہمارا دوسرا سامان ہے وہ دریا کے اسی کنارے رہے گا اور ان کی حفاظت کے لئے لشکر کا ایک حصہ مقرر کر دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں تم لوگوں کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود غزنوی رُکا، پھر بڑے غور سے چند ثانیوں تک اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب میں تم سے پوچھتا ہوں۔ اس تجویز پر تم سے اگر کسی کو کوئی اختلاف ہو تو بولے۔"

سلطان کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا۔ کسی نے بھی کوئی نئی تجویز پیش نہ کی تھی۔ اس پر سلطان نے خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ آدھی رات کے قریب نیچے کی سمت جا کر دریائے چنبل کو عبور کر کے پھر دوسرے کنارے پر اوپر کی سمت کی طرف لوٹ آیا جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی سلطان نے اپنے لشکریوں کو دریا عبور کرنے کی تیاریوں کو آخری شکل دینے کے احکامات جاری کر دیئے تھے۔ اس پر سارے سالار اُٹھ کر سلطان کے پاس سے چلے گئے تھے۔

سالاروں کے جانے کے بعد سلطان نے اپنے خیمے میں نوافل ادا کئے۔ کچھ دیر وہ خداوند قدوس کی تسبیح و تحلیل میں مصروف رہا، اس کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اس

Marfat.com

وقت تک خیمے میں لگے وہ اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اب خیمے کی ایک جگہ کو اس نے ننگا کیا اور زمین کی ننگی پیٹھ پر سجدہ ریز ہونے کے بعد خداوند قدوس کے حضور بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ وہ دعا مانگ رہا تھا۔

''اے خدائے محترم! تیری ہی ذات طاقت کا مظہر ہے۔ تُو ہی موجوداتِ عالم کے تقدیر کے فیصلے کرتا ہے۔ میرے مالک! تیرے کُن کی جلالی قوتیں ہی بادلوں کو نمی، کھیتوں، مرغزاروں کو ہریالی، سمندر کو ٹھنڈے سانسوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ اے اللہ! تیرے ہی حکم سے آسمان سے برستے پانی اور سبزہ زاروں کا تبسم زمین کو نہال کرتا ہے۔ اے اللہ! تیرے کُن کی قوت اور تیری ہنرمندی ادیبوں کے ہر اکھر، شاعروں کے ہر شعر، مصوروں کی ہر نقاشی، موسیقاروں کی ہر لے، معرفت کی ہر درس گاہ، درسِ حکمت، عبادت کدوں کی ہر حکمت سے ماوراء اور نا قابلِ ادراک ہے۔

اے اللہ! تیری ذات پھولوں سے زیادہ لطیف، طوفانوں سے زیادہ شدید ہے۔ اے میرے مالک! میرا ہر قدم، میری ہر منصوبہ بندی تیری خوشنودی، تیری رضامندی کے لئے ہے۔ میرے عزم کی ہر چٹان تیری حمایت ہی سے کڑی اور شدید و سخت ہے۔ اے اللہ! تیری ہی ذات عظمت و سربلندی کی معراج ہے۔ تُو ہی پردیسیوں کا رفیق ہے۔ اے اللہ! تیری ہی طرف سے ہر درسِ صداقت، ہر ذوقِ طلاقت، ہر تدبیر برق شکن ہے۔ اے میرے اللہ! تُو رسولِ عربی کی تقدلیس کے طفیل آنے والی جنگ میں مجھے فتح و نصرت اور فوزمندی سے ہمکنار کرنا۔

اے میرے مالک! عابد کی ہر عبادت، زاہد کی ہر ریاضت، درویش کی ہر تڑپ تیرے لئے ہی محوِ ثنا رہتی ہے۔ اے اللہ! دھوپ کی کرنوں میں نہاں گُل کی بُو باس، بلبل کا ہر سوز، عبادت گزار کی ہر آہِ سحر اپنے اپنے انداز میں تیری ہی تسبیح کرتی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان محمود غزنوی رکا، اس کی آواز بھرّا رہی تھی۔ پھر

Marfat.com

انتہائی کرب میں وہ پھر دعا مانگتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اے اللہ! تیری رضا سے منہ موڑ کر جو خوشی ملے میرے لئے حرام، ضمیر کشی اور حق کشی کے جرم میں جو حاصل ہو وہ بھی مجھ پر حرام۔ میرے مالک! دشمن کی جہالت کے مقابل آگ و خون کے اس کھیل میں مجھے حق فروشوں میں حق نگار بنا۔ اے اللہ! بد طالع اور سیاہ بخت لوگوں، گناہگار انسانوں اور ابلیس کی تخریب و سرتابی میں مجھ ناچیز کو کفن فروشوں میں کفن بدوش بنا۔ میرے مالک! جس طرح خوف ناک طوفان صحرا کے اندر اپنے نقشِ پا کی تخم ریزی کرتے ہیں اس طرح تُو میرے ایمان کے نقوش، میرے وجدان کے سلیقوں کو تازہ اور فکرِ نو سا بنا۔

اے دونوں جہان کے مالک! اس قافلۂ شمس و قمر میں مجھے ہمت و استطاعت دے کہ میں تلاطم بن کر تیری وحدانیت کے فروغ کے لئے کام کروں۔ بت پرستوں کی لوحوں کو ویران، دلوں کو بیابان کرنے کے لئے عقوبت کے چیختے بگولوں کی طرح موت کے دروازوں پر دستک دوں۔ اے خالقِ دو جہاں! اپنے کُن کی جلالی قوت اپنی ذات کی تقدیس کے صدقہ میں اپنے آخری رسولؐ کی رسالت کے صدقہ میں میرے اللہ! آنے والے ٹکراؤ میں مجھے کامیاب اور کامران رکھنا۔"

یہاں تک دعا مانگنے کے بعد سلطان محمود غزنوی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سلطان نے اپنے سالاروں اور اپنے لشکر کے ساتھ دریا کے کنارے کنارے نیچے کی طرف سفر شروع کیا تھا۔ سلطان نے اپنے پڑاؤ کو وہیں رہنے دیا تھا۔ پڑاؤ کے اندر جگہ جگہ روشنیوں کا اہتمام کر دیا گیا تھا تاکہ دوسرے کنارے دشمن کو کوئی شک نہ گزرے اور اپنے لشکر کا ایک حصہ بھی اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کیا تھا۔ چنانچہ نیچے جا کر سلطان نے جہاں دیکھا کہ دریا کا پاٹ کم ہے وہاں سلطان نے مشکیزوں اور رسوں کی مدد سے دریائے چنبل کو عبور کر لیا اور دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ اس کے بعد بڑی تیزی سے پھر اوپر کی طرف سفر کرتے ہوئے سلطان کچھ آگے بڑھا۔ پھر اس نے کالنجر کے راجہ نندا اور اس کے حمایتیوں کے لشکر کے سامنے جا پڑاؤ کیا تھا۔

Marfat.com

راجہ نندا اور اس کے حمایتی اور حلیف بے حد پریشان اور حیرت زدہ تھے کہ مسلمانوں کے سلطان نے کیسے اور کس طرح اور کہاں سے دریائے چنبل کو عبور کر لیا اور اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے آ کر پڑاؤ کر گیا ہے۔ تاہم وہ سنبھلے اور سلطان سے ٹکرانے کا عزم کر لیا۔ اس لئے کہ وہاں سے بھاگ جانا نہ صرف ان کے لئے رسوائی تھا بلکہ اس طرح راجہ نندا کا مرکزی شہر کالنجر بھی خطرے میں پڑ سکتا تھا۔ چنانچہ اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینے کے بعد راجہ نندا اور اس کے حمایتی بدبختی کے غاروں سے نکلتے بدنصیبی کے سایوں، ذلت کی آغوش سے اُٹھتی آہوں کی طوفان خیزیوں، مسموم ہواؤں کی تخم ریزی کرتی حرص و ہوس کی یلغار، منزلوں اور راستوں پر ہیجان خیزیاں کرتے سرخ سیلاب کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سلطان نے بھی اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ پہلے بڑے ہولناک انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد سلطان نے حسب معمول اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ بھی آنکھوں میں تھکن، چہروں پر اُداسی طاری کرتے بت شکن حوصلوں، کالے کوسوں کے پُرہول لمحات طاری کرتے خزاں کے شانوں پر سوار جھکڑوں اور گہرے اوہام کے سایوں میں ساکت پانی میں عکس تک کو فنا کر دینے والے طوفان بدوش لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ ٹکراؤ کافی دیر تک جاری رہا۔ دریائے چنبل کے کنارے راجہ نندا اور اس کے حلیفوں نے ایک طرح سے یہ ٹھان رکھی تھی کہ وہ ہر صورت میں سلطان کو پسپا کریں گے لیکن ان کی ہر تدبیر، ان کی ہر منصوبہ بندی کو سلطان نے ناکام اور نامراد بنا کر رکھ دیا تھا۔ آخر راجہ نندا اور اس کے حلیف راجاؤں نے خود دیکھ لیا کہ سلطان کے مقابلے میں ان کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے تشنہ جراحتوں، گرستہ جذبوں کی اُڑتی جھاگ، ٹوٹی کرنوں، بکھرے زرد پتوں، اُجاڑ کھنڈروں، بے آبرو شجاعت اور سرنگوں شہامت جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ آخر شکست قبول کرتے ہوئے راجہ نندا اور اس کے حلیف کالنجر کی طرف بھاگ گئے۔

سلطان نے راجہ نندا اور اس کے حمایتیوں کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا اور یہاں سے سلطان کو بہت کچھ ملا۔ ہاتھیوں کے علاوہ مال و دولت کی صورت میں بھی سلطان کے

Marfat.com

ہاتھ کافی کچھ لگا۔ اس کے بعد سلطان آگے بڑھ کر کالنجر پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کرنے لگا تھا کہ اسی دوران اس کے مخبر اس کے پاس پہنچے اور انہوں نے یہ اطلاع دی کہ دیر، سوات اور کافرستان میں سلطان کے خلاف بغاوت اُٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ دراصل ان علاقوں کے لوگ وقفہ وقفہ سے نہ صرف سلطان کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچاتے تھے بلکہ سلطان کی طرف آنے جانے والے قافلوں پر حملہ آور ہو کر انہیں لوٹنے کا سلسلہ بھی انہوں نے شروع کر رکھا تھا۔ چنانچہ کالنجر کے راجہ کی خوش قسمتی کہ وقتی طور پر وہ سلطان سے بچ گیا۔ اس لئے کہ سوات، دیر اور دوسرے علاقوں کو درست کرنے کے لئے سلطان تیزی سے پلٹا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس نے ان علاقوں کا رخ کیا تھا۔

Marfat.com

اب سلطان نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ کافرستان، سوات، دیر اور چترال وغیرہ کے معاملات درست کرنے کے بعد ہندوستان میں اپنی ادھوری مہمات کی تکمیل کرے گا۔ لہٰذا پہلے اس نے دیر اور چترال وغیرہ کا رخ کیا۔ سلطان کا خیال تھا کہ جب وہ ایک دو ریاستوں کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا تو دوسرے علاقوں کے لوگ آپ سے آپ اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ چنانچہ اپنے اسی نظریے کے تحت سلطان محمود غزنوی نے دیر کا رخ کیا۔ دیر ایک نوابی ریاست تھی اور یہ 1947ء میں پاکستان میں شامل کی گئی ریاست دیر کم و بیش اس علاقے پر مشتمل تھی جسے پنجکوڑہ اور اس کی معاون ندیاں سیراب کرتی ہیں۔ 1969ء میں سوات، دیر اور چترال کی ریاستیں پاکستان میں مدغن کر کے مالاکنڈ ڈویژن کی تشکیل دی گئی تھی۔ یہ ڈویژن شمال مغربی سرحدی صوبہ کا حصہ ہے۔ دیر کا آخری نواب سلطان محمد شاہ خسرو تھا۔

دیر کے حکمران خاندان کے بانی مُلا الیاس بہ لقب اخوند بابا نے گیارہویں صدی ہجری یعنی سترہویں صدی عیسوی میں فروغ پایا۔ اس کا پوتا غزن خان بن قاسم خان بن طغرل خان 1863ء میں دس ہزار کے ایک لشکر کے ساتھ ایک مہم میں قبائلی لشکروں کے ساتھ شریک ہوا۔ یہ مہم برطانوی ہندوستانی لشکر نے سیّد احمد بریلوی کے مجاہدین کے خلاف شروع کی تھی۔

جب غزن خان نے دیکھا کہ لڑائی کا پلہ انگریزوں کے ہاتھوں میں جھک رہا ہے تو وہ اپنے لشکر کو لے کر واپس چلا گیا۔ غزن خان کے بعد اس کا لڑکا رحمت اللہ

Marfat.com

جانشین ہوا۔ 1884ء میں رحمت اللہ کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا محمد شریف مسند نشین ہوا۔

اس کے عہد میں چترال اور دیر کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ نواب دیر کو شکست ہوئی اور وہ سوات میں پناہ گزین ہوا۔ 1895ء میں محمد شریف برطانوی فوجوں کی مدد سے دیر کو واپس لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ 1897ء میں اسے انگریزوں کی طرف سے نواب کا خطاب ملا۔ وہ انگریزوں کا پکا حلیف تھا۔ اسے 26000 روپے سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔ 1904ء میں اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اورنگ زیب خان تخت نشین ہوا۔

1919ء میں سوات کی ستائی ہوئی رعایا نے میاں گل شراق کے تحت کر کے اورنگ زیب خان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ لیکن 1922ء میں انگریزوں نے مفتوحہ علاقہ اسے واپس دلایا اور 1925ء میں اورنگ زیب خان کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا محمد شاہ جہان خان اس کا جانشین ہوا۔ 1930ء میں شمال مغربی سرحدی صوبہ انگریز حکومت کے خلاف اٹھا تو اس نے اپنے تمام وسائل برطانوی حکومت کو پیش کر دیئے۔ 1930ء ہی میں دیر اور سوات کی موجودہ سرحدوں کی توثیق ہوئی اور صدیوں پرانی عداوتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ 1960ء میں حکومت پاکستان نے محمد شاہ جہان کو سنگین الزامات کی بنا پر معزول کر کے نظر بند کر دیا اور اس کے بیٹے محمد شاہ خسرو کو 9 نومبر 1960ء کو باضابطہ دیر کا نواب بنا دیا۔

جہاں تک چترال کا تعلق ہے تو بقول مؤرخین اس کا رقبہ 4500 مربع میل پر واقع ہے اور یہ علاقہ روس کی سابقہ ریاستوں، افغانستان اور عوامی جمہوریہ چین سے ملا ہوا ہے۔ اس ریاست کا نام اس کے دارالحکومت کے نام پر چترال ہے۔

چینیوں نے پہلی صدی قبل مسیح میں اس علاقے کو فتح کرنے کے بعد چتر کے نام سے موسوم کیا جس کے معنی سبز باغ بیان کیے گئے ہیں۔ بابر نے اپنی تزک بابری میں یہی لفظ شہد کے لئے استعمال کیا ہے۔

چترال کا علاقہ ایک کوہستانی علاقہ ہے جس کی برفانی چوٹیاں اور برفانی تودے ہندوکش کی سرسبز و شاداب وادیوں کے لئے آبپاشی کا ایک دائمی منبع ہیں جن کو کوہ

Marfat.com

ہندوکش کی شاخیں چترال کو کئی کوہستانی علاقوں میں تقسیم کرتی ہیں۔ چترال میں جو دیر اور سوات کے بے نام کوہستانی ہمالیہ اور سلسلہ قراقرم سے چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے بہت سے مشہور درّے اور چوٹیاں ہیں۔

درّہ دوارہ سے جو 14500 فٹ کی بلندی پر ہے، بدخشاں کو راستہ جاتا ہے جو سال میں صرف تین مہینے کھلا رہتا ہے۔ زمانہ قدیم ہی میں یہ درّہ چترال اور وسطی ایشیا کے درمیان کاروانوں کا عام راستہ رہا ہے۔ درّہ باروغل جو وادیٔ یارغون کے اس پار ہے، چین اور روسی ریاستوں کو چترال سے ملاتا ہے اور یہاں کاشغر اور ختن سے قافلے آتے جاتے رہتے ہیں۔

دیگر اہم درّوں میں درّہ شندور اور درّہ لورائی ہیں جن سے بالترتیب گلگت اور دیر کو راستہ جاتا ہے جبکہ درّہ لورائی چترال اور باقی پاکستان کے درمیان آمدورفت کا ذریعہ ہے۔

یہاں کے لوگوں کا ذریعہ گزر بسر زراعت اور پرورشِ حیوانات پر ہے۔ اگرچہ اس علاقے میں معدنیات اور جنگلات کافی ہیں جن سے ابھی تک فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ یہاں پر سُرمہ، کچے لوہے، گندھک اور بلور کے اچھے خاصے ذخیرے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد چترال نے ہر شعبۂ زندگی میں بڑی تیزی سے ترقی کی۔ چترال کی قدیم تاریخ کی بہت کم معلومات ہیں۔ قدیم باشندے بشاجہ کہلاتے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مردم خور ہوا کرتے تھے۔ انہیں پہلی صدی قبل مسیح میں مغلوب کر لیا گیا تھا۔ اس کے بعد چترال کے بارے میں معلومات تاریکی میں ہیں۔

یہاں تک تیسری صدی ہجری یعنی دسویں صدی عیسوی میں جا کر آثارِ قدیمہ کی یہ شہادت ملتی ہے کہ چترال 287ھ یعنی 900 عیسوی میں کابل کے راجہ جے پال کے زیرِ فرمان تھا اور یہاں کے باشندے بدھ مت کے پیروکار تھے۔ چنگیز خان کے بارے میں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے بھی چترال پر حملے کئے۔ اگرچہ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔

چترال کے آخری حکمران خاندان کا بانی ایوب بابا نامی ایک شخص تھا۔ اسے بابر کا

Marfat.com

پوتا بتایا جاتا ہے جو اپنے باپ مرزا کامران کے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد چترال سے نکلا تھا اور اس نے یہاں کے فرمانروا کے ہاں ملازمت کر لی تھی جو خاندانِ رئیسیہ کا شہزادہ تھا۔ بعد میں ایوب کا پوتا صغیر علی حکمران کا منظورِ نظر بن گیا جس نے اسے امیر الامراء مقرر کیا۔ رفتہ رفتہ بڑی قوت حاصل کر لی۔ ہجری 978 میں اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے دو بیٹوں محمد رضا اور محمد بیگ نے اس کی جگہ سنبھالی۔

بعد میں رئیسیہ شہزادے کے انتقال کے بعد محمد رضا چترال کا حکمران بن گیا لیکن جلد ہی اس کے بھتیجوں نے اسے قتل کر دیا کیونکہ اس نے ان کے والد محمد بیگ کے ساتھ زیادتیاں کی تھیں۔ ہجری 993 میں محمد بیگ کے بیٹے محرم شاہ اوّل نے چترال کے رئیسیہ حکمران کو پُر امن طور پر تخت سے اُتار کر بدخشاں بھیج دیا اور خود حکمران بن بیٹھا۔

ہجری 1024 میں محمود بن ناصر رئیسیہ نے ایک بہت بڑے بدخشانی لشکر کے ساتھ چترال پر چڑھائی کر دی۔ اس نے محرم شاہ اوّل کو شکست دی اور چترال سے جلاوطن کر دیا۔ ہجری 1030 میں محرم شاہ اوّل محمود رئیسیہ کو قتل کرنے کے بعد دوبارہ چترال واپس آ گیا۔

1043ء میں اس ملک پر دوبارہ حملہ کیا گیا۔ بعد میں محرم شاہ اوّل کو اپنے لشکر کی غداری کے سبب ملک چھوڑنا پڑا۔ اس کے بیٹے سنگین علی دوئم نے اپنی کھوئی ہوئی ریاست دوبارہ حاصل کرنے سے مایوس ہو کر افغانستان کا رخ کیا جو اس وقت ہندوستان کی مغل حکومت کا ایک حصہ تھا۔

بہادر شاہ اوّل یعنی شاہ عالم کے دورِ حکومت میں سنگین علی دوئم دہلی آ گیا۔ ہجری 1130 میں شاہ عالم کی ملازمت میں آ گیا۔ بادشاہ کی مالی امداد سے وہ اس قدر قابل ہو گیا کہ سوات کے لوگوں کو اپنے لشکر میں بھرتی کر سکے۔ اس طرح اس نے اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس لینے کے لئے طاقت جمع کر لی۔ چنانچہ 1158ھ میں اس کو خاندانِ رئیسیہ کے چند افراد نے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد متعدد کمزور اور ناکارہ حکمران آتے رہے۔ ہجری 1189 میں فرامرز جو محرم شاہ اوّل کا بھتیجا تھا، تخت نشین ہوا۔ ہجری

Marfat.com

1210 میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بھائی تخت پر بیٹھا۔ ہجری 1213 میں شاہ نواز خان اس کا جانشین ہوا۔ 1223ھ میں خیر اللہ خان بن عصمت اللہ خان کو چترال پر حملے میں بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ 1234ھ میں وہ تیسری بار تخت پر بیٹھا۔ اس وقت چترال چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ ان میں سے ہر ایک وحدت ایک مقامی سردار کے تحت تھی۔

1249ھ میں شاہ نواز کا بھائی محرم شاہ ثانی کنور کا خطاب اختیار کر کے حکمران بن بیٹھا اور ملک امان کے کمسن بیٹوں کو اپنے راستے سے ہٹا کر بادشاہت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس کے انتقال کے وقت اس کا بیٹا شاہ افضل تخت نشین ہوا۔ 1296ھ میں مہتر چترال نے مہاراجۂ کشمیر سے سمجھوتہ کر لیا جس کی رُو سے مہاراجہ نے 12 ہزار روپے سالانہ خراج کے عوض میں مہتر چترال کی سرداری کو تسلیم کر لیا۔

ہجری 1297ء میں بالائی چترال کے حکمران بہادر پہلوان کی شکست کے بعد سارے کا سارا علاقہ پہلی دفعہ ایک سردار امان اللہ کے تحت متحد ہو گیا۔ 1303ھ میں لاک ہاٹ مشن چترال آیا۔ اس کے بعد 1306ھ میں ایک اور مشن کپتان ڈیونڈر کی سرکردگی میں وہاں آیا جس کے توسل سے ہجری 1309ء میں سالانہ خراج کی رقم جو کشمیر کو ادا کرتا تھا وہ بڑھا کر بارہ ہزار روپے کر دی گئی۔

ہجری 1310 میں عبدالملک اپنے باپ امان اللہ ملک کا جانشین ہوا لیکن اس کے فوراً بعد ہی اس کے چچا شیر افضل نے اسے قتل کر دیا اور ہجری 1312 میں نظام الملک کو اس کے سوتیلے بھائی امین الملک نے ہلاک کر دیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے فوراً بعد امرا خان نے جو جندول کا والی اور اس وقت دیر کا مالک تھا، چترال پر حملہ کیا۔ شیر افضل جو افغانستان میں ایک جلاوطن تھا اس کے ساتھ مل گیا۔ امرا خان اور شیر افضل دونوں برطانوی ہندوستانی متحدہ فوج کے ساتھ متحد ہو گئے جو 1360ھ کے معاہدے کی رُو سے چترال میں متعین تھی۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ امیر الملک امراء خان اس کے حلیف خفیہ ساز باز کر رہا ہے تو برطانیہ کے ایجنٹ نے اسے حراست میں لے لیا اور شجاع الملک کو عارضی طور پر حاکم تسلیم کر لیا۔

برطانوی پولٹیکل ایجنٹ شاہ شجاع کو تخت پر بٹھانے سے پہلے ملکی اور برطانوی

Marfat.com

400 ملے جلے فوجی سپاہیوں کے ساتھ قلعے پر قبضہ کر چکا تھا۔ اس حفاظتی فوج نے امرا خان اور شیر افضل کی عسکری چوکیوں پر حملہ کیا لیکن اسے کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

اب امرا خان اور اُس کے حلیفوں کا تاریخی محاصرہ چترال شروع ہوا جو 3 مارچ 1895ء سے 19 اپریل 1895ء تک رہا بعد میں شیر افضل 1895ء کو بھیجی جانے والی انگریزی فوج کے ہاتھوں قید ہو گیا تو محاصرہ اٹھا لیا گیا اور امرا خان بچ کر افغانستان چلا گیا۔

شجاع الملک کو بحیثیت حکمران مستقل کر دیا گیا اور اس وقت سے چترال میں امن و امان کا مسلسل دور دوزہ رہا۔

1919ء کی جنگِ افغانستان کے دوران چترال کے سکاؤٹوں نے پورے طور پر انگریزوں سے تعاون کیا اور مصارفِ جنگ کے لئے وہاں کے حاکم نے جو چندہ دیا تھا اس کے عوض ایک لاکھ روپے کی رقم دی گئی اور اسی سال سے گیارہ توپوں کی سلامتی کے لئے اسے ہز ہائی نس کا خطاب بھی دیا گیا تھا۔

شجاع الملک نے جو ایک روشن دماغ حکمران تھا، چترال میں بجلی و مواصلات حاصل کی اور موٹروں جیسی جدید سہولتوں کو ریاست میں مروج کیا اور سڑکیں، قلعے، اناج کے گودام، آبپاشی کی نہریں اور سکول بھی تعمیر کرائے۔ جامع مسجدیں بنائیں۔ اس کو چترال کا معمار بھی کہا جاتا ہے۔

شجاع الملک کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ناصر الملک تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی مظفر الحق اس کا جانشین ہوا۔ یہی وہ حکمران تھا جس نے 1947ء میں پاکستان سے چترال کے الحاق کی پیشکش کی۔ 1949ء میں سیف الرحمٰن اس کا جانشین ہوا جو 1954ء میں ایک ہوائی حادثے کا شکار ہو گیا اور اس کا تین سالہ لڑکا سیف الملک ناصر تخت نشین ہوا۔ 1969ء میں حکومتِ پاکستان نے عوام کے پُرزور مطالبہ کے پیشِ نظر چترال، دیر، سوات کی ریاستوں کو ختم کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مدغم کر دیا۔

یہ ان علاقوں کی تفصیل تھی۔ بہرحال سلطان محمود غزنوی ان علاقوں کے خلاف حرکت میں آیا اور ان علاقوں سے جو مسلح جوان نکل کر سلطان کے علاقوں پر حملہ آور

Marfat.com

ہونے کے ساتھ ساتھ تجارتی کاروانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچاتے تھے اور ان کی لوٹ مار کا سلسلہ قائم کرتے تھے ان پر سلطان نے ایسی ضرب لگائی کہ کسی کو ہلنے کے قابل نہ چھوڑا۔ جو سخت مجرم تھے، عادی باغی اور سرکش تھے ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس مہم کے دوران کوئی بھی متحد لشکر سلطان کے سامنے نہ آ سکا۔ سلطان محمود غزنوی کا ویسے ہی پورے ہندوستان پر ایسا خوف تھا کہ جس علاقے کی طرف وہ نکلتا تھا اس علاقے کے لوگوں پر ایک طرح کا خوف اور وحشت طاری ہو جاتی تھی۔ اس لئے کہ لوگ جانتے تھے کہ سلطان محمود غزنوی جس کے خلاف بھی حرکت میں آئے گا، فتح سلطان کے قدم چومے گی اور شکست اس کے دشمن کا مقدر بنے گی۔ بہرحال سوات، چترال، دیر اور کافرستان اور اسی قسم کے دوسرے سارے علاقوں کو اپنے حق میں درست کرنے اور وہاں کے نظم و نسق کو اپنے طور پر شروع کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر غزنی گیا۔ وہاں چند دن اس نے اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا، اس کے بعد اس نے پہلے لاہور، اس کے بعد کالنجر پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

عبداللہ قراتگین ایک روز اپنی بیوی کوشل، بھائی سنجر اور اس کی بیوی ارجان کے ساتھ دیوان خانہ میں بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔

دستک سن کر سنجر اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنے بھائی عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بھائی! میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے؟''

جواب میں عبداللہ قراتگین نے جب اثبات میں سر ہلایا تب سنجر دیوان خانہ سے نکلا جب اس نے حویلی کا صدر دروازہ کھولا تو دروازے پر چندوار اور اس کے ساتھ دو مسلح جوان اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے۔ چندوار کو سنجر نے پہچان لیا تھا لہٰذا دروازہ اس نے پورا کھولا، تینوں کو اصطبل میں لے گیا، ان کے گھوڑے بندھوائے گھوڑوں کی زین کے ساتھ جو سامان بندھا ہوا تھا وہ اُتروا دیا، اس کے بعد ان تینوں کو لے کر جب وہ دیوان خانہ میں داخل ہوا تب چندوار اور اس کے

Marfat.com

دونوں ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین اور کوشل دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے ارجان بھی کھڑی ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ چندوار کو مخاطب کرتے ہوئے کوشل کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی عبداللہ قراتگین نے چندوار کو مخاطب کر لیا۔

''چندوار! میرے عزیز! تمہارا ان دو ساتھیوں کے ساتھ اس طرح غزنی آنا کسی وجہ اور علت کے بغیر نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی عبداللہ قراتگین آگے بڑھا، ان تینوں سے گلے ملا۔ انہیں اپنے قریب ہی بٹھایا، بیٹھنے کے بعد چندوار مسکرایا اور عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں آپ اور کوشل دونوں میاں بیوی ہمارے آنے پر کچھ پریشان اور فکرمند ہو گئے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم کوئی بری خبر نہیں لے کر آئے۔ دراصل جس وقت ہماری بیٹی کوشل گووِند راج کو تلاش کرنے کے لئے نکلی تھی اور بٹھنڈا کے کچھ لوگوں نے اسے گرفتار کیا تھا اور پھر آپ نے جب اس کی رہائی کا سامان کیا تو اس موقع پر کچھ مسلح جوانوں کو کوشل نے کہا تھا کہ اس کا جو قیمتی سامان اس کی خواب گاہ میں پڑا ہے وہ سورندی سے کہیں کہ تم لوگوں کے حوالے کرے اور مجھے پہنچا دے۔ اس لئے کہ کوشل نے آپ کے ساتھ آپ کے لشکر میں جانا تھا۔

لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ وہ مسلح جوان جب لاہور پہنچے تو ان دنوں سورندی بری طرح بیمار تھی اور اس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں تھی۔ اسی بنا پر جو سامان راجکماری نے منگوایا تھا وہ سامان مسلح جوان بروقت آپ کے لشکر میں نہ پہنچا سکے اس کے بعد چونکہ آپ کا لشکر ایک جگہ سے دوسری جگہ متحرک رہا تب سورندی بھی اس دوران صحت یاب ہو گئی اور اس نے ہی فیصلہ کیا کہ یہ سامان اس طرح کوشل کے پاس نہیں پہنچانا چاہئے۔ کیونکہ وہ سامان بے حد قیمتی ہے بلکہ اس کی قیمت بے بہا ہے اور راستے میں کوئی بٹ مار بھی اس پر ہاتھ صاف کر سکتا ہے لہٰذا سامان اس طرح نہیں بھیجنا چاہئے۔ اس سلسلے میں سورندی نے دو فیصلے کئے تھے۔

اس کا پہلا فیصلہ یہ تھا کہ جو حالات رونما ہو رہے ہیں اور جس طرح حالات کے

Marfat.com

اندر ایک تبدیلی اور انقلاب پیدا ہو رہا ہے اس کے مطابق سلطان محمود غزنوی ضرور ایک نہ ایک روز لاہور پر حملہ آور ہوگا اور جب ایسا ہوگا تو یقیناً آپ اور کوشل بھی لشکر میں شامل ہوں گے۔ اس لئے لاہور کے فتح ہونے کے بعد ہماری بیٹی کوشل پھر اپنی خواب گاہ میں قیام کرے گی۔ لہٰذا وہاں سے سامان نکال کر کسی دوسری جگہ پہنچانا سامان کے ضائع اور لٹ جانے کا خطرہ ہے۔

دوسرا اس نے یہ سوچ رکھا تھا کہ ہو سکتا ہے آنے والے دور میں اگر سلطان محمود کا لشکر لاہور پر حملہ آور نہیں ہوتا تو لاہور کے قریب سے گزرتا ہے تب وہ سامان مسلح جوانوں کے ہاتھوں راجکماری تک پہنچا دیا جائے گا۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا، اس بنا پر وہ سامان ابھی تک آپ کی خواب گاہ میں ہے۔ سورندی بڑے احسن طریقے سے سارے سامان کی حفاظت کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں راجکماری! آپ کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

چندوار جب خاموش ہوا تب کوشل خود تو کچھ نہ بولی، سوالیہ سے انداز میں عبداللہ قراتکین کی طرف دیکھنے لگی تھی، یہاں تک کہ عبداللہ قراتکین نے چندوار کو مخاطب کیا۔

"چندوار! میرے عزیز! سورندی نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، کوشل کا سامان بڑا قیمتی ہوگا۔ پہلی بات یہ کہ اس سامان کے اِدھر اُدھر لے جانے میں یقیناً اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ دوسرے یہ کہ کوشل کو اس سامان کی اتنی اشد ضرورت بھی نہیں ہے کہ ہر صورت میں فی الفور وہ سامان اس کے پاس پہنچایا جائے۔ بہرحال سورندی نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بہت اچھا ہے اور اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ اب آپ لوگوں کو مزید فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ چند روز تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا، پہلے لاہور پر حملہ آور ہوگا۔ سلطان نے ارادہ کر رکھا ہے کہ لاہور کو ہندوستان میں اپنی حکومت کا مرکز بنائے گا اور لشکریوں کو چند دن لاہور میں ستانے کا موقع فراہم کرنے کے بعد سلطان کالنجر پر حملہ آور ہوگا۔ اس لئے کہ کالنجر کا راجہ اس سے پہلے شکست اٹھا کر بچ گیا تھا اور اپنے مرکزی شہر کی طرف چلا گیا تھا۔ اب جو خبریں آ رہی ہیں ان کے مطابق راجہ نے پھر پر پرزے

Marfat.com

نکالنے شروع کر دیئے ہیں۔ لہٰذا سلطان نے ہر صورت میں اسے سبق سکھانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ تم لوگ یہیں قیام کرو اور جب لشکر لاہور کی طرف کوچ کرے گا تو تم ہمارے ساتھ ہی سفر کرو گے۔"

چندوار اور اس کے دونوں ساتھیوں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد ان کے کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے کوشل اور ارجان دونوں دیوان خانہ سے نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔

تین دن بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ غزنی سے لاہور کی طرف کوچ کیا تھا۔

Marfat.com

لاہور شہر شروع سے ہی تہذیب و تمدن اور علم و فن کا مرکز رہا ہے۔ اس قدیم اور تاریخی شہر نے بے شمار انقلابات دیکھے ہیں۔ اس شہر سے کئی تحریکیں اُٹھیں جن میں اس شہر کے باسیوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ لاہور سے متعلق قدیم روایات جو ملتی ہیں ان میں رام چندر اور ان کی بیوی سیتا سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ رام کے بیٹے لا یا لُو نے اپنی ماں سیتا کی یاد میں دریائے راوی کے کنارے یہ آبادی قائم کی۔ لاہور، لُوہارو، لوہور وغیرہ مختلف زبانوں سے اب یہ شہر لاہور بن گیا ہے۔ اس شہر کے گرداگرد بعد کے زمانوں میں ایک فصیل اور 13 دروازے بنائے گئے۔ ان دروازوں کے نشانات اب بھی ملتے ہیں۔ اور جہاں یہ دروازے بنائے گئے تھے، ان کی قریبی آبادیاں بھی اسی نام سے منسوب کی گئی تھیں۔

اسلامیات کی ایک کتاب حدود میں اس شہر کا ذکر ہجری 372 میں بھی ملتا ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے لاہور سمیت شمالی ہند کے بعض علاقوں کو فتح کیا اور فتح کی یاد میں یہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ 1290ء کے عرصہ میں سلاطینِ غور لاہور پر قابض رہے۔ ان میں سلطان قطب الدین ایبک کا مزار بھی انارکلی کے قریب ایبک روڈ پر موجود ہے۔ اس کے بعد خلجی اور تغلق سلاطین کا زمانہ آتا ہے جو ڈھائی سو سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ اس عرصہ میں منگولوں کے ہاتھوں لاہور کئی بار تاخت و تاراج ہوا۔ جب سلطان مبارک شاہ لاہور آیا تو یہاں صرف کھنڈر تھے۔ انہوں نے شہر کو دوبارہ آباد کروایا۔

لاہور لودھیوں کے زمانے میں بھی کافی معروف رہا۔ مغل عہد میں لاہور کو ایک

Marfat.com

مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ شہنشاہ بابر نے اپنے بیٹے مرزا کامران کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ دریائے راوی کے کنارے کامران کے حکم سے تعمیر کردہ بارہ دری میں ایک باغ کے آثار اب بھی ملتے ہیں۔

ہمایوں کے زمانہ میں لاہور شورشوں کی آماجگاہ رہا۔ شہنشاہ اکبر نے اپنے زمانے میں لاہور کی ازسرِ نو تعمیر کروائی اور لاہور کی آبادی کے گرداگرد فصیل اور مختلف دروازے اسی زمانے میں تعمیر کئے گئے۔ لاہور کا قلعہ پہلے سے موجود تھا لیکن اکبر کے زمانہ میں اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اکبر کے عہد کے کئی افراد مثلاً عرفی نے بھی یہیں قیام کیا۔

جہانگیر کے عہد میں مسجد وزیر خاں یہاں تعمیر کی گئی اور یہ یادگار اب بھی موجود ہے۔ شاہدرہ کے قریب جہانگیر کا مقبرہ بھی اس دور کی یادگار ہے۔ اورنگ زیب کو لاہور آنے کا موقع تو بہت کم ملا لیکن شاہی مسجد اس کی تعمیرات کی یادگار موجود ہے۔ مغل دور کے خاتمہ کے بعد لاہور اور پنجاب کے دوسرے علاقوں پر سکھوں کی حکومت قائم ہوئی۔ سکھوں کے دور میں مغل دور کی باقیات کو گرا دیا گیا۔

بہرحال سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ لاہور پہنچا، شہر کا جائزہ لیا، شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا وہ شہر کے اندر محصور ہو گیا۔ شہر کا جائزہ لینے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ قیام کیا جہاں پر آج کل موری گیٹ ہے۔ موری مقامی زبان میں بدرو کو کہتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ سے ایک بدرو بہتی ہوئی شہر سے باہر نکلتی تھی اور سلطان محمود غزنوی نے شہر میں محصور ہونے والے لشکر سے نمٹنے کے لئے وہیں سے اپنے کام کی ابتدا کرنے کا فیصلہ کیا۔

سلطان محمود کے حکم پر جس جگہ بدرو تھی، اس جگہ کے مقام کو توڑا گیا، چنانچہ فصیل کا حصہ گر گیا۔ وہیں سے اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو کر سلطان نے بڑی آسانی سے لاہور کو فتح کیا، اس پر قبضہ کیا اور اسے ایک طرح سے اپنے مفتوحہ علاقوں کا مرکزی شہر قرار دیا۔ شہر کو فتح کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے محافظ دستوں کے سالارِ اعلیٰ اور اپنے ہر دلعزیز ساتھی ایاز بن ابو اسحٰق کو لاہور کا حاکم مقرر کیا۔ ساتھ ہی بقول مؤرخین عبداللہ قراتگین کو لاہور میں جو لشکری قیام کرتے تھے،

Marfat.com

ان کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ تاہم اس کے لئے یہ بھی حکم تھا کہ جب تک سلطان محمود غزنوی مختلف شہروں کی مہموں اور فتوحات میں مصروف ہو گا تو عبداللہ قراتگین سلطان کے ساتھ رہے گا۔

بعض متعصب لکھنے والے اس بات کو بہت نمایاں کر کے لکھتے ہیں کہ سلطان نے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور جس طرح اس نے ہندوستان کے دوسرے شہروں کو برباد کیا، اسی طرح اس نے لاہور میں بھی قتل و غارت گری اور تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا۔ یہ سب ان کی من گھڑت باتیں ہیں۔ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کے کسی بھی شہر کو ناحق برباد نہیں کیا۔ سلطان محمود غزنوی کی تاریخ کو مسخ کرنے اور اس کے خلاف لکھنے والوں میں دو گروہ پیش پیش رہے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو سلطان محمود غزنی سے مسلکی اختلاف رکھتے تھے اور دوسرے مقامی ہندو جنہیں یہ بہت دکھ اور افسوس تھا کہ سلطان محمود غزنوی ہندوستان کے جس راجہ پر بھی حملہ آور ہوا، ہر راجہ کو اس نے شکست دی اور کوئی بھی راجہ اس کے سامنے دیوار بن کر کھڑا نہ رہ سکا۔ اس طرح دو عوامل نے سلطان محمود غزنوی کی نہ صرف تاریخ کو خراب کر کے لکھا، اسے متعصب کہا اور اس پر طرح طرح کے الزام لگائے جبکہ ان کے ان الزامات میں کوئی حقیقت اور سچائی نہیں ہے۔

لاہور کی فتح کے بعد جہاں سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ لاہور شہر کے اندر قیام کیا، وہاں خیموں کا ایک شہر آباد کر لیا گیا تھا۔ جب کوشل اپنے شوہر عبداللہ قراتگین کو لے کر قصر میں داخل ہوئی اس موقع پر چندوار بھی ان کے ساتھ تھا۔ کوشل سیدھی اپنی خواب گاہ کی طرف گئی، وہاں دروازے پر سوریدی بڑی بے چینی اور بے تابی سے ان کی منتظر تھی۔ چنانچہ کوشل نے سوریدی کو گلے لگایا، اس کی پیشانی چومی، پھر سب اس خواب گاہ میں داخل ہوئے جو کبھی کوشل کے زیر استعمال تھی۔ اس کے بعد اچانک کوشل نے عبداللہ قراتگین کا ہاتھ پکڑا، اس شاہی مسہری پر اسے بٹھایا جو کبھی اس کے زیر استعمال تھی۔ سوریدی بھی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ پھر اس کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے بے انتہا خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ وہ کمرہ ہے جو میری اور میری بہن کاشی کی خواب گاہ رہا ہے۔"

Marfat.com

کاشی کا نام سن کر عبداللہ قراتگین اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا اور اُس کی اس اُداسی اور افسردگی کو کوشل نے بھی بھانپ لیا تھا۔ لہٰذا اس نے بات کا رخ بدلا اور سورندی کو مخاطب کر کے کچھ کہنے ہی والی تھی کہ سورندی اپنی جگہ سے اُٹھی اور کہنے لگی۔

''آپ تھوڑی دیر رکیں، میں ابھی آتی ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی سورندی اُٹھی، کمرے کی طرف گئی، لکڑی کا بنا ہوا درمیانہ سا ایک صندوق کھول کر اس میں سے سرخ رنگ کے چمڑے کی ایک خرجین نکالی، کافی بڑی خرجین تھی اور وہ خرجین لا کر سورندی نے کوشل کی گود میں رکھ دی تھی۔

کوشل نے لمبا سانس لیا، پھر اس خرجین کے اندر جو سامان تھا، اس کا جائزہ لئے بغیر اس نے خرجین اُٹھا کر عبداللہ قراتگین کی گود میں رکھ دی اور ساتھ ہی سورندی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''سورندی! عبداللہ قراتگین اب میرے شوہر ہیں۔ اس خرجین کی مالک اُب میں نہیں، میرے شوہر ہیں۔''

اس موقع پر عبداللہ قراتگین نے چونکنے کے انداز میں کوشل کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ اس خرجین میں ہے کیا؟''

جواب میں کوشل بڑے پیار اور محبت میں عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ خود ہی کھول کر دیکھ لیں، مجھے بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

عبداللہ نے جب خرجین کا منہ کھول کر دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ اس میں انتہائی قیمتی زیورات، جواہرات اور سونے کے سکے بھرے ہوئے تھے۔ کچھ سوچتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے خرجین کا منہ پہلے کی طرح بند کیا، خرجین اُٹھا کر اس نے کوشل کی گود میں رکھی، پھر کہنے لگا۔

''کوشل! میں جنگوں میں مصروف رہتا ہوں۔ ایک مہم کے بعد دوسری مہم کی ابتدا ہوتی ہے۔ میں اس سارے سامان کو کہاں اٹھائے پھروں گا؟ دیکھو، لاہور پر اب ہمارا قبضہ ہو گیا ہے۔ یہ وہی رہائش گاہ ہے جہاں اس سے پہلے تم رہا کرتی تھیں۔

Marfat.com

جب حالات ایسے ہوں کہ تم میرے ساتھ لشکر میں شامل نہ ہوسکو تو تم یہیں قیام کرو گی۔لہٰذا یہ خرجین تمہارے پاس رہنی چاہئے۔"

اس پر غور سے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کسی قدر احتجاجی انداز میں کوشل کہنے لگی۔

"میں آپ کی ان ساری باتوں سے اتفاق نہیں کرتی۔ پہلی بات یہ کہ میں ہمیشہ آپ کے ساتھ لشکر میں رہوں گی۔اکیلی اب میں کہیں بھی نہیں رہوں گی۔رہی بات اس خرجین کی تو سورندی یہیں قیام کرے گی۔ چندوار بھی یہیں ہے۔ یہ خرجین لکڑی کے اسی صندوق میں رہا کرے گی۔سورندی اور چندوار اس کی حفاظت کریں گے۔ اب شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے اور خداوند قدوس کو منظور ہوا تو شہر میں بالکل امن و امان اور آشتی رہے گی۔ اس بنا پر اس خرجین سے متعلق فکرمند ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

کوشل کی اس تجویز سے عبداللہ قراتگین نے اتفاق کیا تھا۔ پھر عبداللہ قراتگین اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور کوشل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کوشل! اب تم اُٹھو، میرے ساتھ چلو۔ میں اس جگہ جانا پسند کروں گا جہاں کاشی کو دفن کیا گیا تھا۔"

عبداللہ کے ان الفاظ پر کوشل گو اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی، لیکن اُٹھ کھڑی ہوئی۔ سورندی اور چندوار بھی اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سورندی نے پہلے خرجین کو لکڑی کے صندوق میں رکھ کر اسے قفل لگا دیا تھا، پھر چاروں رنگ محل کے اس قصر سے نکل کر دریائے راوی کا رخ کر رہے تھے۔

دریائے راوی پر بنے کشتیوں کے پُل کو عبور کرنے کے بعد کوشل راوی کے کنارے کے قریب ہی ایک بڑے درخت کے پاس رک گئی۔ وہاں ایک خاصا بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔اس پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھ بھرے انداز اور روتی ہوئی آواز میں کوشل بول اُٹھی۔

"یہیں میری بہن کاشی کو دفن کیا گیا تھا۔"

عبداللہ قراتگین قبر کے پاس کھڑا ہو گیا جبکہ کوشل اس کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔

Marfat.com

دونوں میاں بیوی دعا مانگنے لگے تھے کہ اتنے میں کوشل چونک پڑی۔ اچانک اس نے دیکھا، عبداللہ قراتگین کی آنکھوں سے آنسو اس کے دامن پر گر رہے تھے۔ یہ صورتِ حال یقیناً کوشل کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ تڑپ کر وہ پہلو میں آئی۔ اس نے دیکھا، عبداللہ قراتگین ہونٹ کاٹ رہا تھا اور آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو اس کے دامن پر گر رہے تھے۔

عبداللہ قراتگین کی یہ حالت دیکھتے ہوئے کوشل اور کٹ کر رہ گئی۔ وہ پہلے ہی رو رہی تھی، اب اس نے اپنا سر عبداللہ قراتگین کے شانے پر رکھ کر دھاروں دھار رونا شروع کر دیا تھا۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا، آخر عبداللہ قراتگین سنبھلا، کوشل کو سنبھالا، قریب کھڑے چندوار اور سورندی بھی رو رہے تھے۔ پھر عبداللہ قراتگین نے کچھ سوچا، پیچھے ہٹ کر اس نے چندوار سے کچھ کہا۔ اس پر چندوار پیچھے ہٹا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ عبداللہ قراتگین قبر کے قریب جو گھاس تھی اس پر ہو بیٹھا تھا۔ سورندی اور کوشل بھی وہاں بیٹھ گئی تھیں۔

کچھ دیر بعد عبداللہ قراتگین کے کچھ لشکری وہاں پہنچ گئے۔ وہ کھدائی کا سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ عبداللہ قراتگین کے کہنے پر انہوں نے وہاں قبر بنا دی اور قبر کے سرہانے ایک پتھر رکھ دیا گیا تھا۔ اس کے بعد عبداللہ قراتگین کوشل اور سورندی سب کو لے کر دریائے راوی کا کشتیوں کا پل پار کر کے شہر کا رخ کر رہا تھا۔

❀❀❀

عبداللہ اور کوشل دونوں میاں بیوی جب قصر میں داخل ہوئے تب ایک لشکری تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا عبداللہ قراتگین کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ کو امیر ایاز نے بلایا ہے۔“

اس پر عبداللہ قراتگین کوشل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کوشل! تم اپنی خواب گاہ کی طرف چلو، میں ابھی آتا ہوں۔“

چنانچہ کوشل، سورندی اور چندوار ادھر ہو لئے تھے۔ عبداللہ قراتگین اس لشکری کے ساتھ ہو لیا۔ قصر کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں اس وقت ایاز بن اسحاق

Marfat.com

اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ عبداللہ قراتگین جب اس کمرے میں داخل ہوا ایاز نے اُٹھ کر مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا، پھر اس کا بازو پکڑ کر اپنے قریب بٹھایا اور کہنے لگا۔

''عبداللہ قراتگین! میرے عزیز بھائی! اب میرے لئے تو سلطان کا حکم یہ ہے کہ میں ان سرزمینوں کے عامل کی حیثیت سے شہر ہی میں قیام کروں گا جبکہ تمہیں بھی سلطان بتا چکے ہیں کہ تم پہلے کی طرح لشکر میں شامل رہو گے۔ لیکن آنے والے دور میں جو لشکر لاہور شہر میں اور اس کے اردگرد کے علاقوں کی حفاظت کے لئے چھوڑا جائے گا، اس کے سالارِ اعلیٰ تم ہو گے۔ میرے بھائی! یہ عمارت بہت بڑی ہے، اس کا تھوڑا سا حصہ مجھے دے دینا، باقی کی تم اپنے استعمال میں رکھنا۔''

اس پر عبداللہ قراتگین مسکرا دیا، کہنے لگا۔

''امیر ایاز! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ میں بڑا بے ضرورت سا انسان ہوں۔ ہم دو میاں بیوی ہیں۔ اگر آپ سارے قصر کو بھی اپنے استعمال میں لانا چاہیں تو یاد رکھیں، میرے ماتھے پر بل نہیں آئے گا۔ میں اور میری بیوی دونوں اپنے لئے کوئی اور اچھی سی رہائش گاہ تلاش کر لیں گے۔''

اس پر ایاز سنجیدہ ہو گیا، کہنے لگا۔

''عبداللہ! تم کیسی باتیں کرتے ہو؟ تم میرے چھوٹے بھائیوں کی طرح ہو۔ قسم خداوند قدوس کی، تمہاری خاطر میں یہ قصر چھوڑ سکتا ہوں اور کسی عام سی رہائش میں رہ سکتا ہوں۔ لیکن میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ تم قصر چھوڑ کر جاؤ۔ دیکھو! ہماری بہن کوشل پہلے یہیں رہا کرتی تھی اور لاہور شہر میں داخل ہونے کے بعد جس کمرے میں وہ گئی ہے وہ اسی کی خواب گاہ تھی۔ لہٰذا دونوں میاں بیوی یہیں قیام کرو گے۔ جب سلطان کسی مہم پر جائے گا تو کوشل تمہارے ساتھ رہا کرے گی اور جب مہموں کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا تب تم دونوں میاں بیوی اسی قصر میں رہو گے۔''

عبداللہ قراتگین نے ایاز کی اس پیشکش کو قبول کر لیا تھا۔ جہاں تک ایاز کا تعلق ہے تو وہ کشمیر سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان تھا۔ نوجوانی میں ایک ترکستانی تاجر نے اور غلاموں کے ساتھ اسے خریدا۔ اس وقت وہ بہت لاغر، کمزور اور دُبلا پتلا تھا۔

Marfat.com

چنانچہ ان غلاموں کو فروخت کرنے کے لئے جب ترکستانی تاجر سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان محمود اکثر غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا کرتا تھا، سلطان محمود غزنوی نے ایاز کو چھوڑ کر باقی کو خرید لیا، اسے دُبلا پتلا سمجھ کر رہنے دیا۔

اس پر کہتے ہیں، ایاز کو بڑا دُکھ ہوا، ایاز سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا۔

"سلطانِ محترم! یہ جو غلام آپ نے خریدے، کس کے لئے خریدے؟"

سلطان محمود غزنوی نے کہا۔

"اپنے لئے۔"

اس پر بڑی انکساری اور عاجزی میں ایاز، سلطان محمود غزنوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو ایک غلام اللہ کے لئے خرید لیں۔"

ایاز کی یہ بات سن کر محمود غزنوی لرز کانپ گیا تھا، فوراً ایاز کو خریدا اور پھر اپنی سلطنت اور اپنی مملکت میں اسے وہ عزت دی، جو سلطان محمود غزنوی کے بیٹوں کو بھی نصیب نہ ہوئی ہو گی۔ ایاز کی قبر لاہور کی کنک منڈی میں ہے۔

ایاز سے مل کر عبداللہ قراتگین کوشل کی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ اس وقت کوشل اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ کوشل کو دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے پوچھ لیا۔

"یہ سورندی اور چندوار کہاں چلے گئے؟"

اس پر کوشل مسکرائی اور کہنے لگی۔

"دونوں اپنے گھر چلے گئے ہیں۔ شاید وہ ہم دونوں میاں بیوی کو اکٹھے بیٹھنے اور باہم گفتگو کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ سورندی تھوڑی دیر تک لوٹ کر آئے گی، ہمارے لئے کھانا بھی لے آئے گی اور پھر میں آپ پر انکشاف کروں کہ سورندی اسلام قبول کر چکی ہے، اسی قصر میں اس کی رہائش پہلے سے موجود ہے۔ چندوار بھی یہیں قریب ہی رہتا ہے، اس کی رہائش بھی محل کی چار دیواری کے اندر ہی ہے۔ میں نے سورندی سے کہہ دیا ہے کہ آپ کو بھوک لگی ہو گی، لہٰذا کھانا جلد لے آئے۔ آپ بیٹھیں، کھڑے کیوں ہو گئے ہیں؟"

Marfat.com

اس پر عبداللہ قراتگین آگے بڑھ کر کوشل کے سامنے بیٹھ گیا، یہاں تک کہ کوشل نے اسے مخاطب کیا۔

''امیر ایاز نے کیوں بلایا تھا؟''

جواب میں ایاز کے ساتھ جو گفتگو عبداللہ قراتگین کی ہوئی تھی اس کی تفصیل اس نے کوشل سے کہہ دی تھی جسے سن کر کوشل نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا۔ دونوں میاں بیوی کچھ دیر وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، پھر سورندی اور چندوار ان کا کھانا لے آئے اور دونوں مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔

چند یوم بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ کالنجر کا رخ کیا تھا۔ عبداللہ قراتگین کے ساتھ کوشل بھی لشکر میں شامل تھی۔

Marfat.com

سلطان بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر کالنجر کی طرف بڑھا تھا۔ پچھلی بار کالنجر کا راجہ سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں بچ نکلا تھا، اس لئے کہ دیر اور سوات کے حالات خراب ہو گئے تھے، لہٰذا سلطان کو اپنا لشکر سمیٹ کر واپس سوات اور دیر کی طرف جانا پڑا تھا۔ لہٰذا کالنجر کی مہم کو سلطان مکمل نہ کر سکا تھا اور اب وہ بڑی تیزی سے کالنجر کی طرف بڑھا تھا۔

کالنجر کی طرف جانے کے لئے سلطان کو کافی انتظامات کرنا پڑے۔ اس لئے کہ راستے میں سامانِ رسد وغیرہ کہیں سے مل نہ سکتا تھا۔ اس بنا پر اُس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ کالنجر جانے کے لئے راستے میں دریائے چنبل، دریائے سنڈ، دریائے بتوا، دریائے واسد اور دریائے کین حائل تھے اور ان پر کشتیوں کے پُل بنا کر سلطان کو کالنجر کی طرف جانا پڑتا تھا۔ کالنجر، دریائے کین سے تقریباً 25 میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

کالنجر کی طرف جاتے ہوئے سلطان کو ایک اور مہم کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ اس لئے کہ گوالیار کا راجہ ارجن کالنجر کے راجہ کا حلیف اور ایک طرح کا ساتھی تھا۔ لہٰذا گوالیار کا راجہ اپنے قلعے کے نزدیک سلطان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ گویا گوالیار کا راجہ چاہتا تھا کہ سلطان سے ٹکرائے اور اسے کالنجر کی طرف جانے سے روک دے۔ جونہی سلطان محمود غزنوی کا لشکر گوالیار کے راجہ ارجن کے سامنے پہنچا تو ارجن نے سلطان سے ٹکرانے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔

سلطان نے چونکہ لاہور فتح کر لیا تھا، لہٰذا لاہور کے کافی شکست خوردہ لشکری

Marfat.com

بھی سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ کرنے اور اس پر ضرب لگانے کے لئے گوالیار کے راجہ سے جا ملے تھے۔ اس طرح گوالیار کے راجہ ارجن کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا تھا۔ سلطان کے وہاں پہنچنے کے ساتھ ہی راجہ ارجن نے سلطان پر ضرب لگانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ شاید وہ سلطان محمود غزنوی کے سفر اور سفری تھکاوٹ کے باعث چاہتا تھا کہ سلطان کے خلاف اسے فتح نصیب ہو جائے گی، اس بنا پر وہ سلطان سے ٹکرانے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔ چنانچہ سلطان نے بھی دشمن پر ضرب لگانے کے لئے اپنے لشکر کی صفوں کو آخری ترتیب دینا شروع کی تھی۔

آخر کچھ دیر تک راجہ ارجن کے لشکر میں ہولناک انداز میں طبل اور ساز بجتے رہے، اس کے بعد راجہ اور اس کے سالار حرکت میں آئے اور وہ فتنہ دہر میں مبتلائے رنج و غم کرتے پُر غیض و برہم دشتِ دہر کے بگولوں، ستم بالائے ستم ڈھاتی اموات کی یورش اور طبقاتی نفرت کی آگ پھیلاتے حاسد و نسلی تعصب کے عفریت اور مہیب شیطانی قوتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سلطان کا لشکر حسب سابق تین ہی حصوں میں تقسیم تھا چنانچہ راجہ ارجن کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے پہلے سلطان خود اپنے لشکر کے وسطی حصہ کے ساتھ حرکت میں آیا۔ چنانچہ اس نے حرص و ہوس کی ہر تلخی، گناہ و بدی کی ہر آندھی، ہر حیلہ گری اور مکاری، ہر طاقت و قوتِ ارادی، ہر اضطراب و انتقام، وحشی جذبوں اور درد کے راستوں کو اپنے پاؤں تلے کچل دینے والے بت شکنی کے حوادث، روشنی کے سفیروں، بے انت موت کی کڑی داستانوں، کیمیائی لفظوں کے رقص کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا، پھر سلطان اُفق تا اُفق اضطراب انگیزیاں کھڑی کرتے، کپڑے پھاڑنے والی آندھیوں کے جھکڑوں، شور کرتے بگولوں کے اندر خباثت، ہر مکاری، تلخیاں بڑھاتی آندھیوں اور ضبط کے سارے ہی بندھن توڑ دینے والے ہولناک سیلابی ریلے کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان کے بعد اُس کے لشکر کے دائیں حصہ نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ بھی اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو بے روک آندھی، بے تحاشا قوت کی طرح زیر

Marfat.com

نگیں کر دینے والے سیلابی ریلے، کھولتی آتش میں وقت کی آندھیوں کے غبار کی طرح سنا کی تحریریں رقم کرتے عقوبت کے مچلتے کرب اور طویل رات کے گھنے اندھیروں میں بے سکون کر دینے والے سوالات کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دائیں حصہ کے ساتھ ہی ساتھ بایاں حصہ بھی تکبیریں بلند کرتا ہوا اپنے کام کی ابتدا کر چکا تھا اور وہ بھی گوالیار کے راجہ کے لشکر پر درد و کرب کی اذیت لئے زندگیوں کی محرومیوں سے بھرپور عذاب بھرے شمشانوں، حسرتوں کے انبار میں اُمڈتی طغیانیوں کے جوش نفس نفس کو سلگتی شوریدگی اور اضطراب و بے تابی میں تبدیل کر کے دکھ کے کھولتے انبار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یوں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے گوالیار کے نواح میں لاوے اُگلتے آتش فشاں، لامحدود قہرمانیت، کرب و دکھ کی انتہا، اندھے عذابوں کے لاانتہا سلسلے، اوہام کی خونی کشمکش، اذیت ناک شوریدگی، زخم خوردہ پندار اور اُجڑی اُجڑی انا رقص کرنے لگی تھی۔

گوالیار کے راجہ ارجن کا لشکر جو شروع میں تعصبات کی صرصر عصیاں اور جرم و جہل کے طوفان کے علاوہ آگ و خون کے ہیجان کی طرح حملہ آور ہوا تھا اب اس کے لشکر کی حالت سلطان محمود غزنوی، اس کے سالاروں اور اس کے لشکریوں کے سامنے بڑی تیزی سے شوریدہ مزاجی، اعضاء شکنی، درد و مقتل کے بھنور، بے کل باطن، ذہنی مفلسی، غم و الم کے مجسموں، سلگتی رات میں آوارہ وطن پرندوں، ریت کے اُجڑے نگر اور وقت کے کھوئے سکون سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پھر گوالیار کے راجہ ارجن نے جب دیکھا کہ شکست بڑی تیزی سے اس کا مقدر بننے کے لئے اس کا رخ کئے ہوئے ہے تب اس نے شکست قبول کرتے ہوئے اپنے شہر اور قلعے میں پناہ لی تھی۔

مؤرخین اس جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے اور اس جنگ کے بعد جو حالات پیش آئے وہ کچھ اس طرح رقم کرتے ہیں:

''جب گوالیار کے راجہ کو شکست کا یقین ہو گیا تو اس نے ایک ایلچی سلطان کے پاس بھیجا۔ ایلچی ایک ڈولی میں سوار تھا جسے آدمیوں نے اٹھایا ہوا تھا۔ ایلچی نے

Marfat.com

سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان سے گزارش کی کہ گوالیار کا راجہ ارجن یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟"

اس پر سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"تمہارے راجہ کو علم ہے کہ میں کون ہوں۔ وہ اتنا جاہل، اتنا بے خبر تو نہیں ہے کہ اسے یہ خبر نہ ہو کہ اس پر حملہ آور ہونے والا کون ہے؟ اسے کہو کہ تجاہل عارفانہ سے نکل کر ہمارے ساتھ گفتگو کرے۔ اگر وہ یہ خیال کرتا ہے کہ گوالیار کے قلعے میں محصور ہو کر وہ بالکل محفوظ ہو گیا ہے تو گوالیار کا قلعہ تو ہم پھونکوں سے اُڑا کر رکھ دیں گے۔ ہمارے سامنے اس کا یہ قلعہ زیادہ دن ٹھہر نہیں پائے گا۔"

چنانچہ وہ ایلچی واپس چلا گیا اور سلطان نے اس کے ساتھ اپنا ایلچی بھیجا اور سلطان کا ایلچی راجہ ارجن کے سامنے گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"راجہ! ماضی میں تم نے کالنجر کے راجہ کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف ان گنت سازشیں کیں اور انہی سازشوں کی سزا دینے کے لئے ہمارا سلطان تمہاری اور کالنجر کے راجہ کی طرف آیا ہے۔ یہ مت خیال کرنا کہ کالنجر کا راجہ تمہاری مدد کے لئے پہنچے گا۔ ہرگز نہیں۔ اسے پتہ ہے کہ تم سے فارغ ہونے کے بعد ہم اس کا رخ کریں گے اور پھر دیکھیں گے کہ وہ کیسے ہم سے بچ پاتا ہے۔ اس سے پہلے کئی بار تم اس کا ساتھ دے چکے ہو، لیکن تم جانتے ہو کہ ہر بار خدائے محترم نے فتح و کامرانی ہمیں ہی عطا کی۔ تمہارے لئے میرے سلطان کا حکم یہ ہے کہ اگر تم لوگ اسلام قبول نہیں کرتے تو تاوان اور جزیہ ادا کرو۔"

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ راجہ نے اسلام قبول نہیں کیا لیکن اس نے تاوان اور جزیہ دینے کی ہامی بھر لی۔ اس نے سلطان کی خدمت میں 35 ہاتھی، بے شمار تحائف اور تاوانِ جنگ سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جواب میں کہتے ہیں سلطان نے دوستی اور اطاعت کے عوض ایک شاہی لباس تلوار کے ساتھ راجہ کو اپنے ایلچی کے ذریعہ بھجوائی۔ ایلچی نے راجہ کو لباس پہننے کے لئے کہا، وہی لباس جو سلطان نے اس کے لئے بھیجا تھا۔ کہتے ہیں راجہ نے لباس پہننے سے معذرت کی اور ایلچی کو مخاطب کر کے کہا۔

Marfat.com

"سلطان کو جا کر بتا دو کہ راجہ نے لباس پہن لیا ہے۔"

راجہ ارجن کے ان الفاظ پر ایلچی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر میں اپنے سلطان کے پاس جا کر جھوٹ تو نہیں بولوں گا۔"

راجہ کو جب خبر ہوئی کہ ایلچی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے اور اصل معاملہ سچائی کے ساتھ واپس جا کر سلطان سے کہہ دے گا تب اس نے سلطان کا بھیجا ہوا لباس پہن لیا۔ چنانچہ گوالیار کے راجہ کے تاوان ادا کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنے کے بعد سلطان نے اسے یا اس کے علاقے میں کسی بھی شہر، کسی بھی جگہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اس کی اطاعت، فرمانبرداری کو قبول کرتے ہوئے اس کے ساتھ صلح کر لی۔ اس کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور اس جگہ جا کر قیام کیا جہاں گوالیار اور کالنجر کے راجہ کی سرحدیں ملتی تھیں، وہاں سلطان نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تاکہ لشکر چند دن میں ستا لے اور آرام کر لے۔

❁❁❁

کالنجر کا راجہ نندا ایک روز اپنے راج محل میں اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ بیٹھا جنگی امور پر مشورہ کر رہا تھا اس لئے کہ اسے خبریں پہنچ چکی تھیں کہ سلطان محمود غزنوی نے گوالیار کے راجہ ارجن کو بدترین شکست دی ہے اور راجہ ارجن نے سلطان محمود کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لی ہے اور اسے اس کے مخبروں نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ سلطان محمود غزنوی اس وقت کالنجر اور گوالیار کی سرحدوں کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر کے اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کر رہا ہے اور اس کے بعد اس کا لشکر کالنجر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی شروع کرے گا۔

ایسے میں راجہ نندا کے محافظ دستوں کا سالار اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور راجہ نندا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مالک! ہندوستان کے مختلف راجاؤں کا ایک وفد جو پانچ چھ افراد پر مشتمل ہے وہ ایک انتہائی اہم کام کے سلسلہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔"

راجہ نندا پر پہلے ہی سلطان محمود غزنوی کا خوف اور اس کی وحشت سوار تھی۔ اس

Marfat.com

لئے کہ وہ اس سے پہلے کئی بار سلطان کے لشکر کا سامنا کر چکا تھا اور ہر بار سلطان کے ہاتھوں اسے ہزیمت و شکست اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اب جو ہندوستان کے مختلف راجاؤں کے وفد کے آنے کی اسے اطلاع دی گئی تو اسے خود تجسس اور کسی قدر سکون ہوا لہٰذا اس نے فوراً ان افراد کو اندر بھیجنے کے لئے کہا۔

چنانچہ ہندوستان کے مختلف راجاؤں کا وہ وفد جو 16 افراد پر مشتمل تھا اس کمرے میں داخل ہوا۔ راجہ نندا اور اس کے سالاروں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر شاندار انداز میں ان کا استقبال کیا۔ راجہ نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا، پھر انتہائی شائستگی میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے محافظ دستوں کے سالار نے مجھے بتایا ہے کہ آپ لوگ ہندوستان کے مختلف راجاؤں سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی اہم کام کے سلسلہ میں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ کہیں کیا معاملہ ہے؟''

اس پر ان میں سے ایک سب کی نمائندگی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''راجہ! آپ کو صحیح بتایا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کسی ایک مقام پر مسلمانوں کے سلطان محمود غزنوی کو شکست سے دوچار کیا جائے تاکہ آنے والے دور میں وہ اپنے آپ کو غزنی تک ہی محدود رکھے، ہندوستان میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرے۔''

وہ شخص جب خاموش ہوا تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے راجہ نندا کہنے لگا۔

''میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ طاقت کہاں سے لائی جائے جس کے ذریعہ سلطان محمود غزنوی کو روک کر واپس جانے پر مجبور کیا جائے۔ اب آپ لوگوں کی آمد سے پہلے میں اپنے سالاروں کے ساتھ اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبر یہ خبریں لے کر آئے ہیں کہ گوالیار کے راجہ ارجن کو سلطان محمود کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور اس نے سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرنے کے ساتھ سلطان کو تاوان بھی ادا کیا ہے اور اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ ہماری طرف بڑھے گا۔''

Marfat.com

اس پر آنے والے وفد کا وہ شخص پھر بول اٹھا۔

"آپ یہی چاہتے ہیں کہ آپ کی طاقت بالکل محفوظ رہے اور مسلمانوں کا سلطان آپ کی طرف بڑھنے ہی نہ پائے۔"

اس پر راجہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"پر یہ کیسے اور کس طرح ہوگا؟"

پھر وہی شخص کہنے لگا۔

"راجہ! پہلے میں آپ پر یہ انکشاف کر دوں کہ ہم لوگ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو ہم صرف چھ نہیں سمجھیں کہ ہمارے پیچھے ایک اور بڑا لشکر ہے۔ ہمارا تعلق ان راجاؤں سے ہے جو ابھی تک سلطان محمود غزنوی کے حملے سے بچے ہوئے ہیں۔ ان راجاؤں میں بھٹنڈا کا راجہ پریم دیو ہلواڑہ کا راجہ جس کا نام بھی پریم دیو ہی ہے، ڈیرہ دون کا راجہ رام دیو، سونی پت کا راجہ دیپال، ہری ہسوانی کا راجہ چندر بھون، بندھیل کھنڈ کا راجہ چندن رائے، ہرسوا کھنڈ کا راجہ بھیم پال، یوں جانو ہم سب ان راجاؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اب میں آپ پر یہ انکشاف کروں کہ ان سارے راجاؤں کا ایک متحدہ لشکر اس وقت آپ کی مدد کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہے۔ راجہ! ہم پر آپ انکشاف کریں کہ مسلمانوں کا سلطان اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سند کے کنارے پڑاؤ کئے ہوئے ہے جبکہ جن راجاؤں کا میں نے آپ سے ذکر کیا ہے ان کا لشکر اس وقت بھرت پور کے مقام پر گھنے جنگلوں کے اندر قیام کئے ہوئے ہے۔ ادھر آتے ہوئے ہم مسلمانوں کے سلطان کے لشکر کا بھی جائزہ لے چکے ہیں اور متحدہ راجاؤں کا لشکر سلطان کے لشکر سے کم از کم تین گنا بڑا ہوگا۔

اس لشکر میں راجہ بذات خود تو شامل نہیں ہیں، لیکن سب راجاؤں کے سپہ سالار موجود ہیں اور اس متحدہ لشکر کے سالار اعلیٰ بندھیل کھنڈ کے راجہ چندن رائے کے سالار کو مقرر کیا گیا ہے جو ایک بہترین تیغ زن ہونے کے ساتھ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔

اب جو کچھ انہوں نے ہمیں بتا کر بھیجا ہے اس کے مطابق متحدہ لشکر کے جاسوس سلطان کے لشکر پر نگاہ رکھیں گے۔ جس روز سلطان نے دریائے سند کے کنارے

Marfat.com

سے کوچ کر کے کالنجر کی طرف آنا ہوگا اس سے دو روز پہلے متحدہ راجاؤں کا لشکر بھرت پور سے کوچ کرے گا اور دریائے جمنا کے کنارے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے گا جہاں دریائے کین دریائے جمنا میں گرتا ہے۔ پھر وہ لشکر اپنا رخ بدلے گا، دریائے کین کے کنارے کنارے باندہ پہنچے گا اور تھوڑا سا آگے جا کر اپنا پڑاؤ کرے گا۔ دوسری طرف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا سلطان دریائے جمنا کے کنارے کنارے ادھر نہیں آئے گا بلکہ وہ دریائے سند، دریائے بتوہ اور دریائے کین کو عبور کرنے کے بعد ادھر کا رخ کرے گا۔ جس جگہ وہ دریائے کین کو عبور کرے گا بالکل اس کے سامنے متحدہ راجاؤں کا وہ لشکر پڑاؤ کرے گا اور سلطان محمود غزنوی سے ٹکرائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص خاموش ہوا، دم لیا، پھر راجہ نندا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"راجہ! جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو آپ اپنے لشکر کے ساتھ بالکل اپنے مرکزی شہر کالنجر میں محصور اور محفوظ رہیں گے۔ مسلمانوں کے سلطان محمود کو یہی تاثر دیا جائے گا کہ کالنجر کا راجہ مقابلہ کرنے کے لئے اس کے سامنے نہیں آیا۔ یہ ہندوستان کی دوسری قوتوں کا ایک متحدہ لشکر ہے جو سلطان محمود سے انتقام لینے کے لئے اُمڈ آیا ہے۔ محمود غزنوی کے آنے سے پہلے پہلے ان علاقوں میں یہ خبر بھی عام کر دی جائے گی کہ جو لشکر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے آیا ہے اس کا تعلق قنوج، متھرا، مہابن اور ان علاقوں سے ہے جن علاقوں کو سلطان محمود غزنوی نے شکست دی ہے۔ شکست کے بعد ان علاقوں کے شکست خوردہ لشکری بھاگ بھاگ کر ایک جگہ جمع ہوتے رہے ہیں اور اب انہوں نے ایک متحدہ قوت بنا لی ہے۔ اور وہی ایک متحدہ قوت کی صورت میں اب سلطان محمود سے ٹکرا کر اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے پر تل گئے ہیں۔

راجہ! ہمیں سو فیصد یقین ہے کہ دریائے کین کے کنارے ہم مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جب ایسا ہو گا تو مسلمانوں کے پورے لشکر کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ ان کی اکثریت تو ہمارے لشکریوں کی تلواروں کا لقمہ بن جائے گی اور جو شکست اٹھا کر بھاگیں گے وہ اپنی پشت پر

Marfat.com

دریائے کین میں ڈوب مریں گے۔ اس طرح ان میں سے کسی کو واپس جانا نصیب نہ ہو گا اور ہم سلطان محمود غزنوی سے اپنی گزشتہ شکستوں اور ناکامیوں کا انتقام بھی لے لیں گے اور آنے والے دور میں ہندوستان کے سارے راجاؤں کو اس کی یلغار، یورش اور ترک تاز سے محفوظ بھی کر دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص جب خاموش ہوا تب کالنجر کا راجہ نندا بے پناہ خوشی اور طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو منصوبہ بندی تم لوگوں نے بنائی ہے یہ ہے تو بڑی عمدہ اور اس میں سب سے بڑی کمال کی بات یہ ہے کہ اس میں میرا نام ہی نہیں آئے گا بلکہ تاریخ کی آنکھ یہ دیکھے گی کہ کالنجر کے راجہ کو حرکت میں آنے کی ضرورت ہی نہ پڑی اور چند غیر معروف قوتوں ہی نے سلطان محمود غزنوی کو شکست دے کر مار بھگایا۔ اگر تم لوگ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہو تو پھر تمہارے سالاروں ہی کو نہیں، لشکریوں کو بھی ان گنت تحائف سے نواز کر رکھ دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص جب خاموش ہوا تب ان میں سے جو بھٹنڈا کے راجہ پریم دیو کی نمائندگی کر رہا تھا وہ کالنجر کے راجہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"راجہ! اس کے علاوہ ہم نے ایک اور اچھی اور عمدہ منصوبہ بندی کی ہے۔"

"وہ کون سی؟" غور سے بھٹنڈا کے راجہ کے نمائندے کی طرف دیکھتے ہوئے نندا نے پوچھ لیا تھا۔

اس پر نمائندے نے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

"راجہ! گزشتہ جنگوں کے دوران کچھ انفرادی مقابلے ہوتے رہے ہیں۔ یہ انفرادی مقابلے ہندوستان کے تیغ زنوں اور سلطان محمود غزنوی کے ایک سالار عبداللہ قراتکین کے درمیان ہوئے جب کبھی بھی ہمارا یا دوسرے راجاؤں کا ٹکراؤ مسلمانوں کے سلطان کے لشکر سے ہوتا رہا تو پہلے انفرادی جنگوں کی ابتدا ہوتی رہی۔ ان انفرادی جنگوں میں ہمارے بہت سے سورما مارے گئے اور انہیں سورماؤں کا انتقام لینے کا بھی ہم نے ایک اوپائے کیا ہے۔

جو سورما انفرادی مقابلے میں سلطان محمود غزنوی کے سالار عبداللہ قراتکین کے

Marfat.com

ہاتھوں مارے گئے، ان میں لاہور کے راجہ کا ایک عمدہ سالار کوی راج، بٹھنڈا کے راجہ کا بڑا بیٹا راج کنور، وحشی اور خونخوار کھکروں کا سالارِ اعلیٰ نندی وردن اور کچھ اور بھی سورما ہیں جو اس عبداللہ قراتکین کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس کے علاوہ اسی عبداللہ قراتکین نے بٹھنڈا کے راجہ کے دوسرے بیٹے گووند راج کو بھی موت کے گھاٹ اُتارا۔ اصل میں ہمارا یہ نقصان اس وجہ سے ہوتا رہا کہ ہم ایک کے بعد دوسرا سورما انفرادی مقابلے کے لئے اس لئے اتارتے رہے کہ عبداللہ قراتکین کا سر قلم کریں لیکن وہ ایسا وحشی قسم کا تیغ زن ہے کہ ہمارا کوئی بھی تیغ زن اس کے مقابلہ پر کامیاب اور کامران نہ ہوا۔ اے راجہ! اب ہم نے ایک ایسی منصوبہ بندی کی ہے جس کے تحت مسلمانوں کے اس سالار کا ہر صورت میں خاتمہ ہو کر رہے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بٹھنڈا کے راجہ کا وہ نمائندہ جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر تجسّس بھرے انداز میں راجہ نندا نے پوچھ لیا۔

”اب تم لوگوں نے محمود غزنوی کے اس سالار کا خاتمہ کرنے کے لئے کیا منصوبہ بندی کی ہے؟“

اس پر بٹھنڈا کا وہ نمائندہ ایک مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے بول اٹھا۔

”بات یہ ہے کہ ہمارے راجہ پریم دیو کے دو راج کمار کنور اور گووند راج مسلمانوں کے بادشاہ کے اس سالار عبداللہ قراتکین کے ہاتھوں مارے گئے۔ اب ہمارا راجہ ہر صورت میں عبداللہ قراتکین سے انتقام لینے کے لئے اس کا خاتمہ چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لئے بڑے بڑے تیغ زنوں کو اس کے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے اتارا گیا تاکہ اس کی گردن کاٹ دیں لیکن تیغ زنی میں کوئی اسے زیر نہیں کر سکا۔ بٹھنڈا کے راجہ کے دونوں راجکماروں کے قتل کے علاوہ لاہور کے راجہ کے سالار کوی راج کا انتقام لینے کے لئے ایک اور عمدہ سالار مہانندن کو بھی اُتارا گیا تھا، لیکن وہ بھی اس عبداللہ قراتکین کی تلوار کا شکار بن گیا۔ پھر ایسا ہوا کہ کھکروں کا سالار جو ناقابلِ تسخیر خیال کیا جاتا تھا اور جس کے متعلق کھکروں ہی نہیں بلکہ آس پاس کے جاننے والوں کو پکا پختہ یقین تھا کہ نندی وردن کا تیغ زنی میں کوئی مقابلہ ہی

Marfat.com

نہیں کر سکتا لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ سلطان محمود کے اس سالار نے تندی وردن کو بھی لمحوں کے اندر اپنے سامنے زیر کر کے رکھ دیا۔ لہٰذا اب ہمارے راجہ پریم دیو کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ تیغ زنی میں تو کوئی سورما عبداللہ قراتگین کو زیر کر کے اس کی گردن نہیں کاٹ سکتا لہٰذا ایک چال، ایک فریب سے کام لیتے ہوئے اس عبداللہ قراتگین کی گردن کاٹی جائے اور جو طریقہ کار یا یہ کہہ لیں کہ جو سیاست اور فریب ہمارا راجہ پریم دیو استعمال کرنا چاہتا ہے اس میں کامیابی ہی کامیابی ہے، ناکامی دور تک کہیں دکھائی نہیں دیتی۔

بٹھنڈا کے اس نمائندے کے خاموش ہونے پر کالنجر کا راجہ نندا بڑی جستجو اور تجسس میں بول اٹھا۔

"پہلے یہ کہو کہ تمہارے راجہ نے کیا سوچا ہے کہ مسلمانوں کے سلطان کے اس سالار کی گردن کاٹنے میں وہ کامیاب ہو جائے گا؟"

اس پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں بٹھنڈا کا وہ نمائندہ کہنے لگا۔

"ہمارے راجہ نے ایک ایسی لڑکی کا انتخاب کیا ہے جس میں دو صفتیں ہیں۔ اس کی ایک صفت تو عام لڑکیوں میں بھی پائی جا سکتی ہے لیکن اس میں جو دوسری صفت ہے وہ عام لڑکیوں میں نہیں پائی جاتی۔"

کالنجر کے راجہ نندا نے تیز نگاہوں سے بٹھنڈا کے اس نمائندے کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تم پیچ دار گفتگو کیوں کرتے ہو؟ سیدھی سی بات کرو، معاملہ کیا ہے؟ وہ کون سی ایسی لڑکی ہے جس میں دو صفتیں ہیں، ایک صفت عام لڑکیوں میں بھی پائی جاتی ہے، دوسری صفت نہیں پائی جاتی، کھل کر کہو۔"

اس پر بٹھنڈا کا نمائندہ پھر مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"جس لڑکی کا انتخاب کیا گیا ہے وہ ایک عمدہ تیغ زن ہے اور یہ ایسی صفت ہے جو کئی لڑکیوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ اس جیسی خوب صورت لڑکی نہیں ہو گی۔ ہمارے راجہ پریم دیو نے بڑی مشکل سے اس کا انتخاب کیا ہے۔ کسی مرد کی نگاہ اس کی خوب صورتی پر ٹھہر نہیں سکتی۔ اس کی آنکھوں سے آنکھ ملانا

Marfat.com

بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے اس کی آنکھ سے ایسی چمک اُٹھتی ہو جو دیکھنے والے کو محصور کر دے گی اور پھر اس کے چہرے میں وہ جاذبیت اور کشش ہے کہ جس کا سامنا ہر کوئی نہیں کر سکتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بٹھنڈا کا وہ نمائندہ رکا، پھر اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کالنجر کے راجہ نندا کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

"اے راجہ! وہ لڑکی خوشبوہائے گندم کی مانوس مہک، ورق ورق خوشبو، کشتِ زرکار اور نمو کی سبز کونپلوں جیسی پُرکشش خوابگوں آنکھوں کے لئے خوب صورت سپنے بُنتی پریت کی جوالہ محبت کے جزیروں کا جھکتے ہوئے مہربان ابد جیسی جاذب نظر ہے۔ وہ لڑکی تاروں بھری شاموں میں کرنوں کی دل پسند ریکھا، تمناؤں کے آنگن میں خوشبوؤں کی نوخیز مسکراہٹ اور حُسن و جمال کی نکہت جیسی خوب صورت چاہت کے رنگوں کے موتیوں، محبت کے جال بُنتی کرنوں میں چاہت کی داستان ابدی شام کے افسانے، مسحور کر دینے والے سحری نغموں، جوانی کے روپ سروپ اور زندگی کا نشان بنتے سیل، نکہت جیسی پُر جمال ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بٹھنڈا کا وہ نمائندہ جب رکا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے راجہ نندا کہنے لگا۔

"یہ تُو نے عجیب ہی گفتگو کر دی ہے۔ تُو نے اس لڑکی کی حقیقی خوب صورتی بیان کی ہے یا میرے سامنے اس کا کوئی قصیدہ بیان کر دیا ہے۔"

اس پر وہ دوبارہ کہنے لگا۔

"راجہ! میں سمجھتا ہوں میں اس لڑکی کے حُسن، اس کی خوب صورتی کی الفاظ میں صحیح عکاسی کر ہی نہیں سکتا۔ نہ میں نے ایسے الفاظ استعمال کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے جو اس کے حُسن کا صحیح نقشہ کھینچ سکیں۔ یوں جانو وہ لڑکی جب اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتی ہے تو دیکھنے والے پر برق گر جاتی ہے اور وہ خود مدہوش سا اور اس کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔"

کالنجر کا راجہ نندا کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، پھر بٹھنڈا کے نمائندے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

"ٹھیک ہے، میں مان لیتا ہوں کہ وہ لڑکی تمہارے کہے ہوئے الفاظ سے کہیں زیادہ خوب صورت ہے اور وہ تیغ زنی اور رزم گاہ کے ہنر میں بھی کمال کا درجہ رکھتی ہو گی لیکن وہ تیغ زنی میں مسلمانوں کے سلطان کا مقابلہ کیسے اور کیونکر کر پائے گی؟ جبکہ تمہارا خود کا کہنا ہے کہ اس سے پہلے بڑے بڑے راج کمار اور بڑے بڑے تیغ زنوں کو مسلمانوں کے سلطان کے اس سالار نے اپنے سامنے زیر کر دیا اور ان کی گردنیں کاٹ دیں۔ پھر یہ ایک خوب صورت اور نازک اندام لڑکی کیا کر گزرے گی؟"

جواب میں پہلے جیسی مسکراہٹ میں ٹھنڈا نمائندہ کہنے لگا۔

"یہ لڑکی وہ کچھ کر گزرے گی جو اس سے پہلے کسی تیغ زن نے عبداللہ قراتگین کے خلاف نہیں کیا۔ پہلے میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ تو کالنجر ہی میں رہیں گے، دوسرے راجاؤں کا متحدہ لشکر دریائے کین کے کنارے ذرا ہٹ کر سلطان محمود کے لشکر کی راہ روکے گا، چنانچہ سلطان محمود یہی سمجھے گا کہ آپ نے اپنے شہر کالنجر سے نکل کر مسلمانوں کے سلطان کی راہ روکی ہے اور اس پر ضرب لگائیں گے۔ جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوں گے تب وہ لڑکی جنگی لباس پہنے اپنے چہرے کو ڈھانپے اپنے گھوڑے کو بھگاتی ہوئی دونوں لشکروں کے بیچ میں آئے گی اور عبداللہ قراتگین کا نام لے کر اسے انفرادی مقابلے کے لئے للکارے گی۔

چنانچہ لازم ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے عبداللہ قراتگین ہی میدان میں اُترے گا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے ہمارے جس سورما سے بھی اس کا مقابلہ ہوا اس نے جب عبداللہ قراتگین کا نام لے کر انفرادی مقابلہ کے لئے للکارا تو مقابلہ پر عبداللہ قراتگین ہی اُترا تھا لہٰذا وہ لڑکی بھی جب مقابلہ کے لئے پکارے گی، انفرادی مقابلہ کرنا چاہے گی تو اس سے ٹکرانے کے لئے یقیناً عبداللہ قراتگین ہی اُترے گا۔

جب عبداللہ قراتگین اس کے سامنے جائے گا تب اس کی آمد سے پہلے وہ لڑکی اپنی ڈھال اور اپنی تلوار کو تیار رکھے گی۔ جونہی عبداللہ قراتگین اس کے قریب آئے گا وہ ایک دم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے گی۔ اس کے نقاب ہٹا دینے کی وجہ سے

Marfat.com

اس کے حُسن، اس کی خوب صورتی کی چکا چوند اور اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے اُٹھتی روشنی، اس کے حُسن کی کشش عبداللہ قراتگین کے حواس پر چھا جائے گی، اس کی آنکھوں کو چندھیا دے گی اور چند لمحوں کے لئے وہ مبہوت سا ہو کر رہ جائے گا۔ اس کی اسی کیفیت سے ہی وہ لڑکی فائدہ اٹھا کر اپنی تلوار سے کام لے گی اور عبداللہ قراتگین کو کاٹ کر رکھ دے گی۔"

بھنڈا کا وہ شخص جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک راجہ نندا گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، اس کی گردن جھکی رہی۔ یہاں تک کہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر آنے والے ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جو کچھ تم نے سوچا ہے اگر اس پر عمل ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہو گی۔ اگر تم چند روز یہاں رک کر مجھے مہمان داری اور تواضع کا موقع دو تو میں سمجھوں گا......"

اس پر آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا۔

"اے راجہ! ہم یہاں رکیں گے نہیں، ہندوستان کے راجاؤں کا جو متحدہ لشکر اس وقت بھرت پور میں انتظار کر رہا ہے، واپس جا کر ہم نے اسے آپ کے ارادے اور فیصلے سے آگاہ کرنا ہے۔"

اس پر راجہ نندا کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر میں تم لوگوں سے پوری طرح متفق ہوں۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ کالنجر ہی میں رہوں گا، لیکن تیار اور مستعد رہوں گا۔ دوسرے راجاؤں کا متحدہ لشکر اگر دریائے کین کے کنارے مسلمانوں کے سلطان کی راہ روکتا ہے تو میں سمجھتا ہوں اس میں ہمارے لئے بڑے فائدے ہیں۔ اس لشکر کو پشت کی جانب سے میں ہر طرح کی رسد اور کمک پہنچاؤں گا۔ اور پھر اگر راجہ کے متحدہ لشکر کو کامیابی اور فتح مندی نصیب ہوتی ہے تو محمود کو اتنا نقصان اٹھانا پڑے گا جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔"

راجاؤں کا متحدہ لشکر اوّل تو انہیں خوب کاٹے گا اور ان کی اکثریت کا خاتمہ کرے گا اور اس کے بعد جب انہیں شکست ہو گی اور محمود کے لشکری اپنی جانیں

Marfat.com

بچانے کے لئے بھاگیں گے، تب پشت پر چونکہ دریائے کین ہو گا لہٰذا بھاگ کر جانیں بچانے کے بجائے وہ دریائے کین میں ڈوب مریں گے۔ اب میری طرف جو پیغام تم لے کر آئے ہو اس سے میں پوری طرح متفق ہوں۔"

اس پر آنے والے ان نمائندوں نے راجہ نندا کا شکریہ ادا کیا، راجہ نندا نے ان کے لئے کھانے کا اہتمام کیا، اس کے بعد وہاں مزید کچھ دیر قیام کرنے کے بعد وہ وفد واپس بھرت پور کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

Marfat.com

دریائے سندھ کے کنارے سلطان محمود غزنوی ایک روز اپنے خیمے میں اپنے سالاروں کے ساتھ کالنجر کی طرف پیش قدمی کرنے سے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ سلطان کے کچھ مخبر وہاں آئے۔ ان کی آمد پر سلطان نے خوشی کا اظہار کیا، انہیں اندر بلا کر اپنے قریب بٹھایا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کیا تم کالنجر کے راجہ کے متعلق کوئی تفصیل لے کر آئے ہو؟“

اس پر ان میں سے ایک سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطانِ محترم! ہم ایک اور ہی خبر لے کر آئے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی اس نے سلطان کو بٹھنڈا کے علاوہ دوسرے راجاؤں کے متحدہ لشکر کے حرکت میں آنے کی تفصیل پہلے کہی، اس کے بعد اس لڑکی سے متعلق تفصیل سے بتا دیا تھا جو دریائے کین کے کنارے انفرادی مقابلہ کے لئے عبداللہ قراتگین کو للکارے گی اور پھر عبداللہ قراتگین کے سامنے جانے پر دھوکا دہی سے کام لیتے ہوئے عبداللہ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گی۔“

وہ مخبر جب خاموش ہوا تب سلطان محمود غزنوی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”لگتا ہے بٹھنڈا کے راجہ کو انتظام لینے کے لئے کوئی اچھا سورما اور تیغ زن نہیں ملا، اسی بنا پر انہوں نے ایک خوب صورت لڑکی کا انتخاب کیا ہے تاکہ وہ حُسن کی جھلک دکھا کر عبداللہ قراتگین کو دھوکا اور فریب میں رکھ کر اسے اپنا ہدف بنانے کی کوشش کرے لیکن جو بھی ایسا کرے گا، اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔“

سلطان جب خاموش ہوا، تب مسکراتے ہوئے عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

Marfat.com

"سلطانِ محترم! یہاں کے راجاؤں کا متحدہ لشکر جو کچھ کرنا چاہتا ہے، اُنہیں کرنے دیں۔ میرے خداوندِ قدوس کو منظور ہوا تو جس طرح ان کا کوئی حربہ، کوئی فریب، کوئی لوبھ کامیاب نہیں ہوا، اس بار بھی پہلے کی طرح انہیں ناکامی اور نامرادی ہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

جواب میں سلطان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لشکر میں مغرب کی اذان سنائی دی لہٰذا نماز کے لئے سب اُٹھے اور جس جگہ یہ مجلس منعقد ہوئی تھی وہاں سے اُٹھ کر سب ایک ساتھ مسجد کی طرف ہو لئے تھے۔

نماز ادا کرنے کے بعد عبداللہ قراتگین جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ کوشل ابھی ابھی نماز سے فارغ ہوئی تھی لیکن وہ انتہا درجہ کی اُداس اور افسردہ بیٹھی ہوئی تھی، چہرہ رونے والا ہو رہا تھا، آنکھوں میں اُداسی ٹپک رہی تھی۔ عبداللہ قراتگین جب آگے بڑھ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تب کوشل کہیں کھوئی کھوئی اپنی جگہ پر بیٹھی رہی، اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے اسے عبداللہ قراتگین کی آمد کا احساس تک نہ ہوا۔

آخر عبداللہ قراتگین نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، ہلکے سے ہلایا، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"لگتا ہے، عبداللہ قراتگین سے کوئی غلطی ہو گئی ہے، جو کوشل اس طرح اُداس اور افسردہ اور ایک طرح کی بے حس بیٹھی ہوئی ہے۔ نہ ہی پہلے کی طرح میرے خیمے میں داخل ہونے پر میرا استقبال کیا ہے۔ کیا مجھ سے کوئی کوتاہی سرزد ہو گئی ہے؟"

اس پر کوشل نے نفی میں گردن ہلائی، اپنے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ بکھیرنے کی کوشش کی، جس پر عبداللہ قراتگین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"کوشل! مجھے تمہاری یہ زبردستی کی مسکراہٹ نہیں چاہئے، اصل معاملہ بتاؤ کیا ہے؟ کس نے تمہاری دل شکنی کی ہے یا تم سے کسی نے میری کوئی شکایت کی ہے؟"

اس پر کوشل عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے پھٹ پڑی۔

"آپ آج کے بعد انفرادی مقابلہ نہیں کریں گے۔"

عبداللہ قراتگین سب کچھ سمجھ گیا تھا، پھر بھی غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے

Marfat.com

کہنے لگا۔

”کوشل! کیا ہوا، کیا تم نے دن میں کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہے جو مجھے اس طرح انفرادی مقابلہ میں حصہ لینے سے منع کر رہی ہو۔“

اس پر کوشل دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

”ابھی تھوڑی دیر پہلے کچھ عورتیں میرے پاس آ کر بیٹھی تھیں اور انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ ہندوستان کے راجاؤں کا ایک متحدہ لشکر ہم سے ٹکرانے کے لئے پَر تول رہا ہے۔ اس لشکر کے اندر سے ایک لڑکی نکلے گی، جو آپ کو انفرادی مقابلہ کی دعوت دے گی۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ لڑکی انتہا درجہ کی خوب صورت ہے، آپ کے سامنے چہرہ ڈھانپ کر آئے گی اور پھر ایک دم اپنی خوب صورتی کی جھلک دکھا کر آپ کو دھوکا اور فریب میں ڈال کر آپ کو اپنا ہدف بنا کر آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی۔ اس کے باوجود آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میں اُداس اور افسردہ کیوں ہوں۔“

عبداللہ قراتکین نے بڑے پیارے انداز میں کوشل کا سر پکڑ کر اسے ہلایا، پھر کہنے لگا۔

”کوشل! تم میری بیوی ہو، میری نگاہوں میں تم سے خوب صورت کوئی ہے ہی نہیں۔ وہ لڑکی اگر انفرادی مقابلہ میں میرے سامنے آتی ہے اور اپنے حُسن، اپنی خوب صورتی سے مجھے دھوکا اور فریب میں ڈال کر مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی ہے تو سنو کوشل! میں اس کے سارے ہنر، اس کی ساری خوب صورتی، اس کے شباب، جوانی کی شادابی سب تیرے پاؤں کی دھول بنا کر رکھ دوں گا۔“

عبداللہ قراتکین کے ان الفاظ پر کوشل نے فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا، چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عبداللہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”کوشل! ایسے موقع پر میرا انفرادی مقابلہ کے لئے نہ نکلنا بڑا معیوب ہے۔ لوگ یہ بھی کہیں گے کہ عبداللہ قراتکین بزدل ہے بلکہ اب تو کچھ لوگ یہ بھی کہیں گے کہ کوشل کا شوہر عبداللہ قراتکین بزدل ہے۔ تم فکرمند نہ ہو، اس لڑکی کے للکارنے پر

Marfat.com

میں اس کے مقابل جاؤں گا۔ پھر میں دیکھوں گا، اُس کے حُسن اور اُس کی خوب صورتی میں کیسی چمک ہے اور وہ مجھے کس قدر متاثر کرتی ہے۔ کوشل! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس لڑکی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ کوشل! میں تمہارا شوہر ہوں، تم میری بیوی ہو۔ تم سے بڑھ کر نہ میں کسی کی خوب صورتی سے متاثر ہو سکتا ہوں نہ کسی لڑکی کا حُسن اور اس کا شباب مجھے مسحور کر سکتا ہے۔ میرے لئے تم ہی سب کچھ ہو۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔"

عبداللہ قراتکین کے ان الفاظ پر کوشل کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اتنے میں دونوں میاں بیوی کا کھانا آ گیا تھا، لہٰذا گفتگو کا سلسلہ ختم کر کے وہ کھانا کھانے لگے تھے۔

❀❀❀

سلطان محمود غزنوی سارے دریاؤں کو پار کرنے کے بعد جب دریائے کین کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر گیا تب راجاؤں کا متحدہ لشکر دوسرے کنارے پر پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ چونکہ سلطان کو اس کے مخبر نہ صرف دشمن کے محل وقوع سے برابر آگاہ کرتے آ رہے تھے بلکہ ہر لحہ بدلتی ہوئی صورتِ حال کی بھی اطلاع دے رہے تھے۔ چنانچہ سلطان نے ان کے سامنے اپنا پڑاؤ قائم کر لیا تھا۔ چونکہ سلطان کو خبر دی جا چکی تھی کہ جونہی مسلمانوں کا لشکر دریائے کین کو عبور کر کے آگے جائے گا، راجاؤں کا متحدہ لشکر ان سے جنگ کی ابتدا کر دے گا۔

سلطان نے بھی اپنا پڑاؤ قائم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں اس لئے کہ سامنے متحدہ لشکر بھی اپنی صفیں درست کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا، اس کے بعد راجاؤں کے لشکر سے دُبلا پتلا ایک مسلح جوان اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا نمودار ہوا۔ وہ جنگی لباس پہنے ہوئے تھا، سر پر بھی اس نے خود پہن رکھا تھا۔ اس کا بڑا نقاب اس نے اپنے چہرے پر ڈال رکھا تھا، صرف اس کی آنکھیں دکھائی دیتی تھیں، چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ چنانچہ دونوں لشکروں کے وسط میں آ کر اس نے عبداللہ قراتکین کا نام لے کر مقابلہ کے لئے للکارا۔

Marfat.com

عبداللہ قراتکین پہلے سے اس کے لئے تیار تھا چنانچہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا وہ میدان میں اُترا تھا۔ اس موقع پر اپنے پڑاؤ کے اندر دوسری عورتوں کے ساتھ کوشل ایک بلند ٹیلے پر کھڑی ہو کر سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ عبداللہ قراتکین اس کے قریب جا کر اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال چکا تھا۔ اس لڑکی کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس لڑکی نے عبداللہ کو مخاطب کیا۔

''کیا تمہارا ہی نام عبداللہ قراتکین ہے؟''

اس پر غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

''جب تُو نے عبداللہ قراتکین کا نام لے کر مقابلہ کے لئے للکارا ہے تو پھر عبداللہ قراتکین ہی تیرے مقابلہ پر آئے گا اب تُو بتا کہ تیرا نام کیا ہے؟''

اس پر لڑکی کچھ دیر خاموش رہی، شاید مسکرا رہی تھی، پھر اپنی کھنکتی نقرئی آواز میں عبداللہ قراتکین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میرے کئی نام ہیں، ان میں سے تم اپنے لئے کوئی سا بھی پسند کر سکتے ہو۔ لوگ مجھے فتح و کامرانی کا مجسمہ، عزت و وقار کا سرچشمہ بھی کہتے ہیں۔ نظر فریب سبزہ زار فضاؤں میں رقصاں جگنو کہہ کر بھی پکارتے ہیں، نغموں کا تواں، نگاہوں کا خمار، صباحت و لطف کی تازگی بھی کہتے ہیں۔ آرائش و تزئین کا نشیلا فسانہ اور پھولوں کا تبسم بھی سمجھتے ہیں۔ نگاہوں میں زندگی کا اسرار، ستاروں کا بادبان بھی خیال کرتے ہیں۔ پیاسے سرابوں میں امرت کی روحِ رواں، دھنک کا لازوال رنگ بھی مجھے ہی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ لوگ مجھے اور میری ذات کو تغیر کی نگینہ کاری، خوب صورتی کی رعنائی، جمال کا نشیلا پن بھی کہتے ہیں۔ ان سب میں سے جو جملہ، جو فقرہ تمہیں پسند ہے وہی میرا نام ہوگا۔''

عبداللہ قراتکین نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''خاتون! مجھے باتوں میں لگانے اور مجھے رجھانے کی کوشش نہ کرو۔ میں نے تمہارا نام پوچھا ہے، تم نے اپنی ذات، اپنی خوب صورتی کی جو تعریف کی ہے یہ تمہاری خود کی تعریف ہے۔ خوب صورتی وہ، حُسن وہ، شباب وہ جس کی تعریف کوئی دوسرا دیکھ کر کرے۔ دیکھو! اب مزید اس قسم کا کوئی جملہ ادا نہ کرنا، اپنا نام کہو تا کہ میں

Marfat.com

جانوں میرے مقابلہ پر ہندوستان کے راجاؤں نے کس لڑکی کو اُتارا ہے۔"

اس پر وہ لڑکی کہنے لگی۔

"میرا نام کیتھر ہے۔ تم نے کیسے جان لیا کہ میں لڑکی ہوں۔"

اس پر عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

"میں ایسا بھی احمق نہیں ہوں کہ نہ جان سکوں۔ تمہاری آواز، تمہارے انداز بتاتے ہیں کہ تم لڑکی ہو۔ اگر تم آواز نہ بھی نکالتیں، اپنا کوئی انداز بھی نہ دکھاتیں تب بھی تمہارے گھوڑے پر بیٹھنے کے انداز سے سمجھ جاتا کہ تم لڑکی ہو۔ دیکھو! انفرادی مقابلہ کرنا لڑکیوں کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ابھی وقت ہے، میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اجل کی گراں گوش دستک اور چٹکتی چنگاریوں سے بچو۔ موت کی آہوں کی طوفان خیزیوں اور بے بسی کی الم ناک چیخوں سے اپنا دامن محفوظ رکھو۔ ہوش و دانش ضائع کرنے والی قضا اور بدی کے فروزاں شعلوں سے اپنا آنچل بچاؤ ورنہ تمہارے نصیب داغ داغ ہو کر رہ جائیں گے۔"

عبداللہ قراتگین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ کیتھر نام کی اس لڑکی نے اچانک اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا۔ وہ واقعی بلا کی حسین اور پُر کشش تھی۔ اس نے صرف دو ایک بار پلک جھپکنے کے سے انداز میں عبداللہ قراتگین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا، اس کے بعد جب وہ ایک دم اپنی تلوار کو حرکت میں لائی اور عبداللہ قراتگین کو نشانہ بنانا چاہا تو عبداللہ قراتگین نے کمال جرأت مندی سے کام لیتے ہوئے اس کے وار کو اپنی ڈھال پر روکا، پھر اس کی تلوار والا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر اسے اس کے گھوڑے سے اچک کر گھماتے ہوئے دور پھینک دیا تھا۔

عبداللہ قراتگین کے اس عمل سے لڑکی بدحواس ہو کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ عبداللہ قراتگین نے اسے اس کے گھوڑے سے گرا دیا تھا لہٰذا وہ انتہا درجہ کی پریشان اور خوف زدہ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جب عبداللہ قراتگین نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کی طرف بڑھنا چاہا تب وہ اپنے لشکر کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ عبداللہ قراتگین اس کے پیچھے تھا۔ اتنی دیر تک راجاؤں کے متحدہ لشکر سے ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا نکلا۔ اس کے ایسا کرنے پر سلطان کے لشکر سے بھی احمد

Marfat.com

نیالتگین اپنے گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگاتا ہوا میدان میں اُتر آیا تھا۔ ابھی احمد نیالتگین قریب نہیں گیا تھا کہ راجاؤں کے لشکر سے نکلنے والا وہ مسلح جوان قریب آ گیا تھا۔ جونہی وہ نزدیک آیا، عبداللہ قراتگین نے گھوڑے کی زین سے بندھا ہوا نیزہ تھاما اور تاک کر اسے ایسا مارا کہ اس کا نیزہ اس کی چھاتی میں کھب کر کمر کی طرف نکل گیا اور وہ چیخ مار کر اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔ اتنی دیر تک کیتھر نام کی اس لڑکی کو بھاگ کر اپنے لشکر میں جانے کا موقع مل گیا تھا اور اتنی دیر تک احمد نیالتگین بھی عبداللہ قراتگین کے قریب آن کھڑا ہوا تھا۔

جو نوجوان کیتھر نام کی اس لڑکی کو بچانے کے لئے میدان میں اُترا تھا، وہ ابھی زندہ تھا، تاہم گھوڑے سے گر گیا تھا۔ عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین دونوں جب اس کے قریب گئے تب عبداللہ قراتگین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ شخص کہنے لگا۔

''تم نے اس لڑکی کو زندہ چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ یوں جانو تم نے ایک سانپ کو زخمی کر کے چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ بکھرے پتوں، ٹوٹی کرنوں، برستی بوندوں کی طرح تمہارا تعاقب کرے گی۔ گمبھیر لمحوں، غموں کی یلغار اور گمراہ تمدن کے سیلاب کی طرح تمہارے پیچھے آئے گی۔ یاد رکھو! جو تم نے اپنے آپ کو اس کے سامنے جھکا دیا تب وہ اس سے میٹھے دریاؤں کی مہکتی کہانی، حوصلوں کی جھلک، خیالات کی آرائش، برق و شعلہ کی لپک بنا کر رکھ دے گی اور خود کو تمہارے لئے روشن اور منور وجدان، نئی مسکراتی ہوئی سحر، ایثار و وفا کی امین، درد آشنا رفیق، مرمر کا بت آزری، زندگی کا حُسن اور روح کا پندار اور وقار کی انا بنا کر رکھ دے گی اور اگر تم اس کے سامنے نہ جھکے، اس کی خواہشوں کا احترام نہ کیا تو پھر یاد رکھنا، وہ تمہارے لئے آتش ناک گرم رو جنوں خیز وحشت، اذیتوں کا گرداب، جوش مارتی گرسنگی، جان کی رگ چھین لینے والی ہولناک نا اُمیدی، روح کے خمار سے محروم درد کے مصائب کا بگولہ، زرد موسموں کا طوفان اور اندھیوں کی خوفناک کروٹ ثابت ہو گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ رکا، پھر کہنے لگا۔

''دیکھو! وہ لڑکی کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ وہ........'' اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ اس کی روح، اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ گئی تھی اور وہ مر گیا تھا۔ عبداللہ

Marfat.com

قراتگین اور احمد نیالتگین دونوں واپس اپنے لشکر کی طرف چلے گئے تھے۔
اس کے بعد تھوڑی دیر تک راجاؤں کے متحدہ لشکر میں بڑے زوردار انداز اور کھولتی لے میں بڑے بڑے طبل اور دفیں بجنے لگی تھیں یہاں تک کہ اس متحدہ لشکر کے سالار نے اپنے لشکر کو بے جہت یورش کرتے گردآلود جذبوں اور دشتِ نا اُمیدی میں مصائب کی آندھیاں کھڑی کرتے عذابوں کے صحیفوں کی طرح آگے بڑھایا، اس کے بعد وہ یخ بستہ اُداسیوں میں داستانوں کے اوراق بکھیرتے آتش و آہن کے سیلاب، گمبیھر سلاخوں کے بکل میں رعشہ اور بدحالی طاری کرتے آندھیوں کے حریف، دشتِ جنوں میں زہر اُگلتے تفکرات کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔
حملہ آور ہوتے ہوئے اس متحدہ لشکر کے لشکری زور زور سے چیختے چلاتے ہیجان آفرین انداز میں بھیڑیوں کی طرح چیخنے چلانے لگے تھے۔
چنانچہ سلطان کے لشکر کی ترتیب وہی تھی یعنی لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے خود سلطان اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا، پھر وہ اندھیروں کی یورش اور ہوس کے نگار خانے میں تشنہ تعبیروں کی فوزمندی، دن کے رباب توڑ کر نگر نگر میں ویرانیاں، دل میں شکستگی اور نیستی کی اُلجھنیں، زخموں کی کہکشائیں سجاتے نا اُمیدیوں کے سایوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔
سلطان کی تھوڑی ہی دیر بعد اس کے لشکر کا دایاں حصہ بھی دامن تار تار، گریبان چاک کرتے صدیوں کے ہولناک طوفانوں، اعضاء شکنی طاری کرتے تباہی کی پیاس بڑھاتے تقدیر کے بدترین نوشتوں، ہوش و دانش ضائع کر کے پگھلنے کے عمل سے گزار دینے والے لاپناہ دشتِ اجل کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔
دائیں حصہ کے حرکت میں آنے کے بعد سلطان کے لشکر کا بایاں حصہ بھی چہروں پر دکھ کی مہریں، ذہنوں پر سوچوں کے شعلے لئے اندھا کر دینے والے عذابوں، کچے گھروندوں، پسے ہوئے کھلیانوں جیسا کر دینے والی قضا کی برہم پکار اور زیست کی تہوں تک میں گھس جانے والی اذیت ناک شوریدہ سری کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔
یوں دریائے کین کے کنارے دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے تقدیر اور تدبیر، منزل اور راستے، تعمیر اور تخریب، مثبت و منفی قصے، زندگی اور موت، فتح اور شکست،

Marfat.com

ہمت و عظمت، خصومت و عداوت، فرعونیت اور سرکشی ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے تھے۔

کچھ دیر کی ہولناک یلغار اور ٹکراؤ کے بعد متحدہ لشکریوں کے سالارِ اعلیٰ نے خود دیکھ لیا تھا کہ سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے مقابلہ میں اس کے اپنے لشکر کی حالت بقا کی آخری امید، پیاسی نگاہوں، سنسان رات، بے چین شراروں کے خروش، تلخ حقائق، ہواؤں کی آہ و زاری، نا اُمیدیوں کی گھٹاؤں اور کھولتے آتش فشانی دہانوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد ہندوستان کے راجاؤں کا وہ متحدہ لشکر سامنے کی طرف سے بھاگ کھڑا ہوا۔

سلطان نے اس لشکر کا تعاقب نہیں کیا بلکہ اس کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد اس نے اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنا شروع کر دی تھی۔

چنانچہ شام سے پہلے عبداللہ قراتکین جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تب اسے دیکھتے ہی کوشل بھاگنے کے انداز میں خیمے کے دروازے کی طرف بڑھی، اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے پھر اسے کھینچتی ہوئی خیمے میں لگے بستر پر اسے جا بٹھایا تھا۔ گفتگو کا آغاز کوشل کرنا ہی چاہتی تھی کہ اسے مخاطب کر کے عبداللہ قراتکین کہنے لگا۔

"میرے خیال میں تم نے میرا انفرادی مقابلہ دیکھا ہوگا۔ اب بتاؤ، کیسا رہا؟"

اس موقع پر کوشل کی آنکھوں میں چمک، چہرے پر خوشی نمودار ہوئی، کہنے لگی۔

"آپ نے اپنی بیوی ہی نہیں، لشکر میں سب ہی لوگوں کا دل خوش کر کے رکھ دیا۔ جس وقت آپ نے اس لڑکی کو بازو سے پکڑ کر گھما کر گھوڑے سے نیچے پٹخ دیا تھا، اس وقت میری خوشی کی کیا انتہا تھی، وہ میں آپ کے سامنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میں عبداللہ قراتکین کی بیوی ہوں۔ بے شک انفرادی مقابلہ سے پہلے میرے دل میں خوف اور ڈر سا بیٹھ گیا تھا کہ نہ جانے وہ لڑکی آپ کے خلاف کیسی سازش، کیسا حربہ استعمال کرے اور کہیں آپ کو نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ بہرحال آپ نے اس سے خوب نمٹا اور ایسا نمٹا کہ اپنے

Marfat.com

گھوڑے سے زمین پر گرنے کے ساتھ ہی وہ اپنے لشکر کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس موقع پر اس کی مدد کے لئے ایک مسلح جوان بھی نکلا لیکن اسے بھی نیزہ مار کر آپ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ بہر حال آپ کی بیوی کی حیثیت سے میں آپ پر جتنا بھی فخر کروں، اتنا ہی کم ہے۔"

جواب میں عبداللہ قراتکین کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کوشل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا، پھر کہنے لگی۔

"باتیں بعد میں ہوں گی، پہلے اُٹھیں، جو کپڑے آپ نے پہنے ہوئے ہیں وہ اتاریں، طہارت خانہ میں جائیں، اس کے بعد یہاں بیٹھتے ہیں۔"

ساتھ ہی کوشل نے ایک صاف ستھرا انگوچھا طہارت خانہ کی رسّی پر رکھ دیا تھا جبکہ عبداللہ قراتکین اُٹھ کر طہارت خانہ کی طرف چلا گیا تھا۔

Marfat.com

راجاؤں کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دینے کے بعد کچھ دن تک اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے کین ہی کے کنارے قیام کئے رکھا۔ چنانچہ جس روز کالنجر پر حملہ آور ہونے کے لئے سلطان نے دریائے کین کے کنارے سے کوچ کرنا تھا، اس سے ایک روز پہلے سلطان جس وقت عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے خیمے میں داخل ہوا، تب سلطان کے دو مخبر سلطان سے اجازت لے کر سلطان کے خیمے میں داخل ہوئے۔ سلطان کے کہنے پر وہ اس کے سامنے بیٹھ گئے، پھر سلطان محمود غزنوی نے انہیں مخاطب کیا۔

"کیا تم دونوں کالنجر کے راجہ نندا سے متعلق کوئی خبر لے کر آئے ہو؟"

اس پر آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا، کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! نندا اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ کالنجر شہر کے اندر موجود ہے اور جہاں تک ہم نے حالات کا جائزہ لیا ہے، اس کے مطابق کالنجر کا راجہ نندا شہر کے اندر محصور رہ کر آپ کا مقابلہ کرے گا۔ ہم آپ کے پاس اس لشکر سے متعلق خبریں لے کر آئے ہیں، جو ہندوستان کے راجاؤں کا متحدہ لشکر ہے اور جسے چند دن پہلے آپ بدترین شکست دے چکے ہیں۔

اس لشکر کے شکست خوردہ افراد دریائے کین ہی کے کنارے کنارے بھاگتے ہوئے باندہ شہر کی طرف گئے لیکن وہ باندہ شہر تک نہیں پہنچے بلکہ راستے ہی میں وہ ایک جگہ جمع ہوئے چنانچہ ان کے جمع ہونے پر انہوں نے پھر ایک خاصے بڑے لشکر

Marfat.com

کی صورت اختیار کر لی۔ باندہ اور اس کے نواح میں جو بستیاں ہیں، وہاں سے انہوں نے اپنے لئے رسد کا سامان بھی وافر مقدار میں حاصل کر لیا ہے، آس پاس کے لوگ بھی ان کی خوب مدد کر رہے ہیں چنانچہ اب انہوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ جب آپ دریائے کین کے کنارے سے اٹھ کر کالنجر پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھیں گے اور شہر پر حملہ کریں گے تب وہ شکست خوردہ لشکر ایک دم نمودار ہو کر آپ کی پشت پر حملہ آور ہو کر آپ کی شکست اور کالنجر کے راجہ کی کامیابی اور فتح مندی کا باعث بنے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب رکا تب سلطان کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، پھر آنے والے ان مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دونوں نے بہت اچھا کیا جو شکست اُٹھا کر بھاگنے والے لشکر پر نگاہ رکھی۔ اگر شکست خوردہ لشکری ایک جگہ جمع ہو کر پھر طاقت وقوت پکڑ رہے ہیں تو ان کی تو مجھے کوئی فکر نہیں، پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا ان شکست خوردہ لشکریوں کے سالار نے ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے کالنجر کے راجہ نندا سے کوئی رابطہ قائم کیا ہے؟''

اس پر آنے والا وہ مخبر پھر بول اُٹھا۔

''سلطانِ محترم! اب تک جو معلومات ہم حاصل کر چکے ہیں، ان کے مطابق ابھی تک ان شکست خوردہ لشکریوں نے کالنجر کے راجہ نندا سے رابطہ قائم نہیں کیا اور جہاں تک کالنجر کے راجہ سے متعلق ہم معلومات حاصل کر چکے ہیں ان کے مطابق کالنجر کا راجہ تو اپنے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ نہیں کرے گا بلکہ شہر میں محصور رہ کر ہی اس نے اب تک مقابلہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ میرے خیال میں شکست خوردہ لشکریوں نے یہ ٹھان رکھی ہے کہ جب آپ اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے کالنجر پر حملہ آور ہوں گے اور سامنے کی طرف سے کالنجر کا راجہ آپ سے ٹکرائے گا، تب وہ پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ ہمیں نقصان پہنچائیں گے بلکہ ہمارے خلاف کالنجر کے راجہ کی فتح اور کامیابی کو یقینی بنانے کی کوشش کریں گے۔''

سلطان نے کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچا، پھر آنے والے ان دونوں کو مخاطب

Marfat.com

کر کے کہنے لگا۔

"اب تم اُٹھو، سارے سالاروں کو میرے خیمے کی طرف بھیج دو۔ تم آرام کرو، شام کا کھانا میرے لشکر میں کھانے کے بعد پھر اپنی منزل کی طرف نکل جانا۔"

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں مخبر اُٹھ کر باہر نکل گئے تھے۔

ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد سلطان کے سارے سالار سلطان کے خیمے میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جب سب سالار خیمے میں آ گئے، تب سلطان نے ان سے وہ خبر کہی جو دونوں مخبر لے کر آئے تھے۔ اس کے بعد سب کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان محمود غزنوی کہنے لگا۔

"جو خبریں ہمارے مخبروں نے پہنچائی ہیں ہمارے لئے وہی قابلِ اعتماد ہیں۔ جہاں تک ہمارے مخبر سمجھتے ہیں یا ہم نے خود اندازہ لگایا ہے، کالنجر کا راجہ نندا اپنے شہر میں محصور رہ کر ہمارا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ تاہم شکست خوردہ لشکر جس نے ایک بار پھر طاقت اور قوت پکڑ لی ہے وہ اس وقت ہماری پیٹھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا جب ہم کالنجر پر حملہ آور ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ نوبت آنے سے پہلے پہلے ہی ہمیں ایک دشمن کا خاتمہ کر کے اپنا کام ہلکا اور آسان کر دینا چاہئے۔

اس سارے معاملے کے سلسلے میں جو منصوبہ بندی میرے ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر دیا جائے، جس کی کمانداری عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتکین کے پاس رہے گی۔ باقی لشکر کے ساتھ کالنجر پر ضرب لگائی جائے گی۔ پہلے پورا لشکر ایک ساتھ ہی کالنجر کی طرف کوچ کرے گا، لیکن کوچ سے پہلے اس لشکر کو مختص کر دیا جائے گا جو عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتکین کے تحت کام کرے گا۔ چنانچہ عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتکین ہمہ وقت ہوشیار، تیار اور مستعد رہیں گے۔ یہ کالنجر پر حملہ آور ہونے میں حصہ نہیں لیں گے، اس بات کے منتظر رہیں گے کہ کب شکست خوردہ لشکر پھر اچانک نمودار ہو کر کالنجر کی طرف آتا ہے۔ اس سلسلے میں، میں مخبروں کو سمجھا دوں گا، وہ لشکر کالنجر سے ابھی دور ہی ہو گا تو ہمارے مخبر اس کی اطلاع جلد کر دیں گے۔ چنانچہ عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتکین اپنے حصہ کا لشکر لے کر علیحدہ ہوں

Marfat.com

گے اور وہ شکست خوردہ لشکر جو متحد ہو کر کالنجر کی طرف بڑھ رہا ہوگا، اس کی راہ روکیں گے اور ان پر حملہ آور ہو کر انہیں مار بھگانے کی کوشش کریں گے اور جب یہ دونوں انہیں شکست دیں گے تو پوری طاقت وقوت، پوری سختی اور شدت کے ساتھ ان کا تعاقب کر کے ان کی تعداد کو مزید کم کریں گے اور جب یہ دونوں دیکھیں گے کہ دشمن ہمارے لئے بے خطر ہو گیا ہے تب یہ اپنے لشکر کو لے کر آئیں گے، ان کی آمد تک ہم کالنجر شہر پر حملوں کی ابتدا نہیں کریں گے۔ جب یہ دونوں اپنی مہم سے لوٹ آئیں گے تو پھر میرا اپنا ارادہ ہے کہ ہم کالنجر شہر پر تین اطراف سے حملہ آور ہوں گے۔ اگر ہم تین اطراف سے حملہ آور ہو کر شہر کے رہنے والوں پر پورا دباؤ ڈالتے ہیں تو مجھے امید ہے کالنجر بہت جلد ہمارے سامنے سرنگوں ہو جائے گا۔ آنے والے دور میں کبھی بھی، کسی بھی راجہ کو ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت نہ ہوگی۔"

چنانچہ سلطان محمود غزنوی جب خاموش ہوا تب سلطان نے اپنے ایک ایک سالار کو مخاطب کرتے ہوئے منصوبہ بندی سے متعلق ان کی رائے لی۔ سب نے سلطان کی اس رائے سے اتفاق کیا تھا۔ اس پر سلطان نے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔ چنانچہ اسی روز اپنے سالاروں کے ساتھ اٹھ کر سلطان نے اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لی تھی اور جس لشکر کو عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین کے ساتھ شکست خوردہ لشکر پر حملہ آور ہونا تھا، اس کی بھی نشاندہی کر دی گئی تھی۔

❁❁❁

کالنجر کا راجہ نندا ایک روز اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے محافظ دستوں کا سالار اس کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مالک! ہندوستان کے راجاؤں کا متحدہ لشکر جسے مسلمانوں کے سلطان کے ہاتھوں چند دن پہلے شکست ہو چکی ہے، وہ لشکر ایک بار پھر جمع ہوا ہے۔ انہوں نے آس پاس کی بستیوں سے رسد کی صورت میں بہت کچھ حاصل کر لیا ہے اور مقامی لوگوں نے بھی ان کی خوب مدد کی ہے۔ اب وہ پھر طاقت وقوت پکڑ چکے ہیں۔ چنانچہ ان کا ایک قاصد کچھ کہنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔"

اس پر نندا نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

Marfat.com

''اس معاملے میں مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، تم اسے اپنے ساتھ اندر لے آتے، پھر میں دیکھتا وہ کیا کہتا ہے۔''

اس پر اس کے محافظ دستوں کا سالار پیچھے ہٹا، تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ساتھ ایک شخص تھا جسے اس نے راجہ نندا کے سامنے کھڑا کر دیا۔ راجہ کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارا تعلق راجاؤں کے شکست خوردہ متحدہ لشکر سے ہے۔ بتاؤ، تم کیا معاملہ لے کر میرے پاس آئے ہو؟''

اس پر وہ قاصد اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اے راجہ! میں اس لشکر کی طرف سے ایک اچھا معاملہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس لشکر کے سالاروں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جس وقت سلطان محمود غزنوی کالنجر پر حملہ آور ہوگا، وہ بھی دریائے کین کے کنارے کنارے پلٹیں گے اور مسلمانوں کی پشت پر حملہ آور ہو کر دو طرح کا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ پہلا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن کے مقابلے میں آپ کو فتح اور کامیابی نصیب ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ چند دن پہلے جو مسلمانوں کے سلطان کے ہاتھوں ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، مسلمانوں سے ہم اس شکست کا انتقام لینے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔''

آنے والے اس شخص کی اس گفتگو سے کالنجر کا راجہ نندا کچھ دیر تک مسکراتا رہا، ساتھ ہی وہ گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر شاید اس نے کوئی آخری فیصلہ کیا اور آنے والے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''واپس جا کر اپنے سالاروں سے کہنا کہ جو منصوبہ بندی انہوں نے مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کی ہے میں اس سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔ مسلمانوں کے لشکر کو پہلے کالنجر کی طرف کوچ کرنے دو اور جب میں شہر سے نکل کر مسلمانوں کے سلطان سے ٹکراؤں تب تم لوگ پشت کی طرف سے حملہ آور ہونا اور مجھے اُمید ہے کہ اچانک نمودار ہونے والے اس دو طرفہ حملے کو مسلمان برداشت نہیں کر سکیں گے اور شاید ہندوستان کی سرزمین میں اور کالنجر کے نواح میں انہیں اپنی

Marfat.com

پہلی اور بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے۔"
راجہ نندا کے ان الفاظ سے آنے والا خوش ہو گیا تھا پھر نندا سے اجازت لے کر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

❀❀❀

جہاں ہندوستان کے متحدہ راجاؤں کے لشکر کے مخبر اِدھر اُدھر سرگرداں تھے، وہاں راجہ نند کے بھی ہرکارے کام کر رہے تھے جبکہ سلطان محمود غزنوی کے طلایہ گر اور مخبر بھی پوری تندہی کے ساتھ اپنے کام میں معروف تھے اور وہ سلطان کو دشمن کی ہر نقل و حرکت اور اس کے محل وقوع سے برابر مطلع کرتے جا رہے تھے۔
چنانچہ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان نے اپنے لائحہ عمل میں تبدیلی کی اور اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کیا کہ دونوں قوتوں کو اپنے مقابل یکجا نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ رات کی گہری تاریکی میں سلطان نے لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ کالنجر شہر کی طرف کوچ کیا تھا جبکہ لشکر کا ایک حصہ عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتگین لے کر راجاؤں کے متحدہ لشکر کی طرف بڑھے تھے جو اب بانڈہ کی سمت سے دریائے کین کے کنارے کنارے کالنجر کی طرف بڑھ رہے تھے۔
عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتگین نے اپنے لشکر کے حصہ کے ساتھ دریائے کین کے کنارے کنارے انہی کا رخ کیا تھا۔ بانڈہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے لشکر کو آندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھاتے ہوئے اچانک عبداللہ قراتکین نے اپنے لشکر کو روک لیا۔ اس پر احمد نیالتگین بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ چکا تھا۔ پیچھے پیچھے لشکر بھی رک گیا تھا۔ پھر احمد نیالتگین عبداللہ قراتکین کے پاس آیا اور بڑی اپنائیت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"میرے عزیز بھائی! کیا معاملہ ہوا؟ تم نے گھوڑے کو کیوں روک دیا؟ کیا کوئی خاص وجہ ہے؟"
اس پر عبداللہ قراتکین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر احمد نالتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

''میرے بھائی! دشمن سے نمٹنے کے لئے میرے پاس ایک منصوبہ بندی ہے، وہ میں آپ سے کہتا ہوں۔ اگر میرے بھائی! تم اس سے اتفاق کرو تو پھر اس پر عمل کرتے ہوئے ہم دشمن کو آندھیوں میں اُڑتے خس و خاشاک کی طرح اپنے راستے کی دھول بنا کر رکھ دیں گے۔''

عبداللہ قراتکین کے ان الفاظ پر احمد نیالتگین نے خوشی کا اظہار کیا، کہنے لگا۔

''کہو! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس پر عبداللہ قراتکین مسکرایا، کہنے لگا۔

''بھائی میرے! بات یہ ہے کہ یہاں سے آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لینا چاہئے۔ ذرا اوپر آسمان کی طرف دیکھو، ستارے ٹمٹماتے ہیں کہ سحر ہونے میں تھوڑی دیر ہے۔ اگر تم پسند کرو تو اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ دریائے کین کے کنارے کنارے آگے بڑھو۔ میں اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ دائیں طرف ہٹ جاتا ہوں اور پھر تمہارے متوازی رہتے ہوئے میں آگے بڑھتا رہوں گا۔ ہمارے ساتھ ہمارے رہنما اور مخبر ہیں اور ان کی بتائی ہوئی نشان دہی کے مطابق دریائے کین کے کنارے صبح کے وقت ہم دشمن کو روک سکتے ہیں۔ میرے بھائی! تم دریائے کین کے کنارے راجاؤں کے متحدہ لشکر کی راہ روکنا۔ راجاؤں کا متحدہ لشکر اپنے سامنے چھوٹے سے ایک لشکر کو دیکھ کر بڑی طمانیت اور خوشی کا اظہار کرے گا اور میرے بھائی! تم پر اور تمہارے لشکر کے حصہ پر ضرب لگانے اور حملہ آور ہونے میں دیر نہیں لگائے گا اور جب وہ تم سے ٹکرائیں گے تو دائیں جانب سے میں بھی اپنی گھات سے نکلوں گا اور ان کا رخ کروں گا اور جب میں ان پر حملہ آور ہوں گا تب راجاؤں کے متحدہ لشکر کو یہ احساس ہو جائے گا کہ ان علاقوں میں مسلمانوں کا صرف ایک ہی نہیں، کئی لشکر ہیں اور اس انکشاف سے ان پر ایک طرح کی بد دلی پھیل جائے گی۔ ایسی صورت میں ہمیں ان کو شکست دینا آسان تر ہو جائے گا۔''

عبداللہ قراتکین جب خاموش ہوا، تب احمد نیالتگین خوشی اور طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''عبداللہ قراتکین! میرے بھائی! میں تمہاری اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق

Marfat.com

کرتا ہوں اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔“

احمد نیالتگین کے ان الفاظ پر عبداللہ قراتگین نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا، پھر لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا، ایک حصہ کو لے کر احمد نیالتگین دریائے کین کے کنارے کنارے آگے بڑھا تھا اور دوسرے آدھے لشکر کو لے کر عبداللہ قراتگین ذرا دائیں جانب ہٹا اور پھر وہ بھی دریائے کین کے متوازی مشرق کا رُخ کر رہا تھا۔

سورج جس وقت مشرق سے طلوع ہو رہا تھا، احمد نیالتگین اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ جس وقت دریائے کین کے کنارے کنارے جا رہا تھا، اسے اپنے سامنے راجاؤں کا متحدہ لشکر دکھائی دیا، لہٰذا وہ تیزی سے آگے بڑھا اور ان کی راہ روک کھڑا ہوا۔

راجاؤں کے لشکر نے جب دیکھا کہ کسی لشکر نے ان کی راہ روکی ہے اور وہ تعداد میں ان سے کم بھی ہیں اور ساتھ ہی جب انہیں یہ بھی خبر دے دی گئی کہ یہ مسلمانوں کا لشکر ہے، جو ان سے ٹکرانے کے لئے آیا ہے، تب ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ چھوٹا سا ایک لشکر ان سے ٹکرانے کے لئے آیا ہے لہٰذا ان پر حملہ آور ہو کر ہم انہیں ٹھکانے لگا دیں گے اور اس کا ہمارے لشکر کو یہ فائدہ ہوگا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے بعد ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے اور وہ آنے والے وقت میں مختلف مہموں اور جنگوں میں مسلمانوں کی طرف سے خوف کا شکار نہیں ہوں گے۔

چنانچہ انہوں نے وقت ضائع نہیں کیا، لشکر کی ترتیب درست کی، اس کے بعد راجاؤں کا وہ متحدہ لشکر جسموں میں زندگی کی حرارت تمام کرتی قضا کی اندھی پیاس، دفاع کا آخری حصار، بقا کی آخری اُمید کو کچل دینے والی تقدیر کے بدترین نوشتے رقم کرتی موت کی طرح آگے بڑھے، پھر وہ احمد نیالتگین کے حصہ کے لشکر پر رگ رگ میں چنگاریاں بھرتے سرخ انگاروں کے الاؤ، نس نس میں زنگ آلود کر دینے والی شوریدہ سری، سنگ در سنگ گردابوں، کھولتی یورش، ذرّے ذرّے کو لہو لہو کرتی خونی موجوں کے خروش اور رقص کرتی گرسنگی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

ان کے ساتھ ہی ساتھ احمد نیالتگین نے بھی اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ اپنی

Marfat.com

کارروائی کی ابتدا کی اور وہ بھی لمحے لمحے میں طوفان، قطرے قطرے میں بھنور، ذرّے ذرّے میں گرداب، دشت در دشت تقدیروں کے انوکھے لہن کی طرح آگے بڑھا، پھر وہ بھی تشنہ کامی کی روداد سناتی اُمڈتی عفریت خیزیوں، وقت کو سرنگوں کرتے اُبلتے لمحوں کی یلغار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک ہی دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے ہوں گے کہ ایک دم دائیں جانب سے دھاڑتے وقت پر فتحمندی کی مہریں لگاتے دکھ کی میعاد بڑھاتے ہولناک بے روک عناصر کی طرح تکبیریں بلند کرتا ہوا عبداللہ قراتکین اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ وہ راجاؤں کے متحدہ لشکر پر خوف بھرے دن کے آنکنوں میں رگ رگ سے خون چوس لینے والے عذابوں کے تیز دھاروں، چہرے کو زرد، جسموں کو لاغر، دلوں کو افسردہ، آنکھوں کو پُرنم، شعور و لاشعور پر ہیبت طاری کرتے برسوں کے رُکے جوالامکھی اور اُٹھتے عذابوں کی تہوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

یوں دریائے کین کے کنارے دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے کاسۂ وقت کے اندر نفس نفس میں موت کا زہر گھلنے لگا تھا۔ شکست کی کیفیت ہجر کی کالی راتوں کی طرح چارسُو پھیلنے لگی تھی۔ زندگی کی معراج، دینی و نسلی یک جہتی اور طبقاتی گروہی تقسیم کا شکار ہونے لگی تھی۔ سہمی سہمی فضاؤں میں زیست کی زنجیریں بڑی تیزی سے کٹنے لگی تھیں۔

راجاؤں کا وہ متحدہ لشکر زیادہ دیر تک عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتگین کا سامنا نہ کر سکا اور بڑی تیزی سے دریائے کین کے کنارے ان کی حالت بربادی کے بھنور، موت کے الم ناک مناظر، زوال و فنا کے عناصر، جبینوں کی شکنوں، سینوں کی خلش اور غمِ دہر کے ویرانوں کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہاں تک کہ انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ مسلمانوں کے اس لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لئے کہ مسلمانوں نے دوطرفہ حملہ کر کے ان کے لشکر کی اچھی خاصی اور بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ لہٰذا یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتگین نے بڑی شدت اور بڑی سختی سے ان کا دور تک تعاقب کر کے ان کی تعداد کو مزید کم کیا اور انہیں اس قابل نہ رہنے دیا

Marfat.com

کہ آنے والے دور میں وہ مسلمانوں کے لئے کسی خوف اور مصیبت کا باعث بنیں۔ اس کے بعد وہ پلٹے اور اس لشکر کے پڑاؤ سے انہیں جو کچھ ہاتھ لگا اسے سمیٹتے ہوئے واپس ہوئے تھے۔

دوسری طرف سلطان محمود غزنوی نے کالنجر کے نواح میں پڑاؤ کر لیا تھا۔ شاید عبداللہ قراتکین اور احمد نیالتگین کی آمد کے بعد ہی سلطان کالنجر کا محاصرہ کرنا چاہتا تھا۔ دوپہر کی تھوڑی دیر بعد احمد نیالتگین اور عبداللہ قراتکین بھی اپنے لشکر کے ساتھ سامان سے لدے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ اس کے بعد سلطان اپنے سارے سالاروں کے ساتھ کالنجر پر حملہ آور ہونے کے لئے صلاح و مشورہ کر رہا تھا۔

دوسری طرف صورتِ حال کا سامنا کرنے کے لئے کالنجر کے راجہ نندا نے بھی اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر رکھا تھا اس لئے کہ اس کے پاس یہ خبریں پہنچ چکی تھیں کہ سلطان کے لشکر کے ایک حصہ نے راجاؤں کے متحدہ لشکر کو دریائے کین کے کنارے بدترین شکست دی ہے، اس لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اُتارتے ہوئے اسے بالکل بے ضرر بنا دیا ہے اور بچے کھچے لشکری اپنی جانیں بچانے کے لئے جس طرف کسی کا منہ اٹھا، بھاگ گئے ہیں۔

یہ صورتِ حال یقیناً کالنجر کے راجہ نندا کے لئے تکلیف دہ تھی، اسی بنا پر اس نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کیا تھا۔

جب سارے سالار اس کے پاس جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے راجہ کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! پہلے ہمارا ارادہ تھا کہ شہر سے باہر نکل کر ہم مسلمانوں کے سلطان کا مقابلہ کریں گے لیکن ہمیں راجاؤں کے متحدہ لشکر نے یقین دلایا تھا کہ جس وقت ہم مسلمانوں سے ٹکرائیں گے تو مسلمانوں کے لشکر کی پشت کی طرف سے ہم حملہ آور ہو کر اپنی فتح کو یقینی بنائیں گے لیکن تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبر یہ خبر لے کر آئے ہیں کہ راجاؤں کا متحدہ لشکر جس وقت مشرق سے دریائے کین کے کنارے کنارے کالنجر کا رخ کر رہا تھا، مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصہ ان پر حملہ آور ہوا، انہیں شکست دی اور ان کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ باقی بچنے والے

Marfat.com

اِکادُکا ہوکر اپنی جانیں بچانے کے لئے انجانی منزلوں کی طرف چلے گئے ہیں۔
ان حالات میں ہم اگر کالنجر شہر سے نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہیں تو کم از کم مجھے تو دُور دُور تک کوئی کامیابی اور کامرانی دکھائی نہیں دیتی۔ ہاں! تم میں سے اگر کوئی نئی تجویز پیش کرنا چاہے جس کے تحت ہم مسلمانوں کو پسپا کر کے شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر کہے۔ اس کے بعد میرے ذہن میں بھی مسلمانوں سے نمٹنے کی ایک منصوبہ بندی ہے، وہ میں بعد میں کہوں گا۔''
راجہ نندا کے ان الفاظ پر سارے سالار آپس میں صلاح ومشورہ کرنے لگے تھے یہاں تک کہ ایک سالار راجہ نندا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''راجہ! ہمارے ذہن میں تو اس وقت ایسی کوئی تجویز نہیں جس پر عمل کرتے ہوئے ہم مسلمانوں کو شکست دے سکیں یا انہیں ان سرزمینوں سے نکال سکیں۔ ہاں، اگر آپ کے پاس ایسی کوئی تجویز ہے جس سے ہم اپنی سلطنت کو بھی بچا سکیں اور مسلمانوں کو بھی دھکیل کر واپس کر دیں تو وہ کہیں، ہم اسے بڑی بے تابی اور بے چینی سے سننے کے لئے تیار ہیں۔''
وہ سالار جب خاموش ہوا تب راجہ نندا کچھ دیر سوچتا رہا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر طنزیہ بلکہ کسی قسم کی مکروہ مسکراہٹ تھی۔ پھر وہ اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''میرے ذہن میں جو اس وقت تجویز ہے وہ بڑی عجیب وغریب ہے۔ ہم اپنا لشکر لے کر گو شہر سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ نہیں کریں گے اس لئے کہ میں پہلے سے کہے دیتا ہوں، اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو شکست ہمارا مقدر بنے گی۔ جو کچھ میں نے سوچ رکھا ہے یعنی جو کچھ میں نے ٹھان رکھی ہے وہ یہ ہے کہ تین سو بہترین توانا اور مستعد ہاتھیوں کا اہتمام کیا جائے، آنے والی پوری شب کو انہیں تیز شراب پلائی جائے اور صبح کے وقت جب سورج طلوع ہو جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ ہاتھی پوری طرح نشہ سے مغلوب ہو گئے ہیں تب مسلمانوں نے کالنجر کے جس سمت اپنے لشکر کے سامنے پڑاؤ کر رکھا ہے، اسی سمت کا دروازہ کھول کر ہاتھیوں کو باہر دھکیل دیا جائے۔ ہاتھی یقیناً مسلمانوں کے لشکر کا رخ کریں گے اور ان کے لشکر کے اندر ایک

Marfat.com

طرح کی کھلبلی اور افراتفری مچا کر رکھ دیں گے اور میرے خیال میں ہو سکتا ہے اپنے لشکر کے اسی نقصان کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کا سلطان واپس جانے پر تیار ہو جائے۔"

راجہ نندا کے سارے سالاروں نے نندا کی اس تجویز کو بے حد پسند کیا تھا۔ چنانچہ اسی وقت راجہ اٹھ کھڑا ہوا اور تین سو بہترین ہاتھیوں کا انتخاب کرتے ہوئے انہیں شراب پلانا شروع کر دی تھی۔

ان سارے حالات کی خبر سلطان کو اس کے مخبر باقاعدہ طور پر پہنچا رہے تھے اور سلطان کو دشمن کی نقل و حرکت کے علاوہ اس کی ساری منصوبہ بندی سے بھی آگاہ کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد سلطان نے کالنجر کا محاصرہ کر لیا۔ کالنجر کا قلعہ بہت بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا مضبوط اور مستحکم تھا اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس میں چھ سو بت تھے۔ قلعے کے اندر اس وقت حفاظتی لشکر کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی اور پانچ سو جنگی ہاتھی تھے۔ قلعے کے اندر بے شمار سامانِ رسد موجود تھا۔ قلعہ کے اردگرد گہری خندق تھی۔

چنانچہ سلطان نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ راجہ نندا نے تین سو ہاتھیوں کو پہلے سے خوب شراب پلا رکھی تھی، چنانچہ راجہ نے جب دیکھا کہ ہاتھی نشے میں آگئے ہیں تب انہیں شہر سے باہر نکال کر سلطان کے لشکر کی طرف چھوڑ دیا لیکن سلطان کو اس ساری منصوبہ بندی سے چونکہ پہلے سے آگاہی حاصل تھی لہٰذا سلطان کے سالار اور لشکری ان نشہ میں دُھت ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان سب کو قابو کر لیا۔

چنانچہ جب راجہ کو خبر ہوئی کہ وہ تین سو ہاتھی جنہیں خوب شراب پلا کر انہیں سلطان کے لشکر کی طرف چھوڑا تھا تاکہ اس کے لشکر کے اندر بدنظمی پھیلائیں، ان ہاتھیوں پر مسلمانوں نے قابو پا لیا ہے تو اس پر سلطان کا رعب اور خوف طاری ہو گیا اور اس نے سلطان سے جنگ کرنے یا اپنا لشکر باہر نکال کر سلطان سے ٹکرانے کی ہمت اور جرأت نہ کی۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ سلطان کو خوش کرنے کے لئے راجہ نندا نے ایک قصیدہ ہندی میں لکھ کر سلطان کی طرف بھجوایا۔ سلطان کے درباری شعراء نے قصیدے کی

Marfat.com

بہت تعریف کی۔ چنانچہ راجہ نندا کے اشعار کی خوبی اور لطافت سے سلطان خوش ہوا، راجہ نندا کو شاہی فرمان کے ساتھ کئی قیمتی تحائف بھی بھیجے۔ راجہ نے تین سو ہاتھی اور بے شمار دولت تاوان کی صورت میں سلطان کو ادا کی۔ اس طرح کالنجر کے راجہ کے ساتھ بھی سلطان کی صلح ہو گئی تھی۔ وہ بھٹکے ہوئے مؤرخین جو یہ لکھتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی ہندوستان میں صرف لوٹ مار کے لئے آیا تھا، وہ شاید تاریخ کا گہری نگاہ سے مطالعہ نہیں کرتے۔ اگر سلطان نے لوٹ مار ہی کرنا ہوتی تو کالنجر کے راجہ کو معاف نہ کرتا۔ قنوج کے راجہ سے اچھے تعلقات پیدا نہ کرتا بلکہ کالنجر اور قنوج دونوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر شہر کو زمین کے برابر کرتا اور ہر چیز سمیٹ کر غزنی کی طرف چلتا۔

بہر حال کالنجر کو بھی سلطان ایک طرح سے فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اب ہندوستان میں کوئی ایسا راجہ سلطان کی نگاہ میں نہ رہا تھا جو آنے والے دور میں دوسرے راجاؤں کے ساتھ سازش کر کے اس کے علاقوں میں افراتفری اور گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

Marfat.com

اب حالات نے سلطان محمود غزنوی کو سومنات پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ اس کی وجہ یوں بنی کہ سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں لگاتار اور یکے بعد دیگرے ہندوستان کے سارے راجاؤں کو جو پے در پے اور لگاتار شکستیں ہوئیں تو ہندوستان کے برہمنوں نے چاروں طرف یہ خبر پھیلا دی کہ چونکہ سومنات مندر کا بڑا دیوتا سارے راجاؤں کے خلاف ہے اسی بنا پر سلطان محمود کو فتح نصیب ہوئی۔ پنڈتوں نے ہر شہر اور ہر جگہ یہ خبریں پھیلانا شروع کر دی تھیں کہ سلطان محمود غزنوی جب ہندوستان کے مختلف مقامات فتح کر رہا تھا تو اصل حقیقت یہ ہے کہ ان پر عتاب سومنات کی ناراضگی کے باعث ہوا تھا چنانچہ سلطان کو جب اس افواہ کے پھیلنے اور ان خبروں کے عام ہونے کی اطلاع ہوئی تو اس نے سومنات پر حملہ آور ہو کر اس بت کو توڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا جس کی بنا پر ہندوستان کے اندر یہ غلط خبریں اور افواہیں پھیل رہی تھیں۔

ایک مؤرخ کے مطابق ریاست جونا گڑھ واقع گجرات کاٹھیاوار میں سمندر کے کنارے ایک مشہور شہر سومنات کے مندر میں جو دیوتا کا ایک قوی ہیکل بت رکھا تھا، ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے اس بت سے عقیدت رکھتے تھے۔ سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقع پر یہاں ایک زبردست میلہ لگتا تھا اور سونا چاندی، ہیرے جواہرات اس بت کی خاطر نذر کیے جاتے تھے۔ اس مندر کے مصارف پورے کرنے کے لئے مختلف راجاؤں نے دس ہزار گاؤں وقف کر رکھے تھے۔

ہندوستان میں اس بت کی اتنی اہمیت اور قدر تھی کہ سومنات پر حملہ کرنا پورے

Marfat.com

ہندوستان کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے کے مترادف تھا۔ لیکن سلطان محمود غزنوی نے اس بت کو توڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا تاکہ لوگوں کی یہ غلط فہمی بھی دُور ہو جائے کہ اس بت کی ناراضگی کی وجہ سے سلطان محمود کو فتح اور راجاؤں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا لیکن طویل صحرائی سفر طے کر کے سومنات پہنچنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

مگر سلطان محمود غزنوی نے ان تمام مشکلات پر فتح پانے کا تہیہ کر لیا چنانچہ وہ صرف تیس ہزار چیدہ چیدہ لشکریوں کے ہمراہ سومنات کی طرف بڑھا۔ سومنات کی حفاظت کے لئے ہندو راجاؤں کا ایک لشکرِ جرار موجود تھا مگر سلطان محمود نے انتہائی شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان راجاؤں اور ان کی عسکری قوت کو کوئی اہمیت نہ دی اور بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ سومنات کے مندر کی طرف بڑھا تھا۔

ایک اور مؤرخ سومنات سے متعلق لکھتا ہے کہ سومنات کو سومناتھ بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ یہ مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ یہ ہندوستان کا ایک نہایت ہی متبرک مقام تھا۔ سومنات کے لفظی معنی چاند کا حاکم ہے۔ ہندو عقیدے کے مطابق یہ مندر تین ہزار سال پرانا تھا۔ وہاں ایک بہت بڑا مندر تھا جس کے 56 ستون تھے۔ یہ ستون ساگوان کی لکڑی کے تھے، ان میں سکہ بھرا ہوا تھا۔ مندر کی بلندی 13 منزلہ تھی۔ مندر کی شکل مخروطی مصری مینار جیسی تھی۔ سب سے اوپر خالص سونے کے 14 لٹو سے لگے ہوئے تھے، جو کئی میل دُور سے سورج کی روشنی میں نظر آتے تھے۔

فرش ساگوان کے تختوں کا تھا جنہیں سیسہ سے جوڑا گیا تھا۔ مندر کے اندر ایک بہت بڑا بت تھا جو تین گز زمین سے باہر اور دو گز زمین کے اندر تھا۔ بت سیاہ رنگ کے پتھر سے تراشا گیا تھا۔ اس میں بے شمار ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ یہ چاند کا دیوتا تھا۔ بت کی شکل انسانی نہ تھی بلکہ ہندو دیوتا دیو کے جسم کے ایک حصہ کی سی تھی۔

بت پر مختلف طاقت ور حیوانوں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔ ان کے سر پر ہیرے اور جواہرات مرصع ہونے کا ایک جھالر لٹک رہا تھا۔ یہ بت بہت طاقت ور مانا جاتا تھا اور اس کی پوجا گجرات کاٹھیاواڑ کے علاوہ رَن کچھ اور سندھ کے علاقے میں بھی

Marfat.com

کی جاتی تھی۔

نئی دُلہن اپنی زندگی کو کامیاب کرنے کے لئے تنہا اس کے روبرو جاتی تھی۔ اولاد سے محروم عورتیں بھی اس کی عبادت کے لئے آتی تھیں اور درپردہ مندر کے مہنت، پنڈت اور پجاری ان عورتں کو ان کی آبرو سے محروم کرتے تھے۔

البیرونی نے بھی ان باتوں کی تصدیق کی ہے۔ اس دور میں ہند میں مختلف شکلوں کے ایسے 12 بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ البیرونی نے چار سال ہندوستان میں گزارے۔ اس نے سنسکرت سیکھ لی تھی۔ اس نے فلسفہ اور ہندو مذہب کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور بے شمار مقام دیکھے تھے۔ اس کے علاوہ کئی اور علوم کا بھی ماہر تھا۔ تمام ہند کے بت بقول البیرونی اس کے ماتحت مانے جاتے تھے۔

ہندو کے عقیدے کے مطابق روحیں جسم سے جدا ہونے کے بعد سومنات آ کر جمع ہوتی تھیں اور چاند گرہن کے دوران دیوتا جس بدن میں چاہتا جان ڈال دیتا تھا۔ مندر کے دروازے پر زربفت کے پردے لٹکتے تھے جن کی جھالروں میں موتی جڑے ہوئے تھے۔ ہر پردے کی قیمت 20 ہزار دینار تھی۔ ہر روز ہزاروں عقیدت مند بت کو سلام کرنے آتے اور چاند گرہن کے دوران لاکھوں زائرین جمع ہوتے تھے۔

بت کو ہر روز گنگا کے تازہ پانی سے نہلایا جاتا تھا۔ دریائے گنگا وہاں سے لگ بھگ 750 میل دور تھا۔ پانی لانے کے لئے تیز رفتار سوار مسلسل مامور رہتے تھے۔ بت کے گلے میں ڈالنے کے لئے کشمیر کے علاقے سے تازہ پھول لائے جاتے تھے۔ سری نگر وہاں سے لگ بھگ 1550 میل دور تھا۔ مندر کے اخراجات چلانے کے لئے دس ہزار گاؤں کی آمدنی ہوا کرتی تھی۔ اس بت کے علاوہ وہاں بے شمار سونے اور چاندی کے بت تھے۔ اس بت کے قریب 200 من وزنی سونے کی زنجیر اور گھنٹیاں لٹک رہی تھیں۔ مندر کی پوجا پاٹ ہر روز ایک ہزار برہمن کرتے تھے۔ گیت اور بھجن گانے کے لئے مندر میں 350 گویے موجود تھے۔ 500 خوبصورت داسیاں جو راجاؤں اور امیروں کی حسین لڑکیاں ہوا کرتی تھیں، گانے اور خاص خاص پنڈتوں کی خدمت پر مامور تھیں۔ ان کے علاوہ غریبوں کی خوب صورت لڑکیاں مندر کی صفائی، کھانا پکانے اور کم مرتبہ پنڈتوں کی ہوس کا نشانہ بنتی تھیں۔

Marfat.com

مندر کے عملہ اور زائرین کے لئے 300 حجام حجامت کے لئے ہر روز موجود ہوتے تھے۔ زائرین کی خوراک اور دیکھ بھال کے لئے 300 ملازم ہر وقت موجود رہتے تھے۔ سب کو عہدے کے مطابق تنخواہ ملتی تھی۔

مندر شہر قلعہ کے اندر تھا۔ قلعہ بہت بڑا تھا اور اس کے گرد گہری خندق کا حصار تھا۔ فصیل بلند اور مضبوط تھی۔ قلعے کے اندر حفاظتی دستے موجود تھے۔ مندر کے ایک طرف سمندر کی لہریں دیواروں سے ٹکراتی تھیں کیونکہ سومنات ہی اب تک محمود کے غضب سے بچا ہوا تھا اس لئے ہندو راجاؤں نے اس کی حفاظت کے لئے بے شمار لشکری جمع کر لئے تھے۔

ہر راجہ نے سومنات کی جانب خبر ملتے ہی فوج بھیجنے کی تیاری کر لی۔ چند دستے محمود کو راستہ روکنے کے لئے بھی روانہ کئے۔

اس کے علاوہ اجمیر، جودھ پور، کوٹلہ، اودے پور، پٹن، اُجین، کھنڈوہ کے راستوں پر جابجا لڑاکا اور دیکھ بھال دستے روانہ کئے گئے۔ غزنی سے سومنات کا راستہ طویل ہونے کے علاوہ نہایت دشوار گزار تھا۔ دریاؤں کو عبور کرنے اور دشمن سے لڑائی کے علاوہ صحرا کو بھی پار کرنا تھا، جہاں آب و گیاہ ناپید تھا۔

سلطان محمود نے ان تمام مشکلات کے باوجود سومنات کے بتوں کو برباد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ 30 ہزار سواروں کے ہمراہ غزنی سے 10 شعبان کو روانہ ہوا، 15 رمضان کو ملتان پہنچا اور وہاں سے سیدھا صحرائے چولستان اور صحرائے راجپوتانہ کا کٹھن راستہ اختیار کر کے سومنات کے لئے روانہ ہوا۔

کہتے ہیں روانگی سے پیشتر اس نے اپنا بندوبستی نظام حالات کے مطابق درست کیا۔ 30 ہزار اونٹوں پر خوراک موجود تھی۔ ہر سوار کے لئے فالتو گھوڑے اور اونٹ بھی تھے۔ غزنی اور ملتان سے اس کے ہمراہ دس ہزار لڑاکا سوار بھی تھے۔ سلطان نے برق رفتاری سے پیش قدمی شروع کی اور صحرا کو پار کرنے کے لئے غالباً لشکر نے دو راستے اختیار کئے۔

اس کے لشکر کا بڑا حصہ ملتان سے اُوچ یا بہاول پور، لودھراں، جیسلمیر کے 10 میل شمال مغرب سے ہو کر گزرا۔ جیسلمیر اس دور میں بڑا شہر تھا اس کے 12

Marfat.com

دروازے تھے اور اپنے علاقے کا دارالخلافہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دشمن کی کافی تعداد راستہ میں خوراک اور پانی کی کمی ہونے کے باعث لشکر کا ایک حصہ لشکر کے بڑے حصہ کے بائیں پہلو کی دیکھ بال اور حفاظت کے لئے ملتان سے بہاول پور، بیکانیر، اجمیر جو اس واقعہ سے 75 سال بعد وجود میں آیا تھا وہاں ضرور آبادی ہو گی۔

ایک مؤرخ نے اجمیر کے بجائے سانبھر کا نام لیا ہے جہاں ایک جھیل بھی ہے اور پھر وہاں سے مارواڑ، اودے پور، پالن پور اور پٹن کے راستے سے دوسرا حصہ بڑھا تھا۔

سلطان کے حملہ آور ہونے اور سومنات سے متعلق ایک اور مؤرخ کچھ اس طرح رقم طراز ہے:

"سلطان محمود غزنوی کے پاس خبر پہنچی کہ متھرا، مہابن اور تھانیسر کے برہمنوں نے اپنے دوسرے مرکز سومنات یعنی گجرات میں جا کر پناہ لی ہے اور گجرات کے راجہ کی سرپرستی میں انواع و اقسام کی فریب دینے والی باتیں کر رہے ہیں۔ نیز سندھ اور گجرات کے بقیۃ السیف عناصر بھی اس جگہ جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے فرمانروائے مصر سے خط و کتابت شروع کر دی ہے۔

سومنات کا ذکر حملۂ محمودی سے پہلے ہندوستان کی ملکی اور مذہبی تاریخ میں نہیں آتا۔ ممکن ہے اس جگہ پہلے کوئی معمولی اور غیر مشہور مندر ہو لیکن وہ کوئی مرکزی بت خانہ نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو چینی سیاح بھی اس کا ذکر کرتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھانیسر کے بت سوم جگ کے بجائے سومنات کو قائم کیا گیا تھا یا یہ کہ سوم جگ یا سومنات دونوں کی بنیاد ساتھ ہی ساتھ دو مختلف مقامات پر رکھی گئی تھی۔ ان دونوں بتوں یا بت خانوں کے نام میں لفظ سوم موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مندر یا یہ بت چاند سے منسوب تھے۔

سورج گرہن یا چاند گرہن کے موقع پر سوم جگ یا سومنات دونوں مندروں میں یکساں پرستش ہوتی تھی۔ اُدھر عرب کے تمام مشرکوں میں چاند کے بت کو عام طور پر فضیلت حاصل تھی۔ قرامطۂ بحرین کی رعایت بھی سوم یعنی چاند کے بت میں مدِنظر رکھی گئی تھی تو تعجب نہیں۔ سومنات کا مؤرخ سبحان رائے لکھتا ہے:

Marfat.com

"برہمنوں نے تمام ملک میں اس بات کو شہرت دے دی تھی کہ سومنات کا بت تھانیسر اور دوسرے بتوں سے ناراض تھا لہٰذا اس نے موقع دیا کہ محمود ان بتوں کو توڑ دے اور اسی لئے سومنات میں محمود کی مخالفت میں کوئی کام نہیں کیا۔ لیکن اب سومنات ایک چشم زدن میں محمود کا کام تمام کر دے گا۔ چونکہ وہ تمام بتوں کا بادشاہ ہے اور سمندر اس کی عبادت کے لئے حاضر ہوتا ہے۔"

چونکہ سومنات بالکل سمندر کے کنارے گجرات کے جنوبی ساحل پر واقع ہوا تھا لہٰذا جوار بھاٹے کے وقت سمندر کا پانی مندر کی دیواروں سے آ کر ٹکراتا اور کبھی میلوں فاصلے پر چلا جاتا تھا۔ جوار بھاٹا سمندر میں چاند کی گردش سے قمری مہینے کی مقررہ تاریخوں میں آتا ہے اس لئے مقررہ اوقات میں سمندر کے پانی کا مندر تک آنا سمندر کا بت کی عبادت کے لئے آنا بیان کیا گیا اور شمالی ہند اور دور دراز کے رہنے والوں کو یہاں لا لا کر اور سمندر کے اس طرح برائے عبادت آنے کا تماشہ دکھا کر معتقد بنایا گیا تھا۔

یہ لوگ چونکہ ساحل سمندر کے رہنے والے نہ تھے اس لئے انہوں نے اس نظارہ کو دیکھ کر بت کی عظمت بلاتامل تسلیم کر لی اور اپنے اپنے شہروں میں جا کر دوسروں کو یہ حال سنایا اور سومنات پہنچنے کی ترغیب دی۔ شمالی ہند کے لوگوں کا تانتا بندھ گیا اور لوگ ہردوار سے گنگا کا پانی لے لے کر سومنات کے بت پر چڑھانے کے لئے پہنچنے لگے۔ چنانچہ راجہ شیو پرشاد ستارۂ ہند نے اپنی کتاب میں صاف طور پر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہر روز گنگا کا پانی سومنات پر چڑھانے کے لئے پہنچتا تھا۔ اب قیاس کر لیا جائے کہ ہردوار سومنات تک کتنے میدان، ریگستان اور کوہستان ہیں اور کتنے راجاؤں کی حکومتیں راستہ میں پڑتی ہوں گی۔ یہی وجہ تھی کہ یکلخت تمام ہندوستان میں سومنات کی شہرت ہو گئی اور سومنات کو محمود سے شکست کا انتقام لینے والا ظاہر کر کے اس سازشِ مُردہ نے جس کو محمود فنا کر چکا تھا ازسرِ نو جان ڈالنے کی کوشش کی گئی اور سومنات کی نسبت عجیب و غریب عقیدے تراشے گئے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سومنات کا مندر کرشن کے زمانے سے قائم تھا اور اسی

Marfat.com

لئے متھرا، تھانیسر اور مہابن کے لوگوں کو اس مندر سے قدیمی تعلق تھا کیونکہ یہ لوگ دوارکا یعنی گجرات کی عظمت ہردوار اور متھرا سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ اس مندر میں 500 نوجوان لڑکیاں سومنات کی خدمت کے لئے ایسے ہی موجود رہتی تھیں جو راجاؤں اور بڑے بڑے ہندو سرداروں کی بیٹیاں تھیں۔ 2000 برہمن اس مندر کے پجاری تھے جو رات دن وہیں جرس بجاتے رہتے تھے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سومنات میں کس قدر لوگوں کا ہجوم رہتا ہوگا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی سومنات کے قریب پہنچا تو مندر اور شہر میں ایک نہایت زبردست لشکر کو مقابلہ پر مستعد پایا۔ یہ لشکر اور جنگی سامان کسی مندر یا عبادت گاہ کے لئے جزو لازم نہیں ہو سکتے تھے۔

یہی مؤرخ سومنات پر حملہ کی کچھ وجوہ بھی بیان کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے سومنات میں ایک نہایت زبردست جنگی طاقت کا موجود ہونا اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ یہ کوئی نہایت اہم سازشی مرکز تھا اور اسی سے سلطان محمود غزنوی کے حملہ آور ہونے کی وجہ سمجھ میں آ سکتی ہے۔

مغرب کا مؤرخ میلکم سومنات کے مندر کی نسبت ایک اور بھی نئی بات لکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

> "یہ وہ مندر تھا جس کے پجاری سومنات کے زور و قوت پر فخر کرتے تھے اور شمالی ہندوستان کے باشندوں کی ستم شعاری، بدکرداری اور وہاں کے دیوتاؤں کے ضعف اور ناتوانی کو وہاں کی آفتوں اور مصیبتوں کا باعث بتاتے تھے۔"

اگر مؤرخ میلکم کے اس بیان کو صحیح سمجھ لیا جائے تو سلطان محمود کے اس حملہ کی ایک نئی وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ خود شمالی ہندوستان کے ہندوؤں ہی نے سلطان محمود کو سومنات پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی ہوگی اور انہوں ہی نے سومنات کی نسبت ایسی ایسی خبریں سلطان تک پہنچائی ہوں گی کہ وہ حملہ آور ہونے پر مجبور ہو جائے۔ شمالی ہند کے بتوں کی تحقیر کر کے سومنات والے جو فخر و غرور اور ڈینگیں مارتے تھے وہ بھی اپنے بت کی بے بسی اور بے چارگی دیکھ کر سیدھے ہو جائیں۔

Marfat.com

روضۃ الصفا کی روایت کے مطابق سلطان محمود نے شعبان 415ھ کو سومنات کی طرف کوچ کیا۔ ملتان سے سلطان گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ یہ حملہ درحقیقت سلطان محمود کو گجرات کے راجہ پر کرنا ضروری تھا۔ سومنات کی جدید شہرت اور سازشی مرکز کا حال سن کر اس نے یہاں کے جنگی اجتماع کو منتشر اور سازشی گروہ کو ہلاک کرنا ضروری سمجھا جو گجرات کے راجہ کی سرکردگی میں مصروف کار تھا۔ یہی مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ سلطان محمود نے 20 ہزار اونٹوں پر پانی کی مشکیں لاد کر ملتان سے کوچ کیا۔ وہ اوّل ہلواڑہ یعنی نہر والا دارالسلطنت گجرات پہنچا۔ گجرات کا راجہ اس اچانک حملے سے سراسیمہ ہو گیا اور شہر چھوڑ کر کسی طرف کو بھاگ گیا۔ کہتے ہیں سلطان محمود نے اس شہر میں قیام کرنے یا اس کو لوٹنے کے متعلق خیال تک نہیں کیا بلکہ نہر والا سے سومنات کی طرف روانہ ہوا۔ سومنات والوں کو بھی اس اچانک حملے کی پہلے سے اطلاع نہ تھی، چنانچہ سلطان محمود کو فصیلِ شہر کے نیچے دیکھ کر شہر والوں نے فصیل کے اوپر سے کہا کہ تمہاری موت تم کو یہاں کھینچ لائی ہے۔ یاد رکھو! اب تم یہاں سے بچ کر ہرگز نہیں جا سکتے اور سومنات اب تم سب کو ہلاک کر ڈالے گا۔

ایک اور مؤرخ سومنات سے متعلق کچھ اس طرح سے رقم طراز ہے، کہتا ہے:

> ”415ھ کو محمود کو اس کے چند قابلِ اعتبار لوگوں نے بتایا کہ ہندوستان والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موت کے بعد انسان کی روح بدن سے جدا ہو کر سومنات کی خدمت میں حاضر ہو جاتی ہے اور سومنات ہر روح کو اس کے اعمال اور کردار کے مطابق از روئے تناسخ نیا جسم عطا کرتا ہے۔
>
> ہندوؤں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دریا کا اُتار چڑھاؤ اصل میں سومنات کی عبادت ہے جو اس صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ محمود کو یہ بھی بتایا گیا کہ ہندوؤں کے خیال میں وہ بت جنہیں محمود نے پاش پاش کیا ہے، ایسے بت تھے جن سے سومنات ناراض تھا اسی لئے اس نے ان بتوں کی طرف داری نہیں کی۔ ورنہ اس میں اتنی قوت ہے کہ جسے چاہے ایک لمحے میں تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ محمود کو یہ بھی اطلاع دی گئی کہ

Marfat.com

برہمنوں کے اعتقاد کے مطابق سومنات بادشاہ ہے اور باقی تمام بت اس کے دربان اور مصاحب ہیں۔ محمود نے جب یہ بے معنی افسانے سنے تو اس نے سومنات کو فتح کرنے اور وہاں کے بت پرستوں کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کر لیا۔"

یہی مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ اس مقصد کے لئے سلطان محمود غزنوی نے اپنا خاص لشکر تیار کیا جس میں 30 ہزار لشکریوں کو ساتھ لیا۔ اس زمانے میں سومنات ایک بہت بڑا شہر تھا۔ بحیرہ ہند کے کنارے پر واقع تھا۔ یہ شہر اپنے عظیم الشان بت کی وجہ سے تمام برہمنوں اور غیر مسلموں کے نزدیک کعبہ کی سی حیثیت رکھتا تھا۔

آج کل یہ شہر مندر دیو میں ہے۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں چند غیر مسلم ایک بہت بڑا بت خانہ کعبہ سے ہندوستان میں لائے تھے، اس بت کا نام سومنات تھا، اسے اس جگہ نصب کیا گیا لہٰذا اس مقام کا نام بھی اس بت کے نام پر سومنات رکھا گیا۔

لیکن برہمنوں کی ان کتابوں سے جو اسلام کے ظہور سے کئی ہزار سال پہلے تصنیف کی گئی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ روایت غلط ہے۔ ان کتابوں کے بیان کے مطابق یہ بت سری کرشن کے زمانے سے تمام برہمنوں کا معبود تھا اور برہمنوں کے قول کے مطابق سری کرشن نے اس جگہ دنیا اور اہلِ دنیا سے روپوشی اختیار کی تھی۔

یہی مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ 415ھ ماہِ رمضان المبارک میں سلطان محمود غزنوی مع اپنے لشکر کے ملتان پہنچا۔ یہاں سے آگے راستے میں ایک خشک اور بے آب و گیاہ جنگل پڑتا تھا، اس لئے سلطان نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ چند دنوں کا پانی اور غلّہ لا دیں۔ اس کے علاوہ خود اس نے بھی بیس ہزار اونٹوں پر غلّہ اور پانی لاد کر لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب اس خطرناک جنگل کا سفر تمام ہو گیا تب سلطان محمود کا لشکر موجودہ اجمیر کی سرحدوں پر جا پہنچا۔

ایک اور مؤرخ لکھتا ہے کہ راستے میں سلطان محمود کو چند اور قلعے بھی ملے اگرچہ ان قلعوں میں بہادر سپاہی بھی تھے، سامانِ جنگ کی بھی فراوانی تھی لیکن سلطان محمود غزنوی کے سر پر خدا کی رحمت کچھ اس طرح سایہ کئے ہوئے تھی کہ ان قلعے میں بلنے

Marfat.com

والوں نے بجائے جنگ کرنے کے سلطان محمود غزنوی کے خوف سے اپنے قلعے مع تمام مال و اسباب سلطان محمود غزنوی کے حوالے کر دیئے۔ ان قلعوں سے فرصت حاصل کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی نہروالا میں جسے پٹن گجرات بھی کہا جاتا ہے، اس شہر کے تمام باشندے سلطان محمود کے خوف سے شہر خالی کر کے کہیں اور جا چکے تھے، لہٰذا سلطان محمود کے حکم سے اس شہر کا تمام غلّہ اپنے ساتھ لاد لیا گیا۔ اس کے بعد لشکر نے بڑی تیز رفتاری سے سفر طے کرنا شروع کیا اور سومنات کے قریب جا پہنچا۔

یہی مؤرخ آگے چل کر مزید لکھتا ہے کہ تمام مؤرخین اس امر سے متفق ہیں کہ سومنات اس مخصوص بت کا نام تھا جسے ہندوستان کے تمام باشندے بتوں کا سردار مانتے تھے۔ وہ تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سومنات، سوم اور نات سے مرکب ہے۔ سوم اس راجہ کا نام ہے جس نے یہ بت بنایا تھا اور نات اس بت کا علم تھا۔ دونوں لفظوں کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے دونوں لفظ ایک ہو گئے اور مفرد لفظ اس بت کا نام بن گیا۔ بلکہ یہاں تک ہوا کہ مندر اور شہر بھی سومنات کے نام سے موسوم ہو گئے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ بت کا نام سومنات یا نات دونوں ہی درست ہیں۔

ہندی زبان میں نات کے معنی بزرگ یا بڑے کے ہیں۔ جیسا کہ الفاظ جگ ناتھ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ جگ ناتھ بھی جگ اور ناتھ سے مرکب ہے۔ جگ کے معنی خلائق کے ہیں اور ناتھ کے معنی خالق کے۔ لیکن از روئے محاورہ اب ان الفاظ کے لغوی معنی کا خیال نہیں رکھا جاتا بلکہ دونوں لفظ مل کر اسم مفرد کی صورت میں کسی خاص شخص کے نام سمجھے جاتے ہیں۔

یہی مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ سومنات کا مندر ایک ہندو کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جب بھی سورج گرہن یا چاند گرہن ہوتا تو یہاں تقریباً تیئس ہزار آدمی جمع ہوتے جن میں سے بیشتر گجرات کے علاقوں سے مرادیں مانگنے اور نذریں چڑھانے کے لئے آتے تھے۔

ہندوستان کے راجہ اس مندر کے اخراجات کے لئے وقتاً فوقتاً دان اور نذرانے وغیرہ دیا کرتے تھے۔ جس وقت سلطان محمود نے اس پر حملہ کیا تھا، اس وقت دو ہزار

Marfat.com

قصبوں کی آمدنی اس کے اخراجات کے لئے وقف تھی۔

اس مندر میں ہر وقت دو ہزار برہمن پوجا پاٹ کے لئے موجود رہتے تھے۔ یہ پجاری روزانہ رات کے وقت سومنات کو گنگا کے تازہ پانی سے دھویا کرتے تھے۔

واضح رہے کہ سومنات اور گنگا کا درمیانی فاصلہ 600 کوس کا ہے۔ ان پجاریوں نے مندر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سونے کی ایک زنجیر باندھ رکھی تھی جس کا وزن 200 من تھا۔ اس زنجیر میں چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں لگی ہوئی تھیں۔

پوجا پاٹ کے وقت اس زنجیر کو ہلایا جاتا اور گھنٹیاں بجنے لگتیں اور ان گھنٹیوں کی آواز سے پجاری عین وقت مقررہ پر پوجا کے لئے مندر میں حاضر ہو جاتے۔ یہاں 500 گانے بجانے والی عورتیں اور 300 مرد سازندے ملازم تھے، جن کے اخراجات وقف شدہ دیہاتوں اور قصبوں کی آمدنی سے پورے ہوتے تھے۔

پجاریوں کے سر اور داڑھیاں مونڈنے کے لئے 300 حجام ہر وقت موجود رہتے تھے۔ ہندوستان کے بیشتر راجہ اپنی بیٹیوں کو سومنات کی خدمت کے لئے مندر میں بھیج دیئے تھے۔ یہ لڑکیاں تمام عمر کنواری رہ کر مندر میں مختلف فرائض انجام دیتی تھیں۔

بہر حال سلطان محمود غزنوی جب سومنات پہنچا تو اپنے لشکر کو اس نے ایک نہایت مناسب جگہ پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ اب سومنات میں تین قوتیں سلطان محمود سے ٹکرانے کے لئے تیار تھیں۔ ایک خاصا بڑا لشکر سومنات کے اندر موجود تھا جو قلعے، شہر اور مندر کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ سومنات چونکہ بالکل سمندر کے کنارے تھا، لہٰذا ایک بحری بیڑہ بھی سمندر میں کھڑا تھا، وہ بھی ضرورت کے وقت نہ صرف یہ کہ سومنات کے لوگوں کو رسد کا سامان اور دیگر ضروریات فراہم کر سکتا تھا بلکہ بہ وقتِ ضرورت اس بحری بیڑے میں کام کرنے والے جنگجو ایک قوت بن کر سلطان سے ٹکرا بھی سکتے تھے۔

جبکہ سومنات سے ذرا ہٹ کر ہندوستان کے راجاؤں کا ایک بہت بڑا لشکر بھی سلطان کی آمد کا منتظر تھا اور سلطان پر ضرب لگانے کے لئے تیار تھا۔

سلطان نے پڑاؤ کرنے کے بعد اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع

Marfat.com

فراہم کیا۔ اس کے بعد اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ پہلے بحری بیڑے کے جنگجوؤں سے نمٹ لینا چاہئے تاکہ سمندر کی طرف سے مسلمانوں کو اطمینان ہو جائے اور اس کے بعد مسلمان پوری یک جہتی اور اطمینان کے ساتھ سومنات پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں۔

چنانچہ سلطان ایک طرح سے بظاہر بالکل بے تعلق سا کھڑا رہا۔ دشمن کا بحری بیڑہ بھی خاموش تھا۔ راجاؤں کا متحدہ لشکر بھی بالکل پُرسکون تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ یہ بھی خیال کر رہے تھے کہ مسلمانوں کے سلطان نے وہاں پہنچ کر غلطی کی ہے اور اب وہ پچھتا رہا ہے۔ لہٰذا سومنات پر حملہ آور ہونے کی بجائے وہ واپس جانے کو ترجیح دے گا۔

لیکن ایک رات سلطان کے لشکر کا ایک حصہ حرکت میں آیا، دو حصوں میں تقسیم ہوا اور پھر بڑی رازداری سے وہ بحری بیڑے کے جنگجوؤں کی طرف بڑھا۔ بحری بیڑے کے وہ جنگجو رات کے اس وقت اپنے جہازوں اور کشتیوں سے نکل کر ساحل پر آرام کر رہے تھے۔

چنانچہ سلطان محمود کا وہ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو کر آگے بڑھا۔ پہلے ایک حصہ حرکت میں آیا اور اس نے ساحل پر گہری نیند سوئے ان جنگجوؤں پر سناٹوں کی گونجوں میں رگوں میں اُداسیاں، خون میں حدت پیدا کرتے صدیوں سے سربستہ راز لئے طوفانوں، زندگی کی گہری تہوں، بے کراں حصار کے اندر تک یخ بستہ دکھ کی ہواؤں کی طرح سرایت کر جانے والی دھواں دھار گھٹاؤں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے لشکر کے اس حصہ کے اس طرح حملہ آور ہونے سے ساحل پر لیٹے وہ جنگجو چونکے تھے۔ ابھی وہ اپنے ہتھیار سنبھال کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے درپہ ہونے لگے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر کا دوسرا حصہ دوسری سمت سے کارگاہِ شیشہ گری میں زندگی کی دوامی قدروں اور دُھند کی لہروں تک کو بے ترتیب کر دینے والی پُرطلاطم امواج کی بے روک یورش، زندگی کی داستانِ الم کی طرح افسردہ اور شکست خوردہ کر دینے والی فطرت کی کرب ناک صداؤں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح ساحل پر بڑے بڑے لشکری چھاؤں کو ترستے درختوں، گلی گلی اُڑتے

Marfat.com

کاغذوں، مرہم کو ترستے زخموں، الم نصیب سایوں، کڑوی کسیلی شب اور اُجالوں سے محروم دشت و بیابان کی طرح قضا سے گلے ملنے لگے تھے۔

دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے سمندر کے کنارے رزم گاہ میں سلامتی کا کوئی گوشہ، آبرو کی سلامتی میں عزت کا کوئی نشان محفوظ نہ رہا۔ رگوں کو چوس لینے والی ایسی ہوائیں صدیوں کی تیرگی کے غبار کی طرح پھیلنے لگی تھیں۔ رات کے اندھیرے میں چھپی ہر شئے کو عذاب رُتوں کی نفرت بھری رُتوں نے عیاں کرنا شروع کر دیا تھا۔ رات کے گہرے ساگر کی خاموشی میں بڑے بڑے لشکری پت جھڑ کے مارے پتوں کی طرح اِدھر اُدھر بھٹکتے ہوئے اپنی جانیں بچانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

بحری بیڑے کے وہ جنگجو مسلح ملاح مسلمانوں کے ان تیز حملوں اور جان لیوا یلغار کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے۔ ان میں سے چند ایک کو سمندر میں کود کر اپنی جانیں محفوظ کرنے کا موقع ملا، باقی کو مسلمانوں نے موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ اس طرح سمندر کی طرف سے سلطان نے اپنے لشکر کو محفوظ اور مامون بنا کر رکھ دیا تھا۔

اب سلطان محمود غزنوی نے سومنات پر براہِ راست ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا چنانچہ یہ منصوبہ بندی کی گئی کہ لشکر کے دو حصے کر دیئے گئے۔ ایک حصہ کے ذمہ شہر کی فصیل پر چڑھ کر شہر پر قبضہ کرنے کی ذمہ داری عائد کر دی گئی تھی اور اس حصہ میں سلطان محمود غزنوی خود بھی شامل تھا۔ لشکر کے دوسرے حصہ کے ذمہ یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ شہر کے اس سمت رہے گا جس سمت ہندوستان کے راجاؤں کا متحدہ لشکر اس انتظار میں تھا کہ جونہی مسلمان سومنات پر حملہ آور ہوں وہ پشت کی جانب سے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں تاک کر ان کا خاتمہ کر دیں۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان جب سومنات پر حملہ آور ہوں گے تو سومنات کے قلعے اور شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر ہے وہ سامنے کی طرف سے مسلمانوں پر ضرب لگائے گا اور پشت کی جانب سے راجاؤں کا متحدہ لشکر حملہ آور ہو گا۔ اس طرح دو طرفہ حملوں سے وہ مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔

چنانچہ خود سلطان محمود غزنوی اور اس کے سالار بھی دشمن کی اس منصوبہ بندی سے

Marfat.com

آگاہ تھے۔ اس لئے کہ سلطان کے طلایہ گر اور اس کے مخبر بڑی تیزی سے اِدھر اُدھر سرگرداں خبریں حاصل کرتے ہوئے یہ ساری خبریں سلطان تک پہنچا رہے تھے اور سلطان دشمن کی نقل و حرکت سے برابر آگاہی حاصل کرتا جا رہا تھا۔

چنانچہ لشکر کے جو دو حصے کئے گئے تھے اس میں ایک حصہ جو سلطان کے پاس تھا اس نے فصیل پر چڑھنے کا ارادہ کر لیا اور دوسرے حصہ نے راجاؤں کے متحدہ لشکر کو روکنا تھا۔

چنانچہ سلطان نے اپنے حصے کے لشکر کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس، دوسرا اپنے سردار کی سرکردگی میں دیا اور اس طرح سلطان نے رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعہ فصیل پر چڑھنے کی ابتدا کی اور اس موقع پر جب قلعے کے برجوں اور خلاء کے اندر سے مسلمانوں پر تیر اندازی کرنے کی کوشش کی گئی تو سلطان نے اپنے لشکر کے حصہ کے جو دو حصے کئے تھے ان میں سے ایک حصہ تو سلطان کے ساتھ فصیل پر چڑھنے لگا، دوسرے حصہ نے فصیل اور اس کے برجوں پر ایسی تیز موسلادھار بارش کی طرح تیر اندازی کی کہ فصیل کے محافظ بوکھلا کر رہ گئے اور اسی بوکھلاہٹ میں سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے آدھے حصہ کے ساتھ شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

یہ صورتِ حال مسلمانوں کے لئے بڑی خوش کُن تھی۔ چنانچہ لشکر کا دوسرا حصہ جسے سلطان محمود غزنوی نے فصیل پر چڑھتے وقت دشمن پر تیر اندازی کرنے کے لئے بٹھایا تھا اب وہ بھی سلطان کے پیچھے پیچھے فصیل پر چڑھ گیا۔ اس طرح جب شہر کے اندر محصور لشکر نے فصیل پر چڑھنے والے مسلمان لشکریوں پر دباؤ ڈالنا چاہا تو سلطان نے ان پر حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ ان کی اکثریت کو کاٹ کر رکھ دیا بلکہ انہیں سلطان نے شہر پناہ پر چڑھنے کے لئے جو سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں ان سیڑھیوں سے بھی سلطان نے انہیں حملہ آور ہو کر دور بھگا دیا تھا۔

اس موقع پر جبکہ سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ فصیل پر چڑھ گیا تھا۔ فصیل کے اندر سے جو سلطان پر حفاظتی لشکر نے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا، اس دباؤ کو بھی سلطان نے کم کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ راجاؤں کا وہ متحدہ لشکر جو سومنات کے

Marfat.com

نواح میں قیام کیے ہوئے تھا اسے جب خبر ملی کہ مسلمانوں نے شہر پر حملہ کرنا شروع کر دیا ہے اور مسلمانوں کے لشکری فصیل پر چڑھنا شروع ہو گئے ہیں، تب وہ لشکر حرکت میں آیا تا کہ آگے بڑھ کر فصیل پر چڑھنے والے مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے۔

لیکن مقامی لشکر کی بدقسمتی تھی کہ سلطان محمود غزنوی نے ان سے نمٹنے کے لئے اپنے لشکر کا جو ایک حصہ مختص کیا تھا اس حصہ نے راجاؤں کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دے کر اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا اور ان کے پڑاؤ کی ہر چیز پر بھی قبضہ کر لیا، اس کے بعد وہ لشکر بھی ایک طرح سے فارغ ہو گیا تھا۔ کیونکہ راجاؤں کا لشکر بھاگ گیا تھا۔ تاہم انہوں نے ان کے پڑاؤ پر قبضہ کرتے ہوئے ہر چیز کو سنبھالنا شروع کر دیا تھا۔ اتنی دیر تک سلطان محمود غزنوی شہر میں داخل ہو چکا تھا۔

شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا وہ بھی زیادہ دیر مزاحمت نہ کر سکا اور سومنات پر سلطان محمود کا قبضہ ہو گیا۔ سومنات پر حملے اور اس پر قبضہ کے حالات مختلف مؤرخین نے مختلف انداز میں پیش کیے ہیں۔

ایک مؤرخ لکھتا ہے، سلطان محمود غزنوی جب اپنے لشکر کے ساتھ سومنات کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا تو اس کے لشکر میں صرف تیس ہزار اونٹ ایسے تھے جنہیں بندوبستی بھی کہا جاتا تھا۔ یعنی ان پر پانی، خوراک اور اسلحہ لدا ہوا تھا۔

مؤرخ یہ بھی لکھتا ہے کہ تین ہزار اونٹ اگر اپنے درمیان دس گز یا دس میٹر کا فاصلہ رکھتے ہوئے قطار میں پیش قدمی کر رہے ہوں تو اس قطار کا فاصلہ 170 میل یا 275 کلومیٹر بنتا ہے۔ اس کے علاوہ لشکر کے ہر دستہ میں ہر ایک کے پاس بندوبست کے دو اونٹ تھے۔ بندوبستی نظام کے مزید اونٹ دیئے گئے تھے۔ ایک محتاط تخمینہ کے مطابق سومنات پر حملے کے لئے سلطان محمود غزنوی کے پاس کم از کم ایک لاکھ اونٹ اور گھوڑے تھے اور سواروں کی تعداد بندوبستی عملہ کو شامل کرتے ہوئے بھی ایک لاکھ تھی۔ اس قدر بڑے لشکر اور 170 میل دور تک پھیلے ہوئے بندوبستی جانوروں کو تیز رفتاری سے بغیر نقصان اٹھائے ریگستان کو عبور کرنے میں حیران کن کامیابی حاصل ہوئی تھی۔

Marfat.com

مگر یہ عظیم مجاہد ارادے کا پختہ، اسلام کی سربلندی کی خاطر حرکت میں آیا تھا اور بتوں کو برباد کرنے کے جذبہ نے اس کے سامنے ہر رکاوٹ کو آسان کر دیا تھا۔ اس کی مقناطیسی قیادت نے لشکر میں اتحاد، تنظیم اور یقین محکم قائم کیا ہوا تھا۔

یہی مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ قلعہ سے باہر شہر کے کچھ دُور راجاؤں کا لشکر پڑاؤ ڈالے تھا۔ سلطان محمود نے قلعہ کو تین طرف سے گھیر لیا اور قلعہ سے باہر لشکر کو روکنے کے لئے ایک دستے نے دفاعی پوزیشن اختیار کر لی تھی تاکہ سلطان کے قلعہ پر حملہ میں ادھر سے مدافعت نہ ہو۔ سلطان کو یقین تھا کہ اگر قلعہ اور مندر فتح ہو گیا تو قلعے سے باہر مقامی لشکر بددل ہو جائے گا اور مقامی لشکر اور شہری قلعے سے باہر دیواروں اور چھتوں پر چڑھ کر مسلمانوں کا تمسخر اُڑانے لگے اور خوش ہو رہے تھے کہ جلد سومنات جی انہیں تباہ کر دیں گے۔

پجاری پوجا کر رہے تھے، گویّے گا رہے تھے، داسیاں ناچ رہی تھیں۔ البتہ مندر کے حیا سوز واقعات سے باخبر اور بت کے فراڈ سے واقف پنڈتوں کو یقین تھا کہ ان کا بھانڈا عنقریب پھوٹ جائے گا۔ ایسے حالات میں عیش پرست پنڈت پوجا پاٹ کے بہانے اپنی حیوانی خواہشات کی تکمیل کے لئے معصوم لڑکیوں کو تختۂ مشق بنا رہے تھے۔ پنڈت اور پجاری ظاہری طور پر مسلمانوں کی بربادی کا یقین دلا رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر بھاگنے کے منصوبے بھی بنا رہے تھے، مگر انہیں یہ بھی یقین تھا کہ سلطان محمود پنڈتوں اور پجاریوں کو قتل نہیں کرتا، وہ تو صرف بتوں کو توڑنے آتا ہے، ان کی جاں بخشی بھی نظر آ رہی تھی۔

انہیں اس عظیم ترین بت، مندر اور بے شمار دولت کی بربادی بھی نظر آ رہی تھی۔ انہیں حسین لڑکیوں اور داسیوں کا بھی غم تھا جنہیں محمود معمول کی طرح آزاد کر دیا کرتا تھا۔ سلطان محمود نے مقامی حکمرانوں، راجاؤں اور اُمراء کو پنڈتوں کے شرم ناک حربوں سے آگاہ بھی کر دیا تھا۔ مگر ہندو دھرم پر پنڈتوں کا تسلط قائم تھا۔ ان کے سامنے بڑے بڑے راجہ بے بس تھے۔ اُدھر پنڈتوں کے جوش دلانے پر مقامی لشکری مسلمانوں کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔

ساتھ ہی ساتھ پنڈت اور لشکری سومنات جی سے مدد مانگ رہے تھے۔ بت

Marfat.com

کے سامنے پنڈت گڑگڑا رہے تھے کہ مسلمان یلغار کر کے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔
جمعہ کا روز تھا اور ہندو مر مٹنے پر تلے ہوئے تھے۔ وہ قدم قدم پر لڑ رہے تھے۔ اُدھر قلعہ سے باہر ہندو لشکر نے بھی حملہ کر دیا مگر محمود کے لڑاکا دستوں نے لاتعداد مقامی لشکریوں کو روکے رکھا۔ سارا دن لڑائی ہوتی رہی۔ ہندوستان کے کونے کونے سے سومنات کی حفاظت کے لیئے لشکری پہنچے تھے، انہیں روکنے کے لئے سلطان کے ہلکے دستے جابجا پھیلے ہوئے تھے۔

سلطان جلد از جلد مندر فتح کرنا چاہتا تھا۔ ہفتہ کے روز سلطان خود شہر میں داخل ہو گیا۔ سلطان بت کے سامنے پہنچا تو اپنا جنگی کلہاڑا اُٹھایا۔ پجاریوں نے رو رو کر التجا کی کہ وہ بت کو نہ توڑے، اس کے بدلے بے پناہ دولت قبول کرے لیکن سلطان نے کہا۔

''میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ یہ کہہ کر پکارے کہ کدھر ہے محمود جس نے دنیا میں سب سے بڑا بت توڑا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ یہ کہہ کر مجھے پکارے کہ کدھر ہے وہ محمود جس نے دولت کے بدلے بت فروخت کر دیا۔''

یہ کہہ کر سلطان محمود غزنوی نے ایک ہی ضرب سے بت توڑ دیا۔ بت ٹھوس تھا اور غیر مسلم مؤرخین کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ کسی نے محمود کو یہ راز بتا دیا تھا کہ بت کے اندر بے شمار دولت تھی اور جو دولت پجاری اسے بت کے بدلہ میں پیش کر رہے تھے وہ بہت کم تھی۔ البتہ پنڈتوں نے بے شمار دولت چھپا رکھی تھی۔ مگر سلطان محمود کے جاسوسی نظام نے ہر کونے کی تلاشی لے کر بے شمار مال و دولت پنڈتوں سے نکلوا لیا جس کی مالیت دو کروڑ تھی۔

درجنوں سونے اور چاندی کے بُت بھی ملے۔ سومنات کا بت جس کمرے میں تھا وہاں کوئی روشنی نہ کی جاتی تھی۔ البتہ کمرے میں ہیروں اور جواہرات کی جگمگاہٹ سے اس قدر روشنی تھی کہ فرش پر تنکا تک نظر آتا تھا۔
کئی مؤرخین نے تو یہاں تک بھی کہا ہے کہ بت کے اندر واقعی ہیرے اور جواہرات موجود تھے۔ حالانکہ وہ بہت ٹھوس تھا جس کے ٹکڑے سلطان نے مکہ معظمہ اور بغداد بھجوائے تھے تاکہ نمازی پاؤں تلے روند کر نماز کو جائیں۔ کچھ ٹکڑے غزنی کی

Marfat.com

جامع مسجد کے دروازے کے سامنے پھنکوا دیئے۔ شہر کو آگ لگا دی گئی، جو پھیل کر قلعہ کو راکھ کر گئی۔ شہر فتح ہوتے ہی قلعے سے باہر جو بچے کھچے ہندو لشکری تھے، بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہیں یقین ہو گیا کہ سلطان ناقابلِ تسخیر قوت کا مالک ہے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ سمندر کی طرف سے جو مقامی بیڑہ آیا تھا اس کے افراد کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان نے سمندر کے راستہ کی بھی ناکہ بندی کی ہوئی تھی۔ کئی لڑاکا دستے کشتیوں میں بیٹھے دیکھ بھال کر رہے تھے۔ اس طرح سمندر کے راستے بہت کم لشکریوں کو فرار ہونے کا موقع ملا اور جو سمندر کے راستے فرار ہوئے، وہ ڈوب مرے۔

سلطان محمود غزنوی نے بتوں کو برباد کر کے گجرات کا علاقہ دیو آسرم کے حوالے کیا۔ سومنات کی جنگ میں تقریباً 50 ہزار مقامی لشکری مارے گئے۔ سومنات کی فتح کے بعد سلطان محمود کو جاسوسی نظام اور دیکھ بھال کے دستوں سے اطلاع موصول ہوئی کہ ہندو بت کی بربادی کا بدلہ لینے کے لئے بھاری تعداد میں انہلواڑہ کے راجہ پریم دیو کی قیادت میں جمع ہو رہے تھے۔ ہندو لشکر کے دستے محمود کے واپس جانے کے راستے کی ناکہ بندی کر رہے تھے یعنی خلیج کچھ سے مودھیرہ تک کے درمیانی علاقے میں مقامی لشکر چھپائے وہ سلطان محمود کی آمد کا منتظر تھا۔

مقامی لشکریوں کا جوش قابلِ دید تھا۔ سلطان کے دیکھ بھال لڑاکا دستوں نے ان پر نگاہ رکھی ہوئی تھی چنانچہ سلطان محمود نے فوراً راستہ بدلنے کا فیصلہ کیا اور شمال کی جانب کنتھ کوٹ موجودہ کانڈلہ کی جانب روانہ ہوا۔ دائیں بازو کی حفاظت کے لئے ایک لڑاکا دستہ مقرر تھا۔ کانڈلہ کے جنوب مشرق میں سمندر بہت تنگ یعنی ڈیڑھ میل تھا۔ سلطان نے سمندر کو عبور کرنے کا فیصلہ کیا۔ مدوجزر کی وجہ سے گہرائی بہت کم تھی۔ سلطان کے عقب میں تمام لشکر نے دو دن میں بغیر نقصان سمندر کا وہ حصہ عبور کر لیا۔ اس وقت لشکر کے افراد اور قیدیوں کے علاوہ دو لاکھ گھوڑے اور دوسرے مویشی تھے۔ کانڈلہ میں موجود راجہ بھیم دیو کو جب سلطان محمود کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔

اس دوران راجہ پریم دیو باوجود کوشش کے سلطان محمود کی واپسی کی ناکہ بندی نہ

Marfat.com

کر سکا۔ سلطان محمود کے لڑاکا دستوں نے مقامی جنگجوؤں کو دور رکھا۔ چنانچہ مقامی لشکر کے کئی دستوں کو مار بھگایا۔ دراصل مقامی لشکری گھبرائے ہوئے تھے ورنہ سمندر عبور کرتے وقت مقامی لشکر سلطان محمود غزنوی پر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچا سکتا تھا۔ کانڈلہ سے سلطان محمود سیدھا شمال کی جانب نگر کوٹ اور عمر کوٹ کے راستے منصورہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

ایک دوسرا مصنف اس ساری تفصیل کو کچھ اس انداز میں بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

''سلطان محمود غزنوی نے سومنات پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا تو شہر کے باشندے بھی مسلح ہو کر مقابلہ پر مستعد ہو گئے تھے۔ سلطان محمود کے ہمراہ 30 ہزار لشکری تھے۔ شہر سومنات کے تین طرف سمندر اور ایک طرف خشکی تھی۔ اسی خشکی کی جانب سے سلطان کا لشکر حملہ آور ہوا تھا۔ سلطان نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ساحلِ سمندر پر جس قدر کشتیاں دستیاب ہو سکیں ان سب پر قبضہ کر کے ان میں سے ایک حصہ لشکر کا بٹھا کر جو عموماً ہندو سپاہیوں پر مشتمل تھا، حکم دیا کہ تم سمندر کی جانب سے شہر کا محاصرہ جاری رکھو اور کوئی بحری امداد شہر والوں کو نہ پہنچے۔

سلطان کی اس احتیاط اور اس اوّلین کارروائی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ضرور یہ اندیشہ تھا کہ سومنات والوں کے لئے خلیج فارس اور بحیرۂ اومان سے قرامطہ کی امداد پہنچ سکتی ہے ورنہ کسی ہندو ریاست سے تو جہازوں کے ذریعہ لشکر کے لئے امداد آنے کا احتمال ہی نہیں تھا۔

سومنات والوں نے دو دن تک بڑی بہادری اور جانفروشی کے ساتھ مقابلہ کیا، تیسرے دن نہروالا کے راجہ پریم دیو اور اسی نوع کے دوسرے راجہ شلیم نامی نے اپنے لشکریوں کو استوار اور آراستہ کر کے سومنات کے لشکر کو امداد پہنچانے کے لئے تیس، چالیس ہزار کے لشکر سے حملہ کیا۔

اُدھر سلطان محمود غزنوی سومنات کے لشکر سے مصروف پیکار تھا۔ ادھر پیچھے سے یہ زبردست لشکر آیا اور سلطان محمود کا لشکر دونوں فوجوں کے بیچ میں گھر گیا۔ یہ وقت بڑا نازک تھا لیکن سلطان محمود نے اپنے خدا سے مدد طلب کی، عا مانگی اور لشکر کے دو

Marfat.com

حصے کر کے ایک حصہ کو سومنات کی جانب مصروف جنگ رکھا اور دوسرے کو لے کر ان راجاؤں کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ شہر والے بھی اب بہت دلیری اور جرأت کے ساتھ لڑنے لگے تھے۔ لیکن سلطان محمود نے تھوڑی ہی دیر میں راجہ پریم دیو اور راجہ شلیم کے لشکر کو شکست دے کر بھگا دیا۔

اس فتح کے ساتھ ہی سومنات کے لشکر نے ہمت ہار دی اور سلطان محمود کا لشکر فصیلِ شہر پر قابض ہو کر شہر میں داخل ہوا۔ 5000 کے قریب راجپوت لڑائی میں مارے گئے۔ 5000 کے قریب سمندر کی جانب کشتی میں سوار ہو کر بھاگے اور سلطان محمود کے وہ لشکری جو پہلے سے کشتی میں سوار تھے وہ ان پر حملہ آور ہوئے اور غرق ہو کر رہ گئے۔

یہی مؤرخ مزید لکھتا ہے کہ سومنات کی فتح اور بت شکنی کے بعد سلطان محمود غزنوی نے نہر والا کے راجہ پرم دیو کو سزا دینا ضروری سمجھا لیکن وہ پہلے ہی نہر والا سے تمام خزانہ اور زروجواہر لے کر ساحلِ گجرات کے قریب کسی جزیرے کی طرف چلا گیا تھا اور اپنی جان بچا کر لے گیا تھا۔ مگر اس کا مال و اسباب سب سلطان محمود کے قبضہ میں آیا۔

اس کے بعد محمود نے نہر والا میں آ کر قیام کیا اور گجرات کے علاقوں کو فساد اور شرانگیز مادہ سے پاک کیا۔ اس کے بعد سلطان نے سومنات کی لڑائی کے دوران جو لوگ اسیر ہوئے تھے ان کو بلا کر کہا کہ تم کس کو اپنا حاکم بنانا چاہتے ہو؟ انہوں نے اپنے مندر کے ایک پجاری کا نام لیا جو راجہ شلیم کا بھائی تھا، اس نے شلیم سے خوف ظاہر کیا۔ محمود نے حملہ کر کے شلیم کو گرفتار کر لیا اور شلیم کے بھائی کو گجرات اور سومنات کا فرمانروا بنا کر شلیم کو اپنے ہمراہ غزنی لے گیا۔

جب دوسرے سال شلیم کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو اس نے شلیم کو گجرات اور سومنات کی حکومت پر مامور کر کے غزنی سے روانہ کیا۔

اس حملہ میں سلطان محمود کے ڈھائی سال صرف ہوئے تھے اور پھر وہ غزنی پہنچا۔

اسی حملے میں واپس جاتے ہوئے اس نے موجودہ اجمیر کے راجہ کی بھی گوشمالی کی اور اس سے اقرارِ اطاعت لے کر اور تقریباً تمام راجپوتانہ کو اپنی حکومت میں شامل کر کے

Marfat.com

غزنی پہنچا۔

صورتِ حال یہ پیدا ہوئی کہ پنجاب، سندھ اور گجرات کے صوبے براہِ راست غزنی کی سلطنت میں شامل ہو چکے تھے۔ کالنجر تک کے راجہ محمود کے پاس خراج بھیجتے اور اس کی فرمانوائی کو موجب فخر جانتے تھے۔ سلطان محمود نے سومنات میں داخل ہو کر سومنات کی مورت کو ضرور توڑا لیکن شہر کے باشندوں کا قتلِ عام نہیں کرایا بلکہ گجرات والوں کے ساتھ بے حد رعایت اور محبت سے پیش آیا۔

ایک اور مؤرخ اس سلسلہ میں لکھتا ہے کہ سلطان محمود گجرات ہی میں مستقل سکونت اختیار کرنے اور نہروالا کو اپنا دارالحکومت بنانے پر آمادہ تھا لیکن اس کے وزیروں اور سرداروں نے اس رائے کی مخالفت کی اور اس کو غزنی لے گئے۔ غالباً محمود گجرات میں اس لئے رہنا چاہتا تھا کہ یہاں رہنے سے قرامطہ بحرین کا بخوبی استحصال ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

سومنات کی فتح کے بعد سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر اور ہر چیز کو سمیٹتا ہوا واپسی کا رخ اختیار کئے ہوئے تھا اور اب اس کا رخ منصورہ شہر کی طرف تھا۔ راستے میں اس نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تا کہ لشکری سفر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے آرام کر لیں، ستا لیں۔ چنانچہ وہاں خیموں کا شہر آباد کر دیا گیا اور لشکریوں کو کھانے پینے کے علاوہ ہر چیز مہیا کی گئی تھی۔

ایسے میں عبداللہ قراتگین اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک چھوٹا سالار خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور عبداللہ قراتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟''

عبداللہ قراتگین نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب وہ سالار مسکراتے ہوئے خیمے میں داخل ہوا۔ عبداللہ قراتگین نے پہلے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا، پھر کہنے لگا۔

''یہ جو تم مسکراتے ہوئے میرے خیمے میں داخل ہوئے ہو تو تمہاری ایسی مسکراہٹ کی کوئی وجہ اور علت ضرور ہے۔ کہو کیا معاملہ ہے؟''

اس پر وہ سالار اور زیادہ مسکرا دیا اور عبداللہ قراتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! آپ کا اندازہ درست ہے۔ دراصل میں آپ کے لئے ایک بہت اچھی بلکہ بہت ہی اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔''

''کون سی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟'' غور سے اس سالار کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ قراتگین نے پوچھ لیا تھا۔

Marfat.com

اس پر وہ سالار بولا اور کہنے لگا۔
''ابھی تھوڑی دیر پہلے لاہور سے کچھ مخبر لشکر میں داخل ہوئے ہیں۔ انہوں نے سارے حالات سے سلطان کو آگاہ کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ ان میں سے ایک مخبر کو آپ نے جاتے ہوئے کچھ نقدی فراہم کی تھی، وہ رقم اس نے آپ کی بیوی کوشل تک لاہور میں پہنچا دی ہے۔ وہ آپ کے بیٹے کو بھی دیکھ کر آیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ کا بیٹا بہت خوب صورت ہے اور یہ کہ لاہور کے قصر میں آپ کی بیوی کی بہترین دیکھ بھال کی گئی ہے۔ تاہم وہ بڑی بے چینی سے آپ کی واپسی کی منتظر ہے۔''
یہ خبر سن کر عبداللہ قراتگین کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے وہ اس چھوٹے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک مسلح جوان دروازے پر نمودار ہوا اور دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''آپ دونوں کو سلطان نے بلایا ہے۔''
اس پر عبداللہ قراتگین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور جو چھوٹا سالار اسے اس کے بیٹے کی خوشخبری دینے آیا تھا اسے لے کر وہ سلطان کے خیمے کی طرف ہو لیا تھا۔
چنانچہ جب سارے سالار سلطان محمود غزنوی کے خیمے میں جمع ہو گئے، تب ایک غائر نگاہ سے سلطان نے سب کا جائزہ لیا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمارے کچھ مخبروں نے یہ خبر دی ہے کہ منصورہ کا حاکم قرامطی ہو چکا ہے۔ اچھا ہوا میں منصورہ سے گزر کر آگے نہیں چلا گیا۔ آپ لوگوں کو اس لئے جمع کیا گیا ہے کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد میرا ارادہ منصورہ پر حملہ آور ہونے کا ہے۔ اس لئے کہ تم لوگ جانتے ہو کہ جہاں کہیں بھی قرامطیوں کی مجھے اطلاع ملتی ہے ان کے احتساب اور خاتمہ کے لئے میں ضرور حرکت میں آتا ہوں۔ ابھی بھی میں نے تم لوگوں کو قرامطیوں ہی کے سلسلہ میں یہاں بلایا ہے کہ یہاں سے میں چاہتا ہوں کہ منصورہ کی طرف کوچ کیا جائے اور قرامطی ہونے والے حکمرانوں کو سزا دی جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ سارا کام اتفاق رائے سے کیا جائے۔ اس سلسلے میں تم میں سے اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بولے۔''

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی کے اس استفسار پر گہری خاموشی چھائی رہی۔ پھر سارے سالاروں نے سلطان کی اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ لشکر کو مزید دو دن آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے، اس کے بعد منصورہ کے قرامطیوں پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کی جائے۔"

اس کے ساتھ سلطان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

❁❁❁

جن دنوں سلطان محمود غزنوی سومنات پر حملہ آور ہوا تھا اس وقت منصورہ کی حکومت بڑی طاقت ور اور ایک طرح سے اپنے عروج پر تھی۔ دراصل محمد بن قاسم کے بعد ہندوستان میں صرف ایک منصورہ نام کی مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی پانچ بڑی بڑی حکومتیں قائم ہوئیں۔ ان میں سے پہلی دولتِ سامیہ ملتان، دوسری دولتِ ہباریہ منصورہ، تیسری دولتِ ماہانیہ سنجان، چوتھی دولتِ معدانیہ مکران اور پانچویں دولتِ متغلبہ توران تھی۔

جہاں تک مسلمانوں کی ان حکومتوں کی تفصیل کا تعلق ہے تو پہلے سامیہ ملتان کا ذکر کرتے ہیں۔ دراصل قبیلہ قریش میں فخر نامی ایک مشہور شخص تھا جس کا لقب قریش تھا جس سے پورا قبیلہ مشہور ہوا۔ اس کا پوتا لوئی بن غالب بن فہر تھا جس سے کئی قریش خاندانوں کا سلسلۂ نسب ملتا ہے۔ لوئی بن غالب کے 7 بیٹے تھے۔ پہلا کعب بن لوئی، دوسرا عامر، تیسرا سامہ، چوتھا سعد، پانچواں خزیمہ، چھٹا حارث اور ساتواں عوف۔ ان میں کعب بن لوئی سے حضور ﷺ کا نسبی تعلق ہے اور سامہ بن لوئی سے ملتان کے سامی حکمرانوں کا تعلق ہے۔

سامہ بن لوئی نے مکہ سے نکل کر اومان میں سکونت اختیار کی، وہیں فوت ہوا اور اس کی اولاد وہاں آباد ہوئی۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اسی لوئی بن غالب فہر کی اولاد نے اپنے مرکز کو چھوڑ کر عرب کے دور دراز مقام پر جا کر بود و باش اختیار کی اور وہ اپنے نئے ہم وطنوں سے تعلقات پیدا کر کے ان میں یوں مل جل کر سلسلۂ نسب اور رشتۂ مناکحت میں مشتبہ قرار دیئے جانے لگے۔ عرصہ کے بعد بعض شعراء نے اپنے اشعار میں اسے ظاہر

Marfat.com

کیا۔ یہ بالکل نکل جانے والے قریشی قبائل مختلف القاب سے مشہور ہوئے۔

اسی سعد بن لوئی کی اولاد بنانا بھی کہلائی۔ خزیمہ بن لوئی کی اولاد کو عائذہ قریش کا لقب دیا گیا۔ اسی سامی قبیلے سے ایک شخص حضرت لقیطؓ بن عباد تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ جن سے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگرچہ قطعی طور سے یہ معلوم نہیں کہ بنو سامہ کب اسلام لائے تھے، پھر بھی عہدِ رسالت میں ان کا مسلمان ہونا اور ان کے ایک وفد کا حضور ﷺ سے شرف نیاز اور ملاقات کرنا ثابت ہے۔ اس قبیلہ کے تین افراد کے نام اس سلسلے میں نمایاں طور پر تاریخوں میں موجود ہیں جو اسلام لائے۔ ان میں سے ایک حضرت حریت بن راشد، دوسرے حضرت لقیط بن عباد اور تیسرے حضرت منجاب بن راشد ناجی۔

ان میں سے لقیط بن عباد اور منداث بن راشد کا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ملاقات کرنا ثابت ہے۔ ان دونوں بھائیوں نے چونکہ جنگ جمل میں حضرت عثمانؓ کا ساتھ دیتے ہوئے حضرت علیؓ کی مخالفت کی تھی لہٰذا بعد میں حالات کی ابتری کو دیکھتے ہوئے انہوں نے اومان کا رخ کیا تا کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے دور میں وہ حضرت علیؓ کی مخالفت کرنے کے انتقام سے بچ سکیں لیکن اومان میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے خوب طاقت پکڑی پر یہاں انہوں نے بڑی بردباری اور فراخ دلی سے کام لیا۔ اومان میں خوارج کا بڑا زور تھا۔ اگر بنو سامہ چاہتے تو وہ حضرت علیؓ کے خلاف خوارج کا ساتھ دے کر خوب طاقت اور قوت حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ حضرت علیؓ کے مخالف خوارج کو انہوں نے اومان سے مار مار کر نکل جانے پر مجبور کر دیا جس کے نتیجہ میں ان خوارج نے اومان سے دُور ایک پہاڑی علاقہ بصرہ میں جا کر پناہ لی۔

اُموی دور میں بنو سامہ اومان سے اٹھے اور ملتان تک کے حاکم بن گئے۔ پھر تاریخ نے ان کو ملتان سے اپنی حکومت و ریاست کی بساط لپیٹنے پر مجبور کر دیا۔ مگر اومان میں یہ لوگ کسی نہ کسی انداز میں امارت و سیادت کے مالک رہے حتیٰ کہ آج

Marfat.com

کے اومان میں وہ امارت اور حکومت کی شان رکھتے ہیں۔ حال ہی میں ایک عرب عالم مؤرخ نے اہلِ اومان کے انساب و قبائل پر ایک تحقیقی کتاب بھی لکھی ہے جس کے مطابق آج بھی اومان میں بنو سامہ کے مختلف خاندانوں کی اچھی خاصی آبادی ہے۔ ان میں بنی سامہ سب سے مشہور اور سب سے زیادہ ہیں اور ظاہری شان و شوکت، امارت و ریاست کے مالک ہیں۔ ان کا مرکزی علاقہ وادیٔ بنی غافر ہے جو متعدد قریوں پر مشتمل ہے اور مرکزی مقام خضری ہے۔ بنو غافر کی ایک شاخ آلِ عطابی ہے۔ یہ لوگ راشد بن حبیب بن راشد بن ناصر کی اولاد سے ہیں۔

ساحلِ اومان کے ساتھ ساتھ انہی بنو سامہ نے ملتان میں بھی ایک مضبوط و مستحکم حکومت قائم کر لی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہی بنو سامہ اومان اور ملتان میں ہر زمانہ میں اپنے کارناموں اور بحیثیت افراد کی وجہ سے ممتاز رہے اور ان میں حکام، امراء، قضاۃ، محدثین، فقہاء اور شعراء ہوتے رہے۔ ان میں اربابِ حکم و امر کے ساتھ ساتھ اہلِ علم و فضل پائے گئے اور چونکہ سامیوں کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ خلافتِ راشدہ میں خیریت بن راشد نامی اور ان کے بھائی منجاب علاقۂ فارس میں بھی حکمران تھے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد یہ سامی بھائی حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ساتھ ساتھ رہے۔

انہی سامیوں میں سے ایک شخص کابس بن ربیعہ بن مالک نامی تھا۔ علامہ محمد بن حبیب بغدادی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ شخص جو ظاہری شکل و شباہت میں حضور ﷺ سے مشابہت اور مماثلت رکھتا تھا اور اس کی شکل ہو بہو حضور ﷺ سے ملتی تھی چنانچہ اس کے بارے میں وہ مزید لکھتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے بصرہ کے عامل عبداللہ بن عامر نے حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ یہاں بصرہ میں بنو سامہ کا ایک شخص حیرت انگیز طور پر حضور ﷺ سے مشابہت رکھتا ہے۔

حضرت معاویہؓ نے جواب میں لکھا کہ اس کو ہمارے پاس بھیجا جائے۔ چنانچہ بصرہ کے حاکم نے کابس بن ربیعہ سامی کو حضرت معاویہؓ کی طرف روانہ کیا۔ جب کابس نام کے سامی امیر معاویہؓ کے پاس آئے تو حضرت معاویہؓ نے انہیں توجہ سے

Marfat.com

دیکھا تو اپنی نشست سے اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی اور دریافت کیا کہ آپ کس قبیلہ سے ہیں؟ اس پر وہ بولے اور کہنے لگے۔

"بنو سامہ بن لوئی سے۔"

امیر معاویہؓ نے کہا۔

"مجھ کو یہ کیوں لکھا کہ بنو ناجیہ سے ہیں؟"

انہوں نے کہا۔

"واللہ! مجھ کو تو لوگوں نے مشہور کر دیا ہے۔ میری پیدائش ان میں نہیں ہوئی۔"

حضرت امیر معاویہؓ نے اس کے بعد ان کے احترام اور اعزاز میں نہر مرغاب کی جائیداد عطا کی جو بصرہ سے تین فرسنگ پر نہر معقل سے نکلتی تھی۔

بنو سامہ کے ایک فرد کا حضور ﷺ سے مشابہہ ہونا بنو سامہ کے لئے بہت بڑی بات ہے اور اس واقعہ میں بھی ان کی نسل کے بارے میں ایک اعزاز اور احترام ملتا ہے۔ چونکہ بنو سامہ شروع میں اومان میں آباد ہو گئے تھے اور اومان چونکہ مکران سے زیادہ دور نہیں ہے اور غالب گمان ہے کہ اومان کے بنو سامہ کے تعلقات مکران اور سندھ سے بہت قدیم تھے۔ البتہ عہدِ اسلام میں ان کا تعلق ہندوستان سے خیرت بن راشد ناجی کی مکران میں آمد سے شروع ہوا جیسا کہ امیر ابنِ معقولہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ علامہ ابنِ خلدون کے مطابق بنو سامہ کو اومان میں ایسے نازک حالات میں حکومت ملی جبکہ خوارج اس کو اپنی طاقت کا مرکز بنا کر خلافتِ عباسیہ کے باغی بن چکے تھے اور ان کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا اسی لئے خلیفہ معتزد نے وہاں بنو سامہ کو خوارج کے مقابلہ کے لئے اُبھارا اور ان کو ہر قسم کی مدد دی کیونکہ وہ بنو سامہ کی طاقت وشوکت اومان، موصل اور ہندوستان میں دیکھ چکا تھا۔

بنو سامہ سُنی مذہب سے تھے۔ ان کا تعلق نہ خوارج سے تھا اور نہ روافض سے اور نہ وہ قرامطہ تھے۔ حالانکہ اومان کے اطراف میں یہی دونوں طاقتیں خلافت کے مقابلے میں کام کر رہی تھیں۔ خوارج گویا اومان کے مالک تھے۔ روافض اور قرامطہ عبیداللہ مہدی کے لئے زمین ہموار کر رہے تھے۔ اس ماحول میں بنو سامہ نے اپنی طاقت اور خلافتِ عباسیہ کی مدد سے اومان میں حکومت قائم کر کے عباسی خلفاء کے نام

Marfat.com

کا خطبہ پڑھا اور علی الاعلان اہلِ سنت کے شعائر اور مسلک کو اختیار کیا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بنو سامہ کے سارے افراد حضرت علیؓ کے خلاف نہیں تھے۔ اگر حضرت علیؓ سے یہ سارے منحرف ہوتے اور ان کی خاندانی روایت ہوتی تو وہ سُنی ہونے کی بجائے خوارجی ہوتے اور خوارج کو اومان سے بھگانے کی بجائے ان کی اور ان کے مذہب کی سرپرستی کرتے۔

انہی بنو سامہ میں سے ایک شخص محمد بن قاسم سامی تھا جس نے ملتان میں حکومت قائم کی تھی۔ کچھ مؤرخین یہ بھی خیال ظاہر کرتے ہیں کہ محمد بن قاسم سامی نے اومان میں اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد ہی ملتان میں حکومت قائم کی اور جسے ابنِ خلدون نے محمد بن قاسم سامیؒ بتایا ہے، وہی محمد بن قاسم منبہ بھی ہے۔ اس زمانے میں سندھ اور ملتان کے ملکی اور سیاسی حالات اومان سے ملتے جُلتے تھے۔ علویوں، اسمٰعیلیوں اور خارجیوں کی سرگرمیاں سندھ، مکران اور ملتان میں جاری تھیں۔ ان کی مرکزی خلافت سے وابستگی باقی نہیں تھی بلکہ جو عمال اور حکام طاقت ور ہوتے، اپنی حکومت کا اعلان کر کے خلافت سے الگ ہو جاتے اور اومان کی طرح ہندوستان کا یہ علاقہ بھی منظم اور حاکمانہ طاقت کے استقبال کے لئے تیار تھا۔

محمد بن قاسم کی اومان میں کامیابی نے اس کے اور بنو سامہ کے حوصلے بلند کر دیئے اور ان میں فاتحانہ اُولوالعزمی اور بلند حوصلگی پیدا ہو گئی۔ اس لئے محمد بن قاسم سامی نے اسی زمانہ میں ملتان کو کسی حاکم سے مقابلہ کر کے فتح کر لیا اور بنو سامہ کی ایک جماعت نے اومان کا اور دوسری جماعت نے ملتان کا نظم ونسق سنبھالا۔ محمد بن قاسم سامی کے دادا منبہ کی نسبت سے ملتان کے سامی حکمران بنو منبہ بھی کہلائے۔

یہ بھی بڑے کمال کی بات ہے کہ محمد بن قاسم سامی نے ملتان میں سامی حکومت قائم کر کے اسے بھی مرکزِ خلافت یعنی بنو عباس کی خلافت سے وابستہ رکھا اور عباسی خلفاء کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ ملک سے تمام خرابیوں کو دور کیا، قرب و جوار کے ہندو راجاؤں، مہاراجوں سے جنگ کر کے ان کی طاقت توڑی اور اپنی ساکھ قائم کی۔ محمد بن قاسم سامی کے بعد بنو سامہ کی ایک بڑی جماعت یہاں کے نظم ونسق میں شریک تھی۔

Marfat.com

لیکن بدقسمتی سے 358ھ میں ملتان پر جو سامی حکومت قائم تھی، اس کا حکمران شہید ہو گیا اور اس کے تھوڑے دنوں بعد یہاں سے سامیوں کے اقبال کا چراغ گل ہو گیا۔ یہی زمانہ ہے جب اومان میں بھی بنو سامہ زوال اور اقبال کے طوفان میں بہہ گئے اور دونوں ہی ملکوں میں ان کے پرانے حریف اور دشمن یعنی روافض، قرامطہ، اسمٰعیلیہ نے ان کو ختم کر کے دم لیا۔

ملتان میں بھی بنو سامہ کی حکومت انہی قرامطیوں اور اسمٰعیلیوں کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ مشہور سیاح اور جغرافیہ نویس ابن حوقل کا کہنا ہے کہ ملتان والوں کو شیعہ اور امیرِ ملتان کو اسمٰعیلی کہا جاتا تھا اور اُمرائے ملتان مصر اور افریقہ کے فاطمی حاکم کا خطبہ پڑھتے تھے اور کوئی بھی کام اس کی مرضی کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ ان کے سفراء اور ہدایا ہمیشہ مصر جایا کرتے تھے۔

بہرحال بنو سامہ کی حکومت ملتان میں اسمٰعیلی شیعہ حکمرانوں کے ہاتھوں ختم ہوئی جن کا ملتان میں پہلا حکمران جلم بن شعبان تھا جس نے پہلے ملتان کی سُنی حکومت کو ختم کر کے یہاں اسمٰعیلی حکومت قائم کی۔ بہرحال اسمٰعیلیوں نے ملتان میں خوب زور اور طاقت پکڑی۔

مؤرخین لکھتے ہیں۔ یوں تو صدر اسلام ہی سے سندھ اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں طرح طرح کے فتنے پرورش پا رہے تھے۔ کرمان سے متصل مکران، توران اور خضدار میں خوارج اپنا کام کر رہے تھے۔ سندھ، ملتان اور پنجاب میں علوی داعی اور اسمٰعیلی مبلغین اپنے لئے زمین ہموار کر رہے تھے۔ مگر دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے دور میں پورے عالمِ اسلام کی اندرونی شورشیں بڑی حد تک دب گئی تھیں۔ اس نے ہر جگہ داعیوں اور خوارج کا زور کم کر دیا۔ لیکن خلیفہ ہارون رشید کے انتقال کے بعد جب خود بنو عباس اپنے اندرونی جھگڑوں میں مبتلا ہوئے تو فتنۂ بغاوت کی دبی ہوئی چنگاریاں پھر اُبھرنے لگیں۔ خاص طور پر شیعوں اور علویوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر ہر جگہ سر اُٹھایا۔ پورے عالمِ اسلام میں خفیہ طور سے اپنے داعی اور مبلغین بھیجے جو ان کے حق میں زمین ہموار کرتے تھے۔

اس سلسلے میں سندھ اور ملتان پر ان کی خاص نظر تھی۔ 258ھ میں کوفہ میں

Marfat.com

سبعت بن یحییٰ نامی ایک داعی ظاہر ہوا جس نے قرامط نامی ایک کتاب کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ احمد بن محمد حنفیہ کی ہے۔ اس میں کفریات تھیں اور حلال کو حرام اور حرام کو حلال کہا گیا تھا۔ یہ شخص مہدی مسلک کا داعی تھا جس کا مقام کسی خاص مقام پر جلد ہونے والا تھا، جس کا ظہور جلدی ہونے والا تھا۔ اس کے مسلک کی اچھی خاصی جماعت بحرین میں پیدا ہو چکی تھی جو بعد میں افریقہ کے فاطمی حاکموں عبداللہ مہدی کی پیرو ہو گئی۔

ابنِ خلدون نے لکھا ہے کہ بحرین کی یہ جماعت بعد میں مغرب میں عبیدیوں کی دعوت اور اطاعت کی تابع ہو گئی۔ بحرین کے انہی اسمٰعیلیوں کے داعیوں کا اثر سندھ اور ملتان پر بھی پڑا تھا۔ بہرحال سامیوں کی حکومت ان اسمٰعیلیوں نے ختم کی لیکن ان کی بھی بدبختی کہ ابتدا ان دنوں ہوئی جب ان کا حکمران ملتان میں ابوالفتوح تھا تو اس ابوالفتوح کے خود کے اعتقاد اور ملحدانہ عقائد کی خبر سلطان محمود غزنوی تک پہنچی، تب سلطان بڑا غضب ناک ہوا۔ ملتان پر اس نے چڑھائی کی اور اسمٰعیلیوں کی قوت کو اس نے نیست و نابود کر دیا۔ اس طرح بنو سامہ کی حکومت اگر ملتان میں اسمٰعیلیوں کے ہاتھوں ختم ہوئی تو اسمٰعیلیوں کی حکومت سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

دوسری بڑی مملکت جو محمد بن قاسم کے بعد ہندوستان میں قائم ہوئی، وہ دولتِ ہباریہ منصورہ کہلاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے ایک صحابی ہبار بن اسودؓ تھے۔ وہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کی اور وصالِ نبی ﷺ کے بعد شام چلے گئے۔ وہ خود بھی بہت جری اور بہادر آدمی تھے، ان کی اولاد میں بھی اولوالعزمی کے آثار موجود تھے۔ شام، بصرہ، سندھ، حلب اور مصر جہاں جہاں ان کی اولاد رہی، غلبہ اور اقتدار، شان و شوکت کی مالک بن کر رہی۔ انہی میں سے ایک شخص منذر بن زبیر ہباری بنو اُمیہ کے دور میں سندھ جا کر آباد ہو گیا۔ اس زمانے میں یہاں کے ملکی اور سیاسی حالات نہایت ابتر تھے۔

منذر بن زبیر نے سندھ سے نکل کر جزیرہ کے شہر قرطبیہ میں غلبۂ اقتدار کی کوشش کی مگر ناکام ہو کر واپس آ گیا۔ سندھ میں اس کا خاندان وقت اور حالات کا

Marfat.com

منتظر رہا، یہاں تک کہ اس کے پوتے عمر بن عبدالعزیز بن منذر ہباری نے سندھ پر قبضہ کر کے منصورہ میں اپنی حکومت قائم کر لی اور خلافتِ عباسیہ کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ یہ ماتحتی برائے نام تھی اور اس حکومت کو ہر طرح کی داخلی اور خارجی خودمختاری حاصل تھی۔ اس میں کئی نامور اور کامیاب نام گزرے ہیں جن میں سندھ کی بغاوتوں اور شورشوں کو ختم نہیں کیا بلکہ ہر طرف امن و امان کی فضا پیدا کی اور بڑی مقبولیت پائی۔

اس خاندان کے بڑے یعنی حضرت ہبار بن اسودؓ بن مطلب بن اسد بن عبدالعزا بن قصی فتح مکہ کے بعد مقامِ جارانہ میں خود حاضر ہو کر اسلام لائے اور حضور ﷺ نے ان کا ایک بہت بڑا قصور معاف فرمایا۔ اس سے پہلے یہ کفارِ قریش کے ساتھ مسلمانوں کو ستانے میں پیش پیش رہتے تھے۔ ہجرت کے موقع پر حضور ﷺ کی صاحب زادیوں میں سے حضرت زینبؓ کو ان کے شوہر ابوالعاص نے مدینہ روانہ کیا تو ہبار بن اسودؓ نے قریش کے اوباش کو ساتھ لے کر ان کی سواری کا پیچھا کیا اور ہودج کے قریب جا کر سواری کو نیزہ مارا جس سے اس کا حمل ساقط ہو گیا۔

حضور ﷺ نے اس انسانیت سوز سنگین جرم پر اظہارِ نفرت فرماتے ہوئے صحابہؓ سے فرمایا کہ ہبار بن اسود جہاں ملے اسے آگ میں ڈال دو۔ پھر آپؐ نے فرمایا تم لوگ ایسا نہ کرو۔ آگ کا عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

اس واقعہ کے بعد ہبارؓ مدتوں روپوش رہے یہاں تک کہ فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ کے عفوئے عام کا شہرہ سن کر وہ خود حاضر ہو گئے اور آپؐ کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ کر عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی دھمکی کے بعد میرا ارادہ ہوا کہ ملک عرب چھوڑ کر عجم کے کسی علاقے میں چلا جاؤں مگر جب آپ کا رحم و کرم یاد آیا تو حاضرِ خدمت ہو گیا کیونکہ اسلام تمام پچھلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔"

یہ سن کر آپ ﷺ نے ہبارؓ کا قصور معاف کر دیا۔

ہبارؓ اسلام لانے کے بعد کچھ دن تک مکہ میں رہے، پھر مدینہ چلے آئے۔ یہاں آنے پر بعض صحابہ ان کی پہلی حرکت پر انہیں طعن و تشنیع کرنے لگے۔ انہوں نے

Marfat.com

حضور ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا۔

"تم بھی ان لوگوں کو جواب دو۔"

الغرض یہ بات بھی ختم ہو گئی اور حضرت ہبارؓ مدینہ میں خوشگوار زندگی بسر کرنے لگے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت ہبارؓ بن اسود کے مکان کی طرف سے گزرے تو اندر سے غناء اور دف کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ ہبارؓ کی بیٹی کی شادی ہے۔ آپ ﷺ نے اس چیز کو ناپسند فرمایا۔ اس کے بعد ہبارؓ شام چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمرؓ یعنی فاروقِ اعظم کے دورِ خلافت میں حضرت ابوایوبؓ انصاری اور ہبارؓ بن اسود دونوں حضرات حج کے موقع پر یومِ نحر مکہ پہنچے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ وہ اس سال عمرہ کر لیں اور آئندہ سال حج ادا کریں۔

ہبارؓ بن اسود کی اولاد میں سے تین لڑکوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ ایک علی بن ہبار جن کے پوتے یحیٰی بن عبدالملک بن علی بن ہبار بن اسود تھے۔ دوسرے عبدالرحمٰن بن ہبار جن سے سندھ کے ہباری حکمرانوں کے مورثِ اعلیٰ عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن عبدالرحمٰن بن ہبار بن اسود ہیں۔ اور تیسرے لڑکے کا نام اسمٰعیل بن ہبار ہے جسے مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف نے قتل کیا اور اسی کے ساتھ سرکشوں کی ایک جماعت کو بھی تہہ تیغ کیا۔

اس کے بعد اسی ہباری خاندان کے افراد مختلف علاقوں میں پھیلتے چلے گئے حتیٰ کہ آخری اُموی خلیفہ مروان نے جوسرا نامی ایک شخص کو مصر کا حاکم مقرر کیا اس نے وہاں کے شورش پسندوں اور فتنہ پروروں کو گرفتار کر کے کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ اس واقعہ کے دوران بھی ایک شاعر نے بنو ہبار کے افراد کی شجاعت و ہمت اور جوانمردی کی تعریف کی تھی۔

ایک اور اولوالعزم، خوش حال اور صاحبِ فہم و فراست ابنِ ہبار کا تذکرہ مسعودی نے مروج الذہب میں چین کے بیان میں کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قریش کا

Marfat.com

ایک آدمی ہبار بن اسود کی اولاد میں سے تھا، بصرہ میں مقیم تھا جب 257ھ میں صاحبِ زنج نے بصرہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو یہ شخص سیراز سے نکل گیا۔ یہ سیراز میں صاحب بصیرت اور خوش حال لوگوں میں سے تھا۔ وہاں سے جہاز میں ہندوستان آیا اور یہاں جہاز در جہاز مدتوں گھومتا پھرتا رہا حتیٰ کہ شہروں کا چکر کاٹتے کاٹتے وہ چین پہنچ گیا جہاں وہ شاہِ چین کے دربار میں باریاب ہوا اور اپنا حسب و نسب اور حضور ﷺ سے اپنی قرابت داری کا ذکر کر کے انعام و اکرام کا مستحق بنا۔

نیز شاہِ چین نے اسے اپنے آثارِ قدیمہ میں سے بہت سے پیغمبروں اور صحابہ کرام کی تصویریں دکھائیں۔ اس طرح یہ ابنِ ہبار چین سے مائز المرام واپس ہوا۔ اس ابنِ ہبار قرشی سے ابوزید سیرانی نے 330ھ میں بصرہ میں ملاقات کی اور اس سے چین کے حالات دریافت کئے۔

اس زمانے میں یہ ابنِ ہبار قرشی تباہی سے دوچار ہو کر ہندوستان کے شہروں کا چکر کاٹ رہا تھا، سندھ میں اس کا خاندان حکمران تھا مگر ان نے چین سے واپسی پر بصرہ ہی کو اپنا مسکن بنایا۔

اس کے بعد والی عراق خالد بن عبداللہ قصری کے زمانے میں ایک شخص حکم بن کلبی کو سندھ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ یہ ہشام بن عبدالملک اموی کا زمانہ تھا۔ اسی حاکم کے ساتھ منذر بن زبیر ہباری سندھ آیا۔

مؤرخین سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان سندھ کے ایک معمولی سے شہر بھاٹیہ میں آباد ہوا جہاں منذر بن زبیر اور اس کا بیٹا عمر بن عبدالعزیز ہباری رہا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں سندھ اور اس کے اطراف میں طرح طرح کے داخلی فتنوں کا زور تھا۔ یہاں کے عربوں کی قبائلی حیثیت یمانیہ، نظاریہ کا شباب تھا۔ بنو عباس کے داعی اور مبلغ اندر ہی اندر اپنا کام کر رہا تھا۔ خوارج کے فتنے عروج پر تھے۔ علویوں کی شورش جگہ جگہ سر اٹھا رہی تھی، شرارتیں عام تھیں۔ ان فتنوں کی وجہ سے خروج اور بغاوت اور خود مختاری کی وبا پھوٹ رہی تھی۔ اس کے باوجود 105ھ سے 132ھ تک سندھ میں ہبار خاندان کی کسی مخالفانہ اور حاکمانہ سرگرمی کا پتہ نہیں چلتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منذر بن زبیر ہباری جس مقصد کو لے کر ہندوستان آیا تھا،

Marfat.com

اس میں کامیابی کے امکانات سندھ میں اب تک نظر نہیں آتے تھے۔ اس لئے وہ 25 سال سے زائد تک بھاٹیہ میں خاموشی کی زندگی بسر کرتا رہا یہاں تک کہ جب بنو اُمیہ کا خاتمہ اور بنو عباس کے اقتدار کا زمانہ آ گیا تو اس انقلابی دور میں اس نے سندھ سے نکل کر ترکیسیا میں اپنا اقتدار اور غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔

امام ابنِ حزم نے لکھا ہے کہ منذر بن زبیر نے سفا کے زمانہ میں ترکیسیا میں خروج کیا جس کی سزا میں گرفتار کر کے سُولی پر چڑھا دیا گیا۔

ابنِ خلدون نے بھی منذر بن زبیر کے بارے میں یہی تصدیق کی ہے۔ ارضِ جزیرہ میں رہبہ مالک بن طوق دریائے خابور کے کنارے ایک مسلسل علاقہ ہے۔ ترکیسیا اسی کا شہر ہے۔ 19ھ میں حضرت ایاز بن غنم نے جزیرہ کو فتح کر کے مسلمہ فیری کو ترکیسیا کی طرف روانہ کیا۔ اس کے بعد حبیب نامی ایک سالار نے رُقہ کی طرح ترکیسیا کو بھی صلح اور مصالحت کے ذریعہ فتح کر لیا۔ بعد میں اہلِ ترکیسیا نے بغاوت کی تو والی جزیرہ عمیر بن سعد نے ان کو زیر کر کے دوبارہ صلح اور مصالحت کی اس کے بعد یہاں پر کوئی شورش برپا نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ بنو اُمیہ کے زوال پر پھر ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

اہلِ جزیرہ میں آخر ہجری 132ھ میں بغاوت کر کے پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح کے خلاف حران میں طاقت جمع کی، نیز ترکیسیا، رقہ، روما، دارا اور ماکین میں شورش اُبھری۔ ترکیسیا اور روحہ کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے سفاء نے اپنے بھائی ابوجعفر منصور کو بھاری جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ اس تادیبی کارروائی کے بعد جزیرہ اور شام کے حالات بالکل درست ہو گئے اور ابوجعفر نے جزیرہ آرمینیا اور آذربائیجان تک کامیاب حکومت کی۔ ترکیسیا کی اس شورش کے زمانہ میں منذر بن زبیر ہباری نے عباسی حکومت کے خلاف باغیوں کی راہنمائی کی اور کھل کر مقابلہ کیا جس کی پاداش میں اسے گرفتار کر کے سُولی پر چڑھا دیا گیا۔

منذر کو گرفتار کر کے سُولی دینا اس وجہ سے بھی تھا کہ منذر بن زبیر بنو اُمیہ کے خیر خواہوں میں سے تھا اور سندھ میں اس کی آمد، ان کی تائید وتقلید کے خیال سے تھی۔ ورنہ سندھ کے حالات کی ابتری یہاں پر اقتدار حاصل کرنے میں بہت مدد

Marfat.com

دیتی اور وہ ترکیسیا کی بجائے سندھ ہی میں اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔

منذر بن زبیر کی ترکیسیا میں ناکامی کے بعد سندھ کے ہباری خاندان کی طرف سے کئی سال تک کسی اندرونی یا بیرونی سرگرمی کا پتہ نہیں چلتا، یہاں تک کہ 227ھ میں منذر کے پوتے عمر بن عبدالعزیز ہباری نے سندھ کے عباسی حاکم عمران بن موسیٰ برمکی سے کھل کر مقابلہ کیا جس کا نتیجہ عمران کے قتل کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہ خلیفہ واثق کا زمانہ تھا۔ عمر اور عمران کا یہ مقابلہ خروج اور بغاوت یا غلبہ اقتدار کے نام پر نہیں تھا بلکہ سندھ میں مقیم عربوں کی باہمی قبائل کی جنگ نے یمنی اور نزاریوں میں عصبیت پیدا کر دی تھی اور دونوں جماعتیں لڑ رہی تھیں۔ عباسی حاکم عمران بن موسیٰ برمکی نے اس سے صلح اور مصالحت کرانے کے بجائے اہلِ یمن کا ساتھ دیا جس پر عمر بن عبدالعزیز ہباری نے حجاز کے نزاریوں کی طرف داری کی اور عمران مارا گیا۔

مشہور مؤرخ بلاذری لکھتا ہے کہ سندھ میں آباد نزاری اور یمنی عربوں میں عصبیت پیدا ہو گئی جس میں عمران یمنیوں کا طرف دار بن گیا۔ یہ دیکھ کر عمر بن عبدالعزیز اس کے مقابلے کے لئے گیا اور عمران کو قتل کر دیا۔

بہر حال عمر بن عبدالعزیز نے کہقانیوں کے مقابلہ میں عدنانیوں کو ساتھ دے کر فتح پائی جس سے پورے علاقۂ سندھ میں اِس کا شہرہ ہوگیا۔ بڑی حد تک اس کے حق میں زمین ہموار ہو گئی۔ اس کے باوجود بھی بیس سال تک وہ بظاہر اقتدار اور غلبہ حاصل نہ کر سکا۔

247ھ میں خلیفہ متوکل کے قتل پر خلافتِ عباسیہ کے نظام میں ابتری پیدا ہوئی اور پوری خلافت میں طرح طرح کے فتنوں نے سر اُٹھایا۔ انہی ایام میں عمر بن عبدالعزیز ہباری نے سندھ میں ایک خودمختار اور آزاد حکومت کی بنیاد رکھی اور منصورہ کو پایۂ تخت قرار دے کر پورے سندھ کی حکومت سنبھال لی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سندھ کے والی ہارون بن خالد نے جب انتقال کیا تو اسی عمر بن عبدالعزیز نے جو سندھ پر قابض تھا، دربارِ خلافت کو لکھا کہ مجھے سندھ کی ولایت دی جائے تو میں بہت اچھا انتظام کروں گا۔ خلیفہ نے یہ درخواست منظور کر کے سندھ کی حکومت دے دی۔

Marfat.com

بہرحال دولت ہباریہ منصورہ کے بانی عمر بن عبدالعزیز بن منذر ہباری قرشی کے علاوہ دیگر حکمرانوں کا باقاعدہ نام ونشان نہیں ملتا۔ صرف مسعودی نے اپنے ایک معاصر ہباری حکمران عمر بن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ اس زمانے میں جو سیاح اور مؤرخ تھے انہوں نے یہاں کی حکومتوں کا مختصر تذکرہ ضرور کیا ہے مگر ان کے حکمرانوں کے نام نہیں بیان کیے گئے۔ البتہ ان کے اجمالی بیان سے کچھ نتائج ضرور نکالے جاسکتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے وفات پانے پر اس کا بیٹا عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ہباری حکومت کا وارث ہوا۔ اس نے بھی باپ کی طرح پورے سندھ پر نہایت کامیاب حکومت کی۔ قرب و جوار کے راجے، مہاراجے اس کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے۔ دین داری اور دینی خدمت میں دور تک اس کا شہرہ تھا۔ اس کے دربار میں اُمراء، علماء، فضلاء، وزراء، ادباء، شعراء اور اربابِ علم وفن رہا کرتے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو کنزا کے ایک غلام بنو سمع نے اس کے زمانہ میں سندھ میں شورش برپا کر کے منصورہ پر قبضہ کرلیا تھا لیکن عبداللہ بن عمر ہباری نے اپنی طاقت سے اسے نکال باہر کیا۔

مشہور سیاح اور جہاز ران بزرگ بن شہریار نے اپنی کتاب عجائب الہند میں عبداللہ بن عمر ہباری کے زمانہ کا ایک نہایت اہم اور دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن حسن بن عمر نے بصرہ میں بیان کیا کہ جب 280ھ میں، میں منصورہ میں تھا تو وہاں کے بعض معتبر مشائخ نے مجھ سے بیان کیا کہ کشمیر کے اطراف میں الور کا راجہ مہروب بن رائے ہندوستان کے نامی گرامی بادشاہوں میں تھا۔ اس نے 270ھ میں حاکم منصورہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ وہ راجہ کے لئے اسلامی شریعت اور احکام کو ہندی زبان میں شرح اور بسط کے ساتھ بیان کرے۔

عبداللہ بن عمر نے ایک عالم فاضل کو بلایا، جو منصورہ میں رہتا تھا۔ اس کا خاندان عراق کا تھا۔ یہ عالم ذہین اور معاملہ فہم ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان کا اچھا شاعر بھی تھا۔ اس کی نشوونما ہندوستان میں ہوئی تھی۔ وہ یہاں کی مختلف زبانوں سے واقف تھا۔

Marfat.com

عبداللہ بن عمر نے الور کے مہاراجہ مہروپ بن رائے کی بات اس کے سامنے رکھی۔ اس نے راجہ کی خدمت میں حاضری سے پہلے ایک قصیدہ لکھ کر بھیجا۔ اس نے قصیدہ میں اپنی ضروریات کا تذکرہ کیا جو مہاراجہ کے پاس جانے پر درکار تھیں۔

جب یہ قصیدہ راجہ کو سنایا گیا تو وہ بہت خوش ہوا اور عبداللہ بن عمر کو لکھا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے عالم کو فوراً بھیج دیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر نے اس عالم کو راجہ کے پاس الور بھیج دیا جہاں وہ تین سال تک مقیم رہا۔

اور جب یحییٰ عالم لوٹ کر واپس منصورہ آیا تو عبداللہ بن عمر نے راجہ کے بارے میں دریافت کیا۔ عالم نے پوری تفصیل بیان کی اور کہا۔

''میں نے راجہ کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ قلب و زبان سے تو وہ مسلمان ہو گیا ہے، مگر حالات کی نزاکت اور سلطنت کے خیال سے اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ راجہ نے مجھ سے قرآن کی تفسیر ہندی زبان میں بیان کرنے کی فرمائش کی تو میں نے یہ کام بھی کیا اور جب تفسیر بیان کرتے کرتے سورۂ یٰسین کی اس آیت پر پہنچا:

(ترجمہ) ''کون پرانی ہڈیوں کو زندہ کرے گا تم کہو، ان کو وہی اللہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔''

تو اس آیت کو سن کر اس راجہ کی حالت عجیب ہو گئی۔ وہ تخت سے اتر کر زمین پر چلنے لگا، پھر زمین پر رخسار رکھ کر اس قدر رویا کہ اس کا چہرہ مٹی سے لتھڑ گیا۔ اس کے بعد مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہی رب معبود اور اوّل و قدیم ہے۔ اس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ کوئی نظیر ہے۔''

راجہ نے اپنے لئے ایک مخصوص کمرہ بھی بنوایا تھا، جس میں وہ تنہا داخل ہو کر نماز پڑھتا تھا اور کسی دوسرے کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ ارکانِ دولت سمجھتے تھے کہ راجہ مہماتِ سلطنت اور ذاتی معاملات پر غور و فکر کے لئے اس کمرے میں جایا کرتا ہے۔ اس درمیان میں راجہ نے مجھے تین بار ہدیہ میں سونا دیا جس کی مجموعی

Marfat.com

تعداد 600 سیر تھی۔"

عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس کا حقیقی بھائی موسیٰ بن عمر بن عبدالعزیز سندھ کا حکمران ہوا اور اس ک بعد عمر بن عبدالعزیز کا پوتا نام جس کا ابو المنذر تھا، دولتِ ہباریہ منصورہ کا چوتھا حکمران ہوا۔ اس حکمران اور اس کے زمانہ سے متعلق مشہور مؤرخ مسعودی کہتا ہے کہ 303ھ میں، میں منصورہ میں داخل ہوا کہ دیکھا وہاں کا حاکم ابوالمنذر ہے اور اس کا ایک وزیر ہے جس کا نام رباح ہے۔ بادشاہ کے دو لڑکے ہیں۔ ایک کا نام محمد، دوسرے کا علی ہے، نیز میں نے منصورہ میں عرب کے ایک اور سردار اور حاکم کو دیکھا جو حمزہ کے نام سے مشہور تھا۔ منصورہ میں عربوں کی بہت بڑی آبادی تھی۔

مسعودی مزید لکھتا ہے کہ ان کا پایۂ تخت منصورہ تھا جو ملتان سے 75 فرسنگ کی دوری پر ہے۔ ایک فرسنگ 8 میل کا ہوتا ہے۔ حکومتِ منصوریہ سے متعلق جو علاقہ ہے اس میں تین لاکھ دیہات اور بستیاں ہیں، جن کا شمار ہو سکتا ہے۔ پوری مملکت میں کھیتیاں، درخت اور قریب قریب آبادیاں ہیں۔ اس میں سمندری ڈاکو نامی ایک قوم ہے جس سے اکثر جنگ رہا کرتی ہے۔

مسعودی مزید لکھتا ہے کہ منصورہ کے بادشاہ کے پاس جنگی ہاتھی ہیں اور یہاں اکثر جنگ رہا کرتی ہے۔

مسعودی مزید لکھتا ہے کہ منصورہ کے بادشاہ کے پاس 80 جنگی ہاتھی ہیں اور یہاں کے جنگی اصول کے مطابق ہر ہاتھی کے اردگرد 500 پیدل فوج ہوتی ہے۔ ایک ہاتھی ایک ہزار گھوڑوں سے مقابلہ کرتا ہے۔

مسعودی لکھتا ہے کہ میں نے منصورہ کے حاکم کے ہاں دو ایسے ہاتھی دیکھے جو اپنی بہادری اور حملہ آوری میں سندھ اور ہندوستان کے تمام راجوں، مہاراجوں میں مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام منفرکلس اور دوسرے کا نام حیدرہ ہے۔ منفرکلس کے بارے میں اطراف میں بہت سے حیرت انگیز واقعات مشہور ہیں۔

Marfat.com

ہندوستان میں تیسری مسلمان حکومت محمد بن قاسم کے بعد جو قائم ہوئی اس کا نام دولت ماہانیہ تھا۔ عام طور پر ہندوستان میں اسلام کی ابتدائی تعلیم کا تصور محمد بن قاسم کے سندھ اور ہند سے وابستہ ہے حالانکہ ان سے بہت پہلے جنوبی ہندوستان کے تعلقات اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ استوار ہو چکے تھے۔

مشہور جہاز ران بزرگ بن شہریار کی تصریح کے مطابق عہد رسالتؐ ہی میں ایک وفد سراندیپ سے مدینہ منورہ روانہ ہوا تھا، جو بعض رکاوٹوں کی وجہ سے عہدِ فاروقی کی ابتدا میں وہاں پہنچا اور براہِ راست اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔

نیز ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں عرب تاجروں کے لئے بڑی کشش تھی۔ سندھ کے مقابلہ میں یہاں انہیں تجارتی سامان اور قسم قسم کی چیزیں زیادہ ملتی تھیں اور سراندیپ اور چین کے تجارتی اسفار میں آتے جاتے ان کو مہاراجگانِ دلبی رائے کے دیس سے گزرنا پڑتا تھا۔ ان وجوہ سے سراندیپ، سوپارہ، سندان، تھانہ، بروچ اور کھمبائت وغیرہ سے ان کے قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ جنہوں نے جدید اسلامی تعلقات میں بڑی مدد دی اور طرفین کے قدیم تعارف میں جدید علاقوں کو بہت جلد استوار کر دیا۔

عہدِ فاروقی کی ابتدا میں 15ھ یا اس کے بعد حضرت عثمانؓ بن العاص ثقفی نے بحرین کی امارت و ولایت کے بعد اپنے بھائی حضرت حکم بن ابوالعاص ثقفی کو تھانہ اور بلوچ کی مہم پر روانہ کیا۔ اس واقعہ کے کئی برس بعد اموی دور میں گجرات میں

Marfat.com

مسلمانوں کی سرگرمی شروع ہوئی۔ اس دوران تمام سندھ مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکا تھا اور اُموی خلفاء، عمال اور حکام یہاں حکومت کرتے تھے۔ ہشام بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں جنید بن عبدالرحمٰن کو سندھ کا گورنر مقرر کیا جس نے یہاں کے حالات درست کرنے کے بعد گجرات کے کئی شہروں پر فوج کشی کی تھی۔

جنید کے بعد ایک اور مہم عباسی دورِ خلافت میں ابوجعفر منصور نے بھیجی۔ اس نے ہشام بن عمر تغلبی کو سندھ کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے یہاں آتے ہی سندھ کے بگڑے ہوئے نظام کو درست کیا اور اندرونی شورشوں اور بغاوتوں کو فرو کر کے بنو عباس کے حاکم کے لئے یہاں کی زمین ہموار کی۔ ساتھ ہی گجرات کے ایک مرکزی مقام باربت یعنی باربھوت ضلع بروس کی طرف بحری مہم روانہ کی اور یہاں کی مشہور قدیم بندرگاہ گندھارا ضلع بردس پر قبضہ کیا۔

اس کے بعد ایک اور مہم ابوجعفر منصور کے بیٹے مہدی نے تخت نشین ہونے کے بعد کی۔ اس نے گجرات کے معاملات میں دلچسپی لی اور سندھ کے عباسی عمال کی بجائے خود عباسی خلیفہ نے بغداد میں یہاں مہم روانہ کرنے کی تیاری کی۔

چنانچہ مہدی نے 159ھ میں اپنی خلافت کے دوسرے ہی سال عبدالملک بن شہاب کی سرکردگی میں سرکاری اور غیر سرکاری لشکروں کی ایک بڑی تعداد باربت یعنی بہاز بھوت روانہ کی۔ اس مہم میں بصرہ کی دو ہزار سرکاری سپاہ کے علاوہ ڈیڑھ ہزار مقامی رضا کار بھی شامل تھے۔ نیز بصرہ کے ایک ہزار رضا کار ثواب کی نیت سے اس میں شامل ہو گئے تھے۔ ان کے علاوہ 700 شامی اور کچھ عربی اس مہم میں شامل ہوئے تھے۔

اس طرح کم و بیش 10 ہزار افراد کا یہ لشکر باربت پر حملہ آور ہوا اور پھر 160ھ میں اسے فتح کیا۔ مسلمانوں نے پہلے تو باربت والوں کو متنبہ کیا تھا اور اسلام پیش کر کے دو دن تک ان کو موقع دیا کہ اسلام یا جزیہ میں سے ایک بات کو قبول کر لیں، اس کے بعد منجنیق اور دوسرے تمام آلاتِ جنگ سے حملہ کیا اور دونوں طرف کے لشکر ایک دوسرے کو للکارنے لگے۔ اس کے بعد جب جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں نے حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور ان کے شاہسوار عساکر ہر طرف سے شہر میں گھس

Marfat.com

گئے۔ مقامی باشندے بت خانہ میں پناہ گزین ہوئے۔ یہاں آتش و گرم تارکول سے جنگ ہوئی۔ کئی لوگ نذرِ آتش ہوئے، کتنے ہی مسلمانوں کے مقابلے میں کام آئے اور نتیجہ کے طور پر مسلمانوں کو فتح مبین نصیب ہوئی۔

اس معرکہ میں بیس سے کچھ زائد مسلمان شہید ہوئے اور اسلامی لشکر باربھوت سے مظفر اور منصور واپس ہوا۔ مگر واپسی پر سمندری موسم خراب تھا اور سخت ہیجان اور طوفان کا زمانہ تھا۔ اس لئے اسلامی لشکر چند دنوں کے لئے ایک مقام پر ٹھہر گیا۔ اسی اثنائے قیام میں لشکر کے اندر ایک وبائی بیماری پھوٹ پڑی جس کی وجہ سے کئی لوگ مر گئے۔ منہ اور چہرے پر پھنسیاں نکلتی تھیں جو جان لیوا ثابت ہوتی تھیں۔ اس طرح اس مہم میں کئی مسلمان لشکری کام آئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ باربت کی اس مہم کے بعد پھر مملکتِ بلیرا اور گجرات وغیرہ میں مسلمانوں کی کسی سرگرمی کا پتہ نہیں چلتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کے ناموافق حالات میں خلافتِ عباسیہ اور اس کے حکمرانوں کو ہندوستان کے ان مقامات کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا جہاں انہوں نے ابتدا میں تیزی سے مہم جاری کی تھی۔ اس کی بجائے خلافتِ عباسیہ کو اپنی پوری قوت سندھ کی اندرونی بغاوتوں اور داخلی فتنوں کو فرو کرنے میں خرچ کرنا پڑی۔

سندھ کا علاقہ چونکہ مرکزِ خلافت بغداد سے بہت دوری پر تھا، اس لئے خلافت کے قرامطہ، خوارج، روافض، اسمٰعیلی، ملاحدہ وغیرہ ان اطراف کو اپنی معاندانہ سرگرمیوں کا مرکز بنائے ہوئے تھے اور اومان اور بحرین سے لے کر سندھ اور ہندوستان تک ساحلی اور اندرونی مقامات میں ان کی تحریکیں جاری تھیں اور یہ سب فتنے مذہب کے نام پر تھے۔

دوسری طرف اقتدار کے غلبہ کے نام پر جگہ جگہ شورش برپا تھی جس کی تخم ریزی اموی دورِ خلافت میں یوں ہوئی کہ حجاج بن یوسف کے مقرر کردہ والی سندھ سعید بن اسلم کلابی کے خلاف معاویہ بن حارث علافی نے خروج کیا جس کے نتیجہ میں سعید بن اسلم مارا گیا اور یہ دونوں بھائی سندھ پر قابض ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد سندھ میں غلبہ اقتدار کی ہوس نے جگہ جگہ شورش برپا کی اور جب بھی موقع ملا، خودمختاری قائم

Marfat.com

ہوئی۔ عباسی خلیفہ منصور کے زمانہ میں داؤد بن یزید حاتم سندھ کا گورنر مقرر ہوا تو اس کے ہمراہ بغاوت کا ایک جرثومہ بھی آیا۔ اس کا نام ابوسما تھا اور یہ بنو کندہ کا غلام تھا۔ خود داؤد بن یزید کا لڑکا بشر بن داؤد سندھ میں خلافتِ عباسیہ کا مخالف تھا اور خلیفہ مامون کے زمانہ میں جب اس نے کھل کر بغاوت کی تو غسان بن عباد نے آ کر اُس کی سرکوبی کی۔

ان ناگوار حالات کے عین وسط میں خلیفہ مامون اور خلیفہ معتصم کے دور میں پنجاب میں مسلمانوں کی بنو سامہ کے نام سے قائم ہونے والی مملکت کے ایک آزاد کردہ غلام فضل بن ہامان نے سندھ کی اُلجھنوں سے ہٹ کر ہندوستان کے ایک مشہور و مرکزی شہر سندان پر قبضہ کرلیا جس کا اس سے پہلے نہ خلافت سے کوئی تعلق تھا اور نہ یہ مسلمانوں کا علاقہ تھا بلکہ گجرات کے مہاراجگانِ بلیرہ کا مضبوط علاقہ تھا۔ نواحِ سندان پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں نے عہدِ فاروقی سے لے کر علویوں اور عباسیوں کے دور تک کوشش کی اور خلیفہ عباسی مہدی نے بطورِ خاص یہاں مہم روانہ کی مگر کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ پر یہاں پر فضل بن ہامان کے ذریعہ مکمل قبضہ ہونا مقدر تھا جس نے یہاں اپنی خودمختار حکومت قائم کر کے دُوراندیشی اور سیاسی بصیرت سے کام لے کر براہِ راست خلافتِ عباسیہ سے تعلق قائم کرلیا جس سے ایک طرف سندان خلافت کے قلمرو میں شامل ہوگیا اور مسلمانوں کی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی، نیز خلافت کی خوشنودی مل گئی۔ دوسری طرف اس تعلق کی وجہ سے دُور دراز علاقہ میں ہر جانب سے گھری ہوئی یہ چھوٹی سی مسلم حکومت محفوظ اور مامون ہوگئی اور یہاں کے مسلم حکمران اور عوام مرعوب ہو گئے۔ گویا دولتِ ماہانیہ سندھ کے مسلمانوں کے قدیم خواب کی تعبیر بن کر وجود میں آئی اور خلافت کا ایک علاقہ بن کر ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی نمائندہ بنی۔

دولتِ ماہانیہ سندان کی پوری داستان صرف بلاذری کی تصریح کی مرہونِ منت ہے۔ کہتا ہے:

> ''منصور بن حاتم کا بیان ہے کہ فضل بن ماہان بنو سامہ کا غلام تھا۔ اس نے سندان کو فتح کر کے اس پر غلبہ حاصل کرلیا اور خلیفہ

Marfat.com

مامون کی خدمت میں ہاتھی کا تحفہ بھیجا اور اس سے خط کتابت جاری رکھی اور اس کے لئے سندان کی جامع مسجد میں جسے اس نے تعمیر کیا تھا، دعا کی۔

جب فضل بن ماہان کا انتقال ہوا تو اس کا لڑکا محمد بن فضل بن ماہان جانشین ہوا اور 70 جہازوں کا بحری بیڑہ لے کر ہندوستان سے مید یعنی سمندری ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے نکلا اور ان کی بہت بڑی تعداد کو ختم کیا اور پالی کو فتح کیا۔ مگر جب سندان واپس آیا تو اس کا بھائی ماہان بن فضل بن ماہان حکومت پر قبضہ کر چکا تھا اور اس نے خلیفہ معتصم باللہ سے تعلق پیدا کئے اور اس کی خدمت میں ساگوان کا تحفہ بھیجا جو اتنی بڑی مثال تھی کہ اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آئی۔ ہندوستان کے لوگ اس کے بھائی محمد بن فضل کے طرف دار تھے اس لئے انہوں نے ماہان بن فضل کو قتل کر کے سُولی دے دی۔ اس کے بعد اہلِ ہند سندان پر قابض ہو گئے اور وہاں کی جامع مسجد کو مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا تا کہ اس میں وہ نماز باجماعت اور جمعہ پڑھیں اور خلیفہ کے لئے دعا کریں۔"

سندان کی اس عربی حکومت کا تذکرہ اسلامی تاریخوں میں اس لئے نہ آسکا کہ اس کا وجود عدم صدرِ اسلام میں ہوا جبکہ عام طور پر مسلمانوں کا عمل دخل سندھ ہی میں تھا اور ہندوستان کا یہ علاقہ متعدد بار کوشش کرنے کے باوجود ان کے قبضے میں نہیں آسکا تھا۔

اس دُور افتادہ حکومت پر تقریباً ایک صدی گزرنے کے بعد ابنِ خرد مسعودی، بزرگ بن شہریار وغیرہ نے سندھ اور ہندوستان کی سیر کی اور یہاں کا جغرافیہ لکھا۔

دولتِ ماہانیہ سندان کے زوال کے چند سالوں بعد کچھ موٴرخین نے ہندوستان اور چین کے حالات درج کئے لیکن انہوں نے بھی اس حکومت کا کوئی تذکرہ نہ کیا۔ حالانکہ راجہ بلہیرہ کا ذکر نہایت شاندار طریقہ پر کیا جس کی حدودِ مملکت میں یہ مسلمان حکومت قائم ہوئی تھی۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ جغرافیہ نویس اور موٴرخ اور سیاح

Marfat.com

اسے جانتے نہیں تھے اور ان کی نگاہ سے اس کے نقوش اوجھل تھے، بلکہ ہندوستان اور سندھ کی دوسری چار عرب حکومتوں کی طرف سندان کی اس ایک عرب حکومت کو بھی انہوں نے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ جب انہوں نے اپنے دور کی ان حکومتوں کو قابلِ ذکر نہیں خیال کیا تو ڈیڑھ سو سال پہلے کی ایک مختصر سی حکومت ان کے نزدیک کیا درجہ رکھتی تھی۔

بہرحال عربوں کی ہندوستان میں اس تیسرے دور کا ماہانیہ بانی، فضل بن ماہان بن ساما کا غلام تھا۔ یہ اومان کے وہی بنو ساما ہیں جنہوں نے تاریخ اسلام میں بڑے بڑے کارنامے ثبت کئے۔ سندان کی اس دولت ماہانیہ میں صرف تین حکمران گزرے ہیں۔ ایک بانی حکومت فضل بن ماہان، دوسرا محمد بن فضل بن ماہان اور تیسرا اور آخری حکمران ماہان بن فضل بن ماہان۔

فضل بن ماہان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ پنجاب پر حکومت کرنے والے بنو سامہ کا غلام ہوتے ہوئے ہندوستان میں ایک خودمختار ریاست کا بانی ہوا۔ وہ اپنی حوصلہ مندی کا جوہر یوں بھی دکھا سکتا تھا کہ اومان سے نکل کر سندھ میں کہیں غلبہ کر لیتا جیسا کہ اس وقت پورا مبلغین کا مرکز بنا ہوا تھا مگر اس نے اپنی قابلیت اور بصیرت سے کام لے کر مملکت بلیرہ کے قلب میں جگہ بنائی اور وہاں خلافتِ اسلامیہ اور خلیفہ کا نام اونچا کر کے خلیفہ مہدی کے خواب کو عہد مامونی میں پورا کیا۔

اسی فضل بن ماہان نے سندان میں ایک عظیم الشان جامع مسجد بنائی جس میں مقامی مسلمان جمعہ اور پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ بہرحال فضل بن ماہان کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا کہ غلام ہوتے ہوئے اُس نے اس دُور افتادہ مقام پر عربوں کی ایک شاندار مملکت قائم کی۔

ہندوستان میں عربوں کی چوتھی حکومت معدانیہ مکران کہلاتی ہے۔ یوں تو مکران اور سندھ سے مسلمانوں کا تعلق کسی نہ کسی حد تک خلافتِ راشدہ ہی سے قائم ہو چکا تھا اور خلافتِ فاروق اعظمؓ ہی میں مسلم فاتحین کے قدم اس سرزمین کی سرحد تک آ پہنچے تھے مکران کا باقاعدہ فاتحانہ داخلہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ہوا۔

فتوحاتِ مکران کی فتح کا تذکرہ یوں ملتا ہے کہ زیاد بن ابوسفیان نے عہدِ حضرت

Marfat.com

امیر معاویہؓ میں بنو ہزیل کے ایک مجاہد اسلام بن سلمہ کو ان اطراف کا حاکم بنا کر بھیجا۔ یہ بڑے صاحب فضل وکمال اور خدا ترس بزرگ تھے۔ انہی کے مقدس ہاتھوں مکران فتح ہوا اور اس وقت سے مسلمانوں کے انتظامی امور، معاملات اور طاقت کا مرکز بنا۔

اس کے بعد زیاد بن ابوسفیان نے قبیلہ ازد کے راشد بن عمر کو ان اطراف کا حاکم بنایا جس نے مکران آنے کے بعد کہقان یعنی قلات وغیرہ کو فتح کیا۔

اس کے بعد حجاج بن یوسف نے عراق کی گورنری سنبھالتے ہی سعید بن اسلم کلابی کو مکران اور اس کے اطراف کا حکمران بنا کر بھیجا مگر اس دوران مکران کے حالات میں ابتری آ چکی تھی۔ سعید کو یہاں آتے ہی ایک بہت بڑے فتنے سے دوچار ہونا پڑا جس میں اسے ناکامی ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی دو بھائیوں نے مل کر سعید کے خلاف خروج کر کے علم بغاوت بلند کیا جس کے نتیجہ میں سعید بن اسلم مارا گیا اور یہ دونوں بھائی حدودِ مکران پر قابض ہو گئے۔

مکران بلکہ سندھ میں اُموی خلافت کے خلاف خروج اور بغاوت کا یہ پہلا معاملہ تھا جس نے آگے چل کر یہاں طوائف الملوکی کے لئے راستہ ہموار کیا۔

82ھ میں عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے ایک جماعت لے کر حجاج کے مظالم کے خلاف خروج کیا مگر ابنِ اشعث کو ناکامی ہوئی۔ یہ لوگ ناکامی کے بعد عالم اسلام کے مختلف بلاد و انصار میں جا کر پناہ گزین ہو گئے یا یوں کہئے کہ حجاج کے خلاف فضا ہموار کرنے لگے۔ محمد بن حارث علافی بھی ابنِ اشعث کی تحریک میں شامل تھا۔ وہ اومان سے اوتا ہوا سندھ چلا آیا اور راجہ داہر کی پناہ میں زندگی بسر کرنے لگا۔

اسی زمانہ میں سعید بن اسلم مکران کا عامل بن کر آیا اور ان کے ہاتھوں مارا گیا۔ جب حجاج بن یوسف کو اس ناگوار واقعہ کی خبر ملی تو اس نے مجاح بن تمیمی کو وہاں کا حاکم بنا کر بھیجا۔ مجاح نے آتے ہی پچھلی شکست کا بدلہ لیا اور جنگ کر کے مکران پر قبضہ کیا اور دونوں علافی بھائیوں نے اپنی جمعیت لے کر الور میں جا کر پناہ لی۔ یہ واقعہ 85ھ کا ہے۔

Marfat.com

جب محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کر کے راجہ داہر کو قتل کر دیا تو محمد بن علافی کو اپنے متعلق خطرہ محسوس ہوا۔ وہ وہاں سے بھاگ کر برہمن آباد راجہ جے سنگھ کے پاس چلا گیا۔

بہر حال مجاح نے مکران سے علافی کو نکال کر اطراف بھجوانے میں اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا اور یہاں کی کھوئی ہوئی مرکزیت کو پھر بحال کر دیا۔ اس کے بعد یوں ہوا کہ چوتھی صدی ہجری کے وسط میں مکران کے حالات بدل گئے اور ایک شخص نے غلبہ حاصل کر کے اپنی مستقل حکومت کا اعلان کر دیا۔ اس شخص کا نام عیسیٰ بن معدان تھا۔ اسے مقامی زبان میں لوگ مہاراج یعنی بادشاہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ یہی دولتِ معدانیہ مکران کا معززِ اعلیٰ تھا۔

عیسیٰ بن معدان مکران کا پہلا متغلب اور شخصی حکمران تھا جس نے اپنے غلبہٗ اقتدار سے اپنی حکومت قائم کی اور وہ خلفائے عباسیہ کے نام کا خطبہ تک نہیں پڑھتا تھا اور نہ ہی سندھ کے دیگر متغلبین کی طرح یہ کسی اطاعت و امان میں تھا۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن معدان کسی مشہور خاندان یا قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتا تھا اور نہ ماضی میں اس کی خاندانی روایات تھیں کہ غلبہ و اقتدار سے پہلے وہ کوئی قابلِ ذکر حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس کے باوجود اس نے اپنی ذاتی قابلیت سے مکران میں کامیاب اور مضبوط حکومت قائم کی جس کی وجہ سے عوام نے اپنی زبان میں اسے مہاراج یعنی بادشاہ کا لقب دیا۔

اسی عیسیٰ بن معدان کے سلسلہ میں ایک اور واقعہ قابلِ توجہ ہے جسے قاضی ابوعلی قنوخی اپنی کتاب میں رقم کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ:

”ایک شخص احمد بن سیار نے کہا کہ میں نے ادمان میں مکران کے ایک شخص سے ملاقات کی جسے لوگ ثقہ اور بحری امورِ معاملات میں ماہر سمجھتے تھے۔ اس مکرانی شیخ نے بتایا کہ ہندوستان یعنی مکران کے ایک حاکم کے خلاف ایک خوارجی نے علمِ بغاوت بلند کر کے اس پر قبضہ کیا اور حُسن و خوبی کے ساتھ اپنے مقبوضہ علاقوں کا انتظام کیا۔ یہاں کے حاکم نے اس خوارجی کے مقابلہ کے لئے فوج روانہ کی جسے اس نے شکست دے دی۔ اس کے بعد حاکم نے خود اس سے مقابلے کا ارادہ کیا مگر اس

Marfat.com

کے وزیروں نے روکا اور کہا۔

''آپ ایسا نہ کریں کیونکہ آپ کے لشکر سے خوارج کی طاقت ختم ہو چکی ہے۔ یہ خوارجی شخص اتنا طاقت ور نہیں ہے کہ شاہی فوج کا مقابلہ کر سکے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ بہ نفس نفیس اس کے مقابلہ کے لئے نہ نکلیں۔''

مگر حاکم نے اپنے وزیروں کی ایک نہ سنی اور اس خوارجی کے مقابلہ کے لئے نکل کر مارا گیا۔ خوارجی نے اس کے شاہی محل اور مملکت پر مکمل قبضہ کر کے بادشاہوں کی طرح نہایت اچھے طریقے سے ملکی نظام چلایا۔

اس سارے واقعہ سے عیسیٰ بن معدان کی طرف اشارہ ملتا ہے جس سے متعلق مؤرخین کا کہنا ہے کہ وہ خارجی تھا۔

چنانچہ اس عیسیٰ بن معدان نے اپنی مملکت کے حکماء اور دانش مندوں کو اپنے دربار میں جمع کیا اور اپنے ماتحت حاکموں کو لکھا کہ وہ بھی ہر شہر سے ایک سو عقلاء و مدبرین کو دربار میں روانہ کریں۔ چنانچہ جب سب کے سب دربار میں جمع ہو گئے تو ان میں سے صرف دس عقلمندوں کا انتخاب کیا گیا اور ان کے ساتھ اپنے دارالسلطنت کے دس عقلمندوں کو لیا اور ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ ہر عقلمند آدمی کے لئے ضروری ہے کہ اپنے عیوب کو تلاش کر کے ان کو ختم کرے۔ لہٰذا آپ تمام لوگ میری ذات میں یا میری حکومت میں کوئی نقص یا عیب دیکھتے ہیں تو مجھے مطلع کریں۔''

اس پر سب نے مل کر غور سے اور اتفاق رائے سے کہا۔

''ہم صرف ایک عیب دیکھتے ہیں۔ اگر جان بخشی ہو تو عرض کریں؟''

اس نے خوشی سے بیان کرنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے کہا۔

''ہم آپ کی ہر بات نئی دیکھتے ہیں۔ یعنی آپ کی سلطنت خاندانی نہیں ہے۔ یہی ایک عیب ہے۔''

چنانچہ عیسیٰ بن معدان نے پوچھا کہ بتاؤ مجھ سے پہلے یہاں تمہارا بادشاہ کیسا تھا؟ سب نے کہا وہ بادشاہ تو بہتر تھا۔

بادشاہ نے کہا۔

''اس کا باپ کیسا تھا؟''

Marfat.com

سب نے کہا کہ وہ بھی بادشاہ کا بیٹا تھا۔

عیسیٰ بن مردان نے پھر وہی سوال کیا۔ انہوں نے وہی جواب دیا۔ اس طرح عیسیٰ بن مردان سوال کرتا رہا، وہ جواب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ دس گیارہ پشت تک گنوانے کے بعد آخری بادشاہ کے بارے میں سب نے کہا کہ اس نے اپنے غلبہ٫ اقتدار سے حکومت حاصل کی۔

اس پر عیسیٰ بن مردان نے خوش ہو کر کہا۔

"میں بھی وہی بادشاہ ہوں جس نے خود حکومت حاصل کی۔ اگر میری یہ حکومت حُسنِ انتظام کے ساتھ باقی رہی تو میرے بعد میری اولاد کے قبضہ میں رہے گی۔ اسی طرح خاندانی بادشاہت بن جائے گی جس طرح تمہارے سابق بادشاہ کی تھی۔"

بادشاہ کے اس جواب پر تمام عقلاء اور مدبرین اس کے سامنے جھک کر رہ گئے۔

عیسیٰ بن معدان کے بعد مکران کے ایک اور حکمران کا پتہ چلتا ہے۔ اس کا نام بھی معدان ہی تھا اور وہ مکران کے دارالسلطنت تیز میں رہتا تھا۔ ابنِ اثیر نے اس سے متعلق لکھا ہے:

"422ھ میں سلطان محمود کے بیٹے سلطان مسعود نے تیز کی طرف فوج روانہ کی اور اس پر اور اس کے اطراف پر قبضہ کر لیا۔ اس کی لشکر کشی کی۔ وجہ یہ ہوئی کہ مکران کا بادشاہ معدان مرا اور اس نے دولڑکے چھوڑے۔ اس معدان کے بارے میں ہمیں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوتا جس سے اس کے حالات پر روشنی پڑے۔ صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی عیسیٰ بن معدان کا بیٹا تھا جس کا نام عربوں کے عام ذوق کے مطابق تھا، اس کے دادا کے نام پر معدان رکھ دیا گیا جو اپنے باپ عیسیٰ کے بعد تیز اور مکران کا بادشاہ ہوا۔ چنانچہ یہ 422ھ یا اس سے کچھ پہلے فوت ہو گیا۔ اس طرح دولتِ معدانیہ مکران کا تیسرا حکمران عیسیٰ بن معدان ہوا۔ اس عیسیٰ بن معدان ثانی کا حال بھی کامل ابنِ اثیر کی اس پوری عبارت سے معلوم ہوتا ہے جسے اس نے 422ھ کے بعد تک ضمن میں مکران پر سلطان مسعود کی فوج کشی کے سلسلے میں لکھا ہے۔ اس کی پوری عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

"سلطان ابنِ مسعود بن سلطان محمود غزنوی کے تیز و مکران پر لشکر کشی کا سبب یہ

Marfat.com

ہے کہ یہاں کا بادشاہ معدان فوت ہوا اور اس نے دو بیٹے ابو العساکر اور عیسیٰ چھوڑے۔ عیسیٰ نے حکومت اور خزانے پر قبضہ کیا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔ ابوالعساکر نے خراسان جا کر اپنے بھائی کے مقابلہ کے لئے سلطان مسعود سے مدد طلب کی۔

سلطان نے ابوالعساکر کے ہمراہ اپنا لشکر بھیج دیا اور حکم دیا کہ وہ عیسیٰ سے حکومت چھین لے یا پھر عیسیٰ اپنے بھائی ابوالعساکر کی اطاعت پر راضی ہو کر دونوں بھائی آپس میں اتفاق کر لیں۔

سلطانی لشکر نے مکران پہنچ کر پہلے عیسیٰ کی اطاعت کی دعوت دی مگر وہ انکار کر کے 18 ہزار کے لشکر کے ساتھ مقابلہ پر اُتر آیا۔ دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ عیسیٰ کو شکست دے کر اس کے بہت سے آدمی ابوالعساکر کی امان میں چلے گئے۔ عیسیٰ میدان چھوڑ کر بھاگا مگر سنبھلا اور اپنے بچے کھچے آدمیوں کو لے کر مقابلے پر آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عین معرکہ میں مارا گیا اور ابوالعساکر نے مکران پر قبضہ کر کے تین دن تک لوٹ مار کی اور باشندوں کو زیر کر لیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت معدانیہ مکران کا تیسرا حکمران بڑا دلیر اور حوصلہ مند تھا۔ باپ کے مرتے ہی اس نے مکران پر قبضہ کر کے اپنا لشکر تیار کر لیا جس کو لے کر غزنوی جیسی آندھی اور طوفان کی طرح بڑھنے والی طاقت سے مقابلہ کیا اور شکست کھا کر پھر قسمت آزمائی کی۔ حتیٰ کہ بہادری کے ساتھ جنگ میں کام آ گیا۔ اسے مکران پر زیادہ دنوں تک حکومت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

بہر حال اس کے بعد ابوالعساکر مکران کا حکمران ہوا۔ اس کی کنیت ابوالعساکر تھی۔ نام اس کا حسین تھا اور یہ علم طب میں خاص نگاہ رکھتا تھا۔ اس ابوالعساکر کی علم دوستی اور غیر ممالک کے اہل علم سے علمی مباحث و مسائل پر خط کتابت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ چونکہ اس کی حکومت سراسر سلطان محمود غزنوی کی مرہونِ منت تھی، اس لئے اپنے خاندان کے حکمرانوں کے خلاف اس نے سلطان مسعود کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس کی اطاعت اور امان میں اپنی حکومت قائم کی۔

مکران کے عرب حکمرانوں میں ان چاروں کے نام ونشان کے علاوہ اب تک

Marfat.com

کسی اور حاکم کا نام نہیں مل سکا اور یہ خیال ہے کہ اسی ابوالعساکر حسین بن معدان کے زمانہ میں اس کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

اس کا خاتمہ بھی اس طرح ہوا کہ دولتِ غزنویہ 366ھ میں شروع ہوئی اور 213 برس تک شان و شوکت کے ساتھ قائم رہ کر ختم ہو گئی۔ اس دور میں سلطان محمود غزنوی اور اس کے بعد اس کے بیٹوں کی بھی بڑی شان و شوکت اور دھاک تھی۔

اس کے بعد معدان کے حکمرانوں کی بدبختی کہ جب سلطان شہاب الدین غوری ہندوستان کا حکمران بنا تو اس کے ہاتھوں 471ھ میں معدانیہ مکران کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

مکران کی دولتِ معدانیہ موروثی اور خاندانی تھی۔ بانی سلطنت معدان بن عیسیٰ نے اپنا مرکز و مقام شہر کیز کو بنایا تھا مگر اس کے بیٹے معدان بن عیسیٰ کے زمانے میں دارالسلطنت تیز بن گیا تھا اور بعد میں یہی مستقل مرکز رہا۔ اسی وجہ سے یہ تیز مکران مشہور ہوا۔ معلوم نہیں کس وجہ سے معدانیوں نے مکران کے قدیم اور مشہور دارالسلطنت کو اپنا مرکز نہیں بنایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منصورہ اور مردان کے عرب حکمرانوں کی طرح مکران کے عرب حکمران بھی مرکزی شہر سے کچھ دور رہنا پسند کرتے تھے۔ پھر کھلی آب و ہوا میں عربی ذوق کی زندگی گزارتے تھے۔

کرمان، مکران اور توران کا پورا علاقہ زمانہ قدیم سے خوارج کی جولان گاہ تھا اور ان کے اطراف میں بھی انہی کا عمل دخل تھا۔ اور مؤرخ مسعودی کے مطابق بنو معدان بھی خوارج میں سے تھے جو ان اطراف میں رہ کر خلافتِ عباسیہ کے خلاف خروج اور بغاوت کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔ نیز ان حکمرانوں کے جو واقعات پہلے درج ہو چکے ہیں، ان سے ان کا خارجی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال مکران کے عرب حکمران خارجی تھے اور سلطان شہاب الدین غوری کے ہاتھوں آخر ان کی اس سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

ہندوستان میں عربوں کی پانچویں حکومت دولتِ متغلبہ توران تھی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ توران کا علاقہ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ امارت اور خلافت میں فتح ہوا۔ سنان بن سلمہ نے خضدار کو فتح کر کے دو سال تک پورے سندھ پر حکومت کرنے

Marfat.com

کے بعد وفات پائی۔ سنان کے بعد جب مقامی باشندوں نے خروج اور بغاوت کی راہ اختیار کی تو زیاد بن ابوسفیان نے منذر بن جہار کو یہاں کا حاکم بنایا۔ انہوں نے بوقان اور قیقان فتح کرنے کے بعد خصدار کو دوبارہ فتح کیا اور خصدار میں سنان کے زمانہ کی یاد تازہ کر دی۔ سنان بڑے صاحبِ کمال اور خدا ترس تھے۔

کرمان، مکران اور توران کے تمام علاقے خوارج کے عملی میدان تھے اور وہ عرب سے نکل کر یہاں بھاری جمعیت میں ہو گئے تھے۔ مکران اور کرمان کے خوارج اپنے اطراف و جوانب میں حملہ آور ہوتے تھے اور ان کا مقابلہ فارس کے گورنر مہلب بن ابی صفرہ کے لشکر سے رہا کرتا تھا۔ خوارج اور مہلب کے لشکریوں کی باہمی معرکہ آرائیاں بعض اوقات سال سال بھر رہا کرتی تھیں یہاں تک کہ 67ھ میں نجدہ بن عامر بن عبداللہ خارجی نے نافع بن ارزک کی معیت میں بحرین میں قتل و غارت گری گرم کر دی تھی۔ نجدہ کے مقابلہ کے لئے 69ھ میں بصرہ سے معصب بن زبیر نے عبداللہ بن عمر لیسی کو 20 ہزار کا لشکر دے کر بحرین بھیجا۔ نجدہ کو فتح ہوئی اور اس نے اومان میں عطیہ بن اعود خوارجی کو نائب مقرر کیا۔ عطیہ نے اہلِ اومان کو رام کر کے وہاں اپنا حاکم مقرر کیا۔ مگر بعد میں اومان والوں نے عطیہ کے حاکم کو قتل کر کے اپنا حاکم مقرر کر لیا۔

اس واقعہ کے بعد نجدہ اور عطیہ میں ان بن ہو گئی۔ عطیہ بحری راستے سے کرمان چلا گیا۔ جب فارس کے حاکم مہلب بن ابی صفرہ کو خبر ہوئی تو اس نے عطیہ کے مقابلہ کے لئے لشکر روانہ کیا۔ عطیہ شکست کھا کر بجستان بھاگا۔ جب وہاں بھی پناہ نہ ملی تو سندھ کا رخ کیا۔ بالآخر مہلب کے لشکر نے اس کو سندھ کے مشہور شہر قندھابیل میں قتل کر ڈالا اور قندھابیل اموی خلافت سے حسب سابق وابستہ رہا اور عباسی خلافت کے ابتدائی دور میں یہاں کسی شورش کا پتہ نہیں چلتا۔ مگر 150ھ کی حدود میں یہ علاقہ خلافتِ عباسیہ سے کٹ گیا اور متعدد رؤسائے عرب نے اس پر قبضہ کر لیا جن کو عباسی حاکم نے قتل کیا۔

خلیفہ ابوجعفر منصور نے سندھ پر ہشام بن ابوالتغلبی کو مامور کیا جس نے یہاں شاندار فتوحات حاصل کیں۔ نیز ہشام نے عمر بن جمل کو بحری بیڑے کے ساتھ

Marfat.com

یا رب بت بھجوایا اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی طرف بھیجا جس نے کشمیر اور ملتان وغیرہ فتح کیئے اور سب سے اعلیٰ کام یہ کیا کہ قندھابیل پر جن عرب خاندانوں نے غلبہ اور ہجوم کر کے قبضہ کر رکھا تھا ان کو وہاں سے نکال باہر کر کے اسے مرکزِ خلافت بغداد سے وابستہ کر دیا۔

اس کے بعد قندھابیل اور توران کا پورا علاقہ خلافتِ عباسیہ کی عملداری میں رہا اور عباسی عمال اور حکام یہاں کا انتظام کرتے رہے۔

قندھابیل توران میں نہایت اہم مقام تھا اور ہر اقتدار پسند کی نظر اس کی طرف اُٹھتی تھی۔ اگر عباسی حاکم طاقت ور آیا تو اس نے قندھابیل وغیرہ پر قبضہ کر کے اسے بغداد سے وابستہ کر دیا یا اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا یا کسی دوسرے طاقت ور نے قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ شاید اسی لئے قندھابیل کو اقلیمِ سندھ کی ولایت و بدھ کا دارالسلطنت بھی بتایا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قندھابیل کا سرکاری تعلق پہلے بدھ کے علاقے سے رہا ہوگا اور پھر سندھ میں شامل ہوا ہوگا۔

اس کے بعد محمد بن خلیل نامی ایک شخص نے قندھابیل پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہاں تک کہ عباسی خلیفہ معتصم باللہ نے ایک شخص عمران کو حکومت کا پروانہ دیا۔ عمران نے سب سے پہلے قیقان یعنی قلات کے جاٹوں سے جنگ کر کے ان کو زیر کیا اور بیضہ نامی ایک شہر آباد کر کے اسلامی لشکر کے لئے اسے چھاؤنی بنایا۔ اس کے بعد اس نے قندھابیل پر قابض ہونے والے محمد بن خلیل کو نکال باہر کیا اور وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔

دولتِ متغلبہ یعنی توران میں کوئی موروثی حکومت قائم نہ ہو سکی اس لئے کہ عمران کے بعد مغیرہ بن احمد نامی ایک شخص نے اقتدار کو جائز قرار دینے کے لئے مرکزِ خلافت سے وابستگی رکھی اور توران پر قبضہ کر کے خلیفہ کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ مغیرہ بن احمد نے توران میں خود اقتدار اور غلبہ حاصل کیا تھا۔ اس کی حکومت موروثی اور خاندانی نہیں تھی۔ نیز وہ اس سے پہلے کسی خاص شہرت کا مالک بھی نہیں تھا اور اپنی حکومت میں بالکل خودمختار اور آزاد تھا۔ البتہ خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھ کر اپنے آپ کو اس کا مطیع گردانتا تھا۔ اس نے توران کے

Marfat.com

مرکزی شہر قندھابیل اور خضدار سے الگ ایک تیسرے مقام تیز کینان کو اپنا مستقر بنایا جیسا کہ منصورہ، ملتان اور مکران کے اکثر متغلب حکمران اپنی سلطنت کے مرکزی شہر سے ہٹ کر ایک چھوٹے مقام کو اپنا مستقر بنانے لگے۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ مغیرہ بن احمد خوارجی نہیں تھا بلکہ اہلِ سنت والجماعت میں سے تھا۔

مغیرہ بن احمد کے بعد توران میں بصرہ کا ایک شخص ابوالقاسم نامی حکمران ملتا ہے جو حکومت کی صلاحیت سے بالکل محروم ہونے کے باوجود بادشاہ، قاضی اور سالار سب کچھ تھا۔

ابنِ حوقل لکھتا ہے کہ ابوالقاسم بصری حاکمِ توران کا مغیرہ بن احمد سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ اس نے بھی خود توران پر اپنا اقتدار جما کر حکومت قائم کی تھی اور انتہائی جاہل ہونے کے باوجود وہی سب کچھ تھا۔ اس کی حکومت میں کوئی دم نہیں تھا۔ مگر چونکہ یہاں کے لوگ غیر متمدن اور قبائلی زندگی بسر کرتے تھے اس لئے وہ اندھوں میں کانا راجہ تھا۔ ویسے کہنے کو اس کی حکومت میں محکمہ قضاۃ بھی تھا۔ اس کا اپنا لشکر بھی تھا اور دفاع کے لئے مضبوط قلعہ بھی تھا۔

اسی ابوالقاسم نامی حکمران کے بعد خضدار پر ایک خوارجی حکمران بن گیا جو خوارج کا پیشوا بھی تھا اور اس کے دور میں خوارج کو یہاں بڑی شان وشوکت حاصل تھی۔

خضدار کے حکمران پہلے سلطان محمود غزنوی یعنی سبکتگین کے باجگوار تھے، خراج ادا کرتے تھے اور اس کے مطیع رہ کر حکومت کرتے تھے۔ سبکتگین کے بعد سلطان محمود غزنوی نے 402ھ میں خضدار پر لشکر کشی کر کے فتح پائی اور وہاں کے سلطان کو اپنا مطیع اور باجگوار بنا لیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ خضدار کے بادشاہ نے خراج کی ایک خاص مقدار ادا کرنے پر سلطان محمود سے صلح کی تھی مگر بعد میں اس دھوکا میں کہ اس کا ملک بہت محفوظ ہے اور راستہ پہاڑی اور تنگ ہے، خراج کی ادائیگی بند کر دی تھی اور ساتھ ہی اس نے سلطان محمود کے مقابلہ میں ایلک خان سے پناہ چاہی تھی۔ ایلک خان ماورائے نہر کا بادشاہ تھا اور سلطان محمود غزنوی کا سسر تھا مگر جب سلطان محمود اور ایلک خان میں اَن بن ہو گئی تو اس نے خضدار کے سلطان کی سرکوبی کا مصمم ارادہ کر

Marfat.com

لیا اور تیاری کر کے ظاہر کیا کہ وہ ہرات کے ارادے سے نکلنے والا ہے۔ اس طرح وہ 402ھ میں خضدار کی طرف بڑھا اور اپنے لشکر کے ساتھ راستے ہی میں تھا کہ خضدار کے بادشاہ کو اس کی آمد خبر ہوگئی مگر اس کا کوئی بس نہ چل سکا اور راتوں رات سلطان کے لشکر نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مجبوراً اس نے سلطان محمود سے امان چاہی۔ سلطان نے اسے امان دے دی اور خراج کی جس قدر رقم اس کے ہاں باقی تھی، سب کو وصول کیا۔ اس کے بعد سلطان خضدار کو حسبِ سابق حکومت دے کر غزنی چلا گیا۔

لیکن بعد کے دور میں جس طرح مکران کی حکومت یعنی دولت معدانیہ سلطان شہاب الدین غوری کے ہاتھوں ختم ہوئی اسی طرح طوران کی دولت متغلبہ شہاب الدین غوری کے چچا غیاث الدین غوری کے ہاتھوں 471ھ میں اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

Marfat.com

●

بہر حال سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ منصورہ کی طرف بڑھا۔ منصورہ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ سندھ میں بہوانامی ایک قدیم شہر تھا جسے عرب سیاح اور جغرافیہ نویس اپنی اصطلاح میں برہمن آباد لکھتے ہیں۔ آخر میں یہ شہر بالکل ویران ہو گیا تھا اور یہاں جھاڑیاں تھیں۔ اسی ویرانہ اور جنگل سے دو فرسخ دُور منصورہ شہر آباد کیا گیا جو بعد میں ہباری حکمرانوں کا دارالسلطنت بنا۔ یہ شہر قدیم جغرافیہ نویسوں کی توجہ کا بھی مرکز رہا۔ کہتے ہیں یہ شہر دریائے سندھ سے نکلی ہوئی ایک خلیج کے قریب تھا اور وہ خلیج اس شہر کو تین اطراف سے اس طرح گھیرے ہوئے تھی کہ جزیرہ نما بن گیا تھا۔ اگر چہ اطراف و جوانب کی آب و ہوا معتدل تھی مگر خود شہر منصورہ بہت گرم تھا، پینے کے لئے پانی دریائے سندھ کی خلیج سے حاصل کیا جاتا تھا۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ یہاں پسُو بہت زیادہ تھے۔ اطراف میں کھجور اور گنے کی پیداوار زیادہ تھی۔ میوہ جات میں لیموں مشہور تھا۔ منصورہ سے ملتان شہر بارہ مرحلہ پر اور توران پندرہ مرحلہ پر واقع تھا۔

منصورہ کب آباد ہوا اور کس نے آباد کیا اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بہر حال بلاذری کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ عراق کے گورنر سالم بن عبداللہ قعری نے حکم بن اوانہ کلبی کو سندھ کی حکومت دے کر روانہ کیا۔

یہاں آنے پر محمد بن قاسم ثقفی کے صاحبزادے عمرو بن قاسم حکم کے ساتھ ہو کر اس کے مہتمم بن گئے۔ حکم نے حکومت کے بڑے بڑے معاملات ان کے سپرد کر

Marfat.com

دیئے اور جنگوں میں ان کو اپنا سالار بنایا۔ یہ خلیفہ اموی ہشام کا زمانہ تھا۔ حکم نے پہلے سندھ میں محفوظہ نامی شہر آباد کر کے اپنا مستقر بنایا، وہیں سے عمر بن محمد کی قیادت میں جنگی سرگرمی شروع کی اور فتح و کامرانی کے بعد دریائے سندھ کے بحیرہ کے پیچھے ایک اور شہر آباد کر کے اس کا نام منصورہ رکھا۔

بعد میں محفوظہ کی بجائے یہی منصورہ اموی حکام اور پھر بعد میں عباسی حکام کا مستقر رہا اور مرکزِ خلافت بغداد کے گورنر یہیں مستقل رہنے لگے۔ اور جب ہباری حکمرانی میں سندھ میں خلافت کے زیر سایہ اپنے استقلال کا اعلان کیا تو اسی شہر منصورہ کو انہوں نے اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔

بقول علامہ ابنِ خلدون، منصورہ کا حاکم اسلام سے مرتد ہو گیا تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے منصورہ پر چڑھائی کا قصد کیا۔ چنانچہ جب ہباری حکمران کو پتہ چلا کہ سلطان محمود غزنوی اس پر حملہ آور ہونے کے لئے یلغار کر رہا ہے تب اس پر سلطان کا خوف اور ڈر سوار ہوا اور وہ منصورہ سے نکل کر اپنی جان بچانے کے لئے جھاڑیوں میں جا کر چھپ گیا۔ مگر ان جھاڑیوں کو بھی سلطان محمود غزنوی کے لشکر نے گھیر لیا اور ہباری حکمران کے جو ساتھی اور لشکری ان جھاڑیوں کے اندر چھپے ہوئے تھے ان کا خاتمہ کر دیا یہاں تک کہ سب کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا اور مرنے والوں میں ہباری حکمران بھی شامل تھا۔ اس طرح منصورہ پر ہباری سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

منصورہ سے نمٹنے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا رخ کیا۔ پہلے وہ لاہور کی طرف گیا اور شہر سے باہر اس نے اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے پڑاؤ کر لیا تھا۔

❀❀❀

کوشل کا بیٹا کئی ماہ کا ہو چکا تھا۔ ایک روز وہ اپنی خواب گاہ میں پالنے میں لیٹے اپنے بیٹے کو مسکراتے ہوئے بڑے غور سے دیکھے جا رہی تھی کہ اچانک اس کی نگاہ اپنی خواب گاہ کے دروازے پر پڑی۔ وہاں عبداللہ قراتگین کھڑا تھا۔ اپنے شوہر کو اپنی خواب گاہ کے دروازے پر دیکھ کر کوشل کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایک دم اُچھلنے کے انداز میں اُٹھ کھڑی ہوئی، بھاگتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی، عبداللہ کے دونوں

Marfat.com

ہاتھ تھام کر اپنی خواب گاہ میں لے گئی۔ عبداللہ نے پہلے جھک کر پالنے میں لیٹے اور سوئے ہوئے بچے کو پیار کیا، اس کے بعد کوشل کے پاس بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ گفتگو کا آغاز کوشل نے کیا۔ کہنے لگی۔

''تھوڑی دیر پہلے سورندی اور چندوار یہاں سے اُٹھ کر گئے ہیں۔ انہیں کسی سے پتہ چلا کہ لشکر صرف دو تین دن یہاں قیام کرے گا، اس کے بعد غزنی کی طرف کُوچ کر جائے گا۔''

کوشل جب خاموش ہوئی تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ کہنے لگا۔

''تم نے ٹھیک سنا ہے کوشل! لشکر دو تین دن ہی یہاں قیام کرے گا، اس کے بعد کُوچ کرے گا۔ سلطان صرف لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہتے ہیں۔''

''اور آپ؟'' غور سے عبداللہ قراتگین کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل نے پوچھ لیا تھا۔

جواب میں عبداللہ قراتگین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں چونکہ لشکر کا حصہ ہوں، میں بھی لشکر کے ساتھ غزنی جاؤں گا۔ دراصل غزنی میں لشکر قیام نہیں کرے گا، ایک دو دن ٹھہرے گا، تیاری کرنے کے بعد دو تین مہموں کی طرف نکل جائے گا۔''

اس پر غور سے عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل نے پوچھ لیا۔

''کون سی دو تین مہمیں؟''

اس پر عبداللہ قراتگین کہنے لگا۔

''ایک مہم تو رَے شہر کی ہے، دوسری جرجان اور طبرستان کی ہے۔ تیسری سلجوقیوں کے سردار اسرائیل کی ہے۔''

عبداللہ خاموش ہوا تب اُداس سے لہجے میں کوشل نے پوچھ لیا۔

''اس کا مطلب ہے ان مہموں پر ہفتے نہیں، مہینے لگ جائیں گے۔''

جواب میں عبداللہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''مہینے نہیں، چند ہفتے ہی لگیں گے اور ان مہموں کو سر کر کے ہم بہت جلد لوٹیں گے۔''

''لیکن میں یہاں اکیلی لاہور میں تو نہیں رہوں گی۔'' غور سے عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کوشل نے کہہ دیا تھا۔

''تم یہاں اپنے پرانے قصر میں ہر آسائش اور آرام کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو۔ میں یہاں دو دن تمہارے پاس رہوں گا، اس کے بعد غزنی کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔''

عبداللہ کے خاموش ہونے پر کوشل کہنے لگی۔

''میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔''

اس پر عبداللہ نے کہا۔

''پہلے تم اکیلی تھی تو بھاگ دوڑ کر لیتی تھی، خیمے کی زندگی بسر کر لیتی تھی۔ تمہارے ساتھ بچہ ہے، تم کیسے میرے ساتھ لشکر گاہ میں رہو گی؟''

جواب میں کوشل مسکرائی اور کہنے لگی۔

''آپ میرا اور میرے بچے کا فکر نہ کریں۔ بچے کو سنبھالنا میرا کام ہے۔ میں آپ کے ساتھ لشکر میں رہوں گی۔ یہاں تو میں اکیلی پڑی رہوں گی۔ یہاں دو کاموں کے علاوہ میرے پاس کوئی کام نہیں ہوتا۔ پہلا یہ کہ آپ کا بڑی بے چینی اور بے تابی سے انتظار کروں اور دوسرا یہ کہ فارغ بیٹھ کر مکھیاں مارتی رہوں۔''

کوشل جب خاموش ہوئی، تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے عبداللہ کہنے لگا۔

''کوشل! یہ جرجان، طبرستان، رے، طوس وغیرہ کوہستانی علاقہ ہے۔ بڑی کٹھن مہم ہو گی۔ اس کے علاوہ میرے خیال میں لشکر میں کوئی خاتون شامل نہیں ہو گی لہٰذا تم کیسے اکیلی لشکر میں رہو گی؟''

جواب میں کوشل مسکرائی اور کہنے لگی۔

''میں آپ کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گی۔ آپ اپنی مہمیں نمٹائیے گا، میں غزنی میں رہ لوں گی۔ ہم نے وہاں کسی پرائے گھر میں تو نہیں رہنا۔ وہاں ہمارا

Marfat.com

اپنا گھر ہے۔ میں وہیں رہ کر آپ کا انتظار کروں گی۔ ساتھ ہی میں خیسار، ارجان اور باشان سے بھی مل لوں گی، وہ بھی میری آمد پر خوش ہو جائیں گی اور جب آپ اپنی تین مہموں سے فارغ ہو جائیں گے تو پھر ہم دونوں میاں بیوی اور ہمارا بچہ واپس لاہور آ جائیں گے۔ پہلے یہ بتائیں کہ جس لشکر نے آپ کے ساتھ آنے والے دور میں لاہور میں قیام کرنا ہے، کیا وہ بھی اس مہم میں شامل ہوگا؟“

اس پر عبداللہ کہنے لگا۔

”وہ لشکر ایک طرح سے دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک حصہ ہر وقت لاہور میں قیام کرتا ہے، جس کی کمانداری بذاتِ خود امیر ایاز کرتے ہیں، دوسرا حصہ سلطان کے لشکر میں ہوتا ہے اور وہ میری ہی کمانداری میں کام کرتا ہے۔ جب ہم آنے والی تین مہموں سے فارغ ہو جائیں گے تو لشکر کے اسی حصہ کو لے کر ہم غزنی سے یہاں لاہور کی طرف کوچ کر آئیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد عبداللہ رکا، پھر اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”کوشل! اگر تم یہاں نہیں رہنا چاہتیں، میرے ساتھ کوچ کرنا چاہتی ہو تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔ تم غزنی میں رہ لینا، میں اپنی تینوں مہموں سے فارغ ہونے کے بعد غزنی آؤں گا اور پھر ہم لاہور واپس آ جائیں گے۔“

عبداللہ قراتگین کے اس فیصلہ پر کوشل خوش ہو گئی تھی، پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

”بچہ ابھی سویا ہے، ابھی کافی دیر سوئے گا۔ میں آپ کے کھانے کا اہتمام کرتی ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی کوشل اپنی خواب گاہ سے نکل گئی تھی۔

دو دن بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ لاہور سے غزنی کی طرف کوچ کیا تھا۔

Marfat.com

سلطان محمود غزنوی نے اپنے لشکر کے ساتھ پہلے طوس کا رُخ کیا تھا اور طوس کے حکمران اسرائیل یا ارسلان کو سبق سکھانے کا تہیہ کئے ہوئے تھا۔ اس لئے کہ ماضی میں اسی اسرائیل نے سلطان محمود غزنوی کے خلاف اس کے بدترین دشمن احمد خاں کی مدد کی تھی۔ لہٰذا سلطان اسرائیل کے خلاف جوابی کارروائی کرنے میں حق بجانب تھا، اسی لئے وہ لشکر لے کر طوس کی طرف بڑھا تھا۔

اسرائیل سلجوق خاندان کے ابتدائی حکمرانوں میں سے تھا۔ اس خاندان کے جدِ امجد کا نام سلجوق تھا۔ سلجوق کے بچپن کے حالات تاریکی میں ہیں، تاہم قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تربیت نہایت اچھے پیمانے پر ہوئی اور وہ عقل و فراست، تدبر، سیاست، شجاعت اور شہادت میں نامور خلفِ رشید ثابت ہوا۔ کہتے ہیں ابھی اُس کی مسیں بھیگ رہی تھیں کہ اس کے باپ دقاق کا انتقال ہو گیا تھا۔

باپ کے انتقال کے بعد ترکی کے بادشاہ بیغو نے اس کی سرپرستی کی اور سیاشی کا خطاب دے کر اس کو اپنے لشکر کا سپہ سالارِ اعلیٰ بنا دیا۔ رفتہ رفتہ یہی سلجوق اپنا اثر و رسوخ بڑھاتا رہا، یہاں تک کہ ہر کام میں بادشاہ اس سے مشورہ لینے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُمرائے دربار کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ سلجوق کو بادشاہ کی نظر سے گرانے کے منصوبے بنانے لگے۔ ان کے ساتھ بیغو کی بیوی بھی شامل ہو گئی۔

ایک مرتبہ سلجوق دربار میں مسندِ شاہی کے بالکل قریب جا بیٹھا۔ ترکوں کے حکمران بیغو کی بیوی کو اس کی یہ جسارت سخت ناگوار گزری۔ اس نے بادشاہ سے کہا۔

Marfat.com

''یہ نوجوان ابھی سے آدابِ شاہی کی پروا نہیں کرتا تو آئندہ خدا جانے کیا کرے گا۔''

بیغو پہلے ہی سلجوق کے حاسدوں کی باتیں سن سن کر اس سے کھٹکا ہوا تھا، اپنی بیوی کی باتیں سن کر سلجوق کا دشمن ہو گیا اور اس کو ختم کرنے کے مواقع تلاش کرنے لگا۔ سلجوق نے بیغو کی نیت بھانپ لی چنانچہ اس کے شر سے بچنے کے لئے ایک دن چپکے سے اپنے قبیلے کو لے کر ماوراءالنہر کو ہجرت کر گیا اور جند کے مقام پر اقامت اختیار کر لی۔ یہاں جلد ہی اس کے قبیلے کے باقی گروہ بھی آ کر اس سے مل گئے اور سلجوق نے ایک چھوٹی سی سلطنت وہاں قائم کر لی۔

جند پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد سلجوق اپنے قبیلے سمیت مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اسلام قبول کرتے ہی یہ خانہ بدوش جنگجو ترک، اسلام کے قوی دست و بازو بن گئے اور انہوں نے تازہ مذہبی جوش کے زیرِ اثر چند سال کے اندر اندر ایک ایسی منفرد و عالیشان سلطنت قائم کر لی کہ دنیا میں کسی اور حکومت کو اُس کی ہمسری کا یارا نہ تھا۔

اسی سلجوق کے پانچ بیٹے تھے۔ ایک اسرائیل، دوسرا یونس، تیسرا نہال، چوتھا موسیٰ، پانچواں میکائیل۔ اسرائیل وہی تھا جس سے ٹکرانے کے لئے سلطان محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ طوس کی طرف بڑھا تھا۔ یہ وہی اسرائیل ہے جس کے بیٹے قتلمش نے اناطولیہ کے میدانوں میں سلاجقہ روم کی بنیاد ڈالی تھی۔

دوسرا بیٹا یونس بے اولاد مر گیا۔ نہال کا ایک ہی بیٹا تھا، جس کا نام ابراہیم تھا، گمنام ہی رہا۔ موسیٰ کا بھی ایک بیٹا حسن تھا، وہ بھی گمنامی میں چلا گیا۔ میکائیل کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام جغری بیگ داؤد اور دوسرے کا نام طغرل بیگ محمد تھا۔ طغرل بیگ محمد لاولد مر گیا جبکہ جغری بیگ کے تین بیٹے تھے۔ ایک کا نام قاورد بیگ، دوسرے کا نام سلیمان اور تیسرے کا نام الپ ارسلان تھا۔ یہ الپ ارسلان وہ نامور سلطان تھا جس نے بڑی بڑی اسلام دشمن قوتوں کو اپنے سامنے زیر کیا اور اسی الپ ارسلان کا بیٹا سلطان ملک شاہ سلجوقی تھا جو عالمِ اسلام کا عظیم رجلِ عظیم بن کر تاریخ کے اسٹیج پر نمودار ہوا تھا۔

Marfat.com

بہر حال، سلطان محمود غزنوی اسرائیل سے ٹکرانے کے لئے طوس کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف اسرائیل کو بھی اپنی طاقت اور قوت پر بڑا گھمنڈ، بڑا ناز اور فخر تھا۔ اس نے بھی طوس کے نواح میں سلطان محمود غزنوی سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ رباط فراوا کے مقام پر دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔ چنانچہ اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد سب سے پہلے اسرائیل حرکت میں آیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ قیامت رات کے اندھیروں میں شکست، بے حوصلگی اور نارسائی طاری کرتے عذابوں، کرب کی سیاہ ناکامیوں میں جذبوں اور خواہشوں کا اضطراب طاری کرتے برہم بگولوں کے تازیانوں اور ساحلوں کی ریت پر برسوں پرانے نقوش اور خیموں تک کی دھجیاں اُڑا دینے والے وقت کے بدترین طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف سلطان محمود غزنوی نے بھی اپنے کام کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کو سرابوں کی دُھول سے حسرتوں کے حروف رقم کرتی خون میں ڈوبی نیزوں کی انیوں کی طرح آگے بڑھایا، پھر وہ اسرائیل کے لشکر پر نئی صبحوں کے خول میں درد جولاں، ہر خواہش، ہر خود شناسی کو ریت کے گھروندوں اور کاغذی محل کی طرح اُڑا دینے والے لوح و قلم کے وارثوں، منزلوں کی راحتوں سے محروم کرتی دہکتی پُراسرار قوتوں، جور و استبداد سے بھرپور پُرعذاب خواہشوں، سراب عذاب لمحوں اور لاوارثی کے عذاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یوں رباطِ فراوا کے مقام پر دونوں لشکر ایک دوسرے پر اپنے مقاصد کی آخری ضرب لگانے لگے تھے۔ بیزاری اور نفرت کی لہریں جاگ اُٹھی تھیں۔ تقدیر کے پیاسے کرب ناک لمحات اپنا رنگ دکھانے لگے تھے۔ موت کے خونی آثار اور درد و فرقت کے پیوند لگاتی قضا ولولہ انگیز ترنگ کے ساتھ چارسُو چھانے لگی تھی۔

اسرائیل کا خیال تھا کہ وہ اپنے شمالی منجمد بیابانوں کے زہریلے جنگجوؤں کی مدد سے سلطان محمود کو شکست دے کر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائے گا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سلطان محمود غزنوی کے حربے عجیب و غریب تھے۔ وہ اور اس کے لشکری آگے بڑھنا جانتے تھے، پیٹھ پھیر کر پیچھے جانا یا پسپا ہونا ان کا کام نہیں تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر

Marfat.com

کی مزید جنگ کے بعد اسرائیل نے اندازہ لگایا کہ اس کے لشکری ہراساں، پریشان اور قوتِ ارادی، حکمت و ادراک سے محروم ہونے لگے ہیں۔ اس نے یہ بھی دیکھ لیا کہ سلطان محمود کی ہولناک یلغار اور غموں کی کرب خیز ضربوں کے سامنے میدانِ جنگ میں کوئی اُس کا مستغیث، کوئی خیر خواہ نہیں ہے اور یہ کہ اگر اُس نے جنگ اس طرح جاری رکھی تو موت کی تلاطم خیز آغوش اور سرسراتی ہواؤں جیسی قضا اسے اور اس کے سارے لشکریوں کو نگل کر ہی دم لے گی۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے اسرائیل نے شکست قبول کی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ اس کا تعاقب نیشا پور، دہستان اور جرجانیہ تک کیا۔ اس طرح اس مہم کو بھی سلطان محمود غزنوی نے کمال ہمت اور جوانمردی سے نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ سر کیا۔

طوس کی اس مہم کو بہترین انداز میں سر کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے اب رَے شہر کا عزم کیا۔

رَے کا حکمران ان دنوں ایک شخص مجد الدولہ تھا۔ وہ نہایت عیاش تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کے حرم میں ہر وقت حسین عورتوں کا جمگھٹا رہتا تھا۔ اس کے شب و روز حرم ہی میں گزرتے تھے۔ یہ خبیث انسان جب اپنے محل کے اندر عورتوں کی صحبت سے اُکتا جاتا تو ان سے قصے، کہانیاں سنتا۔ وہ حکومت کے کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تھا بلکہ اس کی ایک حسین ترین اور محبوب لونڈی حکومت چلاتی تھی۔ چنانچہ اُس کی ان حرکتوں کی اطلاع کچھ لوگوں نے سلطان محمود غزنوی سے کی اور سلطان سے گزارش کی کہ رَے پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو اس عیاش حکمران سے نجات دلائے۔

سلطان ان دنوں کچھ بیمار اور صاحبِ فراش تھا، اس کے باوجود بھی اس نے ان کی اس درخواست پر لبیک کہا اور اپنا لشکر لے کر رَے کی طرف روانہ ہوا۔ رَے کا حکمران مجد الدولہ، سلطان کا سامنا نہ کر سکا۔ سلطان نے اُسے زیر کر لیا اور اس طرح سلطان اُس کی حکومت کے قصر میں داخل ہوا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ مجد الدولہ کے محل سے سلطان کو 10 لاکھ سرخ دینار، 5 ہزار

Marfat.com

دینار کے ہیرے جواہرات، 6 ہزار قیمتی پارچہ جات، سونے چاندی کے ظروف اور آلاتِ حرب وضرب وغیرہ حاصل ہوئے۔

رَے کا حکمران قرامطی تھا اور سلطان محمود غزنوی ویسے بھی قرامطیوں کا بدترین دشمن خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ رَے شہر کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے رَے کے علاوہ قرامطیوں کے دوسرے قلعوں اور شہروں پر حملہ کیا، بے شمار قرامطی علماء اور اُمراء کو قتل کر دیا گیا، اس فرقہ کی تمام کتابیں جلا کر راکھ کر دیں۔ باقی علوم وفنون کی کتابیں ایک سو اُونٹوں کا بار بنا کر غزنی بھجوا دی گئیں۔

قطع نظر اس کے سلطان محمود کی بیماری کی وجہ سے صحت کافی گر چکی تھی، اُس نے جرجان اور طبرستان کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس لئے کہ قرامطی اب گروہ در گروہ طبرستان اور جرجان کے علاقوں میں جمع ہو رہے تھے اور وہاں کے حکمران منوچہر کے پاس پناہ حاصل کر رہے تھے۔ اس بنا پر سلطان محمود غزنوی نے بحیرہ کیسپین کے جنوب میں طبرستان اور جرجان پر حملہ آور ہو کر منوچہر کو سزا دینے اور وہاں جمع ہونے والے قرامطیوں کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

جہاں تک جرجان کا تعلق ہے تو اس کی حدود تقریباً وہی تھی، جو موجودہ ایرانی صوبے استرآباد کی ہیں۔ اس علاقے کی زرخیزی اور خوشحالی کا دارومدار ترک اور جرجان کے درمیانی علاقے پر مشتمل تھا۔

ساسانی عہد میں جرجان کو بہت اہمیت حاصل تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ شمال کی جانب سے دباؤ ڈالنے والے خانہ بدوشوں کے مقابلہ میں اسے ایک سرحدی صوبے کی حیثیت حاصل تھی۔ طبرستان، نیرگرد اور شہر پیروز کے قلعے بیابان دھستان کے خانہ بدوشوں کے حملوں کا دفاع کرنے کے لئے تعمیر کئے گئے تھے۔ علاقے کی حفاظت کے لئے شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ ایک لمبی فصیل بھی تیار کرائی گئی تھی۔

اگرچہ 30ھ میں سعید بن العاص نے شاہ جرجان پر جزیہ عائد کیا تھا، لیکن جرجان پر مسلمانوں کا قبضہ حقیقی معنوں میں 98ھ میں یزید بن مہلب کے ہاتھوں ہوا۔ اس وقت اس علاقے میں ایک مرزبان کی حکومت تھی۔ لیکن عملاً سارے اختیارات ایک ترک سردار ثور کے ہاتھ میں تھے۔

Marfat.com

تاریخ سے ثابت ہے کہ جب سعید بن مقرن نے 18ھ میں بسطام فتح کر لیا تو مرزبان ثور نے جزیہ ادا کرنے کی شرط پر مسلمانوں کی ماتحتی قبول کر لی تھی۔

دریائے جرجان کے کنارے سرکش آبادی کی گوشمالی کے بعد یزید بن مہلب نے شہر جرجان کی بنیاد رکھی۔ اس زمانے میں اس شہر کو اسی کے صوبے کا صدر مقام بنا دیا گیا تھا۔

تیسری صدی ہجری یعنی نویں صدی عیسوی اور چوتھی صدی ہجری اور دسویں صدی عیسوی میں یہ شہر خوش حال تھا۔ اس کے اردگرد باغات تھے، جن کی آبیاری دریا سے کی جاتی تھی۔

اس شہر کی صنعت میں ریشم سازی خاص طور پر عام تھی۔ یہ شہر روس کی طرف جانے والی کاروانی شاہراہ کی ایک منزل بھی تھا۔ شہر کے دونوں حصوں کو ملانے کے لئے کشتیوں کا ایک پل تھا۔ دریا کے مشرقی کنارے پر اصل شہر تھا جو شہر اسفند کے نام سے مشہور تھا۔ بقول المقدسی اس کے 9 دروازے تھے۔ مغربی کنارے پر ایک مضافاتی شہر بکرآباد کے نام سے بھی آباد تھا۔

بحیرۂ خزر کے ساتھ کا علاقہ علوی دعوت کے لئے بہت بہتر ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ طبرستان کے علویوں نے جرجان کو بھی اپنے حلقۂ اثر میں لے لیا۔ خاص جرجان میں محمد بن جعفر صادق کی قبر بھی ہے۔ 316ھ میں ابن زیاد ویلمی کی مدد سے جرجان میں اپنی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا، جو تقریباً ایک سو سال تک قائم رہی۔ امیر قابوس بن دشمگیر کی قبر کا گنبد قابوس کے نام سے آج بھی اس عہد کی یادگار ہے۔

جب منگولوں کی یلغار شروع ہوئی تو جرجان کی آبادی کا خوب قتلِ عام کیا گیا۔ بقول المتوفی جس نے آٹھ سو صدی ہجری یعنی چودھویں صدی عیسوی میں اپنی کتاب ''نزہت القلوب'' تحریر کی، رقم کیا ہے کہ جرجان شہر خطروں کا ڈھیر ہو گیا تھا۔

ایک روایت کے مطابق تیمور لنگ نے 798ھ میں یہاں دریا کے کنارے ایک محل تعمیر کرایا تھا، لیکن جرجان کی پہلی سی خوشحالی دوبارہ واپس نہ آ سکی۔

ایک اور شخص خاجی خلیفہ نے اپنی کتاب ''جہاں نما'' میں لکھا ہے کہ عہدِ منگول

Marfat.com

کے بعد جرجان دوبارہ آباد ہوا تو اس وقت سے یہاں آبادی نے شہر کو پہلے جیسی رونق دینے کی کوشش کی، لیکن ایسا نہ ہوا۔ دریائے جرجان اور دریائے حزم رود کے سنگم پر جو زاویہ بنتا ہے، وہاں کھنڈروں کے بڑے بڑے ڈھیروں سے قدیم جرجان کی جائے وقوع کا پتہ بھی چلتا ہے۔

بہرحال سلطان محمود غزنوی بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ جرجان کے حاکم منوچہر کی طرف بڑھا تھا اس لئے کہ منوچہر کے اردگرد بے شمار اَن گنت قرامطہ جمع ہو گئے تھے۔ منوچہر سے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قرامطی تھا یا نہیں لیکن اس کے اردگرد رے شہر سے بھاگنے والے قرامطی ضرور جمع ہوئے تھے اور طبرستان اور جرجان میں ایک طرح سے زور اور قوت پکڑنا شروع کر دی تھی۔

سلطان محمود غزنوی چونکہ شروع ہی سے قرامطہ کی بیخ کنی کرنا چاہتا تھا، ان کا بدترین دشمن تھا، لہٰذا صاحب فراش ہونے کے باوجود اس نے بڑی تیزی سے منوچہر کا رُخ کیا۔

منوچہر کو بھی اپنی طاقت اور قوت پر نہ جانے کیوں گھمنڈ ہو گیا تھا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ کرنا احمق پن اور حماقت ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنے اَن گنت لشکر کے ساتھ خم ٹھونک کر سلطان محمود غزنوی کے سامنے صف آرا ہوا۔ اس کے بعد اسی منوچہر نے بے سوز سینوں میں جلتے کھولتے کرب خیز سرابوں، من کی چتا کو بھسم کرتے آتش کے بھڑکتے الاؤ اور اجل کے سیاہ خانوں میں ہوس کے سوداگروں کی طرح اپنے لشکر کی پیش قدمی شروع کی، پھر وہ سیاہ بختی کے سایوں میں مہیب فضا کے اندر ہر شے کو بھیانک کھنڈروں میں تبدیل کرتی موجوں کے پیچ و تاب، موت کی کراہیں، بنجر پیاس اور سوگ کی آنچ، زندگی کی الم بھری داستانیں کھڑی کرتے شیطانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

منوچہر کا یہ حملہ طوفانوں کے شباب، موجوں کی برہمی، دیوں کی لو پر پُرآشوب تحریریں لکھتے الم نصیب سایوں کا سا تھا۔

لیکن منوچہر کی بدقسمتی کہ شاید اس سے پہلے اس نے سلطان محمود غزنوی کے اندازِ جنگ آوری، اس کی شجاعت، اس کی بہادری، اس کی دلیری کا اندازہ نہیں لگایا تھا

Marfat.com

چنانچہ سلطان نے ان کے ساتھ ٹکرانے سے پہلے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے لشکر کے کچھ حصے عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین کی سرکردگی میں بھی دیئے تھے اور ان کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ جب سلطان کے مقابلے میں منوچہر کو شکست کا سامنا کرنا پڑے تب عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین اپنے اپنے ان حصوں کو لے کر دائیں بائیں سے ہوتے ہوئے اطراف میں پھیل جائیں اور بھاگنے والے کسی بھی قراملی کو کامیاب نہ ہونے دیں اور انہی میدانوں اور اسی رزم گاہ کے اندر ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔

چنانچہ یہ سارے انتظام کرنے کے بعد سلطان محمود غزنوی نے پہلے اپنے حصہ کے لشکر کو آگے بڑھایا، پھر منوچہر کے لشکر پر نگر نگر میں سلگتے سائے، نفس نفس میں قضا کی آمد، لمحے لمحے میں دکھ کی کسک، قدم قدم پر غموں کی یلغار کھڑی کرتی موت کی تلاطم خیز گونجوں، ہر موڑ پر اُلجھن پیدا کرتی خوف ناک لہروں کی گونجوں، خون آلود بھنور کو جنم دیتی چیختی چلاتی ہواؤں اور فنا انجام کرب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان محمود غزنوی کے اس طرح حملہ آور ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد اُس کے لشکر کا دایاں پہلو بھی حرکت میں آیا اور وہ بھی منوچہر پر ہر شے میں اذیتوں کی طرح گھس کر چھید کرتی قضا کی لپٹیں، تجسس کے سمندر میں دستِ کوزہ گر کی سی مشاطی کے ساتھ سرابوں کی دھول کی طرح ناچتی قضا اور خواب نگر کی وسیع وادیوں میں زمین پر سرگرداں شورش بھری موجوں کے خروش اور خوف کی طرح کود پڑا تھا۔

دائیں پہلو کے ساتھ ہی ساتھ بایاں پہلو بھی وحشت بھری تنہائیوں میں درد کے قلزم کھڑے کرتی نفرت کی اُداس رُتوں کی طرح آگے بڑھا اور پھر وہ بھی منوچہر کے لشکر پر زمین بوس اور پاش پاش کر دینے والے قہر لمحوں کے سنگم، ظلمت حرماں میں بُرے ایام کی ویرانیاں کھڑی کرتے پریشان لمحوں کے فروغ، اُمیدوں کی میٹھی گود میں جان کُنی کی ساعتیں، بے ثمر خواہشیں، شکستوں کے غبار، زخموں کے نقش و نگار پیدا کرتے آگ و خون کے وحشت بدوش کھیل، ظلم و جور کی سیاہ گھٹاؤں اور نفرت کی پھیلتی لہروں کی طرح چڑھ دوڑا تھا۔

دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے جرجان کے نواح میں شوریدہ آوازوں

Marfat.com

میں بے زنجیر ہوتی موجوں اور حیات کو مرگ کے خونی کھیل میں مبتلا کرتی موت قسمتوں کی برگشتگی اور جوش مارتی حدت کی طرح ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی تھی۔ زمین بوس اور پاش پاش کر دینے والے قہر لمحے اپنے پھندے کسنے لگے تھے۔

جس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی، عین اُس موقع پر سلطان محمود غزنوی اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کا حوصلہ اور جوش بڑھانے کے لئے کہہ رہا تھا۔

''اپنی ملت کی تاریخ لکھنے والے میرے مجاہدو! ان اسلام دشمن قوتوں کے لئے بوسیدہ کفن کی ویرانیاں بن جاؤ۔ رسولؐ عربی کے جاںنثارو! اپنی ملت کا بخت بن کر کڑی راتوں کی فتح مندی کی بازگشت بن کر قبروں کی سی خاموشی کی طرح ان بدبخت قرامطیوں پر چھاتے چلے جاؤ۔ بہنوں کی دعاؤں، ماؤں کے تبسم کے سایوں اور بچوں کی معصومیت کے پرتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ان قرامطیوں کے لئے قضا کا آشوب، سیلِ وقت کی تپش ثابت ہو اور ان میں سے کسی کو بچ کر بھاگنے نہ دو۔ ملت کے امین میرے ساتھیو! تائید خداوندی کے عنوان بن کر ملت کی دعاؤں اور عاجزی کے ساتھ دونوں جہانوں کے رب کو یاد کر کے نعرہ مارو کہ ہم زمین پر آخری رسولؐ کے خلیفہ ہیں۔ تکبیریں بلند کرو کہ ہم انسانیت کی اوج ہیں، صبح کی زرفشانی، امن و سلامتی کا فروغ ہیں۔ یہ قرامطی ہمارے دین پر ایک بہت بڑی ضرب اور ہمارے مذہب کو زخم زخم کرنے والے ہیں۔ قہر بھرے جھکڑوں، لحد میں اُتار دینے والے قضا لمحوں کی طرح ان کا خاتمہ کرتے چلے جاؤ۔ عبودیت کی راہوں پر فلاکت و ہلاکت اور قضا و مرگ کے شکنجوں جیسا ماحول ان کے لئے پیدا کرتے چلے جاؤ۔''

سلطان محمود غزنوی کے ان الفاظ نے اس کے لشکریوں اور مجاہدوں میں ایک عجیب طرح کا جوش اور ولولہ پیدا کر کے رکھ دیا تھا لہٰذا وہ پہلے کی نسبت زیادہ جوش و جذبے کے ساتھ وقت کی تیز رفتار قہرمانیوں، لہروں کے ماورائی سفر اور غضب بن کر نزول کرتی برق کی طرح ضربیں لگانے لگے تھے۔ جس کے نتیجہ میں منوچہر کے لشکر کو

Marfat.com

بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے لشکری پیچھے بھاگے۔ سب سے پہلے قرامطی اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگے تھے لیکن اب بھاگنا بھی مشکل تھا اس لئے کہ سلطان محمود غزنوی کی پہلے سے طے شدہ منصوبہ بندی کے تحت عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین فوراً اپنے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ دائیں بائیں پھیلے اور انہوں نے بھاگتے ہوئے قرامطیوں کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ جبکہ دوسرے سالار بھی سامنے کی طرف سے قرامطیوں کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔ اس طرح جرجان کے نواح میں ایک طرح سے قرامطیوں کا خاتمہ کر دیا گیا اور منوچہر حاکمِ جرجان کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔

جنگ کے بعد جب زخمیوں کی دیکھ بھال ہو چکی تب منوچہر کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ منوچہر کی گردن جھکی ہوئی تھی، شرمندہ شرمندہ تھا۔ گردن جھکائے سلطان کے سامنے کھڑا تھا۔

سلطان نے چند لمحوں تک گہری گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم شروع سے جانتے تھے کہ میں ایسے لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرتا جو اسلام دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو بھی معاف نہیں کرتا جو ہمارے دین سے دشمنی نبھاتے ہیں اور ہمارے دین کے اندر وہ باتیں پھیلاتے ہیں جن کا ہمارے دین سے کوئی تعلق نہیں۔ تم یہ بھی جانتے تھے کہ میں شروع سے ہی ان قرامطیوں کا بدترین دشمن رہا ہوں، پھر بھی جب یہ رَے اور دوسرے مقامات سے بھاگ کر تمہارے پاس آئے تو تم نے انہیں پناہ دی۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میں ان کا تعاقب بھی کر سکتا ہوں؟ کیا تم نے یہ ٹھان لی تھی کہ غزنی یہاں سے بہت دُور ہے اور میں ان کے تعاقب میں نہیں نکلوں گا؟ یہ جرجان اور طبرستان تو بہت نزدیک کی بات ہے، اگر یہ بحیرۂ روم کے کنارے پر بھی کہیں پناہ لیتے تو میں وہاں تک بھی ان کا تعاقب کرتا اس لئے کہ قرامطہ کا خاتمہ کرنا میں نے اپنی زندگی کا مقصد اور محور بنا لیا ہے۔''

منوچہر شرمندہ اور خجل سا دکھائی دے رہا تھا۔ ایک دم آگے بڑھا، اس نے

Marfat.com

سلطان محمود کے پاؤں پکڑ لئے۔

سلطان نے فوراً پاؤں پیچھے ہٹائے اور کہنے لگا۔

''تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ پوچھا ہے، اس کا تم سے جواب چاہتا ہوں۔''

اس پر منوچہر بڑی عاجزی اور انکساری میں کہنے لگا۔

''سلطانِ محترم! آپ جانتے ہیں، میں قرامطی نہیں ہوں۔ میں ایسے لوگوں پر لعنت بھیجتا ہوں جو دین کے اندر رخنہ اندازیاں اور دین کے اندر تبدیلیاں اور دین کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ سلطانِ محترم! جب یہ گروہ در گروہ، جوق در جوق میرے علاقوں میں آ کر جمع ہونا شروع ہو گئے، تب میں ان کے خلاف حرکت میں آنے سے ہچکچایا۔ اس لئے کہ یہ تعداد میں زیادہ تھے۔ اور پھر آپ جانتے ہیں کہ یہ قرامطی مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ صرف آپ ایک ایسی ہستی ہیں جن کا ان ظالموں پر رعب اور دبدبہ چھایا ہوا ہے۔ میں ان کے سامنے سر نہیں اُٹھا سکا۔ میں یہ خیال کرتا تھا کہ اگر میں ان کے مقابل آیا تو یہ مجھ سے ٹکرا کر میرا خاتمہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس بنا پر میں ان کے سامنے خاموش رہا۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں آپ کی طاقت اور قوت میں اضافہ کروں گا اور جس قرامطی نے بھی میرے ہاں پناہ لینے کی کوشش کی، اُس کا سر قلم کر دوں گا اور ہمیشہ آپ کا مطیع اور فرمانبردار رہوں گا، جو احکامات مجھے ملتے رہیں گے، ان پر عمل کرتا رہوں گا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ......''

سلطان محمود غزنوی مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں تمہارے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کر رہا۔ تم نے جو یہ وعدہ کیا ہے کہ آنے والے دور میں تم کسی قرامطی کو اپنے ہاں پناہ نہیں دو گے اور یہ کہ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر کے جب کبھی بھی کسی قرامطی نے تمہارے ہاں پناہ لی تو اس کا سر قلم کر دو گے، میرے لئے بس یہی کافی ہے۔ تمہارے لئے عام معافی ہے۔ ساتھ ہی میں تمہیں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنی عسکری قوت میں اضافہ کرو۔ قرامطی یقیناً ان علاقوں کی طرف آ کر پناہ لیتے ہیں۔ اور جو قرامطی بھی تمہارا رُخ کرے، اس کا

Marfat.com

خاتمہ کرتے چلے جاؤ۔ میری زندگی کا مقصد یا یوں جانو میری خواہش یہ ہے کہ ان قرامطیوں کا اللہ کی زمین پر مکمل صفایا کر دیا جائے۔"

معاف کئے جانے پر منوچہر نے سلطان کا شکریہ ادا کیا۔

سلطان نے چند روز تک جرجان کے نواح میں قیام کیا، اس کے بعد اس نے اپنے لشکر کے ساتھ غزنی کا رخ کیا تھا۔

Marfat.com

ایک روز سلطان، فاتح کی حیثیت سے غزنی میں داخل ہوا۔
غزنی کے شہریوں نے شاندار انداز میں سلطان اور اس کے لشکر کا استقبال کیا۔ پھول کی پتیوں کی بارش لشکریوں پر کر دی گئی۔ یہ ایک شاندار استقبال تھا، جو سلطان محمود غزنوی کا ہوا۔ اور شاید یہ آخری مہم تھی جسے سر کر کے سلطان ایک فاتح کی حیثیت سے غزنی شہر میں داخل ہوا تھا۔

دوسری طرف سنجر، عثمان، ارجان، باشان، خیسار اور کوشل بھی اپنے بچے کے ساتھ لشکر کا استقبال کرنے کے لئے آئے تھے اور ایک شاہراہ کے ایک طرف کھڑے تھے۔

سلطان کے پیچھے پیچھے جب عبداللہ قراتگین اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے لوگوں کی گل پاشی کے جواب میں ہاتھ ہلا رہا تھا، اچانک اس کے کانوں میں کسی کی آواز پڑی۔ آواز کوشل کی تھی، جس نے اُسے پکارا تھا۔

عبداللہ قراتگین کسی ردِ عمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ سلطان نے وہاں اپنے لشکر کو روک دیا، پھر لشکریوں کو اپنے اپنے گھروں اور مستقر کی طرف جانے کی اجازت دے دی تھی۔ عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین بھی اپنے گھوڑوں سے اُترے، پھر سنجر، عثمان، ارجان، باشان، خیسار اور کوشل کو لے کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

سب عبداللہ قراتگین کی حویلی میں داخل ہوئے۔ جب سب دیوان خانہ میں بیٹھ گئے تب سب سے پہلے عبداللہ قراتگین اور احمد نیالتگین کو اس کامیاب مہم پر

Marfat.com

مبارک باد دی، پھر گفتگو کا آغاز سنجر نے کیا اور اپنے بڑے بھائی اور عبداللہ قراتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بھائی! گزشتہ کئی دن سے ہماری بہن کوشل ارادہ کر رہی تھی کہ وہ آپ سے ایک موضوع پر گفتگو کرے گی۔''

اس پر عبداللہ قراتگین نے کوشل کی طرف دیکھا، کوشل مسکرائی اور کہنے لگی۔

''بات یہ ہے کہ میں انہیں بتا بیٹھی ہوں کہ جونہی آپ اس مہم سے فارغ ہوں گے، ہم لاہور کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ میرے اس انکشاف کے جواب میں سنجر، عثمان، ارجان، باشان اور خیسار نے بھی باہم مشورہ کرنے کے بعد اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ یہ بھی ہمارے ساتھ لاہور جائیں گے اور وہاں کچھ دن رہ کر آئیں گے۔ دراصل سنجر جانے کے لئے ہچکچا رہا تھا، ارجان جانا چاہتی ہے۔ خیسار بھی بڑی بے چین ہے۔ سنجر اس لئے ہچکچا رہا تھا کہ اس کا کہنا تھا کہ چونکہ یہ دُکان کرتا ہے لہٰذا اس کی دُکان کا کیا ہوگا؟''

اس موقع پر عبداللہ قراتگین نے اپنے پہلو میں بیٹھے احمد نیالتگین کی طرف دیکھا، کچھ دیر دونوں نے آپس میں کھسر پھسر کی، پھر عبداللہ قراتگین سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ویسے سلطان کے ساتھ میری مکمل اور تفصیل کے ساتھ بات چیت ہو چکی ہے۔ ہمارے درمیان یہ فیصلہ ہوا ہے کہ جس لشکر نے لاہور میں میرے ساتھ رہنا ہے وہ دو تین دن یہاں قیام کرے گا، اس کے بعد میں اور کوشل اُس لشکر کے ساتھ لاہور کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ اب جبکہ آپ سب لوگوں کا بھی ارادہ ہے کہ چند روز آپ سب لاہور جا کر رہنا چاہتے ہیں تو سنجر کو اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دکان کسی کے حوالے کر دی جائے۔ اتنے دن اگر دکان کی آمدنی نہیں ہوتی تو جتنا اس کا نقصان ہوگا، میں پورا کر دوں گا۔ پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال تم سب تیار رہنا۔ تین دن بعد جب لشکر یہاں سے کوچ کرے گا تو ہم سب لاہور کا رُخ کریں گے۔''

عبداللہ قراتگین کے اس فیصلے پر سنجر، عثمان، ارجان، باشان اور خیسار کے علاوہ

Marfat.com

کوشل کی بھی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

چنانچہ تین دن بعد عبداللہ قراتکین، احمد نیالتگین اور کوشل سب کے ساتھ اس لشکر کے ہمراہ لاہور کی طرف کوچ کر گئے تھے جس لشکر نے لاہور میں جا کر عبداللہ قراتکین کی کمانداری میں قیام کرنا تھا۔ اس لئے کہ بقول مؤرخین سلطان محمود غزنوی نے عبداللہ قراتکین کو لاہور میں اپنے لشکریوں کا سالارِ اعلیٰ مقرر کیا تھا۔

(تمت بالخیر)

Marfat.com

معروف مصنف جناب اسلم راہی ایم اے کی نئی کتب

سلطان محمود غزنوی

محمود غزنوی ایک عظیم مجاہد اور غازی تھا۔ اس کا مقصد حیات اسلام کی اشاعت اور بت شکنی تھا۔ لڑائی سے پہلے اس نے ہمیشہ دشمن کو دعوتِ اسلام پیش کی اور اس دعوت کو ٹھکرانے کے بعد ہی تلوار بے نیام کرتا تھا۔ اس نے کم و بیش چالیس بڑی لڑائیاں لڑیں اور خداوند قدوس نے اسے ہر لڑائی میں کامیابی عطا فرمائی۔ سلطان محمود پر تحقیق و ریسرچ سے بھرپور یہ ناول یقیناً آپ کی دلچسپی کا باعث بنے گا۔

غیاث الدین بلبن

ایک نیک دل سلطان۔ بڑی سختی سے ارکانِ اسلام کا پابند تھا۔ ہر وقت باوضو رہتا تھا۔ جس طرح غیاث الدین بلبن دربار کے آداب و قواعد کا خیال رکھتا تھا اسی طرح وہ انصاف اور حق پرستی کو بھی پوری طرح مدِ نظر رکھتا تھا۔ یہ ناول یقیناً آپ کی پسند پر پورا اترے گا۔

جہانگیر و نور جہاں

جہانگیر اعلیٰ ظرف اور اچھی فطرت کا حامل انسان تھا۔ سیاسی امور میں ایک صاف اور سیدھا شخص تھا جس میں کوئی مکاری و ریاکاری نہ تھی۔ بہترین تحقیق و ریسرچ پر مبنی ناول جس میں آپ کو چند چبھتے ہوئے سوالات کے جواب ملیں گے۔ جہانگیر کا مذہب کیا تھا؟ نور جہاں سے کن حالات میں گرفتارِ محبت ہوا؟ انارکلی کون تھی جس کو جہانگیر کے ساتھ ملوث کیا گیا؟ نور جہاں کی بیٹی لاڈلی بیگم کا کیا انجام ہوا؟ ایسے ہی بہت سے سوالات کا جواب آپ کو اس ناول میں ملے گا۔

بے سحر رات کے مسافر

پہلی صلیبی جنگ کے دوران اور بعد میں ایسے مجاہدوں کی داستانِ حیات جو مسلم اُمہ کے وقار اور حصولِ عظمت کی جنگ لڑتے رہے۔ پوپ سلوسٹر ثانی اور پوپ گریگوری کے مسلمانوں کے خلاف زہر آلود پیغامات، جھوٹ پر مبنی پطرس راہب کی خبطی تقریریں، کاڈفری، ریمانڈ، بوہیمانڈ اور بالڈون کے مسلمانوں پر لا انتہا مظالم۔ آخر مسلم اُمہ سے زین الدین بن علی، تمر تاش اور کچھ دیگر مجاہدین حرکت میں آئے۔ اسلامی تاریخ کا ایک ایسا پہلو جو یقیناً آپ کو متاثر کرے گا۔

مکتبہ القریش۔ قذافی مارکیٹ، اُردو بازار لاہور فون: 042-37231595 042-37352835

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ کے نامور مصنف اسلم راہی ایم اے کے تاریخی ناول

Marfat.com